فتاویٰ رضویہ
جلد دوم
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ناشر
رضا اکیڈمی بمبئی
۲۶ کامبیکر اسٹریٹ، بمبئی ۳

اعلیحضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ ۔ رضا اکیڈمی بمبئی ۳

RAZA OFFSET, Bombay-3 • Tel: 371 23 13

سلسلۂ اشاعت نمبر ۶۶

۷۸۶/۹۲

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

جلد دوم

مصنفہ
مجدد دین وملت
اعلحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

بفیض
تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلحضرت
حضور مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفے رضا خان قادری نوری رضی اللہ تعالی عنہ

ناشر
رضا اکیڈمی ممبئی
۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، ممبئی ۳

سلسلۂ اشاعت نمبر ——— (۶۶)

نام کتاب ——— العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد دوم دہم

تصنیف لطیف ——— سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ

سنِ طباعت ——— ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

ناشر ——— رضا اکیڈمی بمبئی ۳

مطبوعہ ——— رضا آفسیٹ بمبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بک ایجنسی

۱۴ محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، بمبئی ۳

ٹیلیفون: ۳۷۱۸۹۷۰ / ۳۷۱۵۸۶۸

Rs. 210/-

۷۸۶

فہرست مضامین
فتاوی رضویہ جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ذیل باب الوضوء

مسئلہ (۱۱۵): از میرٹھ محلہ خیر نگر دروازہ مرسلہ مولوی محمد حبیان صاحب تاجر طلسمی پریس
۱۸ / شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کورتی میرٹھ کی ایک آنکھ میں سے خفیف خفیف پانی اس طرح نکلتا ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر میں ذرا ذرا سی محسوس ہوتی ہے اور رومال سے صاف کرنے پر قریبا ایک چاول کے برابر کپڑا نم معلوم ہوتا ہے۔ نمی کے الکس کی وجہ سے بار بار صاف کرنا ہوتا ہے۔ کبھی وہ نمی جلد جلد محسوس ہوتی ہے اور کبھی دیر دیر میں صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ فجر میں بہت وقت اس طرح گزر جاتا ہے کہ صاف نہیں کیا جاتا ہے جب بھی سیلانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ نمی بصورت کیچڑ معمولی طور پر معلوم ہوتی ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ اگر کسی کام کی وجہ سے بھول گئے ہوں دیر تک صاف نہ کیا ہو تو بھی سیلانی حالت رہتی ہے، اس کی بابت ایک بڑے ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ دماغ سے جو پانی آتا ہے بینی کی راہ نکلتا ہے وہ یہی ہے۔ چونکہ بینی میں جانے کا راستہ بند ہوگیا ہے اس واسطے آنکھ کے کوسے سے نمی کا الکس معلوم ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ سر میں کہیں کسی موقع پر کچھ ناسوری کیفیت ہے وہ جگہ یہ پانی پیدا کرتی ہے۔ ایسی حالت میں وضو ہر وقت تازہ ہونا چاہیے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ جب تک سیلانی کیفیت نہ ہو تازہ وضو لازم نہیں۔ ان کو اس وجہ سے تکدر رہتا ہے اور محض احتیاط کی وجہ سے کہ بعض مقامات میں وضو کرنا دشوار ہوتا ہے انہوں نے اپنی آمد و رفت کم کردی۔ یہ حالت ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر دماغ کی وہ رطوبت ہے کہ ناک سے آتی ہے جب تو ظاہر ہے کہ طاہر ہے قابل سیلان بھی ہو تو ناقض وضو نہیں اور اگر ناسور سے ہو جب بھی صورت مذکورہ سیلان کی نہیں

اور چھڑانے سے چھوٹنے کا کچھ اعتبار نہیں۔ بہر حال اس سے وضو نہ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذیل باب الغسل

مسئلہ (۱۱۶) از سرونج مسئولہ عبد الرشید خان صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

برس یا چھ ماہ عرصہ سے زید حالت جنابت میں ہے جب اُسے ضرورت غسل کی ہوئی اس نے غسل نہ کیا اور کوئی وجہ اسے غسل سے روکنے والی بھی نہیں ہے اور اسی حالت جنابت میں وہ پان کھاتا رہا تو چونا کتھا حالتِ ناپاکی میں زید کے دانتوں پر جم گیا۔ اب زید نے غسل کیا اور غرغرہ کیا مگر پانی زید کے دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں نہ پہنچا۔ کیونکہ دانتوں پر اور نہ دانتوں کی جڑوں میں تو چونا کتھا جما ہوا ہے۔ ایسی حالت میں غسل زید کا جائز ہوا یا ناجائز۔ اور اگر ناجائز ہوا تو کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وہ جگہ جہاں چونا جم گیا ہے جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے یا پانی پینے سے دھل گئی تھی اور وہ چونا ایسا جم گیا ہے کہ اُس کا چھڑانا باعث ضرر وایذا ہے تو معاف ہے غرغرہ کافی ہوگا اور اگر بے ضرر چھڑا سکتا ہے تو چھڑانا واجب ہے۔ بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۱۷): از مانیا نوالہ ڈاکخانہ قاسم پور ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ (۱) غسل کی نیت کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اور کیا نیت ہے اُس کی یا غسل جنابت یا احتلام کا ہو اگر اُس نے نیت نہیں کی غسل ہوا یا نہیں۔ (۲) غسل کرنے والا بند مکان میں غسل کر رہا ہے اور زیادہ تر اُس مکان میں تاریکی نہیں ہے اور فرض اپنے دیکھ رہا ہے اور کپڑا نہیں باندھا ہے، غسل ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) غسل میں نیت سنت ہے اگر نہ کی غسل جب بھی ہو جائیگا اور اس کی نیت یہ ہے کہ ناپاکی دور ہونے اور نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں (۲) برہنہ غسل کرنے سے بھی غسل ہو جاتا ہے۔ اور اس میں کچھ حرج نہیں اگر مکان پردے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۱۸) مولوی عبد الحفیظ صاحب طالبِ علم مدرسہ منظر اسلام ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کو احتلام بغیر شہوت ودفق کے ہو یا کسی مرض کی وجہ سے جیسے جریان وغیرہ کیونکہ اس میں بھی بلا شہوت ودفق کے ہوتا ہے۔ ان دو

صورتوں میں غسل محتلم پر واجب ہوگا یا نہیں یا یہ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو کہ ذی دفق و شہوت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب: جاگتے میں جو منی بغیر دفق و شہوت کے نکلے اس سے وضو واجب ہوتا ہے غسل نہیں مگر احتلام کی نسبت اس کو کیا خبر کہ بغیر دفق و شہوت ہے، احتیاطاً غسل کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۱۹) از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹولینڈ مسئولہ حاجی اسماعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیا واری۔

حضور نے فرمایا ہے کہ زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس پر زید کہتا ہے کہ کیسے جائز ہو زانی پر غسل چالیس روز تک نہیں اترتا ہے۔ کیا زید کا قول سچا ہے اور زانی کا غسل اترتا ہے یا نہیں؟

الجواب: زید نے محض غلط کہا زانی کے ظاہر بدن کی طہارت اول ہی بار نہانے سے فوراً ہو جائیگی ہاں قلب کی طہارت توبہ سے ہوگی اس میں چالیس دن کی حد باندھنی غلط ہے چالیس برس توبہ نہ کرے تو چالیس برس طہارت باطن نہ ہوگی۔ اور غسل نہ اترنے کو ذبیحہ ناجائز ہونے سے کیا علاقہ۔ طہارت شرط ذبح نہیں۔ جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے۔ بلکہ وہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اترتا یعنی کافران کتابی اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآن عظیم میں حلال فرمایا ہے طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور کفار کا کبھی غسل نہ اترنا اس لئے کہ غسل کا ایک فرض تمام دہن کے پرزے پرزے کا حلق تک دھل جانا ہے، دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پورے نرم بانسے تک پانی چڑھنا اول اگرچہ اُن سے ادا ہو جاتا ہو جبکہ بے تمیزی سے مونھ بھر کر پانی پئیں مگر دوم کے لئے پانی سونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں، جس کے سبب اُن کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں نہ کہ کفار، امام ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں، فی المحیط نص محمد فی السیر الکبیر فقال وینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابۃ لان المشرکین لایغتسلون من الجنابۃ ولایدرون کیفیۃ الغسل اھ وفی الذخیرۃ من المشرکین من لایدری الاغتسال من الجنابۃ ومنھم من یدری کقریش فانھم توارثوا ذلک من اسمٰعیل علیہ الصلٰوۃ والسلام الا انھم لایدرون کیفیتہ لایتمضمضون ولایستنشقون وھما فرضان، الاتری ان فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار فحال الکفار علی ما اشار الیہ فی الکتب

اما ان لا یغتسلوا من الجنابۃ او یغتسلون ولکن لا یدرون کیفیتہ وای ذلک کان یؤمرون بالاغتسال بعد الاسلام لبقاء الجنابۃ وبہ تبین ان ماذکرہ بعض مشائخنا ان الغسل بعد الاسلام مستحب فذلک فیمن لم یکن اجنب مختصراً۔

ہاں یہ اور بات ہے کہ بحالِ جنابت بلاضرورت ذبح نہ چاہیئے کہ ذبح عبادتِ الٰہی ہے جس سے خاص اس کی تعظیم چاہی جاتی ہے پھر اس میں تسمیہ وتکبیر ذکرِ الٰہی ہے تو بعد طہارت اولیٰ ہے اگرچہ ممانعت اب بھی نہیں۔ درمختار میں ہے، لا یکرہ النظر الی القرآن لجنب کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۲۱ دوم، اگر زید غسل خانہ میں غسل جنابت یا احتلام کا کرتا ہے اور وضو کر کے تہبند نکال کر غسل کرے تو غسل اترتا ہے یا نہیں غسل خانہ اوپر سے بند ہو یا کھلا دونوں صورت میں کیا حکم ہے ؟

الجواب : سارے بدن پر پانی بہنے سے غسل اترتا ہے جس میں حلق تک مونھ اور ہڈی کے کنارے تک اندر سے ناک کا بانسا بھی داخل ہے۔ اس کے بعد جیسے بھی ہو غسل اتر جائے گا۔ ہاں کھلے غسل خانہ میں ننگا نہ ہونا بہتر ہے۔ اور اگر وہاں قریب بلند مکان ہوں جس سے احتمال ہو کہ کسی کی نظر پڑے گی تو وہاں تہبند رکھنے کی تاکید ہے۔ وہ احتمالِ نظر جتنا قوی ہوگا اتنی ہی یہ تاکید بڑھتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر نظر پڑنے کا ظن غالب ہو گا تہبند رکھنا واجب ہوگا اور وہاں برہنہ نہانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بقیہ حاشیہ ص ۶۹) ترجمہ:۔ محیط میں ہے کہ امام محمد نے سیر کبیر میں نص فرمایا کہ جو کافر مسلمان ہوا اسے غسل جنابت چاہیئے کہ کافر جنابت سے نہیں نہاتے تھے اور نہانے کا طریقہ نہیں جانتے انتہیٰ ذخیرہ میں ہے بعض کافر تو سرے سے یہی نہیں جانتے کہ جنابت کے بعد نہانے کا حکم ہے اور بعض اتنا تو جانتے ہیں جیسے کفار قریش کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسلاً بعد نسل اُن کے یہاں غسل جنابت چلا آیا مگر وہ نہانے کی کیفیت نہیں جانتے نہ کلی کریں نہ ناک میں پانی ڈالیں حالانکہ یہ دونوں فرض ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ان کا فرض ہونا بہتیرے اہل علم پر مخفی رہا۔ پھر کافروں کی کیا حقیقت تو سب کفار کا حال وہی ہے جس کی طرف امام محمد نے اشارہ فرمایا کہ یا تو جنابت کا غسل ہی نہ کریں گے۔ یا کریں گے تو نہ جانیں گے بہر حال بعد اسلام انہیں نہانے کا حکم دیا جائے گا کہ جنابت باقی ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ وہ جو بعض مشائخ نے بعد اسلام نہانے کو مستحب لکھا ہے وہ صرف اُس کافر کے لئے ہے جو اب تک کبھی جنب نہ ہوا۔ انتہیٰ۔ مثلاً بلوغ سے پہلے اسلام لے آیا۔ ۱۲

ترجمہ ۱:۔ قرآن مجید پر نگاہ کرنا جنب کو مکروہ نہیں جیسے دعائیں پڑھنا مکروہ نہیں یعنی مکروہ تحریمی و ناجائز نہیں۔ ورنہ وضو تو ہر ذکر کے لئے مستحب ہے اور اس کا ترک خلافِ اولیٰ۔ ۱۲

ذیلِ بابُ المیاہ

مسئلہ (۱۲۱) از پوڑول موتول ڈاک خانہ ہیرول ضلع دربھنگہ بلگرام چمن مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ان اطراف کے مولوی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے۔ اس پر ہم کو شک ہے۔ اس شک کو رفع کیجئے۔

الجواب: ہندو تو ہندو، بے وضو مسلمان بھی مثلاً جس کٹورے یا بادیے سے مونھ لگا کر پئے گا اس پانی سے وضو جائز نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ پانی تھوڑا ہو اور اسے اچھے پانی میں کہ اس سے زائد ہے ملا دیا جائے پھر بھی کافر کے جھوٹے سے احتراز چاہیے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایّاك وما یسوء الاذن ہاں اگر اس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اس کا نجس یا مستعمل ہونا ثابت نہ ہو تو بضرورت آپ ہی اس سے وضو کرنا ہوگا۔ ایسے مسائل یوں اطلاق کے طور پر بیان کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۲۲): از ڈاکخانہ رامو چکما کول ضلع چٹا گانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمٰن صاحب۔ ۹ رجمادی الاخرٰی ۱۳۳۶ھ

جو حوض دہ در دہ یا اس سے بڑا ہو مگر موسم گرما میں خشک ہونے کے باعث پانی دہ در دہ سے کم ہوگیا اب اگر حوض میں کوئی نجاست گر جائے بشرطیکہ اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک۔

الجواب: حوض اگرچہ ہزار در ہزار ہو جبکہ اس وقت پانی دہ در دہ سے کم ہے ایک ذرہ نجاست اُسے ناپاک کر دے گا اگرچہ کوئی وصف نہ بدلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ موضع بیقوڈاکخانہ وضلع گیا مسئولہ جناب الطاف اشرف صاحب ۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) دہ در دہ کی عمق وعرض وطول کس قدر ہونا لازم ہے۔

(۲) دہ در دہ حکم جاری کا رکھتا ہے یا نہیں اور رکھتا ہے تو کس وجہ کر اور نہیں رکھتا ہے تو کس وجہ کر۔

(۳) اس موضع کے جانب غرب ایک گڈھی ہے جس کو لوگ پوکھر کہا کرتے ہیں متصل بستی کے پیش دروازہ ایک شخص کے واقع ہے جس کا نقشہ حسبِ ذیل ہے۔ گڈھی کے جانب شرق ایک چھوٹا نالہ ہے معروف پل سے ہے۔ یہ نالہ ہمیشہ خشک رہتا ہے۔ جب زمانہ برسات کا ہوتا ہے تو ہمیشہ یا جب آب باراں ہوتا ہے تو اس

نالہ سے تمامی بستی کا پانی ہر اقسام کا ناطاہر گڈھی مذکور میں گرا کرتا ہے اور زمانہ خشکی میں جب یہ گڈھی خشک ہوتی ہے تو لوگ کمینہ اس میں بول و براز کیا کرتے ہیں اور اس گڈھی کے کنارے میں ہر چہار جانب ہمیشہ بول و براز ہوا کرتا ہے اور جب اس میں پانی رہتا ہے تو دھوبی کپڑا بھی دھوتا ہے اور کمینایان آب دست بھی کیا کرتے ہیں اور کمینایان کی عورتیں کپڑے ناطاہر ہر اقسام کے دھوتی ہیں اور گندی و ناطاہر چیزیں بھی اس میں لوگ پھینکا کرتے ہیں اور زمانہ میں شاید باید مگر خصوصًا زمانہ برسات میں جب پانی بے حساب زیادہ برستا ہے تب گوشہ سے اُس گڈھی کے ہموارہ نالی سے کھیتوں میں ہو کر پانی نکلتا ہے۔ جب گڈھی کے کناروں تک برابر پانی رہتا ہے تو پانی نکلنے سے محفوظ رہتا ہے اور جب کبھی اُس گڈھی میں پانی کم ہو جاتا ہے اور جب کچھ پانی اندازکا برستا ہے تو اُس حالت میں تمامی بستی کا پانی ناطاہر بذریعہ نالہ مذکورہ و بذریعہ گلیان اور ہر چہار جانب کی غلاظت بذریعہ آب باراں کے گرکر مل جاتے ہیں اور کسی طرف سے اس گڈھی کا پانی نہیں نکلتا ہے۔ اس گڈھی کا پانی قابل استعمال کے ہے یا نہیں اور ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔

ع۴ یہ گڈھی دہ دردہ میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ع۵ دہ دردہ میں شرائط رنگ و بو و ذائقہ کا ہے یا نہیں؟ ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر؟

ع۶ دہ دردہ کے عمق و طول و عرض میں بھی اختلاف ہے یا نہیں اگر مختلف فیہ ہے تو جمہور کی رائے کس روایت پر ہے؟

ع۷ مسئلہ اکراہ طبعی اس گڈھی کے پانی پر محمول ہوگا یا نہیں؟

ع۸ جس کا آب جانب جنوب ساٹھ ہاتھ و جانب شمال ساٹھ ہاتھ و جانب شرق پچاس ہاتھ و جانب غرب ۱۰۰ ہاتھ و عمق؟ اختلاف فیہ درمیان گڈھی تیراتا پانی بعض جگہ کمر تک بعض جگہ کمر سے کم۔

نوٹ:۔ نقشہ گڈھی ص۲۳ پر ہے۔
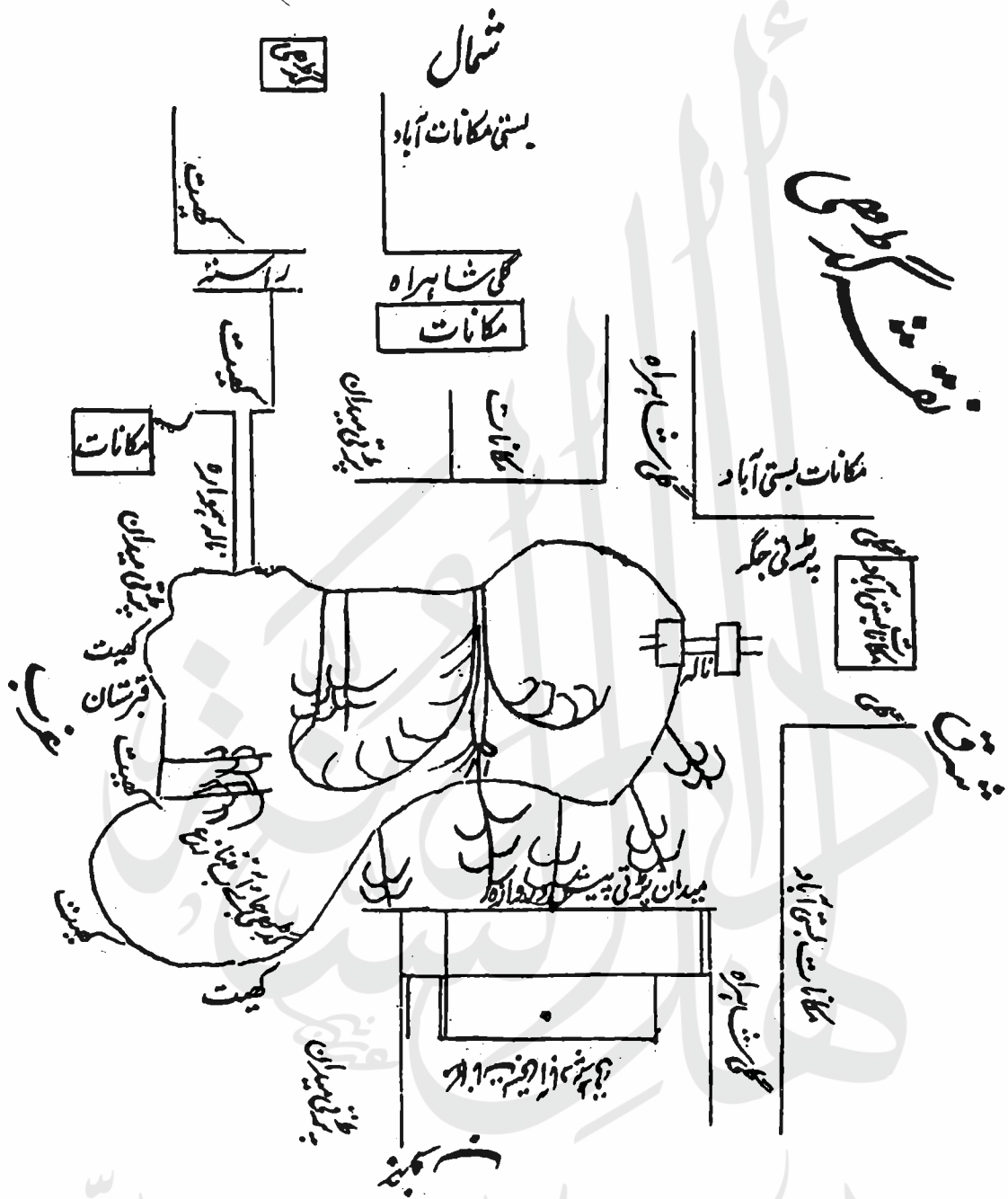
الجواب: (۱) دہ در دہ ہونے کو عرض و طول اتنا چاہیے جن کا حاصل ضرب سو ہاتھ ہو اور عمق اتنا کہ لپ سے پانی لیں تو زمین نہ کھلے۔

---

(۲) دہ در دہ حکم جاری میں ہے اور اس کی وجہ اندازہ ائمہ کہ ملائے کثیر کی یہ تقدیر فرمائی کما بیناہ فی.

لمتاؤ منار دالمحتار میں ہے ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامۃ سعد الدین الدیری فی رسالتہ

القول الراقی انہ حقق فیہا ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر و اورد نحو مائۃ نقل ناطقۃ بالصواب ولا یخفی ان الذین افتوا بالعشر کصاحب الہدایۃ وقاضی خان وغیرہما من اھل الترجیح ھم اعلم بالمذھب منا فعلینا اتباعھم الخ

(۳) بہنے کا پانی جب تک بہ رہا ہے اگرچہ اُس میں نجس پانی یا اور نجاستیں ملیں ناپاک نہ ہوگا جب تک اُس کا رنگ مزہ یا بُو نجاست کے سبب نہ بدلے فان الماء طھور لا ینجسہ شیئ مالم یتغیر احد اوصافہ تو بارش کا پانی جب تک بہتا ہوا اس گڈھی کے کناروں تک آیا اور اُس کا کوئی وصف نجاست نے نہ بدلا اسے پاک ہے اگرچہ اُس میں ناپاک نالیوں کے پانی وغیرہ شامل ہوں اگرچہ گڈھی کے کناروں پر نجاستیں پڑی ہوں۔ ایک حالت تو یہ تھی۔ دوسری حالت اس پانی کے گڈھی میں داخل ہونے کی ہے اس وقت اگر اس میں کوئی نجاست مرئیہ نہیں صرف ناپاک نالیوں کے پانی اس کے ساتھ بہ کر آئے ہیں اور اُن سے اس کا کوئی وصف نہ بدلا اور دہ دردہ کی مساحت میں پھیلنے تک گڑھی کے اندر بھی کسی نجاست سے نہ ملا اگرچہ آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملے تو اندر بھی یہ پانی پاک ہی رہے گا۔ وہ ناپاک پانی جو اس کے ساتھ بہ کر آئے تھے اُن کو بھی اُس نے پاک کر دیا فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا اور اب یہ پانی کبھی ناپاک نہ ہوگا۔ اگرچہ گڑھی کے اندر کتنی ہی نجاستیں ہوں اور اوپر سے کتنی ہی نجاستیں ڈالی یا دھوئی جائیں۔ جب تک خاص نجاست کی وجہ سے اس کا کوئی وصف بدلنا معلوم نہ ہو خواہ گڑھی سے باہر اُبل کر بہے یا اُس میں رُکا اور اگر گڑھی میں داخل ہوتے وقت اس میں نجاست مرئیہ تھی یا اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلا ہوا تھا یا دہ دردہ کی مساحت میں پھیلنے سے پہلے گڑھی کے اندر کسی نجاست سے ملا تو یہ پانی ناپاک ہے۔ اس قسم کا پانی جتنا بھی آتا جائے گا سب ناپاک ہوگا اگرچہ اُس سے ساری گڑھی بھر جائے مگر یہ کہ گڑھی میں پہلے سے دہ دردہ پاک پانی ہو کہ اب یہ بھی اُس سے مل کر پاک ہوتا جائیگا جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے یا یہ ہو کہ مثلاً بارش کا پانی پاک اُس پر آکر اُسے بہا دے اُبال کر گڑھی سے باہر نکال دے تو پاک ہو جائے گا اور پھر ٹھہر کر بھی پاک ہی رہے گا اگرچہ نالہ وغیرہ سے اُس میں نجاستیں آکر شامل ہوں جب تک نجاست اس کا کوئی وصف نہ بدل دے اور اگر گڑھی میں مثلاً دو طرف سے بارش کا بہاؤ آیا ایک جانب سے دہ دردہ کی مساحت سے پہلے ہی نجاستیں تھیں یا خود اس بہنے پانی میں نجاست مرئیہ موجود تھی کہ گڑھی میں داخل ہو کر ناپاک ہو گیا اور دوسری جانب کا پانی کوئی نجاست مرئیہ بہا کر نہ لایا تھا اور گڑھی کے اندر بھی دہ دردہ ہونے سے پہلے کسی نجاست سے نہ ملا کہ

کہ پاک رہا اب ۔۔ دونوں پانی مل گئے تو ناپاک صرف کا پانی بھی پاک ہوگیا لانہ فی حکم الجاری اس طرح پاک و ناپاک پانی مل کر گڑھی بھر ہے تو سب پاک ہے، اور نہ بھرے تو سب پاک ہے جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے

(۴و۸) یہ گڑھی دہ در دہ سے بہت زائد ہے کہ اُسے سو ہی ہاتھ درکار ہے اور یہ ہزاروں ہاتھ ہے۔

(۵) دہ در دہ کا رنگ یا بُو یا ذائقہ اگر نجاست ملنے کے سبب بدل جائے تو ضرور ناپاک ہوجائے گا۔ اور پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو حکم جواز ہے درمختار میں ہے: ینجس بتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح ینجس لا لو تغیر بطول مکث ولو شک فالاصل الطہارۃ ویجوز بماء خالطہ طاہر جامد کاشنان وزعفران وفاکہۃ وورق شجر وان غیر کل اوصافہ

(۶) دہ در دہ کے عرض وطول میں کچھ اختلاف نہیں ہوسکتا کہ اس کا مفاد ہی سو ہاتھ ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ عرض وطول دس دس ہاتھ ہونا ضرور یا صرف حاصل ضرب سو ہاتھ ہونا کافی مثلاً ۲۵ ہاتھ طول ۴ ہاتھ عرض یا ۵۰ ہاتھ طول ۲ ہاتھ عرض اور یہی صحیح ہے۔ اور عمق میں صحیح ومعتمد یہی ہے کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے ہمارے فتاوے میں اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ ہے ہبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر جسے تحقیق بازغ و تنقیح بالغ دیکھنی ہو اُس کی طرف رجوع کرے۔

(۷) کراہت طبعی کوئی مسئلہ شرعی نہیں ہاں کوئی محل شک ہو تو احتیاط مناسب ہے اور یہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو اُسے اپنی اوہام پرستی سے ناپاک سمجھے یا اُس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے حکم وہی ہے جو اللہ و رسول کا ہے اور حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لئے جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۴۱): از بلند شہر بالائے کوٹ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۱۰ رمضان ۱۳۲۷ھ

یہاں جامع مسجد میں ایک حوض وضو کے لئے تعمیر ہوا۔ اس کے بنانے میں جو خرچ ہوا اُس کی کیفیت یہ ہے کہ کچھ روپیہ تو اہلِ محلہ سے لیا گیا اور اس کے علاوہ مبلغ ؏ روپیہ مرغ بازی کی شرط کے بھی اسی حوض میں خرچ ہوئے اور کچھ روپیہ جو برادری میں کسی آدمی پر ایک مقدمہ میں ڈنڈ ڈالا گیا تھا وہ بھی اس حوض میں صرف ہوا۔ آیا اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس سے وضو جائز ہے۔ اوّل تو حرام روپیہ حوض میں خود نہ لگایا گیا بلکہ اس کے عوض

اینٹ، اسالا خریدا یا راج مزدوروں کی اُجرت میں دیا ہوگا۔ بصورت اُجرت تو ظاہر ہے کہ اس خبیث مال کو حوض سے تعلق نہ ہوا اور بصورت خریداری یہاں عام خریداریاں یوں ہوتی ہیں کہ اتنے کی فلاں چیز دے دو۔ اُس نے دی اس کے قبضے میں آگئی بیع تمام ہوگئی اس کے بعد قیمت دی جاتی ہے تو عقد و نقد زرِ حرام میں جمع نہ ہوا تو خریدی شَے میں خباثت نہ آئی کما ھو قول الامام الکرخی المفتی بہ علی ما فصلناہ فی فتاوٰنا اور اگر بالفرض عقد و نقد اس شرا میں حرام پر جمع ہوئے ہوں مثلاً وہ زرِ حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اس نے دی اُس نے زرِ حرام ثمن میں دے دیا تو اگرچہ اب وہ خریدی ہوئی شَے خبیث ہوئی مگر کیا معین کر سکتا ہے کہ وہ اینٹ یا مسالا کونسا ہے یہ مجہول حالت میں حکمِ ممانعت نہیں ہو سکتا۔ امام محمد فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ ھندیۃ عن الذخیرۃ ہاں اگر اکثر حصہ ایسی ہی خبیث اشیا سے ہو تو اُس سے وضو نہ کرنا مناسب ہے لان للاکثر حکم الکل فی ھذا عند قوم اگرچہ اُس کے پانی میں کوئی نقص نہیں نہ اُس سے وضو صحیح و بے خلل ہونے میں کوئی نقص اگرچہ کل حوض کی تعمیر زرِ حرام سے ہو لان الکراھۃ المجاور۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۲۵) از باسنی متصل ناگور مارواڑ مرسلہ امیر احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کا دہ در دہ حوض طولِ مکث یا کثیر الاستعمالی کی وجہ سے بدبو کر جائے اور رنگ میں تغیر آجائے تو وضو کرنا درست ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب ماءِ مستعمل غیر مطہر قرار دے کر پیشاب کے برابر فرما رہے ہیں اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ماءِ مستعمل نجس بہ نجاست غلیظہ ہے۔ لہٰذا نجس ہے تو کیا دہ در دہ حوض کا پانی مستعمل قرار دیا جا سکتا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰے قاضی خاں کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے فتاوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پانی سے وضو بنانا درست ہے یجوز التوضی فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاستہ اسے مولوی صاحب موصوف تسلیم نہیں کرتے۔

الجواب: طولِ مکث سے بدبو لایا پانی کو نجس نہیں کر سکتا اگرچہ کتنا ہی گہرا ہو تنویر وغیرہ متون میں ہے یجنس بتغیر احد اوصافہ بنجس لا لو تغیر بمکث و تمارمیں ہے فلو علم نتنہ بنجاستہ لم یجز ولو شک فالاصل الطھارۃ دہ در دہ حوض قلیل نجاست سے بھی ناپاک نہیں ہوتا۔ نہ کہ ملنے سے مستعمل سے۔ ماءِ مستعمل صحیح و معتمد و مفتی بہ مذہب میں ناپاک نہیں۔ طاہر غیر مطہر ہے۔ یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب معتمد ہے تنویر الابصار

میں ہے وھو طاھر لیس بطھور ردالمحتار میں ہے رواہ محمد عن الامام وھذہ الروایۃ ھی المشھورۃ عنہ واختارھا المحققون قالوا علیھا الفتوی مائے مستعمل اگر غیر مستعمل سے زائد یا برابر ہو جائے تو مجموع سے وضو ناجائز ہوگا اور مستعمل کم ہے تو وضو جائز درمختار میں ہے غلبۃ المخالط لو مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر بالکل والا لا بالجملہ حوض مذکور سے وضو بلاشبہ جائز ہے اور معترض کا قول غلط و ناقابل التفات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۲۶) از پور بندر کاٹھیاواڑ میمنی مسجد مرسلہ سید غلام محمد صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

امام العلماء المحققین مقدام الفضلاء المدققین جامع شریعت و طریقت حکیم امت مولانا و مرشدنا و مخدومنا مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہم بعد تسلیم فدویت تمیم معروض رائے شریف و ذہن لطیف ہو کہ ایک حوض دہ در دہ ہے عرض و طول میں لیکن حوض کے اوپر کو پتھر لگانے سے منہ حوض کا کم از دہ در دہ ہو گیا ہے اس صورت میں حوض پانی سے پورا بھر دیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حوض میں وضو نہیں ہوتا اس لئے کہ دہ در دہ کی حد سے پانی تجاوز کر جاتا ہے اور پانی بھی ہلتا نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وضو ہو جاتا ہے اس لئے یہاں پر لوگوں میں سخت فساد واقع ہے سو حضرت مسئلہ کا خلاصہ کر کے تحریر فرمائیں تاکہ اُس پر عمل کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر پانی پتھر سے نیچا ہے تو دہ در دہ ہے نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک اس سے مزہ یا رنگ یا بُو نہ بدلے اور اگر پانی اس حد سے اونچا ہو کر پتھر سے گھر جائے اور پتھر کے بیچ میں مساحت دہ در دہ سے کم ہے تو اب دہ در دہ نہ رہا ایک خفیف قطرہ نجاست سے ساری سطح ناپاک ہو جائے گی ہاں وضو کے لئے ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے مستعمل نہ ہوگا بے وضو پاؤں ڈال دینے سے مستعمل ہو جائیگا۔ قابل وضو نہ رہے گا۔ وضو کا مستعمل پانی اُس میں گرنے سے مستعمل نہ ہوگا جب تک مستعمل غیر مستعمل سے زیادہ یا مساوی نہ ہو جائے اس کے پاک کر دینے کو یہ کافی ہے کہ اوپر کا حصہ پانی کا نکال دیں یہاں تک کہ صرف پتھر کے نیچے نیچے پانی رہ جائے جہاں سے دہ در دہ ہے وہ سب پاک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۲۷) از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے تو وہ ناپاک ہو جائیگا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ بلا ہاتھ پاؤں پونچھے شریک جماعت

ہو گیا تو جو قطرے اس کی ریش وغیرہ سے گریں گے اس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ان قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا مگر مسجد میں ان کا گرانا جائز نہیں۔ بدن اتنا پونچھ کر کہ قطرے نہ گریں مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۲۸) از شہر گیا محلہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین احمد اللہ خان ۸ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر۔

الجواب: جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل البئر

مسئلہ (۱۲۹) از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ محمد رمضان خان ۸ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک چاہ میں ایک چوہا نکلا جس کے نصف دھڑ کے نیچے کی کھال گل کر پانی ہی میں رہ گئی تھی لیکن پیٹ نہیں پھٹا تھا تو اب کنواں کس طرح پاک ہو۔

(۲) یہ بھی تشریح فرمائیے کہ پانی کا ٹوٹنا کسے کہتے ہیں یعنی کتنا پانی کنوئیں میں رہ جائے تو چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۳) اگر کسی وجہ سے کنوئیں کے پاک کرنے کی غرض سے مٹی نکالنے کا حکم ہو تو مٹی کس قدر نکالنا چاہیئے۔

(۴) اگر کنواں پاکی کے شرائط پورے کرنے کے اندر بیٹھے یا شق ہونے لگے تو اس کا بیٹھنا یا شق ہونا پاکی کا مانع ہو سکتا ہے یا نہیں، مثلاً ایک کنواں پانی ٹوٹنے کا حکم رکھتا ہے اور اس کنوئیں میں دو آدمی کے قدر پانی ہے اور پانی نکالنے نکالتے زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک اور کم سے کم اتنا کہ بالٹی خوب ڈوب جاتی ہے بلکہ اس کے اوپر بھی پانی چھ یا سات انگل رہتا ہے بدیں وجوہات اسے چھوڑ دیا گیا کہ آدمی پانی نکالتے نکالتے تھک گئے یا کنواں شق ہونے لگا یا بیٹھنے لگا تو خیال کیا کہ اس کو پھر کون نہ لئے گا یہ تو بیکار ہوا جاتا ہے، تو کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

(۵) وہ لوگ جو بلا تشریح دریافت کئے ہوئے ہما و شما کے کہنے سے کنوئیں کو پاک کرا دیں یا کر دیں اور پاک بھی ایسا کہ حکم پانی ٹوٹنے کا رکھتا ہو اور ٹوٹتا نہ ہو یا ایسی نجاست کہ ساٹھ ڈول نکلنے سے پاک ہو سکتی ہے اور ہما و شما کے

کتنے سے جنہوں نے کہ نجاست کو دیکھا بھی نہ ہو بیس ۲۰ ڈول نکلوا دیے اور پانی کے استعمال کا حکم دے دیا کہ اب کنواں پاک ہو گیا اُن کے واسطے کیا حکم ہے ؟

۶ اگر ناپاک پانی سے وضو یا غسل کر کے نماز پڑھی اور بعد کو ناپاکی کا حال معلوم ہوا تو نماز کب تک کی واپس دوہرانا چاہیئے ۔

الجواب: ۱ کل پانی نکالا جائے یہاں تک کہ آدھا ڈول نہ ڈوبے اور اگر وہ کنواں نہ ٹوٹتا ہو تو اس کے پانی کا اندازہ کر لیں کہ اتنے ڈول ہے۔ اس قدر نکالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ،

۲ اس کا جواب اوپر گزرا کہ جب آدھے ڈول سے کم بھرنے لگے تو پانی ٹوٹ گیا۔ واللہ اعلم

۳ چڑیا چوہا مثلاً کنوئیں میں مر کر رہ گیا اور مٹی میں دب گیا کہ پانی نکالنے سے نہیں نکل سکتا تو پانی توڑ کر نکالیں اور اگر پانی کسی طرح نہ ٹوٹ سکے تو وہ کنواں اتنی مدت چھوڑ دیں کہ ظن غالب ہو جائے کہ وہ جانور اب گل کر مٹی ہو گیا ہو گا اور اس کا اندازہ چھ مہینے کیا گیا ہے۔ باقی مٹی نکالنے کی کوئی حاجت کنواں پاک کرنے میں نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۴ جتنا پانی توڑنے سے باقی رہ گیا ہو مثلاً فرض کرو کہ اگر سو یا دو سو ڈول اور نکالے جاتے تو آدھی بالٹی سے کم بھرتی مگر اس وقت اتنے ڈول نکالنا بوجہ مذکور مصلحت نہیں تو آج چھوڑ دیں کل یا دو چار روز میں جب پانی زیادہ ہو جائے وہ باقی کے سو دو سو ۲۰۰ ڈول نکال دیں کنواں پاک ہو گیا لان الوکاء غیر شرط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحق تعزیر جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہوتا ہے اب اتنا ہونا چاہیے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان اُن سے میل جول ترک کر دیں کہ انہوں نے شریعت میں بے جا دخل دیا اور مسلمانوں کو نجاست پلائی اور اُن کی نمازیں اور بدن اور کپڑے خراب کئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶ جب سے اُس ناپاک پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد پاک پانی سے طہارت کر کے پاک کپڑوں سے نماز نہ پڑھی ہو مثلاً ناپاک پانی سے وضو کیا اور اُس کے بعد پانی پاک کر لیا گیا اور اُس پاک پانی سے کسی دن اس طرح نہایا کہ سر سے پاؤں تک تین بار پانی بہ گیا یا اس کے بعد پاک پانی سے وضو کرتا رہا اور کسی دن سر دھویا اور کپڑے بدلے تو اس کے بعد سے جو نمازیں پڑھیں وہ نہ پھیری جائیں گی اور اگر کپڑے نہ بدلے یا سر نہ دھویا اور اس پاک پانی سے وضو کرتا رہا تو سب نمازیں پھیری جائیں گی اگرچہ مہینے ہو گئے ہوں کہ بعد کے وضوؤں سے اگرچہ منہ ہاتھ پاک ہو گئے مگر وہ ناپاک پانی جو مسح میں سر کو لگا تھا وہ ہزار بار کے مسح سے بھی پاک نہ ہو گا جب تک

دھو یا نہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۳۵) از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مرسلہ منشی رضا علی صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ مٹھلے کی رسی جس میں ایک کپڑا لپٹا ہوا تھا اور جو بیل کے سینے کے نیچے باندھی جاتی ہے کنوئیں میں ڈالی گئی جس نے کپڑا رسی پر لپیٹا تھا اس کا بیان ہے کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔ لوگوں کا شبہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں۔ ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوا۔ اگر ناپاک ہوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہیے۔

الجواب: کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۳۶) از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مسئولہ مسعود علی۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مٹھلے میں بیل کے جوتنے کے لئے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی خراش بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا رسی پر لپٹا ہوا جو کہ عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے اس حالت میں ظن ہے کہ رسی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اس خون اور رطوبت سے جو بیل یا پہیئے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہوگا وہ کنوئیں میں گر گیا۔ اس حالت میں کنواں پاک ہے یا نجس۔

الجواب: بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے اُس کی ناپاکی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ۔ رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے نکلا ہوگا کافی نہیں یہ معلوم وثابت وتحقیق ہونا لازم کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا اور کل پانی نکالنے کا حکم ہوگا ورنہ وہم وشک پر نجاست نہیں ہوسکتی ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۳۷) از شہر کہنہ بریلی محلہ گھیر جعفر خاں پنجابی ٹولہ۔ مسئولہ جناب محمود علی خاں صاحب رضوی ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواں ہے جس میں پانی اس قدر ہے کہ ایک حوض دہ در دہ اُس کے پانی سے بذریعہ چرسے کے بھر دیا جاتا ہے مگر پانی اُس کا نہیں ٹوٹتا۔ اس کنوئیں میں گلہری گر کر مر گئی اور سڑ کر پھٹ گئی۔ ایسی حالت میں کس قدر پانی نکالا جاوے کہ کنواں پاک ہو جاوے۔

الجواب: اگر کنواں آب دہ در دہ ہو یعنی پانچ گز دس گرہ ایک انگل ہو جب تو ناپاک نہ ہوگا اور اس سے کم ہے تو ذراسی نجاست سے اُس کا کل پانی ناپاک ہو جائیگا اگرچہ کثرتِ عمق یا زیادتِ آمدِ آب کے سبب اس سے دس حوض دہ در دہ بھر سکیں۔ اس صورت میں اُس میں جتنے ڈول پانی ہو وہ ناپ کر نکال دیا جائے پاک ہو جائیگا۔ خواہ دفعۃً نکالیں یا کئی روز میں اور خواہ نکالے سے اُس کا پانی ٹوٹ جائے یا اصلاً نہ گھٹے ہر صورت میں اتنے ڈول نکالنے سے پاک ہو جائے گا۔ اور وہ جو آجکل بعض بے علم لوگ ایسے کنوئیں سے ۳۰۰ یا ۳۶۰ ڈول نکالنا کافی بتاتے ہیں غلط ہے۔ ناپنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رسی میں پتھر باندھ کر آہستہ آہستہ چھوڑ دیں خم نہ پڑے۔ جب تہ کو پہنچ جائے نکال کر ناپیں کہ اتنے ہاتھ پانی ہے پھر جلد جلد سو ڈول کھینچ کر ایسے ہی ناپیں جتنا پانی گھٹا اُس سے حساب لگالیں مثلاً ۲۰ ہاتھ پانی ناپ میں آیا اور سو ڈول نکالنے سے ایک ہاتھ گھٹا تو ۱۹۰۰ ڈول اور نکالیں۔ یا دو معتبر شخص کہ پانی میں نگاہ رکھتے ہوں اندازہ کر کے بتادیں کہ اس میں اتنے ڈول پانی ہے ہزار دو ہزار جتنے بتائیں اُس قدر نکال دیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔

مسئلہ (۱۳۸) از رامہ تحصیل گوجر خان ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

اگر سگ کنوئیں میں گر پڑے اور اُس کے منہ کے پانی میں داخل ہونے کی ثبوت نہیں ملتی۔ پانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب: زیادہ احتیاط یہ ہے کہ کل پانی نکالیں کہ بہت مشائخ کے نزدیک وہ نجس العین ہے مگر صحیح و معتمد یہ کہ اس کا حکم باقی سباع کے مثل ہے کہ صرف لعاب ناپاک ہے تو اگر منہ پانی میں نہ پہنچا صرف بیس ڈول تطییب قلب کے لئے کافی ہیں۔ درمختار میں ہے۔ لواخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجسا نزح الکل والا لا ھو الصحیح۔ ردالمحتار میں ہے قولہ لم ینزح شیئ ای وجوبا لما فی الخانیۃ لو وقعت شاۃ وخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطھیر۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۳۹) از ضلع فرید پور موضع فتل نگر مرسلہ عبد الغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بہشتی بے نمازی جو چھوٹا استنجا پانی سے نہیں کرتے معمولی طور پر غسل کر کے یعنی ایک ڈول پانی سر پر ڈال کر کنوئیں میں غوطہ لگایا تھا اور استعمالی کپڑا بھی نہیں بدلا تھا اب اس کنوئیں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر چھوٹا استنجا ڈھیلے سے کر لیا ہو اور بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہونا تحقیق نہ ہو تو بیس ڈول

نکالیں ورنہ کل پانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بابُ المسحِ علی الخُفّین

مسئلہ ۱۴۰: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہوجائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتابے ان تینوں وصف مجلد، منعل، ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ فی المنیۃ والغنیۃ (المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفۃ الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب الجلد مایستر القدم الی الکعب (او منعلین) ای جعل الجلد علی مایلی الارض منہما خاصۃ کالنعل للرجل (وفالا یجوز اذا کانا ثخینین لایشفان) فان الجورب اذا کان بحیث لایجاوز الماء منہ الی القدم فہو بمنزلۃ الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسہ الا بعد لبث او دلک بخلاف الرقیق فانہ یجذب الماء وینفذہ الی الرجل فی الحال (وعلیہ) ای علی قول ابی یوسف ومحمد (الفتوی والثخین ان یستمسک علی الساق من غیر ان یشد بشیئ) ھکذا فسروہ کلھم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانا نشاھد مایکون فیہ ضیق یستمسک علی الساق من غیر شد والحد بعدم جذب الماء اقرب وبما یمکن فیہ متابعۃ المشی اصوب۔ وقد ذکر نجم الدین الزاھدی عن شمس الائمۃ الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ما کان رقیقا منہا لایجوز المسح علیہ اتفاقا الا ان یکون مجلدا او منعلا وما کان ثخینا منہا فان لم یکن مجلدا او منعلا فمختلف فیہ وما کان فلا خلاف فیہ ام ملتقطا قلت وھھنا وھو عرض للمولی الفاضل اخی یوسف چلپی فی حاشیۃ شرح الوقایۃ فلا علیک منہ بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمۃ وکذلک نص فی الخلاصۃ بما یکفی لازاحتہ کما حققہ فی الغنیۃ وذکر طرفا منہ فی ردالمحتار فراجعہما ان شئت۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۴۱): مقام کہنہ دہانہ ضلع رزیڈنسی گوالیار مسئولہ منشی نور محمد سوداگر

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بوٹ جس سے ٹخنہ ڈھک جاتا ہے یعنی بوٹ کہ پلٹن والے پہنتے ہیں۔ وہ بوٹ کیا چمڑے کے موزے کا حکم رکھتا ہے یا نہیں، چونکہ چمڑے کے موزے پر مسح کرنا درست ہے (عالمگیری) تو فرمائیے کہ بوٹ پر مسح کرنا درست ہے یعنی مسح کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور نماز اس سے درست ہے یا کیا؟

الجواب: درست ہے۔ معراج الدرایہ پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے یجوز علی الجارق المشقوق علی ظہر القدم وله ازرار یشدھا علیه تسدہ لانه کغیر المشقوق وان ظہر من ظہر القدم شیئ فہو کخروق الخف۔ واللہ تعالٰی اعلم

باب الحیض

مسئلہ (۱۴۲): از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسئلۃ، در رسالہ طہارت کبرٰی نوشتہ است زنے نماز میگزارد ہم در اثنائے صلاۃ حائضہ شد نماز قطع کند پس اگر نماز فرض بود بعد طہارت قضایش واجب نبود و اگر نفل بود قضا واجب آید۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دریں رسالہ اگرچہ بسیار جا خطا سرزدہ است اما ایں مسئلہ درست نوشتہ است فمسئلہ فی البحر والدر وغیرھما من الاسفار الغر وجہش آنچہ کہ ایں وقت بخیال میرسد آنست کہ نماز اگرچہ نفل باشد بشروع واجب گردد و اگر قبل از اتمام فسادے رُو نماید قضا لازم آید اما ایں حکم شروع قصدے ست پس اگر کسے مثلاً نماز ظہر گزاردہ فراموش کرد و باز عقدش بربست پیش از فراغ بیادش آمد ہم چناں بشکست قضا بر و لازم نیست کہ ایں شروع بر بنائے ظن غلط بود ہمچناں چوں زن راحیض رسید پیدا شد کہ نماز ایں وقت بر و واجب نبود وجوبے کہ بر بنایش آغاز کردہ بود غلط برآمد زیرا کہ نزد ما اعتبار مر آخر وقت راست کما نصوا علیہ پس قضا لازم نیاید بخلاف نفل کہ شروع در وے نہ بظن وجوب بود و نہ عروض حیض در آخر وقت مانع تنفل در اول ست پس شروع در وے صحیح بود چوں فاسد شد قضا واجب آمد۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۱۴۳): ۴ صفر مظفر ۱۳۱۲ھ

ایک مسماۃ کو بوجہ عارضہ چند سال سے حبس طمث تھا بالکل ادرار مسدود تھا اگرچہ مقتضائے عمر نہ تھا پھر جب دوا ہوئی باعانت دوا اجرائے دم ہوا ہے۔ ایسی حالت میں نماز ترک کی جائے یا ادا کی جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: جب تک دم آئے نماز ترک کی جائے ہاں اگر دس روز کامل سے آگے بڑھے تو غسل کرکے پڑھنا شروع کردیں اور وہ پچھلا طمث جس کے بعد احتباس ہوگیا تھا اگر دس دن آیا تھا تو خیر ورنہ جب یہ دس دن سے بڑھے تو وہ جتنا دس دن سے کم تھا اتنے دنوں کی نماز قضا کی جائے مثلاً وہ چھ روز کا تھا تو چار دن کی نماز قضا کریں اور چار کا تو چھ کی۔ وعلٰی ھذا القیاس۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۴۴): از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲ شوال ۱۳۱۴ھ

عورت حالت حیض ونفاس میں مراقبہ جیسا کہ طریقۂ نقشبندیہ میں دستور ہے کرسکتی ہے یا نہیں۔ اور اسی حالت میں حلقہ میں بیٹھ کر مرشد سے توجہ لے سکتی ہے یا نہیں۔ بحوالہ کتاب مع عبارات ارقام فرمائیں۔

الجواب: ہاں ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ رواہ الامام احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المؤمن لاینجس رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ درمختار میں ہے لاباس لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسھا وحملھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۴۵): از علی گڑھ ۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں **سوال اول** ایک عورت کو آٹھ دن سے کم حیض ہو تا سپیدی آجانے کے بعد بے نہائے اس سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: جو حیض اپنی پوری مدت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہوجائے اس میں دو۲ صورتیں ہیں یا تو عورت کی عادت سے بھی کم میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دنوں آیا تھا اتنے دن بھی ابھی نہ گزرے اور خون بند ہوگیا جب تو اس سے صحبت ابھی جائز نہیں اگرچہ نہالے اور اگر عادت سے کم نہیں مثلاً پہلے مہینے سات دن آیا تھا اب بھی سات یا آٹھ روز آکر ختم ہوا یا یہ پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس دن سے کم میں ختم ہوا تو اس سے صحبت جائز ہونے کے لئے دو۲ باتوں سے ایک ضرور ہے۔ یا تو عورت نہالے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تیمم کرنا ہو تو تیمم کرکے نماز بھی پڑھ لے خالی تیمم کافی نہیں۔ یا طہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نماز فرض ہوجائے یعنی نماز پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر

سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی۔ اس صورت میں بے طہارت کے بھی اُس سے صحبت جائز ہوجائے گی ورنہ نہیں مگر یہ کہ عورت کتابیہ یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو اُس سے مطلقاً بے نہلائے صحبت جائز ہے جبکہ انقطاع حیض ایام عادت سے کم میں نہ ہوا ہو۔ فی الدرالمختار یحل وطؤھا اذا انقطع حیضھا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا وان انقطع لاقلہ فان لدون عادتھا لم یحل اى الوطؤ وان اغتسلت لان العود فی العادۃ غالب بحر، وان لعادتھا فان کتابیۃ حل فی الحال لانہ لا اغتسال علیھا لعدم المطالب، والا لا یحل حتی تغتسل او تتیمم بشرطہ وھو فقد الماء بہ والصلوۃ بہ علی الصحیح کما یعلم من النھر وغیرہ وبھذا ظھر ان المراد التیمم الکامل المبیح للصلوۃ مع الصلوۃ بہ ایضا، او یمضی علیھا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنی من آخر الوقت لتعلیلھم بوجوبھا فی ذمتھا حتی لو طھرت فی وقت العید لا بد ان یمضی وقت الظھر کما فی السراج اھ مزیدا من ردالمختار وفیہ کتبت علی قولہ لبس الثیاب، ما نصہ ای المبیحۃ للصلوۃ ولو ردآء واحدا یسترھا من قرنھا الی قدمھا لان المقصود کون الصلوۃ دینا علیھا وذلک یحصل بھذا القدر ولذا استظھر العلامۃ الحلبی فی الغسل ان المراد قدر الفرض وھو ظاھر، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

سوال[۱۴۶] دوم: ایام حیض میں اپنی عورت سے ران یا پیٹ پر یا کسی اور مقام پر فراغت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: پیٹ پر جائز اور ران پر ناجائز کلیہ یہ ہے کہ حالت حیض و نفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بے کسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسم عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں۔ اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلا شہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحق ذکر کرکے انزال کرنا۔ فی الدرالمختار یمنع حل قربان ما تحت ازار یعنی ما بین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شھوۃ وحل ما عداہ مطلقا اھ وفی ردالمحتار نقل فی الحقائق عن التحفۃ والخانیۃ یجتنب الرجل من الحائض ما تحت الازار عند الامام وقال محمد الجماع فقط ثم اختلفوا فی تفسیر قول الامام قیل لا یباح الاستمتاع من النظر وغیرہ بما دون السرۃ الی الرکبۃ ویباح ما وراءہ وقیل یباح مع الازار اھ ولا یخفی ان الاول صریح فی عدم حل النظر الی ما تحت الازار والثانی قریب منہ ولیس بعد النقل الا الرجوع الیہ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۴۷): از شہر کہنہ ۱۰ رجمادی الاولی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفاس کی اکثر مدت چالیس روز ہے کمتر کی حد نہیں اگر نفاس کا پانی ہشت روز میں بند ہوا اور نماز روزہ اور وطی کے بعد پانی پھر آیا اس میں کیا حکم ہے

الجواب: پانی کوئی چیز نہیں وہ تو رطوبت ہے۔ نفاس میں خون ہوتا ہے چالیس دن کے اندر جب خون عود کرے شروع ولادت سے ختم خون تک سب دن نفاس ہی کے گنے جائیں گے جو دن بیچ میں خالی گئے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے مثلاً ولادت کے بعد دو منٹ تک خون آکر بند ہوگیا عورت بگمان طہارت غسل کرکے نماز روزہ وغیرہ کرتی رہی۔ چالیس دن پورے ہونے میں ابھی دو منٹ باقی تھے پھر خون آگیا تو یہ سارا چلہ نفاس میں ٹھہرے گا نمازیں بیکار گئیں فرض یا واجب روزے یا اگلی قضا نمازیں جتنی پڑھی ہوں انہیں پھر پھیرے فی ردالمحتار ان من اصل الامام ان الدم اذا کان فی الاربعین فالطھر المتخلل لا یفصل طال او قصر حتی لو رأت ساعۃ دما وتسعین الاساعتین طھرا ثم ساعۃ دما کان الاربعون کلھا نفاسا وعلیہ الفتوی کذا فی الخلاصۃ نھر۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ (۱۴۸) ۸ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کی روٹی پکی ہوئی کھانا جائز ہے یا نہ اور اپنے ساتھ اُس کو روٹی کھلانا جائز ہے یا نہ اور اس عرصہ میں اگر مرجائے تو اس کو کیا حکم ہے حیض کے کہ دن ہیں بینوا توجروا

الجواب: اُس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز اُسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ ان باتوں سے احتراز یہود و مجوس کا مسئلہ ہے وقد کان رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدنی راسہ الکریم لام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وھی فی بیتھا وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلہ فتقول انا حائض فیقول حیضتك لیست فی یدك مرجائے تو اس کے لئے ایک ہی غسل کافی ہے کما نص علیہ علماؤنا وبہ قال جمھور الائمۃ حیض کم از کم تین رات دن کامل ہے اور نہ یادہ سے زیادہ دس رات دن کامل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۴۹) ۹ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لڑکا جنی اور نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوگئی۔ اب اُس کے واسطے روزے نماز کا کیا حکم ہے اور یہ چوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا وہ چارپائی یا مکان پاک رہا یا ناپاک یا چالیس دن کی میعاد لگائی جائے گی۔ بینوا توجروا

الجواب: یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلہ نہ ہوجائے زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں۔ نفاس کی زیادہ حد کے لئے چالیس دن رکھے گئے ہیں نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو۔ اس کے کم کے لئے کوئی حد نہیں۔ اگر بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہوگیا عورت اسی وقت پاک ہوگئی۔ نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ اگر چالیس دن کے اندر اُسے خون عود نہ کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے یہ جو ڑیاں چار پائی مکان سب پاک ہے فقط وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۵۰): از فرخ آباد، شمس الدین احمد شنبہ ۱۸ شوال ۱۳۳۴ھ

کوئی شخص اپنی بی بی سے حیض یا نفاس کی حالت میں صحبت کرے تو اُس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب: اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار اور ختم پر ہے تو نصف دینار اور دینار دس درہم کا ہوتا ہے اور دس درہم دو روپے تیرہ آنے کچھ کوڑیاں کم سنن دارمی و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ[1] میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق بنصف دینار جب آدمی اپنی عورت سے حالت حیض میں صحبت کرے تو چاہیے کہ نصف دینار صدقہ دے سنن نسائی و ابن ماجہ میں انہیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یتصدق بدینار او نصف دینار ایک یا نصف دینار تصدق کرے ورواہ الدارمی فجعل الترديد من شك الراوی حیث قال یتصدق بدینار او نصف دینار شك الحكم مسند احمد[2] و دارمی و ترمذی میں انہیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا کان دما احمر فدینار واذا کان دما اصفر فنصف دینار جب سرخ خون ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو آدھا طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بافادۂ تصحیح انہیں سے یوں روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من اتی امرأتہ فی حیضھا فلیتصدق بدینار ومن اتاھا وقد ادبر الدم عنھا ولم تغتسل فنصف دینار جس نے اپنی عورت سے حیض میں صحبت کی وہ ایک اشرفی تصدق کرے اور اگر خون بند ہوچکا ہو اور ابھی نہائی نہ تھی تو آدھی مسند میں انہیں سے یوں ہے تصدق بدینار فان لم تجد دینارا فنصف دینار ایک اشرفی صدقہ کر اور نہ ہوسکے تو آدھی۔ درمختار میں ہے یندب تصدقہ بدینار او نصفہ ومصرفہ کزکاۃ وھل علی المرأۃ تصدق قال الضیاء الظاہر لا فتح القدیر میں ہے یتصدق بدینار او بنصفہ استحبابا وقیل بدینار ان کان اول الحیض وبنصفہ ان وطی فی آخرہ کان قائلہ

[1] عزاہ فی المشکوٰۃ لابی داؤد وانما الذی رایت للنسائی علی ما یاتی ۱۲ منہ
[2] وعزاہ ایضا فی الجامع الکبیر لابی داؤد والنسائی اراہ وہما ۔

رأى انه لامعنى للتخيير بين القليل والكثير فى النوع الواحد اھ **اقول** لاعز افى التخيير بين الفاضل والافضل فيكون المعنى يتصدق بنصف دينار وهذا ادنى ماينداب اليه كفارة لماوقع فيه فان اكمل دينارا فاجود وايضا قد يكون الترديد باعتبار الميسور اى بدينار ان تيسر والا فبنصفه وقد روى فى الحديث كما مر لكن الاظهر كما قال القارى فى المرقاة ان قائله اخذ التفصيل من الحديث الأتى عن ابن عباس اھ اى مامر من الفصل بلون الدم فانه يكون فى بدئه احمر فاذا قارب الانقطاع يصفر **اقول** وبه ظهر ضعف ماوقع فى البحر وتبعه ش من جعل العبارتين قولين اذ قال قيل ان كان فى اول الحيض فدينار او اخره فنصفه وقيل دينار لو اسود ونصفه لو اصفر اھ قال فى البحر ويدل له مارواه ابوداؤد والحاكم وصححه فذكر اللفظ الثالث الذى عزوناه لاحمد والترمذى ولم اره لابى داؤد والله تعالى اعلم هذا وقال القارى قال المنذرى قد وقع اضطراب فى هذا الحديث متنا واسنادا رفعا ووقفا ارسالا واعضالا كذا نقله السيد جمال الدين عن التخريج فقول ابن حجر وسنده حسن غير مستحسن اھ **اقول** لايضر عندنا الارسال ولا الاعضال وقد يأتى الراوى بالسند تاما وقد يحذف فلا اضطراب وكذا الرفع والوقف ثم الوصل والرفع زيادة ثقة فتقبل كما حققه المحقق فى الفتح فى غير ما موضع قال القارى قال ميرك هذا بيان اضطراب الاسناد اما الاضطراب فى متنه فروى[۱] بدينار او نصف دينار على الشك وروى[۲] يتصدق بدينار فان لم يجد فبنصف دينار وروى[۳] التفرقة بين ان يصيبها فى اقبال الدم او فى انقطاع الدم وروى[۴] التفرقة بين ان يصيبها فى اقبال الدم اوفى انقطاع الدم وروى[۵] يتصدق بخمس دينار وروى[۶] بنصف دينار وروى[۷] اذا كان دما احمر فدينار وان كان دما اصفر فنصف دينار اھ **اقول** قد علمت كل هذه الروايات فى تخريجها الارواية الخمس وهو للدارمى وابن راهويه وحسنه خاتم الحفاظ عن عبدالحميد بن زيد بن الخطاب قال كان لعمر بن الخطاب امرأة تكره الجماع فكان اذا اراد ان ياتيها اعتلت عليه بالحيض فوقع عليها فاذا هى صادقة فاتى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فامره ان يتصدق بخمس دينار اھ ووقع فى كنز العمال فى منتخبه فامره ان يتصدق بخمسين دينارا ولا اراه الا تصحيفا والله تعالى اعلم وذكر فيه عازيا للحارث فى مسنده ورزين ولم اره له عن عمر رضى الله تعالى عنه انه اتى جارية له فقالت انى حائض فوقع بها فوجدها حائضا فاتى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فذكر ذلك له فقال يغفر الله لك يا ابا حفص تصدق بنصف دينار **اقول** ويبعد تعدد الواقعة فيرجع الى الترجيح فان كان هذا اقوى سندا اخرج الخمس من الاضطراب ثم

اقول الاصوب ان اوللتنویع کما بینتہ الروایات الثلاث الاخیرۃ لکن العجب انہ جعلھا للشک ثم ادخلہ فی الاضطراب وکیف یسری الاضطراب الی المتن بشک بعض الرواۃ فی بعض الالفاظ ھذا لایقول بہ احد ثم قد بقی علیہ من الروایات خمسا دینار فروی ابوداود مرسلا عن الحکم بن عتیبۃ ترک القسم وابن عباس فیہ فامرہ ان یتصدق بخمسی دینار بصیغۃ التثنیۃ فی نسخۃ الثلاث فعلی طریقتہ تمت سبعا **اقول** ولیس ھذا اضطرابا قادحا فانہ مالا یمکن جمعہ کما افادہ المحققان العسقلانی وابن الھمام والجمع ھھنا میسور فالخمس والخمسان لمن وقع فیہ خطأ کما ھی واقعۃ الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ والنصف والنصفان علی من تعمد کما یشیر الیہ لفظ من اتی والتوزیع باعتبار اٰخر الدم واولہ کما فی الروایۃ الثالثۃ والرابعۃ وفی اولہ ایضا باعتبار الواجد والفاقد کما فی الروایۃ الخامسۃ وھذا اجمع جلی واضح وللہ الحمد والتخفیف عن المخطئ ظاھر وعمن اتی فی اٰخر الدم فزعم العلامۃ فرشتہ ان الصفرۃ متردد بین الحمرۃ والبیاض فبالنظر الی الثانی لایجب شیئ وبالنظر الی الاول یجب الکل فینصف اھ **اقول** وفیہ مالایخفی فان الصفرۃ حیض قطعا لاتردد فیہ ثم التعبیر بالوجوب خلاف المذھب واستظھر القاری انہ قید محض لامدخل للعقل فیہ قال والاقرب ماقیل فیہ ان الحکمۃ فی اختلاف الکفارۃ بالاقبال والادبار انہ فی اولہ قریب عھد بالجماع فلم یعذر فیہ بخلافہ فی اٰخرہ فخفف فیہ اھ **اقول** اذا کان ھذا اقرب فکیف یکون کونہ تعبدیا اظھر ولاشک انہ نزع ظاھر والایصار الی التعبد مالم ینسد باب العقل واللہ تعالٰی اعلم **بالجملہ** حاصل جمع احادیث یہ ٹھہرا کہ جس سے نادانستہ ایسا واقع ہوا اگر آخر حیض میں تھا اور اسی میں حکماً وہ صورت داخل کہ خون دس دن سے کم میں منقطع ہوا اور عورت نے ابھی غسل نہ کیا نہ کوئی نماز اُس پر دَین ہوئی، وہ ایک خُمس دینار کفارہ دے اور اگر شباب حیض میں تھا تو دو۲ خمس اور جس نے دانستہ ایسا کیا اگر آخر حیض میں تھا تو نصف دینار اور اول میں تو ایک دینار، ہاں ایک کی طاقت نہ ہو تو نصف ہی دے یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں مگر استغفار **اقول** دینار شرعی دس درم ہے تو خمس دینار کی جگہ دو۲ درم دو خمس پر چار نصف پر پانچ کل پر دس ہوئے اور درم شرعی اس انگریزی روپیہ سے ۷/۲۵ ہے تو ایک درم یہاں کے چار آنے ۵ ۹/۲۵ پائی ہوئے اور دس درم دو۲ روپے پونے تیرہ آنے ۳/۵ پائی مگر عجب نہیں کہ یہاں سونا دینا ہی انسب ہو کہ ہر جگہ دینار ہی کے حصے فرمائے گئے۔ دینار ساڑھے چار ماشے ہے اور اُس کا خمس سات رتی اور رتی کا پانچواں حصّہ۔ واللہ تعالٰی اعلم یہ سب دربارۂ حیض تھا اور اُس پر نفاس واضح القیاس، مرقاۃ میں زیر روایت ثالثہ اذا کان دما احمر ہے۔

ای الحیض وقیس بہ النفاس اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۵۱): از قصبہ میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور مرسلہ محمد صدیق بیگ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کب تک عورت ناپاک رہتی ہے کتنے یوم کے بعد غسل کرکے نماز پڑھے

الجواب: بچہ پیدا ہونے کے بعد جب تک خون آئے ناپاک رہے گی جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کامل ہے اور کم کی کوئی حد نہیں۔ اگر پاؤ منٹ آکر بند ہوگیا اور چالیس روز تک پھر نہ آیا تو اُسی پاؤ منٹ کے بعد پاک ہوگئی نہا کر نماز پڑھے اور اگر چالیس روز کامل تک آیا یا اُس سے کم تو جس وقت بند ہوا اُس وقت پاک ہوئی بیس[۲] تیس[۳] چالیس[۴] جتنے دن ہوں اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا اُتنا نفاس ہے۔ اُس کے بعد پاک ہوگئی باقی استحاضہ ہے اُس کی نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے اور اگر یہ پہلی ہی ولادت ہے تو چالیس[۴] دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اُس میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے خون اگر پورے چالیس دن پر بند ہو تو نہالے اور نماز پڑھے اور اُس سے کم پر بند ہو تو اس سے پہلی ولادت پر جتنے دن آیا تھا اتنے دن پورے کرکے بند ہوا تو ابھی نہا کر نماز پڑھ سکتی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نماز کے اخیر وقت مستحب تک انتظار کرے اور اگر عادت سابقہ سے کم پر بند ہوگیا تو واجب ہے اخیر وقت مستحب تک انتظار کرکے نہائے اور نماز پڑھے پھر اگر چالیس[۴] دن کے اندر آگیا تو پھر چھوڑ دے پھر بند ہوجائے تو اُسی طرح کرے یہاں تک کہ چالیس[۴] دن پورے ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۵۲): از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹولینڈ مسئولہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواری

زید اگر ایام حیض میں عورت کی ران یا شکم پر آلت کو مس کرکے انزال کرے تو جائز ہے یا نہیں اور زید کو شہوت کا زور ہے اور ڈر یہ ہو کہ کہیں زنا میں نہ پھنس جاؤں۔

الجواب: پیٹ پر جائز ہے اور ران پر ناجائز کہ حالتِ حیض ونفاس میں ناف کے نیچے سے زانو تک اپنی عورت کے بدن سے تمتع نہیں کرسکتا کما فی المتون وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم (۱۵۳): نکاح پڑھتے وقت عورت کو پانچ کلمے پڑھاتے ہیں۔ اب وہ عورت حیض کی حالت میں ہے تو وہ پانچ کلمے اپنی زبان سے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حالت حیض میں صرف قرآن عظیم کی تلاوت ممنوع ہے کلمے پانچوں پڑھ سکتی ہے کہ اگرچہ اُن میں بعض کلمات قرآن ہیں مگر ذکر و ثنا ہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیت ذکر ہی ہے نہ نیت تلاوت تو جواز یقینی ہے کما صرحوا

بہ قاطبۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال سوم (۱۵۴)۔ عمرو پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اُس کو جواب دے یا نہیں اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دل میں بایں معنے کہ نرے تصور میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور زبان سے قرآن مجید بحالتِ جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو۔ اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کُلّی کے بعد چاہیئے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو کما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تنویر میں ہے لایکرہ النظر الیہ (ای القرآن) لجنب وحائض ونفساء کادعیۃ رد المحتار میں ہے نص فی الھدایۃ علی استحباب الوضوء لذکر اللہ تعالٰی اسی میں بحر سے ہے وترك المستحب لایوجب الکراھۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۵۵): از رحیم گاؤں ضلع پترہ ملک بنگال مرسلہ سید عبدالاعفر ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں تو اُس کو بلا وضو چھُونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اُس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فصل فی المعذور

مسئلہ: از لکھنؤ محلہ محمود نگر مطبع مصطفائی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

ماتقولون ایہا السادۃ العلماء فی من لایستطیع ان یصلی صلوۃ واحدۃ الابوضع القطن فی الاحلیل لما بہ من سلسلبول وجریانہ فی کل وقت بحیث یبتل رأس احلیلہ وینجس ازارہ ھل ھو معذور عند الشرع ویجری علیہ احکام المعذورین من الوضوء فی کل وقت واداء الصلاۃ بذلك الثوب النجس وعدم صلوتہم لامامۃ الناس وغیرہ من الاحکام ام لا وکیف یصلی فی الاسفار سیما اذا کان علی الوابور البحری ای المرکب الدخانی الذی یجری فی کثیر من بلادنا فان فی وضع القطن ھناك فی الاحلیل تعذرا ای تعذر بینوا ھذا وفصلوا بما لامزید علیہ من الکتاب والسنۃ واقاویل السلف واستحقوا الثواب الجزیل من اللہ سبحانہ وتعالٰی

فی غد ان شاء اللہ تعالٰی۔

الجواب: الحمدللہ وحدہ اذا کان احتشاؤہ یردما بہ کما وصف فی السؤال فقد خرج عن حد العذر و التحق بالاصحاء یتوضؤ کل حدث ویغسل کل نجس ویؤم کل نفس ولا یعذر فی ترک الاحتشاء بل ھو فریضۃ علیہ کفریضۃ الصلاۃ قال فی الدر یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلاتہ مؤمیا وبردہ لایبقی ذا عذر اھ ومثلہ فی البحر وغیرہ والمسألۃ ظاھرۃ وفی الزبر دائرۃ اما تعسرہ فی العجلۃ الدخانیۃ فضلا عن تعذرہ فلا یظھر لہ وجہ فان من سافر فحمل معہ ردہ لا یثقل علیہ القطن ان زادہ وان کان یزعم انہ یخرج بمدامات الحرکۃ فلیطولہ ولیسفلہ ولیربط العضو الی فوق وذکر العلامۃ الشامی فی رد المحتار ان من کان بطیئ الاستبراء فلیفتل نحو ورقۃ مثل الشعیرۃ ویحتشی بھا فی الاحلیل فانھا تتشرب ما بقی من اثر الرطوبۃ التی یخاف خروجھا وینبغی ان یغیب فی المحل لئلا تذھب الرطوبۃ الی طرفھا الخارج وللخروج من خلاف الشافعی وقد جرب ذلک فوجد انفع من ربط المحل لکن الربط اولی اذا کان صائما لئلا یفسد صومہ علی قول الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی اھ **اقول** لکن مجرد الربط لایسد الخلۃ لصاحب السلس فھو یجب علیہ الاحتشاء کما ذکرنا ولا مراعاۃ للخلاف فی اتیان الواجبات وعندی احسن من وضع المفتول ان یأخذ ورقۃ لھا صلابۃ مع نعومۃ کورقۃ التمر الھندی فیطویہ طیا ویحتشی بحیث یکون وسطہ داخلا ویبقی طرفاہ عند رأس الاحلیل فانہ اجدی واحری لسد المجری فان خشی الخروج ربط المحل الی فوق کما وصفنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۵۷): مسئولہ مولوی مودود الحسن سہسوانی ۲۲ رمضان مبارک ۱۳۱۷ھ

زید کو اس قسم کا عارضہ ہے کہ دو دو تین تین منٹ کے بعد قطرے ایک قسم کے جانور جن کو چنچنے کہتے ہیں نکلتے ہیں اور ان کا خروج بعد زوال تقریباً ایک بجے سے لے کر نصف شب تک عارض رہتا ہے۔ اس درمیان میں ہر ہر نماز کے واسطے ایک ایک وضو کافی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر اخیر شب میں بالکل انقطاع ہوجاتا ہے کہ ایک کرم بھی طلوع شمس تک نہیں نکلتا جب تو یہ شخص روزانہ صحیح ہوجاتا ہے ہر روز اُسے وہی تدبیر چاہیے جو اس قسم کے امراض میں پہلے دن کی جاتی ہے یعنی جبکہ شروع مرض بعد زوال ہوتا ہے۔ ظہر میں آخر وقت تک انتظار کرے کہ شاید منقطع ہوجائے اگر منقطع ہوجائے فبہا ورنہ اخیر وقت وضو کر کے نماز پڑھ لے پھر اگر عصر یا مرض منقطع ہوجائے نماز با وضوئے صحیح پڑھ لینے کی مہلت ملے تو ظہر کی

نماز کا بھی اعادہ کرے اور اگر عصر میں فرصت نہ پائے تو ظہر و عصر کی بھی صحیح ہوگئیں اور مغرب و عشا میں صرف وضوئے تازہ کافی ہے بشرطیکہ ایک ایک بار بھی خروج ہوتا رہے۔ پھر جب صبح کا سارا وقت خروج سے خالی گزرے گا وہ حکم معذوری زائل ہوگا اور وقت ظہر یا جس وقت عارضہ عود کرے پھر وہی روز اول کا حساب کرنا پڑے گا اور اگر وقت صبح میں بھی انقطاع کلی نہیں ہوتا خروج ہوتا رہتا ہے اگرچہ ایک بار تو وہی پہلے دن کا امتحان اُسے کافی ہے اگر ایک وقت کامل کبھی ایسا گزر چکا ہے کہ شروع وقت سے آخر تک وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہ ملی تو وہ معذور ہے جب تک ہر وقت میں کم سے کم ایک بار بھی عارضہ ہوتا رہے گا صرف پانچ وقت وضوئے تازہ کافی ہوگا فی ردالمحتار لو عرض بعد دخول وقت الفرض انتظر الی اٰخرہ فان لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم ان انقطع فی اثناء الوقت الثانی یعید تلك الصلٰوۃ وان استوعب الوقت الثانی لایعید لثبوت العذر حینئذ من وقت العروض اھ برکویہ و نحوہ فی الزیلعی والظہیریۃ الخ وباقی المسائل معروفۃ متونا وشروحا۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸ و ۱۵۹: از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں موجب علم قرآن مجید وحدیث شریف ارشاد فرمائیے اللہ تعالٰی اجر عظیم عطا فرمائے۔ ایک شخص کو عرصہ سے مرض بواسیر تھا۔ اب صرف اس قدر باقی ہے کہ مسّوں میں ہروقت چپک سار رہتا ہے اور طراوت رہتی ہے جس کے باعث سے طہارت کلّی حاصل نہیں ہے۔ لہذا بوجہ اس کے وہ شخص ہروقت پاجامے کے اندر لنگوٹ رکھتا ہے اور عملدرآمد اُس کا اس صورت سے رہتا ہے کہ اوّل وقت صبح طہارت پانی سے کرکے لنگوٹ پاک باندھا اُس کے بعد وضو کیا اور نماز پڑھی یعنی اتنی دیر بھی اگر لنگوٹ نہ باندھا جائے تو پاجامہ ناپاک ہوجائے بعدازاں ظہر کے وقت پاخانہ گیا اور لنگوٹ کھول دیا بعد الفراغ طہارت وغیرہ کے لنگوٹ دوسرا پاک باندھ لیا اور وضو کرکے نماز پڑھ لی ازاں بعد عصر کے وقت بھی اسی طرح لنگوٹ بدلا گیا۔ اب مغرب و عشا کے وقت نہ پاخانہ وغیرہ کی ضرورت ہوئی نہ لنگوٹ کھولنے کی ضرورت پڑی۔ اُسی لنگوٹ سے جو عصر کے وقت باندھا تھا نماز مغرب و عشا خواہ وضو خواہ تیمم سے ادا کرے تو اب ان صور تہائے مذکورہ بالا میں پانچوں نمازیں اس شخص کی پورے طور پر ادا ہوگئیں یا نہیں اور حالات مذکورہ پر نماز پڑھنا اور نماز کا فی ہونا درست ہے یا نہیں۔ ایسا شخص جس کا بیان اوپر گزرا جبکہ اُس کی نماز کامل متصور ہو تو ایسی حالت میں جب کوئی شخص امامت کے لائق نہ ہو یعنی مسجد میں سب لوگ جاہل ہوں تو یہ شخص مذکور امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ اس وجہ سے کہ حافظ ہے۔ عنداللہ ارشاد کافی کہ جس سے اس عاجز معذور و مجبور

کی تسلی ہوجائے ارقام فرمادیجئے

الجواب: اگر وہ چپک صرف نم ہوتی ہے جس میں قوت سیلان نہیں کپڑا الگ کرکے چھڑاتا ہے اگرچہ بار بار مختلف جگہ مس ہونے سے قدر درہم سے زائد آلودہ ہوجاتا ہو تو اس سے نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا اور اگر وہ رطوبت سیلان کرتی ہے اور لنگوٹ کے سبب غایت یہ کہ پاجامہ اس کے تلوث سے محفوظ اور اس کا سیلان لنگوٹ تک محدود رہے تو اس صورت میں ضرور جتنی بار بہ کر خروج کرے گی فی نفسہ حدث و ناقض وضو ہے اور لنگوٹ اگر قدر درم سے زائد بھر جائے تو بذاتہ ناپاک ہے اور پاجامہ کا پاک ہونا اس کی پاکی کو کافی نہیں ہاں اگر لنگوٹ باندھنا اس کے سیلان ہی کو منع کردیتا ہے تو ضرور اس پر فرض ہے کہ لنگوٹ باندھے اور جب تک سیلان سے مانع ہوگا نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا پہلی اور تیسری صورت میں اسے امامت کی بھی اجازت ہے اور دوسری صورت میں اگر معذور کی حد کو نہ پہنچا تو بے طہارت کاملہ خود اس کی اپنی نماز بھی نہ ہوگی اس پر فرض ہوگا کہ جب سیلان ہو وضو کرے اور جب کپڑا ناپاک ہو بدلے یا دھوئے ہاں اگر کبھی اسے یہ تجربہ ہولیا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر گیا کہ اسے وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب دو صورتیں ہیں۔ اگر اس حالت کے بعد نماز کے پانچوں وقتوں میں یہ عارضہ برابر ہوتا رہا اگرچہ ہر وقت میں ایک ایک بار تو معذور ہے اس کی اپنی نماز ہوجائے گی مگر امامت نہیں کرسکتا مگر ایسے شخص کی جو اسی عذر میں مبتلا ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ اس کے بعد کوئی وقت کامل ایسا گزرا کہ وہ عارضہ بالکل نہ ہوا تو حکم معذوری جاتا رہا پھر اگر شروع ہو تو دوبارہ معذور ہونے کے لئے وہی درکار ہوگا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر جائے جس میں اسے طہارت کرکے فرض کی مہلت نہ ملے ولہذا وہ اوقات جن میں وہ لنگوٹ نہیں بدلتا اگر پوری طہارت کے ساتھ گزر جاتے ہیں تو ان میں تو اس کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور امامت بھی صحیح فرائض ہوں خواہ تراویح مگر صبح کو جو پھر عارضہ کا آغاز ہوگا ابھی معذور نہ ٹھہرے گا ہر بار عارضہ آنے پر وضو کرنا اور کپڑا ناپاک ہونے پر دھونا یا بدلنا پڑے گا جب تک وہی تجربہ ایک وقت کامل میں نہ ہوجائے کل کا تجربہ آج کے لئے کافی نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے قال فی الفتح معناہ اذا کان بحیث لولا الربط سال لان القمیص لو تردد علی الجرح فابتل لاینجس ما لم یکن کذلک لانہ لیس بحدث اھ ای وان فحش کما فی المنیۃ اسی میں ہے فی البزازیۃ اذا قدر ذو جرح علی منع دم بربط لزم وکان کالاصحاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۶۰): از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص معذور ہے کہ پاخانہ کی جگہ سے اس کے کچھ چپک سا ہر وقت

آتا ہے تو اُس کے واسطے حضور نے معذور کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرے۔ اور جو پانی غلیظ درہم سے کم ہو اور وہ بہتا بھی نہ ہو تو اُس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا صورت اول میں جو ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کی ضرورت ہے اُس وضو کو اگر قبل از وقت کرلیا۔ مثلاً جمعہ کی نماز کے واسطے بارہ بجے وضو کرکے مسجد کو چلا گیا تو اس وضو سے نماز جمعہ ادا ہوگی یا نہیں اور یا نماز مغرب کے واسطے ایک گھنٹہ دن سے وضو کرلیا تو اُس سے نماز مغرب ادا ہوگی یا نہیں یا مثلاً نماز تہجد کے وقت جسم وغیرہ دھوکر صاف تہبند یعنی لنگوٹ پاجامہ کے اندر باندھ لیا اور وضو کرکے نماز تہجد و قرآن شریف وغیرہ وغیرہ صبح کی نماز تک پڑھتا رہا جب نماز کا وقت ہوا دو رکعت سنت صبح کی پڑھ کر مسجد میں جاکر فرض باجماعت ادا کیا اور از اں بعد طلوع آفتاب تک وہاں بیٹھا رہا۔ بعد طلوع نماز اشراق سے فارغ ہوکر مکان کو آیا تو اب اُس تہجد کے وضو سے یہ سب نمازیں اُس کی ہوگئیں یا بعد نماز تہجد کے صبح کی نماز کے واسطے مکرر وضو کرنا چاہیئے اور اُس کے بعد اشراق کے واسطے صبح کی نماز کا وضو کافی ہوگا یا اشراق کے واسطے پھر جدید وضو کرے۔ اور دوسری صورت کہ جو غلاظت درہم سے کم ہو اور بہتی نہ ہو بلکہ لنگوٹ سے بار بار پونچھ جائے اُس کے واسطے وضو و نماز کا کیا حکم ہے۔ عند اللہ و عند الرسول مع دلائل ارشاد فرمائیے ورنہ اسی فکر میں یہ عاجز ہمیشہ مبتلا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم و ثواب جمیل عطا فرمائے۔

الجواب: مسئلہ کو پھر دیکھیے نہ بہنے کی صورت میں درم سے کم زائد کی کوئی تخصیص نہ تھی اگر بہنے کے قابل نہیں بلکہ کپڑا لگ کر چھڑا لاتا ہے تو نہ وہ معذور ہوا نہ وضو گیا نہ کپڑا ناپاک ہوا اگرچہ درم سے زائد بھر جائے اور اگر بہنے کے قابل ہے تو اُس صورت میں معذور بتایا تھا اور اس میں درم سے کم زائد کی کوئی قید نہیں ہاں اس صورت میں کپڑا ناپاک ہونے کے لئے درم سے زائد بھرنے کی شرط ہے معذور کا وضو ہمارے نزدیک خروج وقت سے جاتا ہے دخول سے نہیں تو تہجد کے وضو سے صبح نہیں پڑھ سکتا کہ وقت عشا خارج ہوگیا صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا کہ وقت صبح خارج ہوگیا۔ اشراق کے وضو سے ظہر و جمعہ پڑھ سکتا ہے کہ اس بیچ میں کسی فرض نماز کا وقت خارج نہ ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۶۱، ۱۶۲): از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں، تو نماز ہوگئی یا اس کو پھر قضا پڑھے در صورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہوگیا کہ نماز دوسرے وقت میں

جاکر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہ پڑھے۔ جب تک ہو وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔

الجواب: (۱) نہیں کہ خروج وقت ناقض وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخول وقت ناقض وضو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نماز بالاجماع باطل ہوگئی کہ خروج وقت و دخول وقت دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا ہاں اگر بعد قعدۂ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہے تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی اور امام صاحب کے نزدیک نہیں کما فی المسائل الاثنا عشریہ اگر وقت قلیل رہ گیا اور خلال نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے۔ واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثنا و تعوذ و درود و دعا ترک کرے، رکوع و سجود میں صرف ایک بار سبحٰنک کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط لان الیقین لایزول بالشک ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائے تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہو سکے گی اس کے اتباع سے پڑھ لے فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی الدر پھر قضا پڑھے۔ اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۶۳) مسئولہ منشی حفیظ الدین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد ضلع رہتک ۲۶ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بعارضہ بواسیر سخت مبتلا ہے اور اُس کی یہ حالت ہے کہ شب و روز تمام مسّے مقعد سے باہر نکلے ہوتے رہتے ہیں اور اُن میں سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے اور پاجامہ یا تہبند کو لگتی رہتی ہے۔ اس سے بچاؤ اس شخص کو غیر ممکن ہے۔ کسی صورت سے وہ اپنا کپڑا نہیں بچا سکتا۔ اگر نیچے لنگوٹ رکھتا ہے تو وہ بھی زیادہ دیر میں تر ہو کر پارچہ تہبند یا پاجامہ کو ناپاک کر دیتا ہے۔ ہاں بعد فراغ اجابت طہارت تو وہ بخوبی باقاعدہ کر لیتا ہے۔ رطوبت مسّوں سے کپڑا اُس کا کسی صورت سے پاک نہیں رہ سکتا پس ایسا شخص بغیر پاک کئے کپڑے کے ویسی حالت میں نماز ادا کرے تو یہ نماز اُس کی جائز ہے یا نہیں بموجب شرع شریف کے ہدایت فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ اس کی جزا دینے والا ہے۔

الجواب: مسّوں سے اگر رطوبت بہ کر نہ نکلے بلکہ اُن کی سطح بالا پر تری ہو کہ کپڑا الگ کر چھڑالائے جب تو اس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا بے تکلف نماز پڑھے اور اس تقدیر پر اُس کے نکلنے سے وضو بھی نہ جائے گا۔ لان ما لیس بحدث

لیس نجس ہاں جبکہ بہ کر نکلتی ہے تو وضو کی بھی ناقض ہے اور درم بھر سے زائد جگہ میں ہو تو کپڑا بھی نجس کرے گی جبکہ وہ ہر وقت نکلتی ہے تو اُسے حکم معذور رہے، پانچ وقت تازہ وضو کرے رہا کپڑا اگر سمجھتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا تو اس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا جب تو اس پر لازم ہے کہ ہر وقت پاک کپڑا بدلے اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی اور کپڑا پھر اتنا ہی ناپاک ہو جائے گا تو اُسے معافی ہے اسی کپڑے سے پڑھے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الانجاس

مسئلہ (۱۶۴) از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہاتھی دانت کا استعمال کرنا کیسا ہے۔ اگر سرمہ دانی وندان فیل کی ہو یا چوب دستی پر نصب کیا جائے تو رکھنا ان کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے۔ اخرج البیہقی عن بقیۃ عن عمرو بن خالد عن قتادۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یمتشط بمشط من عاج یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عاج کا کنگھا کرتے۔ مراقی الفلاح میں ہے۔ انہ (یعنی الفیل) کسائر السباع فی الاصح۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۶۵): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوہا راب کے گھڑے میں گر کر مرگیا پھولا پھٹا نہ تھا نکال ڈالا۔ یہ راب پاک یا ناپاک، اور طریقہ تطہیر کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وہ راب جمی ہوئی ہے جب تو چوہے کے گرد کی تھوڑی سی راب نکال ڈالیں باقی سب پاک ہے نفذ عد فی الدر المختار وغیرہ التقویر من المطہرات قال العلامۃ الشامی ای تقویر نحو سمن جامد من جوانب النجاسۃ وخرج بالجامد المائع وھو ماینضم بعضہ الی بعض فانہ ینجس کلہ مالم یبلغ القدر الکثیر اھ فتح اھ ملخصا اور اگر پتلی تھی تو سب ناپاک ہوگئی اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ جس قدر راب ہو اتنا ہی پانی اس میں ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ پانی جل جائے۔ تین بار ایسا ہی کریں مگر اس میں دقت ہے اور عجب نہیں کہ راب خراب ہو جائے قال العلامۃ خسرو فی الدرر لو تنجس العسل فتطہیرہ ان یصب فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود الی مکانہ ھکذا ثلث مرات

اھ ملخصا وفی ردالمحتار عن شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوٰی ھذا عند ابی یوسف خلافا لمحمد وھو اوسع وعلیہ الفتوٰی اھ اور تحقیق یہ ہے کہ پانی ملاکر جوش دینا کچھ شرط نہیں اصل مقصود یہ ہے کہ پانی کے اجزاء اُس شے کے اجزاء سے خوب خلط ہوکر پانی تین بار جدا ہوجائے یہ بات اگر صرف پانی ملاکر حرکت دینے سے حاصل ہوجائے کافی ہے۔ کما صرح بہ فی مجمع الروایۃ وشرح القدوری وحققہ العلامۃ الخیر الرملی فی فتاواہ وایدہ العلامۃ الشامی فی ردالمحتار فراجعہ دوسرا طریقہ سہل وعمدہ یہ ہے کہ اُس میں ویسی ہی پتلی راب ڈالتے رہیں یہانتک کہ بھر کر اُبلنا شروع ہو اور اُبل کر ہاتھ دو ہاتھ بہ جائے سارا گھڑا پاک ہوجائیگا یا دوسرے گھڑے میں پاک راب لیں اور دونوں کو بلندی پر رکھیں نیچے خالی دیگچہ رکھ لیں اُوپر سے دونوں گھڑوں کی دھاریں ملاکر چھوڑیں کہ ہوا میں دونوں مل کر ایک دھار ہوکر دیگچہ میں پہنچیں ساری راب پاک ہوجائے گی۔ یوں راب ضائع بھی نہ جائے گی مگر اس میں احتیاط یہ ہے کہ ناپاک راب کی کوئی بوند دیگچہ میں پاک راب سے پہلے نہ پہنچے نہ بعد ورنہ وہ پاک بھی ناپاک ہوجائے گی۔ لہذا بہتر یوں ہے کہ پاک کی دھار پہلے چھوڑیں بعدہ اس میں ناپاک کی دھار ملائیں اور ناپاک کا ہاتھ پہلے روک لیں بعدہ پاک کا ہاتھ روکیں اس میں اگر ناپاک راب گھڑے میں باقی رہ جائے اور پاک ختم ہوجائے دوبارہ پاک گھڑے میں دیگچہ سے بھر لیں اور باقی ماندہ کے ساتھ جاری کردیں کہ دیگچہ میں جتنی پہنچ چکی ہے پاک ہولی ہے اور یہ طریقے کچھ راب ہی سے خاص نہیں ہر بہتی چیز اپنی جنس سے ملاکر یونہی پاک کرسکتے ہیں۔ دودھ سے دودھ، تیل سے تیل، سرکہ سے سرکہ، رس سے رس۔ وعلٰی ہذا القیاس وفی القہستانی المائع کالماء والدبس وغیرھما طہارتہ باجراءہ مع جنسہ مختلطا بہ کما روی عن محمد کما فی التمرتاشی وامابالخلط مع الماء الخ اس مسئلہ کی تحقیق تام ردالمحتار میں ہے من شاء فلیرجع الیہ، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۶۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہوجائیں تو نجس ہوجائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: نہیں کہ جنب کا پسینہ مثل اُس کے لعاب دہن کے پاک ہے فی الدرالمختار سؤر الآدمی مطلقا ولو جنبا اوکافرا طاھر وحکم العرق کسؤر اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۶۷): از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصری ایک سُرخ رنگ کے کاغذ میں جس کی نسبت قوی

گمان ہے کہ پڑیا کے رنگ میں رنگا گیا ہو بند بھی تھی۔ اس کی سرخی فی الجملہ مصری میں آگئی تو وہ مصری کھائی جائے یا نہیں اور نہ کھائیں تو پھینک دیں یا کیا کریں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اس پڑیا کی نجاست پر فتوے دیے جانے میں فقیر کو کلام کثیر ہے ملخص اس کا یہ کہ پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوے نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف حتی فی موضع النص القطعی کما فی ترشش البول قدر رؤس الابر کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر نہ کہ محل اختلاف میں جو زمانہ صحابہ سے عہد مجتہدین تک برابر اختلافی چلا آیا نہ کہ جہاں صاحب مذہب حضرت امام اعظم وامام ابو یوسف کا اصل مذہب طہارت ہو اور وہی امام ثالث امام محمد سے بھی ایک روایت اور اُسی کو امام طحاوی وغیرہ ائمہ ترجیح وتصحیح نے مختار ومرجح رکھا ہو نہ کہ ایسی حالت میں جہاں اُس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متاخرین اہل فتوے اصل مذہب سے عدول اور روایت اخرائے امام محمد کے قبول پر باعث ہوئی نہ کہ جب مصلحت اُلٹی اس کے ترک اور اصل مذہب پر افتا کی موجب ہو تو ایسی جگہ بلا وجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحب مذہب رضی اللہ تعالی عنہ کو ترک کرکے مسلمانوں کو ضیق وحرج میں ڈالنا اور عامہ مؤمنین ومؤمنات جمیع دیار واقطار ہندیہ کی نمازیں معاذ اللہ باطل اور انہیں آثم ومصر علی الکبیرہ قرار دینا روش فقہی سے یکسر دور پڑنا ہے وباللہ التوفیق پھر اس کاغذ میں تو یقین بھی نہیں کہ پڑیا ہی سے رنگا گیا ہو اور صرف گمان اگرچہ قوی ہو جب تک اس درجہ قوت وشوکت کو نہ پہنچے کہ دوسرا احتمال اُس کے حضور محض مضمحل ومجھول ہو جائے ہرگز اصل طہارت کا معارض نہیں ہو سکتا کما حققت ذلک بتوفیق اللہ تعالی فی رسالتی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر اور جہاں مصری ناپاک ہو جائے تو اُس کا پھینک دینا روا نہیں کہ اضاعت مال ہے اور اضاعت مال حرام بلکہ اگر اُس کے بڑے بڑے ٹکڑے دلدار ہیں جن پر سے کھرچ کر نجاست کو دور کر سکتے ہیں جب تو یونہی کریں کہ یہ طریقہ بھی تطہیر کے لئے کافی ہے۔ کما نصوا علیہ فی مسئلۃ تنور السمن کما فی الدر المختار وغیرہ من سفار الکبار اور اگر ریزے ہیں جن پر سے کھرچنا میسر نہیں یا نجاست جگہ میں پیر گئی کہ کھرچے سے نہ جائے گی تو مصری کو قوام کریں کہ خوب رقیق وسیال ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی دوسری مصری پاک بھی قوام کریں کہ وہ بھی اسی حالت پر آئے۔ اب فوراً بحال رقت وسیلان ہی یہ پاک مصری اس ناپاک کے برتن میں ڈالتے جائیں یہانتک کہ بھر کر اُبلنے لگے اور قدرے بہ جائے سب پاک ہو گئی۔ یا دونوں مصریوں پاک وناپاک کی دھار ملا کر تیسرے

خالی برتن میں چھوڑیں کہ ناپاک مصری کی بُوند نہ اس پاک سے پہلے اُس برتن میں پہنچے نہ بعد بلکہ ہوا میں دونوں کی دھار ایک ہوکر برتن میں گرے سب پاک ہوجائے گی کما بیناہ فی فتاوٰنا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۶۸) ایضاً۔ دوسری شکر جیسی شاہجہانپور میں بنتی ہے اور اس کی نسبت مشہور ہے کہ ہڈی کی راکھ سے صاف کی جاتی ہے کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حلال ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس خاص شکر میں جو ہمارے سامنے رکھی ہے کوئی نجس یا حرام چیز ملی ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں بہ نأخذ مالم نعرف شیئًا حرامًا بعینہ فقیر نے اس شکر کی تحقیق میں بحمد اللہ تعالٰی ایک کافی ووافی رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر ۱۳۰۳ھ لکھا جس میں نہ صرف اس شکر بلکہ اس قسم کی تمام چیزوں اور انگریزی دواؤں شربتوں وغیرہا کا حکم منقح کردیا اس باب میں بفضلہ تعالٰی وہ نفیس ضوابط لکھے جن سے ہر جزئیہ کا حکم بنہایت انجلا منکشف ہوسکے من شاء فلیرجع الیہا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۶۹) از رلئے پور ڈاکخانہ جھنڈون راج سوائی جے پور مرسلہ سید محمد نوازش علی صاحب ۸ شعبان ۱۳۰۵ھ

بعد سلام سنۃ الاسلام کے عرض یہ ہے کہ ایک سبوچہ سرکہ میں چھپکلی گر پڑی اور قریب چار پانچ منٹ کے سرکہ میں پڑی رہی بعد ازاں اُسے زندہ نکال لیا کہ بھاگ گئی۔ ایسی صورت میں اس سرکہ کو کھانا چاہیئے یا نہیں اور حرام ہے یا مکروہ اور اگر سرکہ میں مرجائے تو کیا حکم ہے اور وہ سرکہ کس طرح پاک ہوسکتا ہے۔ جواب سے سرفرازی بخشیئے! فقط

الجواب: جبکہ وہ زندہ نکل آئی سرکہ پاک ہے فی الدر المختار اواخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ پھر اگر اُس کا منہ سرکہ میں نہ ڈوبا بلکہ تیرتی رہی تو اُس سرکہ کا کھانا مکروہ تک نہیں اور ڈوب گیا تو غنی کے لئے کراہت تنزیہی ہے۔ فقیر کے لئے اس قدر بھی نہیں فی الدر المختار سؤر سواکن البیوت طاہر للضرورۃ مکروہ تنزیہا ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا کاکلہ لفقیر ام ملخصا ہاں اگر مرجائے تو سرکہ ناپاک ہوگیا پس زندہ رہنے کی حالت میں اگر غنی ازالہ کراہت اور سرکہ کا اپنے حق میں ستھرا نظیف ہوجانا چاہے یا مرجانے کی صورت میں پاک کریں تو اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرا سرکہ صاف محفوظ کسی لوٹے میں لے کر اس گھڑے میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ منہ تک بھر کر اُبل جائے۔ اور باہر نکلنا شروع ہو۔ جب زمین پر کچھ دور بہ جائے

موقوف کریں سارا گھڑا صاف و نظیف ہوجائے گا اور انسب یہ کہ اس قدر ڈالیں جس میں سرکہ گھڑے سے اُبل کر بقدر دو ڈیڑھ ہاتھ طول کے بہ جائے۔ دوم یہ کہ ایک گھڑا طیب محفوظ سرکہ لے کر دونوں سبو جے کسی بلندی مثلاً پلنگ پر رکھیں اور اُن کی محاذات میں کوئی بڑا دیگچہ کشادہ منہ کا نیچے رکھا ہو۔ دونوں گھڑوں کو ایک ساتھ اس طرح جھکائیں کہ اُن کی دھاریں دیگچے تک پہنچنے سے پہلے ہوا میں باہم مل جائیں۔ اور دیگچے میں ایک دھار ہوکر گریں یوں جس قدر سرکہ دیگچے میں پہنچے گا سب پاک و نظیف بلا کراہت ہوجائے گا مگر اس میں یہ خیال رکھیں کہ مکروہ یا نجس سرکہ کا کوئی جز بغیر دوسرے سرکہ سے ملے ہوئے دیگچے میں نہ پہنچے مثلاً جھکاتے وقت دوسرا سرکہ بھی نہ گرا تھا کہ اس کی دھار اول گئی یا دوسرا گھڑا ختم ہوگیا۔ اس میں سرکہ باقی تھا وہ بعد کو ڈال دیا گیا یا کسی وقت ایسا ہوا کہ دونوں کی دھار الگ الگ ہوکر گری یہ صورتیں نہ ہونے پائیں بلکہ اس سرکہ کا ہر جز دیگچے میں دوسرے سرکہ کی دھار سے ہوا میں مل ہی کر پہنچے یہ دونوں نفیس طریقے بغور سمجھ کر ہمیشہ محفوظ رکھے جائیں کہ وہ نہ صرف ازالہ کراہت بلکہ ازالہ نجاست میں بھی بکار آمد ہے دودھ، پانی، سرکہ، تیل، رقیق گھی اور ایسی ہی ہر بہتی چیز جو ناپاک ہوجائے دودھ ہو تو پاک دودھ اور پانی ہو تو پاک پانی وعلٰی ھٰذا القیاس ہر شے اپنی ہی جنس کے ساتھ ملاکر بطور مذکور بہادیں۔ یا دھاریں ملاکر برتن میں لے لیں سب پاک ہوجائیگا۔ اور دوسرا طریقہ پہلے سے بھی افضل و اعلٰی ہے کہ اس میں اُس شے کا کوئی جز ضائع نہیں جاتا دُرِّمختار میں ہے المختار طھارۃ المتنجس بمجرد جریانہ بحر الرائق میں ہے وان قل الخارج علامہ ابن عبدالبر ابن الشحنہ نے فرمایا لانہ صار جاریا حقیقۃ وبخروج بعضہ وقع الشك فی بقاء النجاسۃ فلا تبقٰی مع الشك بدائع میں ہے وعلٰی ھٰذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس شرح تنویر میں ہے حکم سائر المائعات کالماء فی الاصح شرح نقایہ میں ہے المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارتہ اما باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ کما روی عن محمد کما فی النھر تاشی الخ ردالمحتار میں ہے ھذا صریح بانہ یطھر بالاجراء نعم علٰی ماقدمناہ عن الخلاصۃ من تخصیص الجریان بان یکون اکثر من ذراع او ذراعین یتقید بذالك ھنا لکنہ مخالف لا طلاق فھم من طھارۃ الحوض بمجرد الجریان خزانہ میں ہے اناءان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کلہ ان مسائل کی تحقیق کامل حاشیہ علامہ فاضل شامی قدس سرہ السامی ہے من شاء فلیرجع الیھا۔ **قلت** واذا کانت النجاسۃ تزول بھذا فزوال الکراھۃ

من باب اولی فانھا انما کانت فی سؤر السواکن لتوھم النجاسۃ کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر فتنزیل المعلوم احق و احری بان التنزیل الموھوم۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ (۱۷۰) از اندور صدر بازار چھاؤنی بانسری صاحب قریب مکان بابو دین دیال مرسلہ میاں عبدالقادر صاحب یکم رجب ۱۳۰۶ھ

چہ میفرمایند علمائے ذوی الاقتدار و متقیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے میگوید کہ ماکیان مذبوحہ را بدون برآوردن پر و چاک شکم در آب گرم انداختہ پرش برآوردہ پر ہائے برکندہ پزانند پس بعدم چاک شکم او کہ آلائش بطنی اندرونش بود مردار گردیدہ ازیں باعث تشکیک است در حلت و حرمت آں جانور مذبوحہ صورت ایں مسئلہ چگونہ است بیان می فرمایند بسند عبارت کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

الجواب: پیداست کہ مراد ایشاں ازیں کار ریختن ماکیاں دریں آب نیم باشد بلکہ ہمیں ایصال حرارتے بظاہر جلدش تا مواضع بیخہائے پر سست و نرم شود و برکندن نیز آساں گردد وایں قدر را نیز گرم آبی کہ بحد جوش و غلیان رسیدہ باشد ضرور نیست نہ درنگ بسیارے کہ باعث نفوذ آب و جز آں در اجزائے باطنہ لحم باشد بلکہ اگر ایں چنیں کنند مقصود ایشاں را زیاں دارد پس ہمیں قدر کہ در آب فاترے نہادند یا در جوشش آب مہلت بسیارے ندادند نجاست باجزائے گوشت سرایت نمیکند ہمیں بسطوح ظاہرہ میرسد لہذا دریں صورت حکم مردار زنہار نتواں داد طہارت و حلت او را ہمیں بسند ست کہ لحم را سہ بار بہ آب شویند و فشرند و بکار برند آرے اگر ماکیاں بحالت غلیان و فوران آب آں مقدار در آب مکث کرد کہ نجاست باطن بسبب جوشش و درنگ در قعر و عمق لحم نفوذ نمود آں گاہ بر قول مفتی بہ حکم مردار پیدا کند کہ بہ ہیچ حیلہ او را طاہر و حلال نتواں ساخت امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدسنا اللہ تعالی بسرہ الکریم در فتح القدیر فرماید لوالقیت دجاجۃ حالۃ الغلیان فی الماء قبل ان یشق بطنھا لتنتف اوکرش قبل الغسل لایطھر ابدا لکن علی قول ابی یوسف یجب ان یطھر علی قانون ما تقدم فی اللحم قلت وھو سبحانہ اعلم ھو معلل بتشربھا النجاسۃ المتخللۃ فی اللحم بواسطۃ الغلیان وعلی ھذا اشتھر ان اللحم السمیط بمصر نجس لایطھر لکن العلۃ المذکورۃ لاتثبت حتی یصل الماء الی حد الغلیان ویمکث فیہ اللحم بعد ذلک زمانا یقع فی مثلہ التشرب والدخول فی باطن اللحم وکل من الامرین غیر متحقق

فی السميط الواقع حيث لا يصل الماء الى حد الغليان ولا يترك فيه الا مقدار ما تصل الحرارة الى سطح الجلد فتنحل مسام السطح عن الصوف بل ذلك الترك يمنع من جودة انقلاع الشعر فالاولى فی السميط ان يطهر بالغسل ثلثا لتنجس سطح الجلد بذلك الماء فانهم لا يتحرسون فيه عن المنجس وقد قال شرف الائمة بهذا فی الدجاجة والكرش والسميط مثلها اھ وقال قدس سره قبل ذلك ناقلا عن التجنيس طبخت الحنطة فی الخمر قال ابو يوسف تطبخ ثلثا بالماء وتجفف كل مرة وكذا اللحم وقال ابو حنيفة لا تطهر ابدا وبه يفتی اھ قال والكل عند محمد لا تطهر ابداً اوازیں جا بوضوح پیوست کہ ہر کہ ایں کار خواہد اولیٰ واحوط در حقش آنست کہ اولاً ماکیاں را شکم چاک وازامعا پاک کند وخون مسفوح کہ بمحل ذبح منجمد می شود شویدپس ازاں بہر آبے کہ خواہد نہد تا از تنجس شدن ایمن ماند سید علامہ طحطاوی در حاشیۂ درمختار فرمود فالاولی قبل وضعها فی الماء المسخن ان يخرج ما فی جوفها ويغسل محل الذبح مما عليه من دم مسفوح تجمد اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ (۱۷۱) ازشہر کہنہ ۴؍ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پُڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بادامی رنگ کی پُڑیا میں توکوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولٰی ہے پھر بھی اُس سے نماز نہ ہونے پر فتوے دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوی من موجبات التخفيف لاسيما فی مسائل الطهارة لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پُڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے فقیر اس زمانے میں اسی پر فتوٰی دینا پسند کرتا ہے۔ وقد ذكرنا على هذه المسئلة كلاما اكثر من هذا فی فتاوٰنا وسنحقق الامر بما لا مزيد عليه ان ساعد التوفيق من الله سبحانه۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۷۲) ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک اور جس شئے کی بیٹ پلید ہے

کیا اس کی قے بھی پلید ہے۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ ہر جانور کی قے اُس کی بیٹ کا حکم رکھتی ہے۔ یعنی جس کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا یا کبوتر اُس کی قے بھی پاک ہے اور جس کی نجاست خفیفہ ہے جیسے باز یا کوا اُس کی قے بھی نجاست خفیفہ اور جس کی نجاست غلیظہ ہے جیسے بط یا مُرغی اس کی قے بھی نجاست غلیظہ ہے اور قے سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے جو پوٹے سے باہر نکلے کہ جس جانور کی بیٹ ناپاک ہے اُس کا پوٹا معدن نجاسات ہے۔ پوٹے سے جو چیز باہر آئے گی خود نجس ہوگی یا نجس سے مل کر آئے گی بہر حال مثل بیٹ نجاست رکھے گی خفیفہ میں خفیفہ غلیظہ میں غلیظہ بخلاف اُس چیز کے جو ابھی پوٹے تک نہ پہنچی تھی کہ نکل آئی مثلاً مرغی نے پانی پیا ابھی گلے ہی میں تھا کہ اُچھو لگا اور نکل گیا یہ پانی بیٹ کا حکم نہ رکھے گا لانہ ما استحال الی نجاسۃ ولا لاقی محلھا بلکہ اسے سؤر یعنی جھوٹے کا حکم دیا جائے گا کہ اُس کے منہ سے ملکر آیا ہے اُس جانور کا جھوٹا نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا مشکوک یا مکروہ یا طاہر جیسا ہوگا ویسا ہی اس چیز کو حکم دیا جائے گا جو معدہ تک پہنچنے سے پہلے باہر آئی جو مُرغی چھوٹی پھرے اُس کا جھوٹا مکروہ ہے یہ پانی بھی مکروہ ہوگا اور پوٹے میں پہنچ کر آتا تو نجاست غلیظہ ہوتا ہے **اقول** اتقن ھذا التحقیق النفیس فلعلک لاتجدہ مصرحا بہ فی متداولات الاسفار وانما استنبطناہ بحمد اللہ من کلمات العلماء استنباطا واضحا کالصبح حین الاسفار درمختار میں ہے مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ کتاب التجنیس والمزید میں ہے۔ لانہ واراہ جوفہ درمختار میں ہے ینقضہ قیئ ملأ فاہ من مرۃ او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ ھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ولو ھو فی المرئ فلا نقض اتفاقا اھ ملخصا وقد علم من لہ ادنی فھم وجہ الاستنباط فی المسألتین واعلم انا بنینا الکلام علی ظاھر الروایۃ المصحح المرجح الواضح اوجہ القوی الدلیل الواجب التعویل وان کان ھھنا فی بعض الصور کلام للکمال اجنا عنہ علی ھامشہ والحمد للہ حمدا کثیرا۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۱۳) ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نجس چیز ایک مرتبہ میں پاک ہوگی بغیر مبالغہ کے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نجاست اگر مرئیہ ہو یعنی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آئے تو اُس کی تطہیر میں عدد اصلاً شرط نہیں بلکہ زوالِ عین درکار ہے خواہ ایک بار میں ہو جائے یا دس بار میں مگر بقائے اثر بقائے عین پر دلیل تو زوالِ اثر مثل رنگ و بو ضرور لیکن وہ اثر جس کا زوال دشوار ہو معاف کیا جائے گا۔ صابون یا گرم پانی وغیرہ سے چھڑانے کی حاجت نہیں دُرمختار میں ہے یطھر محل نجاسۃ مرئیۃ بعد جفاف بزوال عینھا واثرھا ولو بمرۃ او بما فوق ثلاث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء حار او صابون ونحوہ اھ ملخصا اور غیر مرئیہ کہ سوکھنے کے بعد نہ دکھائی دے اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک قول پر غلبۂ ظن کا اعتبار ہے یعنی جب گمان غالب ہو جائے کہ اب نجاست نکل گئی پاک ہو گیا اگرچہ یہ غلبۂ ظن ایک ہی بار میں حاصل ہو یا زائد میں۔ اور دوسرے قول پر تثلیث یعنی تین بار دھونا شرط ہے ہر بار اتنا نچوڑیں کہ بوند نہ ٹپکے اور نچوڑنے کی چیز نہ ہو تو ہر بار خشک ہونے کے بعد دوبارہ دھوئیں۔ اس قول پر اگر یوں تثلیث نہ کرے گا طہارت نہ ہوگی۔ ایک جماعت علماء نے فرمایا یہ طریقہ خاص اہلِ وسواس کے لئے ہے جسے وسوسہ نہ ہو وہ اُسی غلبۂ ظن پر عمل کرے ان علماء کا قصد یہ ہے کہ دونوں قولوں کو ہر دو حالت وسوسہ و عدم وسوسہ پر تقسیم کرکے نزاع اٹھا دیں **اقول** الا ان ھذا التطبیق لا یکاد یلائم ظاہر اطلاق عامۃ المتون فان الموسوسین فی الناس اقل قلیل بالنسبۃ الی غیرھم واطلاق الحکم المختص بالغالب الکثیر غیر بعید ولا مستنکر بخلاف عکسہ کما لا یخفی دوسری جماعت ائمہ نے فرمایا قول ثانی قول اول کی تحدید و تقدیر ہے۔ یعنی یہ غلبۂ ظن غالباً تین بار میں حاصل ہوتا ہے ای وانما العبرۃ للغالب وعلیہ تبنی الاحکام و یقطع النظر عن القلیل النادر اس تقدیر پر دونوں قول قول ثانی کی طرف عود کر آئیں گے۔ ہدایہ و کافی و دُرر و غنیہ و تنویر وغیرہا میں اسی طرف میل فرمایا اور بیشک وہ بہت قرین قیاس ہے۔ بالجملہ دونوں قول نہایت باقوت ہیں اور دونوں کو ظاہر الروایۃ کہا گیا اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح۔ **اقول** مگر قول ثانی عامہ متون میں مذکور اور غالباً اُسی میں احتیاط زیادہ اور اُس میں انضباط ازید اور آج کل اگر بعض لوگ موسوس ہیں تو بہتیرے مداہن و بے پروا ہیں۔ انہیں ایک ایسے غیر منضبط بات بتانے میں اُن کی بے پروائی کی مطلق العنانی ہے لہذا قول ثانی ہی پر عمل انسب و الیق ہے اور ہدایہ و کافی کی توفیق حسن پر تو قول ثانی کے سوا دوسرا قول ہی نہیں۔ بہرحال ایک بار دھونے سے جبکہ زوالِ نجاست کا ظن غالب نہ ہو اجزا نہ ہوگا بلا مبالغہ

سرسری طور پر ایک دفعہ دھونے میں ایسا ہی ہوگا تو اس صورت میں بالاتفاق طہارت حاصل نہ ہوگی درمختار میں ہے یطھر محل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل لو مکلفا والا فمستعمل طھارۃ محلھا بلاعدد بہ یفتی وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لاینقطر وبتثلیث جفاف فی غیر منعصر اھ ملخصا رد المحتار میں ہے **قولہ** بلاعدد بہ یفتی کذا فی المنیۃ وظاھرہ انہ لو غلب علی ظنہ زوالھا بمرۃ اجزاٗہ وبہ صرح الامام الکرخی فی مختصرہ واختارہ الامام الاسبیجابی وفی غایۃ البیان ان التقدیر بالثلث ظاھر الروایۃ وفی السراج اعتبار غلبۃ الظن مختار العراقیین والتقدیر بالثلث مختار البخاریین والظاھر الاول ان لم یکن موسوسا وان کان موسوسا فالثانی اھ بحر قال فی النھر وھو توفیق حسن اھ وعلیہ جری صاحب المختار فانہ اعتبر غلبۃ الظن الا فی الموسوس وھو ما مشی علیہ المصنف واستحسنہ فی الحلیۃ وقال وقد مشی الجم الغفیر علیہ فی الاستنجاء **اقول** وھذا مبنی علی تحقق الخلاف وھو ان القول بغلبۃ الظن غیر القول بالثلث قال فی الحلیۃ وھو الحق واستشھد لہ بکلام الحاوی القدسی والمحیط اقول وھو خلاف ما فی الکافی مما یقتضی انھما قول واحد وعلیہ مشی فی شرح المنیۃ فقال فعلم بھذا ان المذھب اعتبار غلبۃ الظن وانھا مقدرۃ بالثلث لحصولھا بھا فی الغالب وقطعا للوسوسۃ وانہ من اقامۃ السبب الظاھر مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی حقیقتہ عسر کالسفر مقام المشقۃ اھ وھو مقتضی کلام الھدایۃ وغیرھا واقتصر علیہ فی الامداد وھو ظاھر المتون حیث صرحوا بالثلث اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۱۷۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جوتے پر پیشاب پڑ گیا اور اُس پر خاک جم کر زندار ہوگیا تو رگڑنے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جوتے پر اگر پیشاب پڑ گیا اور اُس پر خاک جم گئی تو ایسے ملنے سے جس سے اُس کا اثر زائل ہوجائے پاک ہوجائے گا ورنہ بغیر دھونے کے پاک نہ ہوگا۔ فی الدر المختار ویطھر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ھو کل ما یری بعد الجفاف ولو من غیرھا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بدلک یزول بہ اثرھا والا جرم لھا یغسل انتھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۷۵) ۸ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب میرزا غلام قادر بیگ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدّا روئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے۔ بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدّا خوب تر ہوگیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدّے سے ملحق تھی۔ اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لایزول بالشك ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ۔ پس اگر گدّے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدّے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور گدّے میں خاص اس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع انفصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدّے کے محل نجاست کو تر کردے۔ غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کر سکے (اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اس سے منفصل ہو کر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ عکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑنے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے اجزا دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں) جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اُتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائیگا پھر اگر وہ موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اگرچہ ایک درم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرطوں میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدّے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب ناپاک نہ تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خود اپنی خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابل تجاوز نہ تھی یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کی ہیں۔ ھذا ھو التحقیق الذی عولنا علیہ لظھور وجھہ ولکونہ احوط وان کان الکلام فی المسئلۃ طویل الذیل ذکر بعضہ فی رد المحتار آخر الانجاس و آخر الکتاب وفیہ عن البرھان ولا یخفی منہ انہ لایتیقن بانہ مجرد ندوۃ الا اذا کان النجس

الرطب ھو الذی لایتقاطر بعصرہ اذ یمکن ان یصیب الثوب الجاف قدر کثیر من النجاسۃ و لاینبع منہ شیئ بعصرہ کما ھو مشاھد عند البدایۃ بغسلہ الخ وفیہ عن الامام الزیلعی لانہ اذا لم یتقاطر منہ بالعصر لاینفصل منہ شیئ وانما یبتل ما یجاورہ بالنداوۃ وبذلک لاینجس الخ وفیہ عن الخانیۃ اذا غسل رجلہ فمشی علی ارض نجسۃ بغیر مکعب فابتل الارض من بلل رجلہ واسود وجہ الارض لکن لم یظہر اثر بلل الارض فی رجلہ فصلی جازت صلاتہ وان کان بلل الماء فی رجلہ کثیرا حتی ابتل وجہ الارض وصار طینا ثم اصاب الطین رجلہ لاتجوز صلاتہ الخ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ (۱۷۶) از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب غلام قادر بیگ صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پکی ہوئی کھچڑی یا چاول یا چونے میں چوہے کی مینگنی نکلے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: چوہے کی مینگنی اگر چاول کھچڑی روٹی وغیرہ کھانے کی چیزوں میں نکلے تو اُسے پھینک کر وہ اشیاء کھالی جائیں بشرطیکہ اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ ان میں نہ آگیا ہو اور اگر چونے میں نکلے اور وہ چونا جما ہوا ہے تو اس کے قریب کا پھینک کر باقی کھالیں اور بہتا ہوا ہے تو اس سب سے احتراز کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۷۷) از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاہم اللہ تعالٰی الی یوم الدین اس میں کہ زید تو مستندا بقولہ تعالٰی ویسئلونک ماذا احل لھم الآیۃ ومتمسکا باحادیث الامر باکل صید قتلہ الکلب المعلم المرسل ولم یأکل منہ کہ ازاں جملہ ایک یہ حدیث عدی بن حاتم ہے قال قلت یارسول اللہ انا نرسل الکلاب المعلمۃ قال کل ما امسکن علیک قلت وان قتلن قال وان قتلن الحدیث اور احادیث الاذن فی اقتناء کلب ماشیۃ وصید وزرع وغنم کہ ازاں جملہ ایک یہ حدیث عبداللہ بن مغفل ہے قال انی لممن یرفع اغصان الشجرۃ عن وجہ رسول اللہ وھو یخطب فقال لولا ان الکلاب امۃ من الامم لامرت بقتلھا فاقتلوا کل اسود بہیم وما من اہل بیت یرتبطون کلبا الا نقص من عملھم کل یوم قیراط الا کلب صید او کلب حرث او کلب غنم واحادیث الترخیص فی ثمن کلب الصید

رسالہ ارسال السلف عن القائلین بطہارة الکلب ۱۳۱۲ھ

کہ ازاں جملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ہمارے امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ہیثم سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ قال رخص رسول اللہ ﷺ فی ثمن کلب الصید وحدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کانت الکلاب تقبل وتدبر فی عہد رسول اللہ ﷺ فلم یکونوا یرشون شیئاً من ذلک وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما قال علیہ الصلوۃ والسلام ایما اھاب دبغ فقد طھر ومستدلا باقوال علمائنا الحنفیۃ کہ ازاں جملہ ایک یہ ہے جو عامہ کتب فقہ میں ہے کل اھاب اذا دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر والآدمی اور دوسرا یہ جو ہدایہ میں ہے ولیس الکلب بنجس العین اور تیسرا یہ جو تنویر الابصار اور اس کی شرح دُر مختار میں ہے اعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضھم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور چوتھا یہ جو رد المحتار میں ہے۔ وھو ای عدم کون الکلب نجس العین الصحیح والاقرب الی الصواب بدائع وھو ظاھر المتون بحر ومقتضی عموم الادلۃ فتح۔ اور پانچواں یہ جو عالمگیری میں ہے والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین اور چھٹا یہ جو عنایہ میں ہے الاصح ان الکلب لیس بنجس العین اور ساتواں جو غایۃ البیان میں ہے فی نجاسۃ عینہ اختلاف المشائخ والاصح انہ لیس بنجس العین اور آٹھواں یہ جو مراقی الفلاح میں ہے یطھر جلد الکلب لانہ لیس بنجس العین علی الصحیح اور نواں یہ جو نہر الفائق میں ہے یطھر جلد الکلب ایضا بناء علی ما علیہ الفتوی من طھارۃ عینہ وان رجح بعضھم النجاسۃ اور دسواں یہ جو شامی میں ہے فمعنی القول بطھارۃ عینہ طھارۃ ذاتہ مادام حیا وطھارۃ جلدہ بالدباغ والذکاۃ وطھارۃ ما لا تحلہ الحیوۃ من اجزائہ کغیرہ من السباع اور گیارھواں یہ جو سعایہ میں ہے قلت لم یتضح لی الی الان دلیل علی کونہ نجس العین و دلائل المثبتین کلھا مخدوشۃ اور بارھواں وہ جو مولوی عبد الحی لکھنوی نے تعلیق مجد میں بعد ذکر ان حدیثوں کے جو کہ طہارت اُہُب پر دباغت سے مطلقاً دلالت کرتی ہیں کہا ہے وبھذہ الاحادیث و نظائرھا ذھب الجمھور الی الطھارۃ بالدباغۃ مطلقا الا انھم استثنوا من ذلک جلد الانسان لکرامتہ وجلد الخنزیر لنجاسۃ عینہ واستثنی ایضا جلد الکلب من ذھب الی کونہ نجس العین وھو قول جمع من الحنفیۃ وغیرھم ولم یدل علیہ دلیل قوی بعد۔ اور تیرھواں یہ جو فتح القدیر میں ہے اختلف المشائخ فی الصحیح والذی یقتضیہ عموم ایما اھاب طھارۃ عینہ ولم یعارضہ ما یوجب نجاستھا فوجب حقیقۃ عدم نجاستھا کہتا ہے کہ کتا طاہر العین ہے اور کہتا ہے کہ آیت میں

تو وجہ دلالت کی یہ ہے کہ یہ آیت بلاضرورت کتے سے از روئے اصطیاد کے جواز انتفاع پر بلکہ بحر کھانے
کے اور اُس سے سب طرح کے فائدے اٹھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ قرطبی نے کہا ہے
وقد ذکر بعض من صنف فی احکام القرآن ان الآیۃ تدل علی ان الاباحۃ تناولت ما علمنا
الجوارح وھو ینتظم الکلب وسائر جوارح الطیر وذلك یوجب اباحۃ سائر وجوہ الانتفاع
فدل علی جواز بیع الکلب والجوارح والانتفاع بھا بسائر وجوہ المنافع الا ما خصہ الدلیل
وھو الاکل من الجوارح ای الکواسب من الکلاب وسباع الطیر اور کسی چیز سے بلاضرورت
انتفاع کا جائز ہونا اُس چیز کے عدم نجاست کی علامت ہے تو اس نے اُس کے عدم نجاست پر بھی دلالت
کی کما ہو ظاہر اور حدیث ابن عمر میں یہ کہ موسم گرمی میں اکثر اوقات کتے کیچڑ میں بھرے ہوئے پانی میں
بھیگے ہوئے مسجد میں آتے جاتے ہوں گے اور یہ کیچڑ پانی مسجد میں گرتا ٹپکتا ہوگا تو جبکہ باوجود اس کے
رش بھی نہ ثابت ہوا تو اُن کے اجسام اور اعیان کے عدم نجاست ثابت ہوئی اور احادیث اذن
فی اقتناء الکلب کی دلالت کی نسبت مولوی عبدالحی نے سعایہ میں کہا ہے نعم لھا دلالۃ علی طھارۃ
جسمہ وعدم تنجس عینہ البتۃ فان الاذن فی اقتنائہ دال علی انہ لیس بنجس العین اور
باقی حدیثوں میں وجہ دلالت کی ظاہر ہے اور عمرو استدلالاً باحادیث الامر بقتل الکلاب و احادیث
عدم دخول الملائکۃ بیتا فیہ کلب و احادیث الامر بغسل الاناء من ولوغ الکلب سبعا او ثمانیا او ثلثا و اھراق
ما فضل من شربہ و حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی دعی الی دار قوم فاجاب ودعی الی دار
اٰخرین فلم یجب فقیل لہ فی ذلك فقال ان فی دار فلان کلبا فقیل لہ وان فی دار فلان ھرۃ فقال
الھرۃ لیست بنجسۃ انما ھی من الطوافین علیکم والطوافات و تمسکا باقوال بعض علمائنا الحنفیۃ کذا زجملہ
ایک یہ ہے جو مبسوط میں ہے الصحیح من المذھب عندنا ان الکلب نجس اور دوسرا یہ جو ابو المکارم
کی شرح نقایہ میں ہے۔ فی فتاوی قاضی خان ما یدل علی ان الکلب نجس العین وفی موضع
اٰخر ما یدل علی انہ لیس کذلك وسمعت ان الروایۃ الصحیحۃ عندنا ھو الاول اور تیسرا یہ
جو شرح وقایہ وغیرہ بعض کتب فقہ میں ہے۔ اذا سد کلب عرض النھر ویجری الماء فوقہ ان
کان ما یلاقی الکلب اقل مما یلاقیہ یجوز الوضوء فی الاسفل والا لا کہتا ہے کہ کتا نجس العین
ہے اور زید عمرو کے ان دلائل میں سے احادیث امر بقتل الکلاب اور احادیث عدم دخول ملائکہ اور

احادیث امر بغسل اناء کا تو جواب یہ دیتا ہے کہ ان سب حدیثوں کے نجاست کلب پر دلالت کرنے میں ضعف ہے۔ احادیث امر بقتل کلاب کے دلالت کرنے میں تو اس وجہ سے کہ یہ امر اُن کی نجاست کے سبب سے نہ تھا بلکہ ملائکہ کے اُس گھر میں جس میں کتا ہو نہ داخل ہونے کی وجہ سے تھا جیسا کہ امر مذکور ہی کی احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تو اس کا نسخ وارد ہو چکا ہے اور احادیث عدم دخول ملائکہ کے دلالت کرنے میں اس وجہ سے کہ امتناع ملائکہ کا باعث کلب کی نجاست ہی نہیں متعین ہو سکتی بلکہ ممکن ہے کہ کوئی اور امر ہو قال العلامۃ الدمیری فی حیوۃ الحیوان قال العلماء سبب امتناعھم من البیت الذی فیہ الکلب کثرۃ اکلہ النجاسات وبعض الکلاب یسمی شیطانا والملائکۃ ضد الشیاطین ولقبح رائحۃ الکلب والملائکۃ تکرہ الرائحۃ الخبیثۃ ولانہا نھی عن اتخاذھا فعوقب متخذھا بحرمانہ دخول الملائکۃ بیتہ اور نظیر اس کی وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اُس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے۔ اور نیز وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور احمد اور ترمذی اور ابن حبان نے ابو سعید سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تماثیل یا صورت ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں آتے۔ اور نیز وہ حدیث جس کو بغوی اور طبرانی اور ابو نعیم نے معرفۃ میں اور ابن قانع نے اسود ابن عزی سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹا ہوتا ہے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنب اور متضمخ بخلوق پر اُن کے غسل کرنے تک حاضر نہیں ہوتے۔ اور نیز وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابو داؤد نے عمار سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنازۂ کافر پر خیر سے اور متضمخ بزعفران اور جنب پر نہیں حاضر ہوتے۔ تو جیسا کہ ان حدیثوں سے نجاست تصویر اور جنازۂ کافر اور جنب اور متضمخ بزعفران وغیر ذلک پر استدلال کرنا غیر ممکن ہے ایسا ہی احادیث عدم دخول ملائکہ سے نجاست کلب پر تمسک کرنا ناجائز اور احادیث امر بغسل اناء کے دلالت کرنے میں تو ضعف کا ہونا ظاہر ہے ہاں نجاست لعاب کلب پر یہ حدیثیں البتہ دال ہیں نہ اُس کے عین کی نجاست پر۔ اور حدیث ابی ہریرہ کا جواب اولًا تو یہ دیتا ہے کہ اس حدیث کو مولانا الہداد جونپوری نے حاشیۂ ہدایہ میں اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یعنی دمیری نے کہ اس حدیث کو امام احمد اور دارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے حدیث ابی ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن میں نے جو سنن دار قطنی اور مستدرک حاکم کی طرف مراجعت کی تو میں نے ان دونوں میں اس حدیث کو اس لفظ سے نہیں پایا بلکہ لفظ کان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاتی دار قوم من الانصار ودونہم دار فیشق ذلک علیہم فقالوا یا رسول اللہ تاتی دار فلان ولاتاتی دارنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان فی دارکم کلبا قالوا فان فی دارھم سنورًا فقال النبی السنور سبع کے ساتھ پایا تو اول تو اصح اس کا وقف ہے اور دوسرے اسناد اس کی قوی نہیں قال الحافظ ابن حجر فی التلخیص بعد ذکر الحدیث قال ابن ابی حاتم فی العلل سألت ابا زرعۃ عنہ فقال لم یرفعہ ابو نعیم وھو اصح وعیسٰی لیس بالقوی قال العقیلی لایتابعہ علی ھذا الحدیث الا من ھو مثلہ او دونہ وقال ابن حبان خرج عیسٰی عن حد الاحتجاج ولما ذکرہ الحاکم قال ھذا الحدیث صحیح تفرد بہ عیسٰی عن ابی زرعۃ وھو صدوق لم یجرح قط ھکذا قال وقد ضعفہ ابو حاتم وابو داؤد وغیرھما وقال ابن الجوزی لایصح انتہی ملخصا،

اور تیسرے بر تقدیر اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے اس کو اس لفظ سے نجاست کلب پر ہرگز دلالت نہیں ہاں بلی کے مثل کتے کے شیطان نہ ہونے پر البتہ اس کو دلالت ہے جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے اور زنانیا یہ کہ بر تقدیر اس کے اُس لفظ کے ساتھ موجود ہونے اور اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے نہیں ثابت ہوگی اس سے مگر نجاست اضافیہ یعنی کتے کا بہ نسبت بلی کے نجس ہونا نہ حقیقیہ کما لایخفی علی من لہ طبع سلیم وذھن مستقیم اور وہ مسلّم ہے بیشک بہ نسبت بلی کے کتا نجس ہے کیونکہ اس کا گوشت اور خون اور لعاب اور سؤر اور عرق ہمارے نزدیک نجس ہے بخلاف بلی کے اور بحث اُس کی نجاست عین سے ہے تو حدیث کو اس پر دلالت نہیں فتدبر اور اقوال فقہاء میں سے اُن دونوں قولوں کا تو جو مبسوط اور شرح نقایہ میں ہیں جواب یہ دیتا ہے کہ اول ان دونوں قولوں میں کلب کی نجاست کی نسبت لفظ صحیح بولا ہے اور اُن اقوال میں جو میرے دلائل سے ہیں اس کے طاہر العین ہونے کی نسبت لفظ اقرب الی الصواب اور لفظ اصح کہا ہے وقد صرحوا بان لفظ الاصح اکد من الصحیح فیتبع الاکد کما صرح بہ رد المحتار اور دوم اگر ہم مساوات لفظ مرجح تصحیح کو بھی مان لیں تو فتوٰی تو اُس کے طاہر العین ہونے پر ہے فیؤخذ بما علیہ الفتوی دون غیرہ اور سوم اگر ہم اختلاف فتوٰی کو بھی تسلیم کریں تو تب بھی بموجب قاعدہ اذا اختلف التصحیح والفتوی فالعمل بما فی المتون اولٰی کے عمل ما فی المتون ہی پر کیا جائے گا والمراد بالمتون لیس جمیع المتون بل المختصرات التی

عہ ہذا [illegible] الحدیث ۱۲

الفہا حذاق الائمة وكبار الفقہاء المعروفين بالعلم والزهد والفقه والثقة فى الرواية كابى جعفر الطحاوى والكرخى والحاكم الشهيد والقدورى ومن فى هذه الطبقة وقد كثر اعتماد المتأخرين على الوقاية لبرهان الشريعة وكنز الدقائق لابى البركات والمختار لابى الفضل ومجمع البحرين لمظفر الدين ومختصر القدورى لاحمد بن محمد وذلك لما علموا من جلالة مؤلفيها والتزامهم ايراد مسائل محمد اعليها واشهرها ذكرا واقوتها اعتمادا الوقاية والكنز ومختصر القدورى وهى المراد بقولهم المتون الثلثة تو ان سب میں علی الخصوص ان متون ثلاثہ میں بجز اس کے طاہر العین ہونے کے اور کچھ نہیں وللّٰہ الحمد اور اس کا جو کہ شرح وقایہ وغیرہ میں ہے یہ کہ اس قول میں کلب سے مراد کلب میّت ہے۔ حسن چلپی نے ذخیرۃ العقبیٰ میں کہا ہے واذا اسد کلب ای میت اور ایسا ہی سعایہ اور رعایہ میں بھی ہے اور شرح وقایہ کے اردو ترجمہ میں ہے کہ اگر مرا ہوا کتا رواں ندی میں پڑا ہو تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور برتقدیر زید کے قول کے صحیح ہونے کے اُس کے استدلال اور جواب بھی صحیح ہیں یا نہیں اور نیز اس میں کہ برتقدیر کلب کی طہارت عین کی صحت کے یہ جو رد المحتار میں نقلاً عن البدائع ہے قال مشائخنا من صلى وفى كمه جرو تجوز صلاته وقيده الفقيه ابو جعفر الهندوانى بكونه مشدود الفم اور نیز یہ جو اس میں نقلاً عن المحیط ہے صلى ومعه جرو كلب اوما لايجوز الوضوء بسؤره قيل لم يجز والاصح ان كان فمه مفتوحا لم يجز لان لعابه يسيل فى كمه فينجس لو اكثر من قدر الدرهم ولو كان مشدودا بحيث لا يصل لعابه الى ثوبه جاز لان ظاهر كل حيوان طاهر ولا يتنجس الا بالموت ونجاسة باطنه فى معدنها فلا يظهر حكمها كنجاسة باطن المصلى اور نیز یہ جو اس میں نقلاً عن الحلیہ ہے والاشبه اطلاق الجواز عند من سيلان القذر المانع قبل الفراغ من الصلوة بوجہ اس کے اُس پر یعنی کلب کی طہارت عین پر مبنی ہونے کے بدلیل المبنى على الصحيح صحیح کے صحیح ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

الحمد لله الذى اعطى كل شيئ خلقه ثم هدى فكان اصل كل شيئ طاهرا اذ من القدوس الطاهر بدا وصلى الله تعالى على السيد الطيب الطاهر الذى ميز الخبيث من الطيب بنور الهدى

وعلی اٰلہ الاطائب وصحبہ الاطاہر وبارک وسلم دائما ابدا قال احد کلاب الباب النبوی احمد رضا
المحمدی السنی الحنفی القادری البریلوی غفر اللہ لہ وحقق امله امین۔ قول زید اصح وارجح
واحق بالقبول واوفق بالمنقول والمعقول ہے اور اس کے اکثر دلائل وجوابات صحیح ونجیح وقابل قبول فی الواقع
ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں یہ جانور سائر سباع کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین
طاہر یہی مذہب ہے صحیح واصح ومعتمد ومؤید بدلائل قرآن وحدیث ومختار وماخوذ للفتوی عند جمہور
مشائخ القدیم والحدیث ہے۔ کلام زید میں بقدر کفایت اس کی تفصیل مذکور اور مسئلہ خود کثیر الدور ومعروف
ومشہور لہذا اداء لحق الجواب وکشف الصواب جمیع ابحاث منتقدمہ حدیث وفقہ وترجیح وتزییف میں اضافہ
چند فائدہ زائدہ منظور **اما الحدیث** فنذکر ماذکر اصحابنا ثم نورد تحقیق الروایۃ ثم نشیر الی
تنقیح الدرایۃ آثار عدیدہ میں مروی کہ کلب مملوک کے قاتل پر ضمان لازم اور سگ شکاری کو عورت کا
مہر مقرر کر سکتے ہیں قال العلامۃ علی القاری علیہ رحمۃ الباری فی المرقاۃ کتاب البیوع باب
الکسب تحت حدیث ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب مانصہ ھو محمول عندنا علی ماکان فی زمنہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم حین امر بقتلہ وکان الانتفاع بہ یومئذ محرما ثم رخص فی الانتفاع بہ
حتی روی انہ قضی بکلب صید قتلہ رجل باربعین درھما وقضی فی کلب ماشیۃ بکبش
ذکرہ ابن المالک اھ **اقول** ظاھرہ عزو ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد
صرح بہ فی الاسرار والنھایۃ وذخیرۃ العقبی وغیرھما من الشروح والاسفار فقالوا ان عبداللہ
بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
انہ قضی فی کلب باربعین درھما ولکن ظنی ان المعروف وقفہ فلعل قضی فی الموضعین علی البناء
للمفعول قال الامام الاجل ابو جعفر فی شرح معانی الآثار نزول ھذہ الآیۃ بعد تحریم الکلاب
وان ھذہ الآیۃ اعادت الجوارح المکلبین الی الضمیرتنبا حلالا واذا صارت کذلک کانت فی
سائر الاشیاء التی ھی حلال فی حل امساکھا واباحۃ اثمانھا وضمان متلفیھا ما اتلفوا منھا کغیرھا

۱؎ بعد کتابتی لہذا المحل رأیت المحقق حیث اطلق ذکر الحدیث فی الفتح عزاہ الی الاسرار ثم قال ھذا لایعرف الا موقوفا الخ
وللہ الحمد ۱۲ منہ

وقد روی فی ذلك عمن بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حدثنا یونس ثنا ابن وهب قال
سمعت جریج یحدث عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ عبد اللہ بن عمرو انه قضی فی کلب
صید قتله رجل باربعین درهما وقضی فی کلب ماشیة بکبش اھ ثم اسند عن ابن شهاب الزهری
انه قال اذا قتل الکلب المعلم فانه یقوم قیمته فیغرمه الذی قتله ثم عن محمد بن یحیی بن
حبان الانصاری قال کان یقال یجعل فی الکلب الضاری اذا قتل اربعون درهما اھ وفی عمدة القاری
للعلامة البدر محمود العینی عن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنه انه اجاز الکلب الضاری فی المهر و
جعل علی قاتله عشرین من الابل ذکرہ ابو عمر فی التمهید ان احادیث سے کلب کا مال متقوم ہونا ثابت
اور پُر ظاہر کہ نجس العین مال متقوم نہیں تو واجب کہ طاہر العین ہو ولہذا جعل التضمین فی الدر مبنیا
علی القول بالطهارة حیث قال لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیه الفتوی فیباع ویوجر
ویضمن الخ قال الشامی هذہ الفروع بعضها ذکرت احکامها فی الکتب هکذا وبعضها بالعکس والتوفیق
بالتخریج علی القولین کما بسطه فی البحر الخ **اقول** وانظر ما نذکرہ فی جواز البیع وفتش تعرف
واما الفقه فنقول نقول کثیرة بشیرة شائعة فی کتب المذهب متونا وشروحا وفتاوی
مختصر قدوری و ہدایہ و وقایہ و نقایہ و مختار و کنز و اصلاح و نور الایضاح و ملتقی و تنویر وغیرہا عامہ متون
میں تصریح صریح ہے کہ کل اھاب دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر والآدمی اس کلیہ سے صرف یہی دو
استثناء فرماتے ہیں استثنائے کلب کا اصلا پتہ نہیں دیتے ولہذا علامہ زین العلامہ نے بحرالرائق پھر علامہ
حسن شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں تبعا للمحقق علی الاطلاق فی الفتح فرمایا الذی یقتضیه عموم ما فی
المتون کالقدوری والمختار والکنز طهارة عینه ولم یعارضه مایوجب نجاستها فوجب تصحیح احقیة
عدم نجاستها الخ علامہ سید ابو السعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں فرمایا **قوله** وکل اھاب مقتضی هذہ
الکلیة طهارة جلد الکلب بالدباغ بناء علی ماھو المفتی به من انه لیس بنجس العین اسی میں حکم قیل
بیان کرکے فرمایا وکذا الکلب ایضا علی ماعلیه الفتوی من طهارة عینه وان رجح بعضهم النجاسة
امام ابو البرکات عبد اللہ محمود نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں الکلب لیس بنجس العین لانه ینتفع
به حراسة واصطیادا فکان کالفهد فیطهر بالدباغ اسی طرح مستخلص الحقائق میں ہے امام زیلعی تبیین الحقائق
پھر علامہ شرنبلالی غنیہ میں فرماتے ہیں فی الکلب روایتان بناء علی انه نجس العین اولا والصحیح انه لاینجس

لم یدبغ جلدہ لانہ لیس بنجس العین ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر[18] میں ہے (کل اھاب دبغ فقد طھر الاجلد الآدمی لکرامتہ والخنزیر لنجاسۃ عینہ) واختلف فی جلد الکلب والصحیح انہ یطھر نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز[19] میں ہے (کل اھاب دبغ طھر الاجلد الخنزیر والآدمی) فی الاکتفاء رمز الی ان الکلب یطھر بہ خلافا للصاحبین ففی کونہ نجس العین خلاف کما فی الزاھدی والاول الصحیح کما فی التحفۃ نور الایضاح اور اُس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے تنزح (بوقوع خنزیر ولو خرج حیا ولم یصب فمہ الماء) لنجاسۃ عینہ (و) تنزح (بموت کلب) قید بموتہ فیہا لانہ غیر نجس العین علی الصحیح علامہ احمد مصری اس کے حاشیہ[20] میں فرماتے ہیں ھو قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعندھما نجس العین کالخنزیر والفتوٰی علی قول الامام وان رجح قولھما کما فی الدر عن ابن الشحنۃ علامہ محقق محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ[21] میں فرماتے ہیں کون الکلب لیس بنجس العین ھو المرجح اسی میں ہے قد سلف مرارا انہ القول الراجح یہی قول امام صدر شہید کا مختار ہے کما فی الطحطاوی علی الدر وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن شرح الطحاوی ان الکلب لیس بنجس العین وھو اختیار الصدر الشہید اُسی میں تحفۃ الفقہاء[23] امام علاء الدین سمرقندی و محیط[24] امام رضی الدین و بدائع[25] امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی رحمہم اللہ تعالٰی سے ہے الصحیح انہ لیس بنجس العین اُسی میں ہے وفی موضع اٰخر من البدائع وھذا اقرب القولین الی الصواب انتہی ومشی علیہ غیر واحد من المشائخ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ[26] شرح منیہ میں فرماتے ہیں الذی تقتضیہ الدرایۃ عدم نجاسۃ عینہ لما قال صاحب الھدایۃ ولعدم الدلیل علی نجاسۃ العین والاصل عدمھا والدلیل الدال علی نجاسۃ سؤرہ لایقتضی نجاسۃ عینہ صغیری[27] میں فرمایا جزء الکلب اذا جلس علیہ بنفسہ فعلی الروایۃ الصحیحۃ ینبغی ان تجوز صلاتہ لانہ غیر حامل للنجاسۃ اھ ملخصا علامہ شرنبلالی تیسیر[28] المقاصد شرح نظم الفرائد میں فرماتے ہیں الکلب لیس نجس العین فی الاصح حاشیہ طحطاویہ[29] علی الدر میں ہے علی القول بان الکلب لیس بنجس العین لاینجسہ اذا لم یصل فمہ الماء وھو الاصح اسی میں کتاب التجنیس[30] والمزید للامام برہان الدین الفرغانی سے ہے انہ الاصح بزازیہ[31] میں اسی سے یوں ہے ھو الصحیح نیز وجیز[32] میں جامع صغیر سے ہے جلدہ یطھر بالدباغ عندنا اسی میں نصاب[33] سے ہے ان کان الجرو مشدود الفم تجوز اھ یعنی صلاۃ حاملہ مجموعہ علامہ النقروی[34] میں ہے سنہ لیس بنجس اُسی میں بحوالہ قنیہ[35] امام اجل ابو نصر دبوسی[36] سے ہے طین الشارع ومواطئ الکلاب فیہ طاھر الا اذا رأی

عین النجاسۃ قال وھو الصحیح من حیث الروایۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا اسی طرح طریقہ محمدیہ[37] میں مجمع الفتاوی[38] سے ہے خلاصہ[39] میں ہے لوصلی وفی عنقہ قلادۃ فیہا سن کلب اوذئب تجوز صلاتہ اسی طرح اس مذہب مہذب کی تصحیح وترجیح اور اس پر جزم واعتماد وبناوتفریع شراح ہدایہ مثل علامہ قوام الدین[40] کاکی وعلامہ سغناقی صاحب نہایہ[41] وغیرہما وعقد الفوائد[42] شرح نظم الفرائد للعلامۃ ابن الشحنۃ وامام اسبیجابی شارح[43] مختصر طحاوی وذخیرہ[44] وتوشیح[45] شرح الہدایہ للعلامۃ السراج الہندی وتجرید[46] وعمدۃ المفتی وغیرہا سے ثابت بحرالرائق میں ہے۔ صحح فی الھدایۃ طھارۃ عینہ وتبعہ شارحوھا کالاتقانی والکاکی والسغناقی اسی میں ہے وقد صرح فی عقد الفوائد شرح منظومۃ ابن وھبان بان الفتوی علی طھارۃ عینہ اسی میں ہے قال القاضی الاسبیجابی واما الکلب یحتمل الذکاۃ والدباغۃ فی ظاھر الروایۃ خلافا لما روی الحسن اُسی میں ہے ذکر فی السراج الوھاج معزیا الی الذخیرۃ لسنان الکلب طاھرۃ واسنان الادمی نجسۃ لان الکلب یقع علیہ الذکاۃ بخلاف الخنزیر والادمی اھ ولایخفی ان ھذا کلہ علی القول بطھارۃ عینہ لانہ عللہ بکونہ یطھر بالذکاۃ اُسی میں ہے ذکر السراج الھندی فی شرح الھدایۃ معزیا الی التجرید ان الکلب لو اتلفہ انسان ضمنہ ویجوز بیعہ وتملیکہ وفی عمدۃ المفتی لو استاجر الکلب یجوز اس کے حاشیہ منحۃ الخالق[47] میں نہر الفائق سے ہے القول بطھارۃ عینہ ھو الاصح اھ ملخصا مرقاۃ[48] میں زیر حدیث اذادبغ الاھاب فقد طھر علامہ ابن ملک[49] سے نقل فرمایا ھذا بعمومہ حجۃ علی الشافعی فی قولہ جلد الخنزیر لایطھر بالدباغ واستثنی من عمومہ الادمی تکریما لہ والخنزیر لنجاسۃ عینہ یہ پچاس ہیں ان میں اگرچہ ضمناً ہدایہ ودرمختار واتقانی ومراقی ونہر کا بھی ذکر آیا مگر یہ کلام زیدیں معدود ہوچکی تھیں لہٰذا انہیں شمار نہ کیا وانما لم نعد السراج الوھاج لانہ وان نقل عن الذخیرۃ ما مر لکنہ ذکر ان جلد الکلب نجس وشعرہ طاھر ھو المختار اھ وھذا قول ثالث ذکرہ الولوالجی وغیرہ واعتمدہ الفقیہ ابو اللیث فی فتاواہ وحکاہ فی العیون عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلب اذادخل الماء فانتفض فاصاب ثوبا افسدہ ولو اصابہ مطر لا لان فی الاول اصاب الماء جلدہ وجلدہ نجس وفی الثانی شعرہ وشعرہ طاھر لیس فیہ ان القائلین بنجاسۃ العین متفقون علی طھارۃ الشعر کما ظنہ البحر حیث قال بعد ذکر طھارۃ لایخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ ویستفاد منہ ان الشعر طاھر علی القول بنجاسۃ عینہ لما ذکر فی السراج الوھاج الخ ثم قال بعد کلام طویل علم مما قررناہ انہ لایدخل فی قول من قال بنجاسۃ عین الکلب نجاسۃ الشعر بلا

قولهم بنجاسة عین الخنزیر الخ وتبعه الشرنبلالی ثم الدر ثم ابو السعود وھذا نظر الدر لاخلاف فی نجاسۃ لحمه وطھارۃ شعره اھ قال السید العلامۃ فی رد المحتار یفھم من عبارۃ السراج ان القائلین بنجاسۃ عینه اختلفوا فی طھارۃ شعره والمختار الطھارۃ وعلیه یبتنی ذکر الاتفاق لکن ھذا مشکل لان نجاسۃ عینه تقتضی نجاسۃ جمیع اجزائه ولعل مافی السراج محمول علی ما اذا کان میتا لکن فیه ینا مامر عن الولوالجیۃ نعم قال فی المنح وفی ظاھر الروایۃ اطلق ولم یفصل ای انه لو انتفض من الماء فاصاب ثوب انسان افسده سواء کان البلل وصل الی جلده اولا وھذا یقتضی نجاسۃ شعره فتامل اھ

اقول فیه بحث من وجوه الاول ضمیر ھو المختار فی عبارۃ السراج کما یحتمل رجوعه الی کل من نجاسۃ الجلد وطھارۃ الشعر کذلک الی الکل اعنی المجموع من حیث ھو مجموع فیکون المعنی ان قول القائل بان جلده نجس وشعره طاھر ھو المختار دون قول من یقول بطھارۃ الجمیع وح یکون التصحیح ناظرا الی ھذا القول الثالث ولا یفھم خلافا بین قائلی النجاسۃ فی طھارۃ الشعر الثانی ظاھر کلامی البحر والدر لا یدخل ولا خلاف لکونھما نکرۃ او فی معناھا داخلین تحت النفی ناطق بنفی الخلاف اصلا واب عن البناء علی روایۃ دون اخری ولا حاجۃ الیه علی ما قررنا عبارۃ السراج کما تری۔

الثالث لا عزو فی حمل الکلب علی المیت الغیر المذکی والجلد علی غیر المدبوغ فلربما تترک امثال القیود اعتمادا علی معرفتھا فی مواضعھا ولذا ماقال فی المنیۃ وفی البقالی قطعۃ جلد کلب التزق بجراحۃ فی الراس یعید ما صلی به اھ فسره العلامۃ الشارح ابراھیم الحلبی ھکذا جلد کلب ای غیر مدبوغ ولا مذکی یعید ما صلی به ای بذلک الجلد اذا کان اکثر من قدر الدرھم وحده او بانضمام نجاسۃ اخری وھذا ظاھر اھ وح لا ملحج لکلام السراج الی قول نجاسۃ العین کما لایخفی فانه وان نافاه فقد وافق الاصح الارجح ولیس السراج ھھنا فی بیان کلام الولوالجی حتی یجب التوافق بینھما الرابع ھب ان نجاسۃ العین تقتضی نجاسۃ جمیع الاجزاء لکن لقائل ان یقول لا بدع فی استثناء الشعر الا تری ان الخنزیر نجس العین باتفاق من اصحابنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ومع ذلک محمد یقول بطھارۃ شعره ففی الخلاصۃ من الفصل السابع من کتاب الطھارۃ شعر الخنزیر اذا وقع فی البئر علی الخلاف عند محمد لا ینجس لان حل الانتفاع یدل علی طھارته وعند ابی یوسف ینجس لانه نجس العین ویجوز الخرز به للضرورۃ اھ وفی الغرر للمولی خسرو شعر المیتۃ طاھر وکذا شعر الخنزیر عند محمد قال فی الدرر لضرورۃ استعماله فلا ینجس الماء

بوقوعه فيه وعند ابی یوسف نجس فیتنجس الماء اھ **اقول** حاصل التعلیل ان الضرورة اوجبت اباحة استعماله ثم اذا ثبتت الاباحة ثبتت الطھارة لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه وجواب ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان ما ثبت بضرورة تقدر بقدرھا وانت تعلم انه بین البرھان فلاجرم ان صححه فی البدائع ورجحه فی الاختیار وجعله فی الدر ھو المذھب وبما قررنا کلام الدرر بان الجواب عما اورد علیه السید العلامة ابوالسعود الازھری فی حاشیة الکنز حیث زعم ان محمدا اباح الانتفاع به مطلقا ولو من دون ضرورة وجعله مقتضی قول النھر طھرہ محمد وعلیه ابتنی رد قول من قال انه فی زماننا استغنی عنه فینبغی ان لایجوز استعماله عند الکل لانعدام الضرورة قائلا فیه نظر لان محمدا لم یقصر جواز استعماله علی الضرورة ورد علی الدرر تعلیله بالضرورة بان لو کان کذلک لقال ان الماء القلیل ینجس بوقوعه فیه لعدم الضرورة ولیس کذلک ولان صریح قوله فی النھر وانما اثر الخلاف یظھر فیما لو صلی ومعه من شعر الخنزیر مایزید علی الدرھم او وقع فی الماء القلیل یاباہ وبما قررنا یظھر فی الدر من المنافاة حیث علل طھارته عند محمد بضرورة الاستعمال ثم فرع علیه ان الماء لاینجس بوقوعه فیه اھ **اقول** ولعلك اذا تأملت فیما القینا علیك علمت ان ھذا کله فی غیر محله وحاشا لمحمد ان یبیح الانتفاع به بلا ضرورة مع قول اللہ تعالٰی فانه رجس وانما الامر ما بینا انه اباح للضرورة ومن ضرورة الاباحة سقوط النجاسة واذا سقطت جازت الصلاة ولم یفسد الماء فمحمد اعتبر زمان الضرورة ولم یعتبر خصوص محلھا وابو یوسف اعتبر الامرین جمیعا وھو الصحیح لاجرم نص فی البرھان شرح مواھب الرحمن ان رخص محمد الانتفاع بشعرہ لثبوت الضرورة عندہ فی ذلك ومنعاہ لعدم تحققھا لقیام غیرہ مقامه اھ ونقله ط فی حاشیة المراقی وقال فی الغنیة شعر الخنزیر لما ابیح الانتفاع به للخرز ضرورة قال محمد انه لو وقع فی الماء لاینجسه اھ وقال العلامة عبد العلی البرجندی فی شرح النقایة اطلاق الشعر یدل علی ان شعر الخنزیر ایضا طاھر لایفسد الماء ولایضر حمله فی الصلاة وھو قول محمد وذلك لضرورة حاجة الناس الی استعماله فی الخرز وعند ابی یوسف نجس لان الخنزیر نجس العین کذا فی المحصور واما عظم الخنزیر فنجس اتفاقا لانه لاضرورة فی استعماله کما فی الشعر اھ فانظر کیف نصوا جمیعا ان تطھیر محمد مبتن علی الضرورة فظھر سقوط کل ما ذکر ھذا السید العلامة رحمہ اللہ تعالٰی واستبان ان لاحجة له فی قول النھر ولا منافاة بین قولی الدرر

وان عند زوال الفرورة يجب وفاق الكل على التحريم و التنجيس كما افاده العلامة المقدسی وتبعه العلامة نوح افندی ومن بعده وهو الذی نعتقد فی دین الله سبحنه وتعالٰی وبه ظهر الجواب عن هذا البحث بان لاضرورة فی شعر الکلب فعلی قائل النجاسة العمل بقضیتها ثم رأیت البرجندی صرح به حیث قال انا قد ذکرنا ان الکلب نجس العین عند بعضهم فینبغی ان یکون شعرہ نجسا عندهم اذ لاضرورة فی استعماله اھ **الخامس** ماعزاہ للمنیۃ مذکور ایضا فی الخانیۃ واعتمدہ واشار الی ضعف التفصیل حیث قال مانصہ الکلب اذا خرج من الماء وانتفض فاصاب ثوب انسان افسدہ قیل ان کان ذلک من ماء المطر لایفسدہ الا اذا اصاب المطر جلدہ وفی ظاهر الروایۃ اطلق ولم یفصل اھ وقد صرح فی خزانۃ المفتین برمز ق لقاضی خان ان شعر الخنزیر او الکلب اذا وقع فی الماء یفسدہ لانہ نجس العین لکن لقائل ان یقول اذا بنیتم حکایۃ الوفاق علی الروایۃ المختارۃ للسراج فلاوجہ للرد علیہ بروایۃ اخری نعم لو ذکر ماذکرنا عن الخانیۃ وبین ان الترجیح قد اختلف وان التنجیس ظاهر الروایۃ فوجب اختیارہ وسقط الحکم بالوفاق معتمدا علی اختیار السراج لکان وجیها وبعد اللتیا واللتی فحکایۃ الوفاق من خولۃ لاشک لاجرم ان صرح فی متن الغرر بالتثلیث فقال والکلب نجس العین وقیل لا وقیل جلدہ نجس وشعرہ طاهر اھ **واما الترجیح فاقول بوجوہ اولاً** یہی قول امام ہے کما قدمہ السائل عن الدرالمختار وقدمنا عن القہستانی والطحطاوی نظم الفرائد میں ہے ؎

وعندهما عین الکلاب نجاسۃ ؎ وطاهرۃ قال الامام المطهر

علیہ میں ہے مشی علیہ فی الحاوی القدسی اُسی میں ہے فی النهایۃ وغیرها عن المحیط الکلب اذا وقع فی الماء فاخرج حیا ان اصاب فمہ یجب نزح جمیع الماء وان لم یصب فمہ الماء فعلی قولهما یجب نزح جمیع الماء وعلی قول ابی حنیفۃ لا بأس وقال هذا اشارۃ الی ان عین الکلب لیس بنجس اسی طرح تجرید القدوری میں ہے کما نقلہ عنہ ایضا فی الحلیۃ بحرالرائق میں ہے قال فی القنیۃ رامزا للمجلد الائمۃ وقد اختلف فی نجاسۃ الکلب والذی صح عندی من الروایات فی النوادر والامالی انہ نجس العین عندهما وعند ابی حنیفۃ لیس بنجس العین اور کچھ روایتیں امام محمد سے بھی اس کے موافق آئیں فی الحلیۃ عن الخانیۃ عن الناطفی انہ اذا صلی علی جلد کلب او ذئب قد ذبح جازت صلاتہ

بحرالرائق میں عقدالفوائد سے ہے لایخفی ان ھذہ الروایۃ تفید طھارۃ عینہ عند محمد الخ منیہ میں ہے روی عن محمد امرأۃ صلت وفی عنقھا قلادۃ علیھا سن اسد اوثعلب اوکلب جازت صلاتھا اھ قال شارحھا العلامۃ ابراھیم کون الروایۃ عن محمد لاینافی کونھا اتفاقیۃ ففی الفتاوی ذکرھا مطلقا والدلیل یدل علیھا اھ **اقول** نعم اطلقھا فی الخانیۃ والخلاصۃ والولوالجیۃ وغیرھا وقد اسمعناک نص الخلاصۃ وھو بعینہ لفظ الخانیۃ والولوالجی عزاہ الیہ فی الحلیۃ لکن الاطلاق لایدل علی الاتفاق فربما یطلق المطلق مایختارہ وان کانت ھناک خلافات عدیدۃ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ **اقول** کیف تکون اتفاقیۃ مع ان المنقول عن الثانی والمشھور عن الثالث نجاسۃ عین الکلب وقد صححہ جماعۃ وان کان الاصح المعتمد المفتی بہ ھی الطھارۃ اھ نعم ھو صحیح بالنسبۃ الی ماعدا الکلب من السباع المذکورۃ وامثالھا بلکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی سے بھی بعض فروع اسی طرف جاتی ہیں فقد قرأنا علیک عن الانقروی عن الزاھدی عن الدبوسی فی مواطیئ الکلاب فی الطین ان طھارتھا ھی الروایۃ الصحیحۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا وھذہ کتب المذھب طافحۃ بتصریح جواز بیع الکلب وحل ثمنہ وانما ذکروا الخلف فی بیع العقور فعن محمد جوازہ وعن ابی یوسف منعہ واطلاق الاصل یؤید الاول وعلیہ مشی القدوری غیرہ وصحح شمس الائمۃ الثانی فقال انما لایجوز بیع الکلب العقور الذی لایقبل التعلیم وقال ھذا ھو الصحیح من المذھب کما نقلہ فی الفتح لاجرم ان قال حافظ الحدیث والمذھب الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار بعد ما حقق حل اثمان الکلب ھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین اھ وقال فی البحر ما یبیعہ وتملیکہ فھو جائز ھکذا نقلوا واطلقوا لکن ینبغی ان یکون ھذا علی القول بطھارۃ عینہ اما علی القول بالنجاسۃ فھو کالخنزیر فبیعہ باطل فی حق المسلمین کالخنزیر الخ فیستفاد من ذلک وفاقھم جمیعا علی تقفیۃ الطھارۃ من جراء تلک الروایات **اقول** لکن افاد فی الفتح منع توقف جواز البیع علی طھارۃ العین وانما یعتمد جوازہ جواز الانتفاع الاتری ان السرقین والبعر لما جاز الانتفاع بھما جاز بیعھما وقد قال فی الھدایۃ مجیبا عن استدلال الشافعی علی حرمۃ بیع الکلب بانہ نجس العین لانسلم نجاسۃ العین ولوسلم فیحرم التناول دون البیع اھ فان عدت قائلا ان حل الانتفاع ایضا یعتمد طھارۃ العین فان الخنزیر لما کان نجس العین لم یجز الانتفاع بہ بوجہ من الوجوہ بذلک

علوہ فی عامۃ الکتب نعم یجوز الانتفاع بنجس العین علی سبیل الاستھلاک وھذا ھوالثابت فی السرقین کما افادہ فی النہایۃ ونقلہ فی البحر **قلت** ثم ھذا یصلح دلیلا لاصل المدعی اعنی الطہارۃ اما جعلہ وجھا لتخصیص جواز البیع بقول الطہارۃ فکلا کیف وحل الانتفاع بالکلب بطریق الاصطیاد مجمع علیہ قطعا المانطق بہ النص الکریم فمبنی جواز البیع ثابت عند الکل وان انکر الصاحبان مبنی المبنی اعنی الطہارۃ کما انکر الشافعی فرع المبنی اعنی جواز البیع فافھم اور معلوم ومقرر ہے کہ کلام الامام امام الکلام، علما فرماتے ہیں قول امام پر افتا لازم ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں نہ کہ جب صاحبین سے بھی روایات اُن کے موافق ہوں اللھم الا لضرورۃ او ضعف دلیل وقد علم انتفاء ھما ھھنا بحرالرائق و فتاوی خیریہ وحاشیۃ طحطاویہ علی الدرالمختار وردالمحتار میں ہے واللفظ للعلامۃ الرملی المقرر ایضا عندنا انہ لایفتی ولایعمل الا بقول الامام الاعظم ولایعدل عنہ الی قولھما او قول احدھما او غیرھما الا لضرورۃ من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ کمسألۃ المزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما لانہ صاحب المذھب والامام المقدم ؎

اذا قالت حذام فصدقوھا ٭ فان القول ما قالت حذام

امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال اسی طرح اور کتب سے ثابت وقد ذکرناہ فی کتاب النکاح من فتاوٰنا تو واجب ہوا کہ طہارت عین ہی پر فتوٰی دیں اور اسی کو معمول ومقبول رکھیں **ثانیاً** یہی قول اکثر ہے کما یظھر لمن یطالع لقولنا فی التطھیر مع ماترکنا من الکثیر البثیر ویراجع نقول التجنیس بعدھا لا تبلغ نصف ذلک ولاثلثہ وان شرط مع ذلک عدم الاضطراب فلا یبقی فی یدہ الا اقل قلیل کما ستقف علیہ ان شاء اللہ تعالٰی وقد قال فی الحلیۃ الکثیر علی انہ لیس بنجس العین اور ثابت ومشہور ہے کہ معمول بہ وہی قول اکثر وجمہور ہے فی ردالمحتار قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر اھ وفی العقود الدریۃ عن شرح الاشباہ للبیری لایجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشائخ انہ متی اختلف فی مسألۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر **ثالثاً** یہی موافق احکام قرآن وحدیث ہے کما علمت وتعلم وقد قال فی الغنیۃ قبیل واجبات الصلاۃ لاینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتھا روایۃ اھ ومثلہ فی ردالمحتار **رابعاً** یہی من حیث الدلیل اقوی بلکہ قول تنجیس پر دلیل اصلاً ظاہر نہیں وقد سمعت قول الغنیۃ

لعدم الدلیل علی نجاسۃ العین اھ وقد اعترف بذلک الائمۃ الشافعیۃ قال فی البحر ولقد انصف النووی حیث قال فی شرح المھذب واحتج اصحابنا باحادیث لادلالۃ فیھا فترکتھا لانی التزمت فی خطبۃ الکتاب الاعراض عن الدلائل الواھیۃ اھ اھ وقال الامام العارف الشعرانی الشافعی فی میزان الشریعۃ الکبری سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالٰی یقول لیس لنا دلیل علی نجاسۃ عین الکلب الا انہ نھی عنہ الشارع من بیعہ او اکل ثمنہ اھ **اقول** ای ولا یتم ایضا فان الشارع صلی اللہ علیہ وسلم قد نھی عن بیع اشیاء واثمانھا وھی طاھرۃ العین وفاقا اخرج الائمۃ احمد والستۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام ولاحمد ومسلم والاربعۃ والطحاوی والحاکم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب والسنور علی ان علمائنا قد بینوا ان ذلک کان حین کان الامر بقتل الکلاب ولم یکن یحل لاحد امساک شیئ منھا فنسخ بنسخہ کما حققہ الامام ابوجعفر الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار **خامسًا** اگر دلائل میں تعارض بھی ہو تو مرجح اصل ہے کما نصوا علیہ فی الاصول وتشبثوا بہ فی مسائل الاسرار بالتامین وترک رفع الیدین وغیرھما اور اصل تمام اشیاء میں طہارت ہے حتی الخنزیر فانہ من المنی والمنی من الدم والدم من الغذاء والغذاء من العناصر والعناصر طاھرۃ حتی لولم یرد الشرع بتنجیس عینہ بقی علی اصلہ فی المیزان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ وانما النجاسۃ عارضۃ فانھا صادرۃ عن تکوین اللہ تعالٰی القدوس الطاھر الخ وفی الطریقۃ والحدیقۃ ص ان الطہارۃ فی الاشیاء اصل ش لان اللہ تعالٰی لم یخلق شیئا نجسا من اصل خلقتہ ص وشئ اماص النجاسۃ عارضۃ ش فاصل البول ماء طاھر وکذلک الدم والمنی والخمر عصیر طاھر ثم عرضت النجاسۃ اھ ملخصا ولذا قال فی الغنیۃ مھھنا والاصل عدمھا ای عدم النجاسۃ کما مر **سادسًا** اسی میں تیسیر ہے لاسیما علی من ابتلی باقتنائہ لصید اوزرع اوماشیۃ والتیسیر محبوب فی نظر الشارع یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الدین یسر الحدیث رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا رواہ احمد والشیخان والنسائی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ **سابعًا** بعض قائلان تنجیس کے اقوال خود مضطرب ہیں کہیں نجاست عین پر حکم فرماتے کہیں طہارت عین کا بتا دیتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں

جس مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی کے مسائل الآسار میں ہے الصحیح من المذھب عندنا ان عین الکلب نجس اسی کے باب الحدث میں ہے جلد الکلب یطھر عندنا بالدباغ خلافا للحسن والشافعی لان عینہ نجس عندھما ولکنا نقول الانتفاع بہ مباح حالۃ الاختیار فلوکان عینہ نجسۃ لما ابیح الانتفاع بہ اُسی کی کتاب الصید میں ہے بھذا یتبین انہ لیس بنجس العین جس فتاوٰے ولوالجیہ میں مسئلہ تنجس ثوب بانتفاض کلب بیان کیا قال فی البحر ولایخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ اسی میں مثل تجنیس مسئلہ جواز صلاۃ مع قلادہ اسنان کلب بیان فرمایا قال فی البحر ولایخفی ان ھذا کلہ علی القول بطہارۃ عینہ جس ایضاح میں عبارت مبسوط شیخ الاسلام فی روایۃ لایطھر وھو الظاھر من المذھب نقل کرکے خود اپنے متن اصلاح کے قول الاجلد الخنزیر والآدمی پر اعتراض فرمایا الحصر مذکور علی خلاف الظاھر اسی کی کتاب البیوع میں فرمایا صح بیع الکلب خلافا للشافعی لانہ نجس العین عندہ لاعندنا لانہ ینتفع بہ جس درر وغرر میں وہ فرمایا محتاکرا الکلب نجس العین الخ اُنہیں کی بیوع میں ہے صح بیع کل ذی ناب کالکلب لانہ مال متقوم الا الخنزیر لانہ نجس العین اھ ملخصا جس خزانۃ المفتین میں ہے عینہ نجس اسی میں ہے سنہ لیس بنجس جس خانیہ میں مسائل متقدمہ شعر وانتفاض فرمائے اور فرمایا اذا مشی کلب علی ثلج یصیر الثلج نجسا وکذا الطین والردغۃ اھ ملخصا یہاں تک کہ حلیہ وغنیہ وبحر الرائق میں واقع ہوا واللفظ للبحر اختار قاضی خان فی الفتاوی نجاسۃ عینہ وفرع علیھا فروعا اھ اُسی خانیہ میں فرمایا سنہ غیر نجس اور فرمایا لو صلی وفی عنقہ قلادۃ فیھا سن کلب اوذئب یجوز صلاتہ اور فرمایا ان کان فی کمہ ثعلب اوجرو کلب لاتجوز صلاتہ لان سؤرہ نجس لایجوز بہ التوضؤ بلکہ صاف واضح فرمادیا کہ اُس کی نجاست عین کے یہ معنی ہیں کہ اس کا مادہ نجاسات ہیں لہذا اُس کا بدن غالباً ناپاک ہوتا ہے حیث قال ینزح کل الماء اذا وقع فیھا کلب اوخنزیر مات اولم یمت اصاب الماء فم الواقع اولم یصب اما الخنزیر فلان عینہ نجس والکلب کذلک ولھذا لو ابتل الکلب وانتفض فاصاب ثوبا اکثر من قدر الدرھم افسدہ لان ماواہ النجاسات وسائر السباع بمنزلۃ الکلب اھ ملخصا اور اسی باب سے ہے عامہ کتب مذہب کا اتفاق کہ کلیہ کل اھاب دبغ طھر سے سوا خنزیر کے کسی جانور کا استثنا نہیں فرماتے فقیر کی نظر سے گزرا کہ کسی کتاب میں یہاں الکلب بھی فرمایا ہو اگرچہ دوسری جگہ طہارت جلد کلب میں خلاف نقل کریں وباللہ التوفیق

واما التزیین فاقول اولاً امر بالقتل سے تحریم پر استدلال تو ایک طریق ہے مگر نجاست عین پر

اُس سے استخراج محض باطل وتحقیق احادیث میں سانپ بچھو چیل کوّے چوہے چھپکلی گرگٹ وغیرہا اشیائے کثیرہ کے قتل کا حکم ہے یہاں تک کہ احرام میں حتی کہ حرم میں پھر کیا یہ سب اشیاء نجس العین ہو جائیں گی هذا الحدیث به احد اخرج الائمة مالك واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة عن ابن عمر والبخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة وابوداؤد بسند حسن عن ابی هریرة واحمد باسناد حسن عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهم کلهم عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم خمس من الدواب لیس علی المحرم فی قتلهن جناح الغراب والحدأة والعقرب والفارة والکلب العقور وفی حدیث ابن عباس خمس کلهن فاسقة یقتلهن المحرم ویقتلن فی الحرم وعد الحیة بدل الحدأة وفی احدی روایات الصدیقة الحیة مکان العقرب احمد والشیخان وابوداؤد والترمذی وابن ماجة عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اقتلوا الحیات اقتلوا ذا الطفیتین والابتر الحدیث ابوداؤد والنسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبد اللّٰه البجلی وعن عثمان بن ابی العاص بسند صحیح عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اقتلوا الحیات کلهن فمن خاف ثارهن فلیس منا ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابی هریرة والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اقتلوا الاسودین فی الصلاة الحیة والعقرب وایضا هو عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اقتلوا الوزغ ولو فی جوف الکعبة احمد عن ابن مسعود بسند صحیح عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من قتل حیة فکانما قتل رجلا مشرکا قد حل دمه احمد وابن حبان بسند صحیح عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من قتل حیة فله سبع حسنات ومن قتل وزغة فله حسنة **ثانیاً** رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لاتقربهم الملائکة الجنب والسکران والمتضمخ بالخلوق رواه البزار باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما اس حدیث میں مست نشہ کو بھی فرمایا کہ ملائکہ اُس کے پاس نہیں آتے کیا مدہوش نجس العین ہے **ثالثاً** ولوغ کلب سے غسل اناء بلکہ مبالغہ تسبیع وتثمین وتتریب کو بھی تنجیس عین سے اصلاً علاقہ نہ ہونا جانے بدیہیات سے ہے وقد اغرب الشوکانی فی نیل الاوطار فجعله حجة زاعما انه اذا کان لعابه نجسا وهو عرق فمه ففمه نجس ویستلزم نجاسة سائر بدنه وذلك لان لعابه جزء من فمه وفمه اشرف ما فیه من بدنه فبقیة بدنه اولی

اقول هذا کما تری یساوی هذیانا ... فضلا عن فاضل ثم هو انما یتولد من لحم ... فما یدل علی نجاسة المحرم دون العین ثم ...

لدل علی نجاسۃ عین کل ما سؤرہ نجس وھو باطل **رابعاً** حدیث انھا لیست بنجس انھا من الطوافین علیکم والطوافات حدیث حسن صحیح ہے اخرجہ الائمۃ مالک واحمد والاربعۃ وابن حبان والحاکم وابن خزیمۃ وابن مندۃ فی صحاحھم عن ابی قتادۃ وابوداؤد والدارقطنی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مگر یہ حدیث ابی ہریرہ کا تتمہ نہیں نہ اس میں مقابلہ کلب ہے کہ اس میں نفی نجاست سے اُس میں اثبات ہو حدیث ابی ہریرہ جس کے طریق مطول میں ذکر قصّہ ومقابلہ بالکلب اُس کا تتمہ یا طرق مختصرہ کی تمام حدیث احمد و اسحاق بن راہویہ وابوبکر بن ابی شیبہ ودارقطنی وحاکم وعقیلی سب کے یہاں اسی قدر ہے کہ الھر یا السنور سبع فرواہ الاربعۃ الاول من طریق وکیع عن سعید بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھر سبع ورواہ الدارقطنی من جھۃ محمد بن ربیعۃ عن سعید عن ابی زرعۃ وھو مطولا بالقصۃ والحاکم من حدیث عیسی بن المسیب ثنا ابو زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السنور سبع وقال العقیلی فی ترجمۃ عیسی بن المسیب من کتاب الضعفاء **حدثنا** محمد بن زکریا البلخی نا محمد بن ابان ومحمد بن الصباح قالا ثنا وکیع نا عیسی بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر الھر فقال ھی سبع اھ فلعل العلامۃ الدمیری شبّہ علیہ فانتقل ذھنہ فی تتمۃ ھذا الحدیث الی ذاک ھذا الی لفظ الھرۃ وقد ذکرہ علی الصواب فی لفظ السنور فقال روی الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یأتی دار قوم من الانصار فساق الحدیث الی قولہ فقال السنور سبع اھ **فان قلت** ربما یحصل لنا المقصود بھذا اللفظ ایضا فان الحدیث قد علل زیارۃ اھل بیت عندھم ھرّ دون الذین عندھم کلب بانھا سبع فدل علی ان الکلب اخبث من السبع وقد تقرر عندنا نجاسۃ اسآر سائر السباع فلو کانت ھی ایضا تضاری الامر فی الکلاب غیر متعدیۃ من اللعاب الی الاھاب لم یکن لھذا التعلیل معنی **قلت** نعم یدل علی زیادۃ شیئ فی الکلب علی سائر السباع ولیکن ما فیہ من عدم دخول الملٰئکۃ بیتا ھو فیہ اما خصوص الفرق بنجاسۃ العین فکلا ومن ادعی فعلیہ الدلیل ولعل تعلیلی ھذا احسن من تعلیل الطیبی بان الکلب شیطان کما نقلہ فی مجمع بحار الانوار وافترہ بان ذلک انما ورد فیما نعلمہ فی الکلب الاسود کما فی حدیث قطع الصلاۃ عند احمد والستۃ الا البخاری عن عبد اللہ بن الصامت عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ فانہ یقطع صلاتہ المرأۃ والحمار والکلب الاسود

قلت یا اباذر ما بال الکلب الاسود من الکلب الاحمر من الکلب الاصفر قال یا ابن اخی سألت رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما سألتنی فقال الکلب الاسود شیطان ولاحمد عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی
عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الکلب الاسود البہیم الشیطان وقد دل السؤال والجواب ان القید
ملحوظ وان غیر الاسود عن ذلك محفوظ **فان قلت** ما یدریك لعل الکلب الذی کان فی بیتہم کان اسود
قلت ما یدریك لعلہ کان احمر واصفر وبالجملۃ فالحدیث اقتصر فی معرض التعلیل علی وصف
الکلبیۃ فلو کان العلۃ خصوص اللون لصرح بہ او اتی بلام العہد ہذا ثم ان فی الحدیث تاویلا اٰخر
افادہ ایضا الطیبی فقال ہو استفہام انکار اھ فعلی ہذا یکون المعنی اثبات السبعیۃ للکلب ونفیہا عن
الہر فینعدم الاستدلال من اصلہ **اقول** لکن الحدیث فی بعض طرقہ بلفظ ان السنور سبع کما فی
المیزان فافہم۔ **خامسا** عبارت شرح وقایہ سے استدلال عجیب ہے حالانکہ اُسی کی بیوع میں یہاں تک
تصریح ہے **م** صح بیع الکلب والفہد والسباع علمت اولا **ش** ہذا عندنا وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز
بیع الکلب العقور وعند الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز بیع الکلب اصلا بناء علی انہ نجس العین عندہ بالجملہ قول ارجح واصح بلکہ ماخوذ و
معمول ومفتی بہ وہی طہارت عین ہے تو جتنے امور بربنائے نجاست عین مانے جاتے ہیں سب خلاف معتمد
ومخالف قول مختار ومشید ہیں۔ لاجرم فتح میں فرمایا ماذکر فی الفتاوی من التنجس من وضع رجلہ موضع رجل
کلب فی الثلج او الطین ونظائر ہذہ مبنی علی روایۃ نجاسۃ عین الکلب ولیست بالمختارۃ حلیہ میں فرمایا
الکثیر علی انہ لیس بنجس العین وعلی ہذا فیکون الصحیح عند الکثیر انہ لاینزح اذا اخرج ولم یصب الماء
فمہ کما ہو معزو الی ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ پس عند التحقیق اس کے بال[1] بھی پاک کھال[2] بھی پاک ذبح[3]
و دباغت باعث تطہیر جلد علی القول المتفق علیہ عندنا والحم[4] ایضا علی اضعف التصحیحین زندہ و مردہ[5]
مذبوح وغیر مذبوح ہر حالت میں دانت پاک، ناخن پاک اگر کنوئیں[6] میں گرا اور زندہ نکل آیا اور بدن پر کوئی
نجاست معلوم نہ تھی نہ لعاب پانی کو پہنچا تو پانی پاک تطییبًا للقلب صرف بیس ڈول نکالے جائیں۔ کیچڑ[7] وغیرہ
پر چلا ہے اور وہیں آدمی برہنہ پا چلے تو پاؤں نجس نہ ہوں گے۔ پانی[8] میں بھیگا ہوا چٹائی پر لیٹے[9] یا بدن[10] جھاڑے
اور اُس کی چھینٹوں سے کپڑا وغیرہ تر ہوجائے ناپاک نہ ہوگا جب تک بدن پر نجاست نہ ہو ان تمام فروع
میں تو اصلا کلام نہیں وقع فی الدر لیس بنجس العین وعلیہ الفتوی فیباع ویؤجر ویضمن ولایفسد الثوب
بعضہ مالم یر ریقہ ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا وشرط الحلوانی شد فمہ اھ ملخصا **اقول** اما البیع فقد

لے یشیر الی ان لیس بمعنی عدم معنی الہمزۃ ۱۲

تقدم الکلام علیہ وھو الکلام فی الاجارۃ فانھا ایضا انما تعتمد حل الانتفاع واما عدم فساد الثوب مالم یبتل بلعابہ فقد اقرہ علی ھذا التفریع محشیۃ العلامۃ الشامی والعبد الضعیف لایحصلہ فانہ ماش علی قول التنجیس ایضا قطعا لان الرجس لایعدی النجاسۃ الابالبلل ونجاسۃ ریقہ لاخلف فیھا فی المذھب فعدم النجاسۃ بمس یابس والتنجس بشفۃ رطبۃ کلاھما متفق علیہ لاجرم ان قال البحر فی البحر لایخفی ان ھذہ المسألۃ علی القولین الخ ثم رأیت العلامۃ الطحطاوی نبہ علیہ معترضا ایضا من البحر واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم **باقی رہی** وہ فرع کہ اُس کے حامل کی نماز ہوگی یا نہیں اگر کتا خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے جب تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں صحت نماز خاص اسی مذہب صحیح یعنی طہارت عین ہی پر مبنی ہے قول نجاسۃ پر نماز نہ ہوگی کہ اگرچہ کتا خود آکر بیٹھا مگر وہ عین نجاست ہے تو مصلّی حامل نجاست ہوا اور قول طہارت پر ہوجائے گی کہ اب نجس ہے تو لعاب اور لعاب محمول کلب ہے، نہ محمول مصلّی اور حمل بالواسطہ یہاں معتبر نہیں جیسے ہوشیار بچہ جس کے جسم وثوب یقینا ناپاک ہوں خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے نماز جائز ہے اگرچہ ختم نماز تک بیٹھا رہے کہ اس صورت میں مصلّی خود حامل نجاست نہیں اور جبکہ مذہب مفتی بہ طہارت عین ہے تو اس صورت میں جواز نماز بھی قطعاً مفتی بہ فان مالایبتنی الا علی الصحیح لایکون الا صحیحا وھذا کما تری من اجلی البدیہات، غنیہ میں ہے (ان صلی ومعہ سنور تجوز) صلاتہ مطلقا ان جلس بنفسہ واذالم یکن علی ظاھرہ نجاسۃ مانعۃ ان حملہ اما ان کان علیہ نجاسۃ مانعۃ اذذاك فلاتجوز صلاتہ کما لوحمل صبیا لا یستمسك بنفسہ وفی ثیابہ اوبدنہ نجاسۃ مانعۃ لانہ حینئذ ھو الحامل للنجاسۃ بخلاف المستمسك فان المصلی لیس حاملا للنجاسۃ التی علیہ (بخلاف الکلب) اذا حملہ المصلی حیث لاتجوز صلاتہ لانہ حامل للنجاسۃ التی ھی لعابہ اما اذا جلس علیہ بنفسہ فعلی روایۃ انہ نجس العین کذلك لانہ حاملہ وھو نجاسۃ واما علی الروایۃ الصحیحۃ فینبغی ان تجوز صلاتہ لانہ غیر حامل للنجاسۃ کما فی الھرۃ ونحوھا علی ما سبق اھ ملخصا اور اگر خود مصلّی ہی نے اُسے لے کر نماز پڑھی یا نماز میں اٹھالیا تو قول طہارتِ عین ہی پر اس صورت میں دو۲ قول ہیں **اقول** والسرفیہ ان الابتداء علی شیئ لہ وجھان احدھما ان لایبتنی الاعلیہ والاخران یکون ھواحد مایبتنی علیہ والمبنی علی الصحیح بالمعنی الاول صحیح قطعا وبالمعنی الاخر لایجب ان یکون صحیحا لجواز ان یکون البعض الاٰخر مما یبتنی علیہ غیر صحیح فلایکون المبنی صحیحا بسببہ وعن ھذا نقول ان صحۃ الفرع تستلزم صحۃ الاصل ولاعکس لان الاصل لازم اعم فثبوتہ

غیر قاصر بثبوت ملزومہ اس قول پر اگرچہ عین کلب نجس نہیں مگر لعاب تو بالاتفاق نجس ہے اور اصل کلی یہ ہے کہ کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی ورنہ نماز محال ہو کہ خود بدن مصلی خون وغیرہ سے کبھی خالی نہیں اب نظر علماء دو مسلک پر مختلف ہوئی **مسلک اول** جن کی نظر میں لعاب جب تک منہ سے باہر نہ نکلے اپنے معدن میں ہے۔ انہوں نے حکم صحت دیا تو مطلقاً جیسا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں اختیار فرمایا اور اپنے مشائخ کرام سے نقل کیا اور اسی پر حلیہ میں اور بحر الرائق و درمختار کے کتاب الطہارات میں اور حلبی و شامی نے حواشی در اور طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں جزم فرمایا یا اس شرط کے ساتھ کہ اُس کا منہ بندھا ہو ورنہ نماز نہ ہوگی۔ یہ امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی کا ارشاد ہے محیط رضوی و نصاب و ابو السعود وغیرہا اور بحر و دُرر کی شروط الصلاۃ میں اسی پر اعتماد اور اسی طرف علامہ طحطاوی نے حاشیہ دُر میں میل کیا اور نظر فقہی میں تحقیق وہی ہے کہ بندش شرط نہیں۔ قبل از فراغ نماز لعاب بقدر مانع جواز کے سیلان پر بنا ہے تب ہے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ منہ کھلا رہے ورنہ نہیں اگرچہ بندھا ہو۔ **اقول** بلکہ حق یہ کہ شرط **بندش** کا مقصود بھی یہی ہے کما یفیدہ ما نذکر عن المحیط وغیرہ من تحلیل التقیید غالباً لعاب کلاب منہ کھلا ہونے کی حالت میں سیلان کرتا اور بندش سے رکنا مظنون ہے لہٰذا شد وفتح سے تعبیر کی گئی ومثلہ کثیر الوقوع من الفقہاء کما لایخفی علی من تتبع غرض اختلاف لفظی ہے نہ معنی ہیں وبھذا یندفع التہافت المظنون فی کلمات البحر والدر والطحطاوی وباللہ التوفیق، بہر حال ان سب ائمہ وعلماء نے نجاست لعاب کا اعتبار نہ فرمایا جب تک منہ سے باہر سیلان نہ کرے۔ اس مسلک پر بلاشبہ یہ فرع بھی صرف اُسی طہارت عین کلب پر مبنی اور جب وہ مفتی بہ تو یہ بھی اس طریقہ پر یقیناً مفتی بہ فی البحر عن البدائع انہ (ای طہارۃ عین الکلب) اقرب القولین الی الصواب ولذلک قال مشائخنا فیمن صلی وفی کمہ جرو انہ تجوز صلاتہ وقید الفقیہ ابو جعفر الھندوانی الجواز بکونہ مشدود الفم اھ وفی البحر ایضا اذا صلی وھو حامل جروا صغیرا لاتصح صلاتہ علی القول بنجاستہ مطلقا وتصح علی القول بطہارتہ اما مطلقا او بکونہ مشدود الفم کما قدمناہ عن البدائع اھ وفی حاشیۃ المراقی انہ لیس بنجس العین وعلیہ الفتوی واثر الخلاف یظھر فیما لو صلی وفی کمہ جرو صغیر جازت علی الاول لا الثانی وشرط الھندوانی کونہ مشدود الفم اھ ملخصا وفی البزازیۃ عن النصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز اھ وفی شروط الصلوۃ للدر والبحر ونحوہ فتح اللہ المعین واللفظ للدر ما یتحرک بحرکتہ او یعد حاملا لہ

كصبي عليه نجاسة ان لم يستمسك بنفسه منع والا لا كجنب وكلب ان شد فمه فى الاصح اھ وفی حاشيته للعلامة ط **قوله** ان شد فمه لو قال وكلب ان لم يسل منه مالم يمنع الصلاة لكان اولى لانه لو علم عدم السيلان او سال منه دون المانع لا يبطل الصلوة وان لم يشد فمه حلبی وفيه تأمل اھ ونقل العلامة الشامی ما افاده الحلبی فاقره وايده وفی الحلية فی محيط رضی الدين رجل صلی ومعه جرو كلب وما لا يجوز ان يتوضأ بسؤره قيل لم يجز والاصح انه ان كان فمه مفتوحا لم يجز لان لعابه يسيل فی كمه فيصير مبتلا بلعابه فيتنجس كمه فيمنع جواز الصلاة ان كان اكثر من قدر الدرهم فان كان فمه مشدودا بحيث لا يصل لعابه الى ثوبه جاز لان ظاهر كل حيوان طاهر ولا يتنجس الا بالموت ونجاسة باطنه فی معدنها فلا يظهر حكمها كنجاسة باطن المصلی انتهى والاشبه ان هذا التفصيل فی كلب من شانه غلبة سيلان لعابه بحيث يبلغ ما يسيل منه قبل فراغ حامله ما يمنع صحة الصلاة وان شد فوه يمنع ذلك منه وما ليس كذلك فالاشبه فيه اطلاق الجواز كما هو ظاهر ما فی البدائع عن مشائخنا اھ

مسلک دوم جن کی نظر اس طرف گئی کہ لعاب سطح دہن میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ باطن گوشت سے متولد ہو کر دہن میں آتا ہے تو منہ سے باہر نکلنے نہ نکلنے کو کچھ دخل نہ رہا کہ اپنے اصل موضع سے منتقل ہو چکا تو اگرچہ بیرون دہن نہ آئے حکم نجاست پالیا جیسے خون کہ اندر سے نکل کر دہن و زبان کی سطح پر آجائے پس صورت مذکورہ میں دہن کلب وغیرہ سباع بہائم کے اندر ہی لعاب کا ہونا حمل نجاست کا موجب ہے انہوں نے مطلقاً فساد نماز کا حکم دیا۔ خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و ذخیرہ و منتقی و منیہ و غنیہ میں اسی پر جزم فرمایا ففی الاربع الاول اللفظ للخانية والمعنى واحد والسياق للوجيز صلی ومعه حيوان حی يجوز التوضؤ بسؤره كالفارة يجوز وان كان سؤره نجسا كالجرو وكلب لا يجوز وفی النصاب ان كان الجرو مشدود الفم يجوز اھ وفی الحلية عن الذخيرة عن المنتقى عن محمد صلی ومعه حية او سنور او فارة اجزأه وقد اساء وان كان ثعلب او جرو كلب لم تجز صلاته وذكر فی جنس هذه المسائل اصلا فقال كل ما يجوز التوضؤ بسؤره تجوز الصلاة معه وما لا يجوز الوضوء بسؤره لا تجوز الصلاة معه انتهى قال فی الحلية بعد نقله ولكن لا يعرى عن تأمل وسنوضحه الخ والموعود به هو ما قدمنا عنها من ان الاشبه التفصيل بالشد والفتح فی كلب شانه كذا واطلاق الجواز فی غيره قال بعد تحقيقه وحينئذ فيظهر ان فی كلية الاصل المذكور نظرا فتنبه له اھ وفی المنية ان صلی ومعه سنور او حية يجوز بخلاف جرو الكلب اھ وفی الغنية لا يقال النجاسة

التی فی محلہا غیر معتبرۃ ولا یعطی لہا حکم النجاسۃ لانا نقول سلمنا ولکن اللعاب قد انتقل عن محلہ
الذی تولد فیہ واتصل بالفم الذی لہ حکم الظاہر بالنظر الی مایخرج من الباطن فاعتبر نجاسۃ
وقد تنجس بہ لسانہ وسائر فمہ فکان مانعا اھ ملخصا اس مسلک پر یہ فرع صرف طہارت عین پر
مبنی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ صحت صلاۃ کے لئے طہارت لعاب بھی درکار اور وہ کلب وغیرہ سباع کی
بہائم میں مفقود لہذا صحت نماز بھی مفقود اگرچہ طاہر العین ہی ہو ایسی جگہ المبنی علی الصحیح صحیح صحیح نہایت یہ تو اختلاف
علماء تھا ترجیح دیکھیے تو وہ مسلک اوّل ہی کی طرف ہے مجتبٰی رضوی وبحر الرائق ودرمختار وغیرہا میں صراحۃً اُس
کی تصحیح بلفظ اصح اور حلیہ میں بلفظ اشبہ مذکور کما مر وقد صرح العلامۃ الفقیہ خیر الدین الرملی فی فتاواہ
الخیریۃ لنفع البریۃ من کتاب الطلاق بمانصہ وانت علی علم بانہ بعد التنصیص علی اصحیتہ لایعدل
عنہ الی غیرہ اھ وفیہا من کتاب الصلح حیث ثبت الاصح لایعدل عنہ مع ہذا اکثر وہ کتابیں جن میں
مسلک اول اختیار فرمایا شروح ہیں اور مسلک دوم پر اکثر مشی کرنے والے فتاوے اور شروح فتاوے پر
مرجح ہیں کما نصوا علیہ فی مواضع لا تحصی کثرۃ تو ثابت ہوا کہ مذہب ارجح پر اس فرع کو بھی مثل فرع سابق نفس
صرف طہارت عین ہی پر ابتناء ہے اور ایسی جگہ بلاشبہ المبنی علی الصحیح صحیح صحیح اما تدقیق الغنیۃ **فاقول** وباللّٰہ
التوفیق سلمنا ان السؤر لایتولد فی الفم لکن لاشک ان معدنہ ہو الفم حتی انہ لایسمی بہ مالم یطلع فی الفم وبہ فارق الدم ولا یجب ان یکون معدن شیئ
شیئ تولد فیہ الاتری ان العروق معادن الدم لاشک مع انہ لایتولد فیہا بل فی الکبد ثم یسری الیہا ویجری فیہا
وقد رأیناکم فی مسئلۃ ان السخلۃ اذا وقعت من امہا رطبۃ فی الماء لاتفسدہ عللتموہا بقولکم وہذا
لان الرطوبۃ التی علیہا لیست بنجسۃ لکونہا فی محلہا اھ فاذا کانت رطوبۃ رحم امہا علی جلدہا فی
محلہا فما ظنکم بالریق فی الفم بل التحقیق عندی ان نفی الکون فی المحل عن ہذا واثباتہ لرطوبۃ
السخلۃ کلاہما سہو اما الاول فلما سمعت واما الاخر فلان المحل الذی لایحکم فیہ بنجاسۃ النجاسۃ
انما ہو معدنہا لا ما اصابتہ ومعدن تلک الرطوبات ہی الرحم دون جلد السخلۃ کما لایخفی والفرع
ماش علی قول الامام بطہارۃ رطوبۃ الرحم فقد حققناہ فیما علقنا علی رد المحتار ان الفرج فی قولہم
رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ لا عندہما بالمعنی الشامل للفرج الخارج والفرج الداخل والرحم جمیعا
ومابدی من التعارض فی الفروع فللتفریع علی القولین بس ثابت ہوا کہ ان دونوں مسئلہ اصل وفرع
میں کلام زید عین اصابت سے ناشی اور قول صحیح ورجیح واصح وارجح پر ماشی ہے ہکذا ینبغی التحقیق

واللہ تعالیٰ ولی التوفیق **تنبیہ سر نبیہ** ہر عاقل ذی علم جانتا ہے کہ جواز بمعنی صحت و بمعنی اباحت خصوصًا اباحت بالمعنی الاخص الغیر الشامل لکراہۃ التنزیہ اعنی تساوی الطرفین میں زمین آسمان کا فرق ہے اول ہرگز مستلزم ثانی نہیں۔ بہت افعال کہ مکروہ تنزیہی بلکہ تحریمی بلکہ حرام ہیں منافیِ صحت نماز نہیں ہوتے تو نماز اُن افعال کے ساتھ جائز ہوگی یعنی صحیح و مسقط فرض مگر وہ فعل جائز و مباح بالمعنی المذکور نہ ہوگا بلکہ حرام یا گناہ یا ناپسند علمائے کرام اہل مسلک اول کہ حمل کلب وغیرہ سباع سوائے خنزیر کے ساتھ نماز جائز بتاتے ہیں جواز بمعنی صحت میں کلام فرما رہے ہیں یعنی ان جانوروں کا پاس ہونا نہ طہارت وغیرہ کسی شرط نماز کا منافی نہ کسی رُکن و فرض نماز کا منافی تو نماز فاسد نہ ہوگی فرض اُتر جائے گا معاذ اللہ یہ نہیں فرماتے کہ بے ضرورت شرعیہ ایسا فعل مکروہ و ناپسند نہیں جانتا کلب تو کلب اُن جانوروں کی نسبت جن کا نہ صرف بدن بلکہ لعاب بھی پاک ہے صاف تصریح فرماتے ہیں کہ نماز میں اُنہیں اٹھائے ہونا بُرا ہے جو ایسا کرے گا بُرا کرے گا، خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و ذخیرہ و منتقی کی عبارتیں محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سُن چکے کہ یجوز واساء اجزاہ وقد اساء نماز تو ہوگئی مگر اس نے بُرا کیا تو جب پاک بدن پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے ناپاک دہن جانور کو لینا کس قدر سخت ناپسند رکھیں گے بلکہ جانور کا کیا ذکر بے ضرورت لڑکوں بچوں کا اٹھانا بھی مکروہ بتاتے ہیں درمختار میں ہے یکرہ حمل الطفل یہاں تک کہ بے ضرورت تلوار باندھنا بھی مکروہ رکھتے ہیں جبکہ اس کی حرکت سے دل بٹے نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے لایکرہ تقلد المصلی بسیف ونحوہ اذا لم یشتغل بحرکتہ وان شغل کرہ فی غیر حالۃ قتال تو ان کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اس فعل کو پسند رکھتے ہیں یا ناپسند نہیں جانتے ہیں محض بدگمانی و بدزبانی ہے بحمد اللہ تعالیٰ اس تقریر سے روشن ہوگیا کہ غیر مقلد صاحبوں کا اس مسئلہ کو مطاعن ائمہ عظام حنفیہ کرام خصہم اللہ تعالیٰ باللطف العام و عمہم بالجود والانعام میں شمار کرنا محض سفاہت دبے عقلی ہے حضرات صاحبین اور اُن کے موافقین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک تو کتا نجس العین ہے اور طاہر ماننے والوں سے بھی ایک جماعت عظیمہ اہل مسلک ثانی مطلقًا اس صورت میں نماز فاسد بتاتے ہیں رہے قائلین طہارت سے اہل مسلک اول وہ بھی اساءت و کراہت کی تصریح فرماتے ہیں۔ اُن کا مطلب صرف اس قدر کہ اگر کسی شخص نے کسی ضرورت و حاجت خواہ اپنی نادانی و جہالت سے ایسا کیا تو نماز باطل نہ ہوگی اس میں معاذ اللہ کیا جائے طعن ہے ہاں اگر فرماتے کہ ایسا کرنا چاہئے یا کرے تو کچھ ناپسندیدہ نہیں تو ایک بات تھی مگر حاشا وہ اس تہمت سے پاک و منزہ ہیں

وللہ الحمد الحمد للہ کہ یہ جواب ۴[1] ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ روز جان افروز دو شنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ **سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب** نام ہوا و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین و افضل الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ (۱۰۲) از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بغل میں داد یا پھنسی کسی قسم کی ہوگئی ہے اُس میں چُل ہوتی ہے جس وقت کھجاتا ہوں تو کچھ لہو سا نکل آتا ہے۔ اُس جگہ کا پاک کرنا بسیلان آب تو بغیر غسل سارے بدن زیریں کے ہو نہیں سکتا لہذا اُسی موضع کو تین مرتبہ کپڑا پانی میں تر کرکے اپنے فہم کے موافق پاک کرلیتا ہوں اور کپڑا ہر مرتبہ میں دوسرا لیتا ہوں کہ اول کو پاک کرنا ذرا دشوار ہوتا ہے اور یہی صورت جناب مولوی سعادت حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ نے بتائی اگر آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے تو انشاء اللہ تعالٰی اطمینان کلی ہوجائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مختلف فیہا اور مشائخ فتوٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں معرکۃ الآرا رہا ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ اسی پر فتوٰی دیتا ہے کہ بدن سے نجاست دور کرنے میں دھونا یعنی پانی وغیرہ بہانا شرط نہیں بلکہ اگر پاک کپڑا پانی میں بھگو کر اس قدر پونچھیں کہ نجاست مرئیہ ہے تو اُس کا اثر نہ رہے مگر اتنا جس کا ازالہ شاق ہو اور غیر مرئیہ ہے تو ظن غالب ہوجائے کہ اب باقی نہ رہی اور ہر بار کپڑا تازہ لیں یا اُسی کو پاک کرلیا کریں تو بدن پاک ہوجائے گا اگرچہ ایک قطرہ پانی کا نہ بہے۔ یہ مذہب ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے اور یہاں امام محمد بھی ان کے موافق ہیں اور بہت اکابر ائمہ فتوٰی نے اسے اختیار فرمایا اور عامہ کتب معتبرۂ مذہب میں بہت فروع اسی پر مبتنی ہیں تو اس پر بے تردد عمل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً انگلی پر کچھ نجاست لگ گئی تھی اسے خبر نہ تھی کسی وجہ سے انگلی تین بار چاٹ لی یہاں تک کہ اُس کا اثر جاتا رہا انگلی پاک ہوگئی۔ عورت کے سرپستان پر بچے نے دودھ پیا یہاں تک کہ اثر نجاست زائل ہوا پستان پاک ہوگئی فی الدر المختار والبحر وغیرہما تطھر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا شراب پی اُس کے بعد اپنے لب تین بار چاٹ لئے اور لعاب دہن میں پیدا ہوکر بار بار نگل لیا یہاں تک اثر خمر نہ رہا منہ پاک ہوگیا یونہی بلی نے چوہا کھا کر زبان سے اپنا منہ

[1] بسبب مکابرۂ بعض اہل بدعت و تحریر بعض دیگر فتاوائے فرور بہ بارہ روز تک یہ جواب لکھا گیا ۱۲

صاف کرلیا اور دیر گزری کہ دہن بوجہ لعاب صاف ہوگیا اس کے بعد پانی پیا ناپاک نہ ہوگا فی التنویر
سؤر شارب خمر فور شربہا وھرۃ فور اکل فارۃ نجس فی رد المحتار عن الحلیۃ بخلاف ما اذا مکث ساعۃ
ابتلع ریقہ ثلث مرات بعد لحس شفتیہ بلسانہ وریقہ ثم شرب فانہ لاینجس ولابد ان یکون المراد اذا
لم یکن فی بزاقہ اثر الخمر من طعم اوریح اھ وفیہ عنہا فی مسألۃ الھرۃ فان مکثت ساعۃ ولحست فمہا
فمکروہ منیۃ ولاینجس عندھما وقال محمد ینجس لان النجاسۃ لاتزول عندہ الا بالماء الخ ۵ فی ہوئی اور
ایک دیر کے بعد کہ آمد ورفت لعاب سے اُس کا اثر کھو دیا نماز پڑھی نماز ہوگئی فی المنیۃ والحلیۃ وکذا
باللحس اذا اصاب الخمر یدہ فلحسہ بریقہ ثلاث مرات یطھر کما یطھر فمہ بریقہ ش فی الفتاوی الخانیۃ
اذا قاء ملأ الفم ینبغی ان یغسل حتی صلے جازت صلاتہ لانہ یطھر بالبزاق فی قول ابی حنیفۃ
وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما وکذا اذا شرب الخمر ثم صلی بعد زمان وکذا اذا اصاب
بعض اجزائہ نجاسۃ فطھرھا بلسانہ حتی ذھب اثرھا وکذا السکین اذا تنجس فلحسہ بلسانہ اومسحہ
بریقہ وکذا الصبی اذا قاء علی ثدی الام ثم مص الثدی مرارا یطھر انتہٰی وکذا فی غیرھا والذی
تقتضیہ القواعد المذھبیۃ من تحریر الکلام فی ھذا المقام انہ اذا اصاب بعض اجزائہ نجاسۃ حقیقیۃ
فان کانت مرئیۃ ولحسہا ھو او غیرہ حتی ذھب عینہا واثرھا ان کان لایشق زوالہ یطھر وان کانت غیر
مرئیۃ فتطھر باللحس ثلاث مرات کما ذکرہ المصنف فی ھذہ المسألۃ وحتی یغلب علی الظن زوالہا و
سیصرح المصنف ان الفتوی علیہ پچھنے لگائے اور موضع خون کو بھیگے ہوئے پاکیزہ کپڑے کے تین ٹکڑوں سے
پونچھ دیا پاک ہوگیا یہ صورت مسئولہ کا خاص جزئیہ ہے کہ بحیط رضوی وفتاوی ذخیرہ وتتمۃ الفتاوی وفتاوی ظہیریہ
وحلیہ وغیرہا میں اُس کی تصریح ہے فی الحلیۃ بعد ما نقلنا آنفا اعلم بانہم صرحوا کما فی الخلاصۃ وکما یشیر
الیہ ما نقلنا آنفا من الخانیۃ بان الحکم بالطہارۃ فی ھذا الفرع تفریع علی ان الطہارۃ للبدن من النجاسۃ
الحقیقیۃ یکون بغیر الماء من المائعات الطاھرات وقد عرفت انہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف علی اختلاف
عن ابی یوسف فی ذلک غیر ان فی محیط الشیخ رضی الدین ولو مسح موضع الحجمۃ بثلاث خرقات
رطبات لطاف اجزأہ من الغسل لانہ عمل عمل الغسل وقال ابو یوسف لایجزئہ حتی یغسلہ انتہی وعن
الاول فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری الی ان الحاکم قال انہ روی عن ابی حفص عن محمد بن الحسن
رحمہ اللہ تعالٰی ومشی علی الثانی قاضی خان بعد ان حکاہ عن الفقیہ ابی جعفر حیث قال اذا کان

على بدنه نجاسة فمسحها بخرقة مبلولة ثلاث مرات حكي عن الفقيه ابي جعفر انه قال يطهر اذا كان الماء متقاطرا على بدنه ثم قال بعد ذلك ولو مسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة فقد مر قبل هذا انه يجوز اذا كان متقاطرا والولوالجي حيث قال ولو اصاب بعض اعضائه نجاسة فبل يده ثلثا ومسحها على ذلك الموضع ان كانت البلة من يده متقاطرة جاز والا فلا لانه يكون غسلا انتهى فقياس هذا انه لا يجوز عند ابي يوسف ازالة النجاسة المذكورة في الفروع الماضية بالبزاق حتى يكون متقاطرا بحيث تسمى الازالة غسلا والله تعالى سبحنه اعلم اھ ما افاد واجاد عليه رحمة الملك الجواد وفي رد المحتار بقي مما يطهر بالمسح موضع الحجامة ففي الظهيرية اذا مسحها بثلاث خرق رطبات نظاف اجزأه عن الغسل اقره في الفتح وقاس عليه ماحول محل الفصد اذا تلطخ ويخاف من الاسالة السريان الى الثقب قال في البحر وهو يقتضي تقييد مسألة المحاجم بما اذا خاف من الاسالة ضررا والمنقول مطلق اھ اقول وقد نقل في القنية عن نجم الائمة الاكتفاء فيهما بالمسح مرة واحدة اذا زال بها الدم لكن في الخانية لو مسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة يجوز ان كان الماء متقاطرا اھ والظاهر ان هذا مبني على قول ابي يوسف في المسئلة بلزوم الغسل كما نقله عنه في الحلية عن المحيط الخ ان عبارات سے واضح ہوا کہ تطہیر نجاست حقیقیہ میں شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک پانی شرط نہیں مگر امام محمد مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی مائے مطلق ضرور جانتے ہیں ولہذا لعاب دہن کے پانچوں مسائل گزشتہ میں خلاف فرماتے ہیں اور طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک تطہیر بدن میں تقاطر بھی شرط نہیں صرف زوال نجاست درکار ہے جس طرح ہو۔ وعليه تبتني المسائل المذكورة وعليه مشى في الذخيرة والتتمة والظهيرية والمحيط الرضوي وغيرها مگر امام ابو یوسف مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی اسالہ لازم مانتے ہیں وهو الذي مشى عليه في الخانية والولوالجية واختاره الفقيه ابو جعفر واليه يميل كلام الفتح ويرد عليه وفاقه الامام في مسائل البزاق الا ان يحمل على كون البزاق كثيرا يسيل مرة سيلانا كما تقدم عن الحلية **اقول** وقد لا يساعده التعبير باللحس والاطلاقات او يقال ان امرار الريق باللسان بمنزلة الصب كما ابداه عذرا عنه في الغنية **اقول** وفيه نظر ظاهر فالظاهر ان وفاقه ههنا لاجل الضرورة كما مشى عليه في الغنية اولا والله تعالى اعلم تو حاصل مذہب امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ قرار پایا کہ بدن سے ازالہ نجاست حقیقیہ پانی خواہ لعاب دہن خواہ کسی مائع طاہر سے ہو دھو کر خواہ پونچھ کر کہ اثر نہ رہے مطلقاً کافی و موجب طہارت ہے

پھر اگر یہ ازالہ بذریعہ آب ہو جیسے صورت سوال میں کہ پانی سے بھیگے کپڑے سے بدن پونچھا گیا تو امام محمد بھی طہارت مانیں گے اور اگر پانی کی تری کپڑے میں اس قدر تھی کہ ہر بار قطرے بدن پر سے ٹپکے تو جمیع ائمہ مذہب حصول تطہیر پر اتفاق فرمائیں گے هذا هو التحریر البالغ بتوفیق الله تعالٰی وبه تبین ان تقیید الفتح مسألة الفصد بخوف الضرر میل منه الی مذهب الثانی او ارشاد الی الاحوط والا فعلی مذهب صاحب المذهب لاحاجة الیه ولذا قال فی البحران المنقول مطلق وبه تبین ان تخصیص العلامة الشامی تطهیر المسح بموضع الحجامة جمود علی تصویر وقع فی مسألة والا فهو لایوافق شیئا من المذاهب لاسیما مذهب صاحب المذهب کما علمت وقد اسمعناك من النصوص مافیه غنیة ولله الحمد۔ والله تعالٰی اعلم

تبیین علی ردالمحتار

مسئلہ (۱۷۹) غرہ شعبان ۱۳۱۲ھ

حضور اقدس پرسوں کوّے کی بیٹ پانی میں پڑی تھی کمترین نے اُسی پانی سے استنجا کیا اور جسم جس جگہ سے ناپاک تھا وہ بھی پاک کیا بعد کو وضو کے لئے جو پانی لینے کو جانا ہوا تو مٹکے میں بیٹ پڑی دیکھی۔ پیٹ اور پسلیوں پر بھی پانی بہایا تھا اور تولیہ سے پونچھا تھا مگر بالکل جسم خشک نہ ہوا تھا کسی قدر نمی پسلیوں اور پیٹ پر لگی تھی اُسی حالت میں صدری روئی کی پہن لی اور بٹن بھی لگالئے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ پورس سے صدری بھیگی یا نہیں۔ بعد چند منٹ کے دیکھا تو صدری پر کہیں پانی لگا ہوا نظر نہ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: صدری پاک ہے صرف ایسی نم جو کپڑے کو تر نہ کرسکے ناپاک نہیں کرتی فقط سیل آجانے کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ سرے سے وہ پانی ہی جس سے استنجا کیا بدن دھویا پاک تھا کہ اُس کے بعد بیٹ پڑی دیکھی ممکن ہے کہ پانی لینے کے بعد پڑی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۸۰) از گلگٹ مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے۔ اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو تو کیسی ہے بینوا توجروا

الجواب: ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام، مذبوح ہو یا مردار جبکہ اُس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سوئر کے کہ اُس کی ہر چیز ناپاک ہے مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں اس کا ترک بہتر ہے لمحل خلاف محمد فانه قائل بنجاسة عینه کالخنزیر کما فی فتح القدیر ورد المحتار

وغیرھما ودرعایۃ الخلاف مستحبۃ بالاجماع دُرمختار میں ہے شعرالمیتۃ غیرالخنزیر وعظمہا طاھر اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۸۱):۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

جناب مولانا صاحب دام برکاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آداب غلامانہ بجالاکر ملتمس ہوں چھت پر گوبری کی گئی اور پہلی مرتبہ کی بارش میں وہ چھت ٹپکی اس ٹپکے ہوئے پانی پر ناپاکی کا حکم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ زیادہ حد ادب کمترین احمد حسین عرف منجھلا عفی عنہ

الجواب:۔ گرامی برادرم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر گوبر بالکل دُھل گیا اُس کے بعد کا پانی ٹپکا تو کچھ مضائقہ نہیں مگر غالباً اول ہی بارش میں اس کی امید کم ہے اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکے ہوئے پانی میں اُس کا رنگ یا بو تھی تو بے شک ناپاک ہے اور اگر رنگ بو کچھ نہ تھا تو اگر یہ پانی اس حالت میں ٹپکا کہ بارش ہنوز ہو رہی ہے اور مینہ کا پانی رواں تھا تو ناپاک نہیں اور مینہ برس چکا تھا اُس کے بعد ٹپکا تو ناپاک ہے۔ والسلام والمسئلۃ فی الھندیۃ وغیرھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

استفتاء (۱۸۲)

از نواب گنج بارہ بنکی مرسلہ شیخ عبدالجلیل پنجابی ماہ ذی القعدہ ۱۳۰۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک حلال جانور کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے اسی طرح کل کی برف اور کل وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فتوٰی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

سمع المولی وشکر ۞ لمن حمد العلی الاکبر ۞ شکرک ربنا اللذ واحلی ۞ من کل ما یلذ ویستحلی
والصلوۃ والسلام ۞ علی سید الانام ۞ اعظم یعسوب لنحل الاسلام ۞ عذب الریق حلو الکلام
منبع شہد یزیل السقام ۞ وآلہ وصحبہ العظام الفخام ۞ ما اشتفی بالعسل مریض سقیم ۞ واجب الحلو مسلم سلیم
آمین

امّا بعد اس مسئلہ سے سوال متکرر آیا اور آرائے عصر کو مضطرب پایا اور حاجت ناس، اس طرف ماس اور دفع ہواجس نہایت ضرور۔ اور کسف وساوس اہم امور لہٰذا مناسب کہ بحول الواہب اس تازہ فرع کی تحقیق وتنقیح اور حکم شرع کی توضیح وتصریح اس نہج نجیح وطرز رجیح کے ساتھ عمل میں آئے کہ نہ صرف اسی مسئلہ تازہ بلکہ اس قسم کی تمام جزئیات بے اندازہ کا حکم واضح وآشکار ہوجائے افقر الفقراء عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی عاملہ المولی القوی بلطفہ الخفی الحفی الوفی وغفر لہ وللمؤمنین واحسن الیہ والیہم اجمعین اس بارہ میں یہ مختصر فتوےٰ لکھتا اور الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر[1] ۱۳۰۳ھ اس کا تاریخی نام رکھتا ہے وباللہ تعالی التوفیق والوصول الی ذری التحقیق پیش از جواب چند مقدمے موضح صواب واسائل الرشاد من الملک الجواد

مقدمۂ اولیٰ

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول ونامذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں۔ جب تک ان پر ناپاک دسومت (چکنائی) نہ ہو سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے اور اس کا ہر جزو بدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیت طہارت نہیں رکھتا۔ اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے ان کی ہڈیاں بہرحال پاک ہیں اگرچہ دسومت آمیز ہوں کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے۔ تو اس کی آمیزش سے استخوان کیونکر ناپاک ہوسکتے ہیں۔ فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعظمہا وعصبہا وحافرہا وقرنہا الخالیۃ عن الدسومۃ (قید للجمیع کما فی القہستانی فخرج الشعر المنتوف وما بعدہ اذا کان فیہ دسومۃ) ودم سمک طاہر انتہت ملخصۃ مگر حلال وجائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی یعنی مذبوح بذبح

---

[1] من لطائف ہذا الاسم مطابقتہ للمسمی من جہۃ ان الرسالۃ کما حکمت علی ہذا السکر بحکمین الحل فی صورۃ والحرمۃ فی اخری کذٰلک ہٰذا الاسم وجہان الی کلا الحکمین فالمعنی علی الحل انہا احلی لہم من السکر لتسویغہا لہم ما تشتہیہ النفس مع ازالۃ الوساوس ودفع الطعن وعلی الحرمۃ انہا وان تہم عن سکر فلم تحرمہم الحلاوۃ فان تحقیق حکم الشرع لذۃ الفلک تناول المشتہیات لذۃ النفس والاولی اہم واعلی فہذہ الرسالۃ احلی لہم من السکر الذی حرم علیہم ۱۲ منہ

شرعی کی ہڈیاں ہیں حرام جانور اور ایسے ہی جو بے[1] ذکاۃ شرعی مرجائے یا کاٹا جائے بجمیع اجزائہ حرام ہے اگرچہ طاہر ہو کہ طہارت مستلزم حلت نہیں جیسے سنکھیا بقدر مضرت اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت اور مچھلی کے سوا جانوران دریائی کا گوشت وغیر ذالک کہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام فی الحاشیۃ الشامیۃ اذا کان جلد حیوان میت ماکول اللحم لایجوز اکلہ وھو الصحیح لقولہ تعالٰی حرمت علیکم المیتۃ وھذا جزء منہا وقال علیہ الصلٰوۃ والسلام انما یحرم من المیتۃ اکلہا اما اذا کان جلد ما لایؤکل فانہ لایجوز اکلہ اجماعا بحر عن السراج اھ ملخصا وفیہا تحت قولہ والمسک طاہر حلال زاد قولہ حلال لانہ لایلزم من الطہارۃ الحل کما فی التراب منہ اھ وفی الغنیۃ شرح المنیۃ عن القنیۃ حیوان البحر طاہر وان لم یؤکل حتی خنزیر البحر ولو کان میتۃ اھ

مقدمۂ ثانیہ

شریعت مطہرہ میں طہارت وحلت[3] اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ اُن کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے اُن کا اثبات ناممکن کہ طہارت وحلت پر بوجہ اصالت جو یقین تھا اس کا زوال بھی اُس کے مثل یقین ہی سے متصور نہ ظن لاحق یقین سابق کے حکم رفع نہیں کرتا یہ شرع شریف کا ضابطۂ عظیمہ ہے جس پر ہزارہا احکام متفرع یہاں تک کہ کہتے ہیں یہ چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا وہ صدہا وساوس ہائلہ وفتنہ پردازی اوہام باطلہ ودست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا حدیث صحیح میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور یہ نفیس ضابطہ نہ صرف اسی قسم کے مسائل میں بلکہ ہزارہا جگہ کام دیتا ہے۔ جب کسی کو کسی شے پر منع وانکار کرتے اور اُسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہتے سنو جان لو کہ بار ثبوت اس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اس کا دعوٰی

[1] یعنی بشرطیکہ محتاج ذکاۃ ہو نہ سمک وجراد کہ اُن کا استثناء معلوم ومعروف ہے ١٢ منہ

[2] اقول اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی بالفاظ متقاربۃ کلھم عن عباس وابن ماجۃ عن ام المؤمنین میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ١٢ منہ

[3] یعنی سوا بعض اشیاء کے جن میں حرمت اصل ہے جیسے دماء وفروج ومضار ١٢ منہ

اُسی پر مردود اور جائز و مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اُس کے لئے تمسک باصل موجود علماء فرماتے ہیں کہ یہ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ علٰی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیہ و تصریحات جلیلہ حنفیہ و شافعیہ وغیرہم عامہ علماء و ائمہ سے ثابت یہاں تک کہ کسی عالم کا اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔ فی الطریقۃ المحمدیۃ و شرحہا الحدیقۃ الندیۃ للعلامۃ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی الاصل فی الاشیاء الطہارۃ لقولہ سبحانہ وتعالٰی ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا والیقین لایزول بالشک والظن بل یزول بیقین مثلہ وھذا اصل مقرر فی الشرع منصوص علیہ فی الاحادیث مصرح بہ فی کتب الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولم ارفیہ مخالفا من احد من العلماء اصلا فاذا شک اوظن فی طہارۃ ماء اوطعام او غیر ذلک مما لیس بنجس العین فذلک الشیئ طاھر فی حق الوضوء وحل الاکل وسائر التصرفات وکذا اذا غلب الظن علی نجاستہ الخ اھ ملتقطا و فی الاشباہ والنظائر شک فی وجود النجس فالاصل بقاء الطہارۃ الخ و فی الحدیقۃ لاحرمۃ الا مع العلم لامع الشک والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل الخ و فی غمز العیون للعلامۃ السید الحموی تحت قاعدۃ الیقین لایزول بالشک قیل ھذہ القاعدۃ تدخل فی جمیع ابواب الفقہ والمسائل المخرجۃ علیہا تبلغ ثلثۃ ارباع الفقہ واکثر

مقدمۂ ثالثہ

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ و ثبوت کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجیے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مُبَیِّن نحو دمُبَیَّن سیدی عبد الغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لابد لہما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم مع انہ ھو المشروع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی اھ واثرہ ابن عابدین فی الاشربۃ مقرا۔

مقدمۂ رابعہ

بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکام شرع کی مناط و مدار نہیں ہوسکتی۔ بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں یا ہے تو ہزار تفاوت اکثر دیکھا ہے ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں

سے تحقیق کیا تو یہی جواب ملا کہ سُنا ہے نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے نہ اُس کی سند کا پتہ چلے کہ اصل قائل کون تھا جس سے سُن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی یا ثابت ہوا تو یہ کہ فلاں کافر یا فاسق مبتلائے اسنا دتھا پھر معلوم ومشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں۔ زید سے ایک واقعہ سنیے کہ مجھ سے عمرو نے کہا تھا۔ عمرو سے پوچھئے تو وہ کچھ اور بیان کرے گا اور بکر کا نام لے گا بکر سے دریافت ہوا تو اور تفاوت نکلا دعلٰی ھٰذا القیاس۔ وماھذا الالما اخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من فشوالکذب بعد قرون الخیر لاسیما ھذا الزمان الابعد الاخر وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایأتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شرمنہ حتی تلقوا ربکم اخرجہ احمد ومحمد بن اسمٰعیل والترمذی والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ واخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امس خیر من الیوم والیوم خیر من غد وکذلک حتی تقوم الساعۃ حدیث موقوف میں ہے شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھوٹی بات مشہور کردیتا ہے۔ سننے والا اوروں سے بیان کرتا اور کہتا ہے مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں نام نہیں جانتا مسلم فی مقدمۃ الصحیح عن عامر بن عبدۃ قال قال عبداللہ ان الشیطان لیتمثل فی صورۃ الرجل فیأتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منھم سمعت رجلا اعرف وجھہ ولا ادری ما اسمہ یحدث علماء فرماتے ہیں افواہی خبر اگرچہ تمام شہر بیان کرے سننے کے قابل نہیں نہ کہ اُس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے۔ الفاضل المصطفٰی الرحمتی فی صوم حاشیۃ الدر المختار مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لاندری من قالھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ ملخصا سیدی محمد امین الدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع اھ

مقدمہ خامسہ

سلہ قدمرمنا تخریجہ آنفا ۱۲ منہ

حلت حرمت طہارت نجاست احکام دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض[1] نامعتبر قال اللہ تعالٰی لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائیکہ کافر قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا الاٰیۃ درمختار میں ہے، شرط العدالۃ فی الدیانات کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبربھا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمۃ ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اھ ملخصاً وفی العالمگیریۃ عن الکافی لا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاہر الروایات وھو الصحیح اھ وفی ردالمحتار عن الہدایۃ الفاسق متھم والکافر لایلتزم الحکم فلیس لہ ان یلزم المسلم اھ ہاں فاسق ومستور میں اتنا ہے کہ اُن کی خبر سن کر تحری واجب اگر دل پر اُن کا صدق جمے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوٰی معارض نہ ہو اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں مثلاً پانی رکھا ہو کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اُس سے وضو کرلے یا گوشت خریدا ہو کافر کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اُس کا کھانا حلال اگرچہ اُس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اس کی یہ بات دل پر کچھ جمتی ہوئی ہو[2] جو خدا کو جھٹلاتا ہے اس سے بڑھ کر جھوٹا کون پھر ایسے کی بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر وہ بھی وہاں کچھ حرج نہ ہو۔ فی فتاوی الامام قاضی خاں ان کان المخبر بنجاسۃ الماء رجلا من اھل الذمۃ لایقبل قولہ فان وقع فی قلبہ انہ صادق فی ھذا الوجہ قال فی الکتاب احب الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولو توضأ بہ وصلی جازت صلاتہ اھ وفی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ رجل اشتری لحما فلما قبضہ فاخبرہ مسلم ثقۃ انہ قد خالطہ لحم الخنزیر لم یسعہ ان یاکلہ اھ **قلت** ومفہوم المخالفۃ معتبر فی الکتب کما صرح بہ الائمۃ والعلماء وفی ردالمحتار عن الذخیرۃ انہ فی الفاسق یجب التحری وفی الذمی یستحب اھ وفی شرح التنویر عن شرح النقایۃ والخلاصۃ والخانیۃ اما الکافر اذا غلب صدقہ علی کذبہ فاراقتہ احب اھ

---

[1] یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے۔ بات اُس کی مقبول اور گوشت حلال اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اُس کا ماخوذ اور لحم حرام وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا ۱۲ منہ

[2] کچھ اس لئے کہ مجرد خبر کافر کا ہے ملاحظۂ امور دیگر جو اُس کے مؤیدات وقرائن ہوں۔ قلب مومن پر ٹھیک ٹھیک جمنا محال ہے ۱۲ منہ

مقدمہ سادسہ

کسی شے کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور اور بے پروائے نجاست و حرمت سے مجبور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے یا اُس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں کہ اس سے اگر یقین ہوا تو اُن کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں پھر نفس شے میں سوا ظنون و خیالات کے کیا باقی رہا جنہیں امثال مقام میں شرع مطہر لحاظ سے ساقط فرماچکی کما ذکرنا فی المقدمۃ الثانیۃ اور توضیحا للمرام مسائل شرع سے اس کے چند نظائر بھی معرض بیان میں آنا مناسب کہ اس میں ایک تو ایضاح قاعدہ دوسرے اکثار فائدہ تیسرے علاج وساوس واللہ تعالی الموفق۔

(۱) دیکھو کیا کم ہے اُن کنوؤں کی بے احتیاطی جن سے کفار فجار جہال گنوار ناداں بچے بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں پھر شرع مطہر اُن کی طہارت کا حکم دیتی اور شرب و وضو روا فرماتی ہے۔ جب تک نجاست معلوم نہ ہو فی التتارخانیۃ ثم رد المحتار من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والکبار والمسلمون والکفار اھ **اقول** وهذا امر مستمر من لدن الصدر الاول الی زماننا هذا لایعیبه عائب ولا ینکره منکر فکان اجماعا۔

(۲) خیال کرو اس سے زیادہ ظنون و خیالات ہیں اُن جوتوں کے بارہ میں جنہیں گلی کوچوں ہر قسم کی جگہوں میں پہنے پھرے پھر علماء فرماتے ہیں جوتا کنوئیں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو کنواں طاہر اگرچہ تطییبا للقلب دس[1] بیس[2] ڈول تجویز کئے گئے۔ فی الطریقۃ والحدیقۃ عن التاترخانیۃ سئل الامام الخجندی عن رکیة وهی البئر وجد فیها خف ای نعل تلبس ویمشی بها صاحبها فی الطرقات لایدری متی وقع فیها ولیس علیه اثر النجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا اھ ملخصا **اقول** بل قد صح عن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم واصحابه الصلاۃ فی النعال التی کانوا یمشون بها فی الطرقات کما فی حدیث خلع النعال عند احمد وابی داود وجمع من المحدثین عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنه

۱؎ الاول مصرح به فی بعض الکتب والثانی لضابطة وضعها محمد نظرا الی العشرین اقل ما ورد کما فی الخانیة وهذا هو الاولی بالاخذ واللہ اعلم ۱۲ منہ

و اخرج الائمۃ احمد و الشیخان و الترمذی و النسائی عن سعید بن یزید سألت انسا اکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ قال نعم و اخرج ابوداؤد و الحاکم و ابن حبان و البیہقی باسناد صحیح و الطبرانی فی الکبیر علی نزاع فی صحتہ عن شداد بن اوس و البزار بسند ضعیف عن انس مرفوعا و ھذا حدیث الاول خالفوا الیہود (وفی روایۃ و النصارٰی) فانھم لا یصلون فی نعالھم و لا خفافھم و قد کثرت الاحادیث القولیۃ و الفعلیۃ فی ھذا المعنی مرفوعات و موقوفات **قلت** و قد افردت فی ھذہ المسئلۃ و تحقیق الحکم فیھا کراسۃ لطیفۃ تحتوی بعون الملک القوی علی فرائد نظیفۃ و فوائد شریفۃ سمیتھا جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال حاصل ما حققت فیھا ان الصلوۃ فی الحذاء الجدید و النظیف المصون عن مواضع الدنس و مواقع الریبۃ تجوز بلا کراھۃ و لا بأس و کذا النعل الھندیۃ اذا لم تکن صلبۃ ضیقۃ تمنع افتراش اصابع القدم و الاعتماد علیھا بل قد یقال باستحبابہ و اما غیر ذلک فیمنع منہ و من المشی بھا فی المساجد و ان کانت رخصۃ فی الصدر الاول فکم من حکم یختلف باختلاف الزمان واللہ تعالٰی اعلم

(۳) غور کرو کیا کچھ گمان ہیں بچوں کے جسم وجامہ میں کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ پھر فقہاء حکم دیتے ہیں جب پانی میں بچہ ہاتھ پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست تحقیق نہ ہو فی المتن و الشرح المذکورین کذلک حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لا یتوقون النجاسۃ لکن لا یحکم بھا بالشک و الظن حتی لو ظہرت عین النجاسۃ او اثرھا حکم بالنجاسۃ اھ ملخصا۔

(۴) لحاظ کرو کس درجہ مجال وسیع ہے روغن کتان میں جس سے صابون بنتا ہے اُس کی کلسیاں کھلی رکھی رہتی ہیں اور چوہا اُس کی بو پر دوڑتا اور جیسے بن پڑے پیتا اور اکثر اُس میں گر بھی جاتا ہے پھر ائمہ ارشاد کرتے ہیں ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے کہ یہ فقط ظن ہیں کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہوا ہی فیھما عن التاتارخانیۃ عن المحیط البرھانی قد وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانہ یؤخذ من دھن الکتان و دھن الکتان نجس لان اوعیتہ تکون مفتوحۃ الرأس عادۃ و الفأرۃ تقصد شربہ و تقع فیھا غالبا و لکنا معشر الحنفیۃ لا نفتی بنجاسۃ الصابون لانا لا نفتی بنجاسۃ الدھن لان وقوع الفارۃ مظنون و لا نجاسۃ بالظن الخ ملخصا۔

(۵) نظر کرو کتنی ردی حالت ہے اُن کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار و ہنود بناتے ہیں کیا ہمیں اُن کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُن کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاسات سے خالی نہیں کیا ہمیں

نہیں معلوم کہ اُن کے نزدیک گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف طاہر بلکہ طہور مطہر بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے کہ جب طہارت و لطافت میں اہتمام تمام منظور رکھتے ہیں تو ان سے زائد یہ فضیلت کسی شے سے حاصل نہیں جانتے۔ پھر علماء اُن چیزوں کا کھانا جائز رکھتے ہیں فی رد المحتار عن التترخانیۃ طاھر ما یتخذہ اھل الشرك اوالجھلۃ من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب اھ ملخصًا بلکہ خود حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بکمال رافت ورحمت وتواضع ولینت وتالیف[1] استمالت کفار کی دعوت قبول فرمائی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامام احمد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یھودیا دعا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی خبز شعیر واھالۃ سنخۃ فاجابہ۔

(۶) نگاہ کرو مشرکوں کے برتن کون نہیں جانتا جیسے ہوتے ہیں وہ انہیں ظروف میں شرابیں پئیں سؤر پکائیں جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں پھر شرع فرماتی ہے جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے فی الحدیقۃ اوعیۃ الیھود والنصارٰی والمجوس لاتخلو عن نجاسۃ لکن لایحکم بھا بالاحتمال والشك اھ ملخصا یہاں تک کہ خود صحابہ کرام سید العالمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے غنیمت کے برتن بے تکلف استعمال کرتے اور حضور منع نہ فرماتے احمد فی المسند وابوداود فی السنن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصیب من اٰنیۃ المشرکین واسقیتھم ونستمتع بھا فلا یعیب ذلك علینا قال المحقق النابلسی ای ننتفع بالاٰنیۃ والاسقیۃ من غیر غسلھا فلا یعیب علینا فضلا عن نھیہ وھو دلیل الطھارۃ وجواز الاستعمال اھ ملخصا **اقول** بل قد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التوضؤ من مزادۃ مشرکۃ وعن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من جرۃ نصرانیۃ مع علمہ بان النصارٰی لایتوقون الانجاس بل لانجس عندھم الازم الحیض کما فی مدخل الامام ابن الحاج والشیخان فی حدیث طویل عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن جمیع الصحابۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ توضؤا من مزادۃ امرأۃ مشرکۃ۔ الشافعی وعبدالرزاق وغیرھما عن سفیان بن عیینۃ عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ توضأ من ماءٍ فی جرۃ النصرانیۃ،

قلت وقد علقہ خ فقال توضأ عمر بالحمیم ومن بیت نصرانیۃ اھ فی الطریقۃ وشرحھا قال الامام

---

[1] اقول وقد علمت ان البخاری انما اوردہ معضلا فاطلاق العزو الیہ کما وقع عن الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی ازالۃ الخفاء فیہ خفاء کما لایخفی ۱۲ منہ

الغزالی فی الاحیاء سیرۃ الاولین استغراق جمیع الہم فی تطہیر القلوب والتساھل[1] ای عدم المبالاۃ فی تطہیر الظاھر وعدم[2] الاکتراث بتنظیف البدن والثیاب والاماکن من النجاسات حتی عن عمر مع علو منصبہ توضأ بماء فی جرۃ نصرانیۃ مع علمہ بان النصاری لایتحامون النجاسۃ وعادتھم انھم یضعون الخمر فی الجرار اھ ملخصا

(۷) تامل کرو کس قدر معدن بے احتیاطی بلکہ مخزن ہر گونہ گندگی ہیں کفار خصوصًا اُن کے شراب خوار کے کپڑے علی الخصوص پاجامے کہ وہ ہرگز استنجے کا لحاظ رکھیں نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاسات سے احتراز کریں پھر علماء حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز جب تک تلوث واضح نہ ہو فی الدرالمختار ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاھرۃ اھ وفی الحدیقۃ سراویل الکفرۃ من الیھود والنصارٰی والمجوس یغلب علی الظن نجاستہ لانھم لایستنجون من غیران یأخذ القلب بذلک تصح الصلاۃ فیہ لان الاصل الیقین بالطھارۃ اھ ملخصا بلکہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے آج تک مسلمین میں متوارث کہ لباس غنیمت میں نماز پڑھتے ہیں اور ظنون ووساوس کو دخل نہیں دیتے فی الحلیۃ التوارث جار فیما بین المسلمین فی الصلاۃ بالثیاب المغنومۃ من الکفرۃ قبل الغسل اھ یہ سات نظیریں ہیں اور اگر استقصا ہو تو کتاب ضخیم لکھنا ہو تو وجہ کیا ہے وہی جو ہم اوپر ذکر کر آئے کہ طہارت وحلت اصل اور متیقن اور ازالہ یقین کو یقین ہی متعین، ولہذا عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم طہارت کے لئے ادنٰی احتمال کافی سمجھتے ہیں اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں کہ محض خیالات پر حکم نجاست لگادیں۔ دیکھو گائے بکری اور ان کے امثال اگر کنوئیں میں گر کر زندہ نکل آئیں قطعاً حکم طہارت ہے حالانکہ ظاہر یہ سکتے ہیں کہ اُن کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں مگر علماء فرماتے ہیں محتمل کہ اس سے پہلے کسی آب کثیر میں اُتری ہوں اور اُن کا جسم دُھل کر صاف ہو گیا ہو فی حاشیۃ ابن عابدین افندی رحمہ اللہ تعالٰی قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقب دخولھا ماء کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ ومثلہ فی الفتح اھ یقول العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ علقت ھھنا علی ھامش ردالمحتار ما نصہ

---

[1] اقول الاولی لفظًا ومعنی تبدیل العدم بالقلۃ ۱۲ منہ

[2] ای قلتہ لترک التعمق فیہ ۱۲ منہ

اقول لولا هیبة العلامة المحقق علی الاطلاق مقارب الاجتهاد صاحب الفتح رضی اللہ تعالٰی عنه لقلت ان هذا الاحتمال انما یمشی فی السوائم او فی بعضها اما العلوفة فلا تخفی احوالها علی مقتنیها غالبا والحکم عام فلابد من توجیه اٰخر و یظهرلی واللہ تعالٰی اعلم، ان هذا الاشتمال انما هو ظاهر یغلب علی الظن من غیر ان یبلغ درجة الیقین لان البول لاینزل علی الافخاذ والقرب غیر قاض بالتلوث دائما وهی ربما تفاج وتخفض حین الاهراق فلم یحصل العلم بالنجاسة والی هذا یشیر اٰخر کلام المحقق حیث یقول وقیل ینزح من الشاة کله والقواعد تنبوعنه مالم یعلم یقینا تنجسها اھ نعم الظهور المفضی الی غلبة الظن یقضی باستحباب التنزه وهذا لاشك فیه فقد استحبوا فی هذه المسئلة نزح عشرین دلوا کما نص علیه فی الخانیة فافهم واللہ تعالٰی اعلم اھ ما علقته علی الهامش لکن لایعکر به علی ما اردنا اثباته ههنا من ان المعهود من العلماء ابداء الاحتمال للحکم بالطهارة دون العکس فان هذا احاصل بعد کما لیس بخاف علی ذی فهم۔

مقدمہ سابعہ

شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست وآلودگی کا غلبۂ وقوع وکثرتِ شیوع ہو۔ بے شک باعث غلبۂ ظن اور ظن غالب شرعاً معتبر اور فقہ میں مبنائے احکام مگر اُس کی دو صورتیں ہیں ایک قوی کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق واعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے اور محض ناقابل التفات سمجھے گویا اُس کا عدم ووجود یکساں ہو ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین کہ ہر جگہ کار یقین دے گا اور اپنے خلاف یقین سابق کا پورا مزاحم ورافع ہوگا۔ اور غالباً اصطلاح علماء میں غالب ظن واکبر رای اسی پر اطلاق کرتے ہیں فی غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر الشك لغة مطلق التردد وفی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشیئ وهو الوقوف بین الشیئین بحیث لایمیل القلب الی احدهما فان ترجح احدهما ولم یطرح الاٰخر فهو ظن فان طرحه فهو غالب الظن وهو بمنزلة الیقین وان لم یترجح فهو وهم ولبعض متأخری الاصولیین عبارة اخری اوجز مما ذکرناه مع زیادة علی ذلك وهی ان الیقین جزم القلب مع الاستناد الی الدلیل القطعی والاعتقاد جزم القلب من غیر استناد الی الدلیل

---

[1] شعران للمولی سبحانه وتعالٰی فتح به اٰخر شافیا کافیا ابلج ازهر کما قدمناه فی فصل البئر والحمد للہ اللطیف الخبیر فراجعه فانه مهم کبیر ۱۲ منه غفرلہٗ

القطعي كاعتقاد العامي و الظن تجويز امرين احدهما اقوى من الاخر والوهم تجويز امرين احدهما اضعف من الاخر و الوهم تجويز امرين احدهما اضعف من الاخر والشك تجويز امرين لا مزية لاحدهما على الاخر انتهى اهـ ملخصا **اقول** وبالله التوفيق انما يتعلق غرضنا من هذه العبارة بما ذكر السيد الفاضل رحمه الله تعالى من التفرقة بين الظن وغالب الظن واما بقية الكلام فآتٍ على المعهود من العلماء الكرام من عدم التعمق في الالفاظ عند اتضاح المرام ولا بأس ان اذكره اشباعًا للفائدة وان كان اجنبيا عن المقام (قوله رحمه الله تعالى استواء طرفي الشيئ) **اقول** تفسير بالاعم فانه يشمل المعقول والمحسوس كاستواء طرفي حوض مربع مثلا ولو زيد عند العقل لما نفع ايضًا لان المربع كما يستوى طرفاه في الخارج فكذا في الذهن بل لو قيل استواء طرفي المعقول لم يتم ايضا لصدقه على الحوض المذكور في مرتبة المعلوم سواء قلنا بحصول الاشياء بانفسها كما جوّز به كثير من اتباع الفلاسفة او باشباحها كما هو الحق و لبقاء الطرفين على العموم وانما المقصود الايجاب والسلب ولبقاء الاستواء على الاطلاق وانما المراد في ميل القلب من جهة الحكم لا من جهة اخرى كملاءمة غرض وغيره (قوله وهو الموقوف الخ) **اقول** هذا كذلك فيعم مثلا وقوف السالك بين طريقين الى بلد لا يميل قلبه الى احدهما وغير ذلك (قوله فان ترجح احدهما الخ) **اقول** يشمل المستحب مثلا ففعله مترجح على تركه مع ان الترك غير مطروح ويجرى في الامور العادية والطبعية وغير ذلك فربما يعرض للانسان شيئان في الطعام واللباس والدواء والنكاح وغيرها وهو يميل ويرغب الى احدهما منه الى الاخر من دون ان يطرح الاخر (قوله فان طرحه الخ) **اقول** يصدق على الواجب وكذا الكلام في الامور الغير الشرعية على ان الظن اعم من غالب الظن ولا شك في صحة اطلاق الاول على الاخر والمراد بالمقابلة بينهما كما ذكران هذا القسم يختص بهذا الاسم (قوله وان لم يترجح فهو وهم) **اقول** عدم الترجح يشمل الاستواء نحو الاحسن ترتيب الظن والوهم معًا على شيئ واحد وهو ترجح احد الجانبين اذ لا ينفك كل منهما عن صاحبه وجودًا فهما متلازمان تحققا وان تباينا صدقا فكان الاسلم ان يقول فان ترجح احدهما على الاخر فالراجح مظنون ويخص بالغالب ان طرح الاخر والمرجوح موهوم (قوله مع زيادة على ذلك) **اقول** ظاهره انه اتى بجميع ما مر وزاد انه زاد شيئًا ونقص اخرا اعنى التفرقة بين الظن وغالبه (قوله والاعتقاد جزم القلب) **اقول** المعروف شمول الاعتقاد للظن عن هذا انهم يعبرون عن الظن بالاعتقاد الراجح كما نص عليه في شرح المواقف

الاول، اللّٰھم الا ان یصطلح علٰی تخصیصہ بالجازم قلت وقد یشھد لہ قولھم ان الاٰحاد لاتفید الاعتقاد فافھم (قولہ من غیر استناد الخ) **اقول** اللہ اعلم بما افاد من قصر الاعتقاد علی التقلید اما نحن فقد رأینا ان علم الاصول یقال لہ علم العقائد وربما نسمع الائمۃ یقولون نعتقد کذا لدلیل کذا او اعتقدنا کذا لبرھان کذا وھذا الامام الاعظم رحمہ اللہ تعالٰی یقول فی صدر الفقہ الاکبر اصل التوحید وما یصح الاعتقاد علیہ الخ افتری ان المعنی ما یصح الجزم بہ من دون استناد الی قاطع (قولہ والظن تجویز امرین الخ) **اقول** یشمل تجویز العزیمۃ والرخصۃ والعزیمۃ اقوی (قولہ والوھم الخ) **اقول اولًا** یشتمل تجویز الرخصۃ والعزیمۃ والرخصۃ اضعف **وثانیا** لافرق بین تفسیری الظن والوھم فتجویز امرین احدھما اقوی ھو بعینہ تجویز امرین احدھما اضعف (قولہ والشک الخ) **اقول** یشمل الاباحۃ والتخییر وبالجملۃ فلا یخلو شیئ من التفاسیر الثلثۃ المذکورۃ للشک والوھم والظن من الشکوک فالاوضح الاخصر فی حدھا ما **اقول** اذا لم تجزم فی حکم بایجاب ولا سلب فان استویا عندک فھو الشک والا فالمرجوح موھوم والراجح مظنون فان بلغ الرجحان بحیث طرح القلب الجانب الاٰخر فھو غالب الظن واکبر الرأی واللّٰہ تعالٰی اعلم ولنرجع الٰی ما کنا فیہ **دوسرے** یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوحہ کو محض مضمحل نہ سمجھے بلکہ اُدھر بھی ذہن جائے اگرچہ بضعف و قلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ کرسکے بلکہ مرتبہ شک تردد ہی میں سمجھی جاتی ہے کلمات علماء میں کبھی اسے بھی ظن غالب کہتے ہیں، اگرچہ حقیقۃً یہ مجرد ظن ہے نہ غلبہ ظن فی الحدیقۃ الندیۃ غالب الظن اذا لم یأخذ بہ القلب فھو بمنزلۃ الشک والیقین لایزول بالشک اھ وفی شرح المواقف الظن ھو المعبر عنہ بغلبۃ الظن لان الرجحان ماخوذ فی حقیقتہ فان ماھیتہ ھو الاعتقاد الراجح فکانہ قیل او غلبۃ الاعتقاد التی ھی الظن وفائدۃ العدول الی ھٰذہ العبارۃ ھی التنبیہ علی ان الغلبۃ ای الرجحان ماخوذۃ فی ماھیتہ اھ ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر و افضل جانتے ہیں نہ کہ اُس پر عمل واجب و متحتم ہوجائے دیکھو کافروں کے پاجامے، مشرکوں کے برتن، اُن کے پکائے ہوئے کھانے بچوں کے ہاتھ پاؤں وغیر ذٰلک وہ مقامات جہاں اس قدر غلبہ و کثرت و وفور وشدت سے نجاست کا جوش کہ اکثر اوقات میں غالب احوال تلوث و تنجس جس کے سبب اگر طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس بیس دفعہ مگر از انجاکہ ہنوز ان میں کسی چیز کو بے دیکھے تحقیق طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور قلب قبول کرتا ہے کہ شاید پاک ہوں لہذا علماء نے تصریح کی

کہ اس پانی سے وضو اور اُس کھانے کا تناول اور اُن برتنوں کا استعمال اور اُن کپڑوں میں نماز صحیح و جائز اور فاعل زِنہار آثم و مستحق عقاب نہیں اور اُس غلبۂ ظن کا یہی جواب عطا فرمایا کہ اکثر احوال یوں سہی پر تحقیق و تیقن تو نہیں پھر اصل طہارت کا حکم کیونکر مرتفع ہو البتہ باعتبار غلبہ و ظہور اسے احتراز افضل و بہتر اور فعل مکروہ تنزیہی یعنی مناسب نہیں کہ بے ضرورت ارتکاب کرے اور کیا تو کچھ حرج بھی نہیں
فی الطریقۃ المحمدیۃ وشرحہا لکن ہنا ای فی غلبۃ الظن من غیر ان یأخذ بہ القلب یستحب الاحتراز عنہ ویکرہ تنزیہا استعمالہ کسراویل الکفرۃ وسؤر الدجاجۃ المخلاۃ والماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ واوانی المشرکین، وقال فی الذخیرۃ یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب الظاہر من حال اوانیہم النجاسۃ فانہم یستحلون شرب الخمر واکل المیتۃ ولحم الخنزیر ویشربون ذلک ویاکلون فی قصاعہم واوانیہم فیکرہ للمسلمین الاکل والشرب فیہا قبل الغسل ثلث مرات وذلک مقدار مایغلب علی ظنہ انہا طہرت لوکانت متحققۃ النجاسۃ دفعا للوسواس اعتبارا للظاہر من حال تلک الاوانی کما کرہ التوضی بسؤر الدجاجۃ المخلاۃ لانہا لاتتوقی عن النجاسۃ فی الغالب والظاہر المتبادر للافہام لعدم تمییزہا وعدم تحاشیہا عن استعمال ذلک وکما کرہ التوضئ بماء قلیل ادخل الصبی یدہ فیہ لانہ لایتوقی من النجاسۃ فی الظاہر المتبادر والغالب الکثیر المعتاد وکما کرہ الصلاۃ فی سراویل المشرکین اعتبارا للظاہر فانہم لایستنجون اذا بالوا وتغوطوا وکان الظاہر من حال سراویلہم النجاسۃ ومع ہذا ای کون الغالب الظاہر من حال اوانیہم النجاسۃ لو اکل وشرب فیہا قبل الغسل جاز ولایکون اٰکلا و شاربا حراما لان الطہارۃ اصل لان اللّٰہ تعالٰی لم یخلق شیئا نجسا من اصل خلقتہ وانما النجاسۃ عارضۃ فاصل البول ماء طاہر وکذلک الدم والمنی والخمر عصیر طاہر ثم عرضت النجاسۃ فیجری علی الاصل المحقق حتی یعلم بحدوث العارض ومایقول الاعنان بان الظاہر الغالب فی الاشیاء المذکورۃ النجاسۃ قلنا نعم لکن الطہارۃ ثابتۃ بیقین والیقین لایزول الابیقین مثلہ انتہی ثم قال فی الذخیرۃ ولاباس بطعام الیھود والنصاری کلہ من غیر استثناء طعام دون طعام اذا کان مباحا من الذبائح وغیرہا لقولہ تعالٰی وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم من غیر تفصیل فی الایۃ بین الذبیحۃ وغیرہا وبین اہل الحرب وغیر اہل الحرب وبین بنی اسرائیل کنصاری العرب ولاباس بطعام المجوس کلہ الا الذبیحۃ وقال فی الذخیرۃ فی موضع اٰخر روی عن ابن سیرین

رحمه الله تعالى ان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كانوا يظهرون ويغلبون على المشركين ويأكلون ويشربون فى اوانيهم ولم ينقل انهم كانوا يغسلونها وروى عن اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما هجموا على باب كسرى وجدوا فى مطبخه قدورا فيها الوان الاطعمة فسألوا عنها فقيل لهم انها مرقة فاكلوا وبعثوا بشيئ من ذلك الى عمر رضى الله تعالى عنه من ذلك الطعام وتناول اصحابه اى بقية الصحابة رضى الله تعالى عنهم منه ايضا فالصحابة رضى الله تعالى عنهم اكلوا من الطعام الذى طبخوا اى المجوس لان الاصل حل الاكل ولا تثبت الحرمة بالظن وطبخوا اى الصحابة رضى الله تعالى فى قدورهم قبل الغسل والدليل له ان الطهارة اصل والنجاسة عارضة وقد وقع الشك فى العارض ولا ترتفع الطهارة الثابتة بقضية الاصل ومايقول القائل ان الظاهر هو النجاسة قلنا نعم ولكن الطهارة كانت ثابتة بيقين واليقين لايزول بالشك والظن لايبقين الا يرى انه اذا اصاب عضو انسان او ثوبه مقدار فاحش من سؤر الدجاجة المخلاة او الماء القليل الذى ادخل الصبى يده اورجله فيه وصلى مع ذلك جازت صلاته واذا صلى فى سراويل المشركين جازت ايضا لانا قد تيقنا الطهارة وشككنا فى النجاسة فلم تثبت بالشك كذا هنا فى طعام المجوس وقدورهم لاتثبت النجاسة بالشك وان كان الاحتياط عدم ذلك فى نظيره ولا نقول بهذا فى واقعة الصحابة رضى الله تعالى عنهم لاحتمال معارضة هذا الاحتياط امر اخر كالحاجة الى الطعام فى ذلك الوقت او بيان الجواز للقاصر لانهم من اهل القدوة كما قال عليه الصلوة والسلام عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى انتهى مانقله عن الذخيرة اهـ مانقلته عنهما بتلخيص والتقاط وهو كما ترى كلام نفيس يفيد النفائس ويبيد الوساوس والله الحافظ من الدسائس **اقول** ومماينبغى التنبه له ان قوله فيما مر انه لم ينقل عن الصحابة رضى الله تعالى عنهم انهم كانوا يغسلون اوانى الغنائم وتسامح كانه اراد به الادامة والالتزام والا فقد صح عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم الامر بغسلها اسند الشيخان و ابوداؤد والترمذى وغيرهم عن ابى ثعلبة رضى الله تعالى عنه قال قلت يارسول الله انا بارض قوم اهل كتاب افناكل فى انيتهم قال ان وجدتم غيرها فلا تأكلوا فيها وان لم تجدوا فاغسلوها وكلوا فيها وفى لفظ ابى داود انهم يأكلون لحم الخنزير ويشربون الخمر فكيف نصنع بانيتهم وقدورهم الحديث وفى احدى روايتى ابى عيسى سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن قدور المجوس فقال انقوها

غسلا واطبخوا فیہا وعند احمد عن ابن عمران ان اباثعلبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افتنا فی اٰنیۃ المجوس اذا اضطررنا الیہا قال اذا اضطررتم الیہا فاغسلوھا بالماء واطبخوا فیہا فاذا ثبت الامر فقد ثبت الغسل وان لم ینقل بخصوصہ اذ ما کانوا لیخالفوا امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یأتمروا بہ ابدا احد اومن نظر فی الدلائل التی اسلفنا ایقن ان الامر فی ھذا الحدیث للندب والنہی للتنزیہ واللہ تعالٰی اعلم وفی نصاب الاحتساب بعد نقل ما فی الذخیرۃ بالاختصار قال العبد اصلحہ اللہ تعالٰی وما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن سائر المائعات من الھنود علی ھذا الاحتمال تلویث اوانیہم وان نساء ھم لایتوقین عن السرقین وعند ایا کلون لحم ما قتلوہ وذلک میتۃ فالاباحۃ فتوی والتحرز تقوی اھ ملخصا **اقول** واراد بالاباحۃ ما لااثم فیہ وبالتقوی الورعۃ فافھم۔

فائدۃ جلیلۃ یقول العبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف اعلم ان ھذا الذی جزمنا بہ وعولنا علیہ فیما مر من ان المکروہ تنزیہا لیس من الاثم فی شیئ لاکبیرۃ ولاصغیرۃ ولایستحق العبد بہ معاقبۃ ما لاکبیرۃ ولا یسیرۃ ھو الحق الناصع الذی لامحید منہ وبہ صرح غیر واحد من العلماء ففی حظر رد المحتار تحت قولہ اما المکروہ کراھۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا بمعنی انہ لایعاقب فاعلہ اصلا لکن یثاب تارکہ ادنی ثواب تلویح اھ **اقول** والی الحل اقرب یعنی الاباحۃ والا فالحل المقابل للحرمۃ ثابت لاشک وفیہ اٰخر الاشربۃ عن العلامۃ ابی السعود المکروہ تنزیہا یجامع الاباحۃ اھ **اقول** یعنی الاساءۃ وعدم الحظر ونفی الحرج وسلب الحجر والا فاستواء الطرفین یباین یرجح احد الجانبین ولو من دون عزم وفیہ من الصلاۃ الظاھر انہ اراد بالمباح ما لایمنع فلاینا فی کراھۃ التنزیہ اھ وفی شرح الطوالع من بحث العصمۃ ترک الاولی لیس بذنب فالاولی ومایقابلہ یشترکان فی اباحۃ الفعل اھ **اقول** والمعنی ما ذکرنا اعنی الرخصۃ وعدم التشدید المعبر عنہ بنفی البأس وانت تعلم ان لوکان اثما لما جامع الاباحۃ اذ لاشیئ من الاثم بمباح ولکان مما یمنع فان کل اثم ولو صغیرۃ محظور ولما جاز التعبیر عنہ بلا بأس بہ اذ ما من اثم الا وفیہ بأس ولما ساغ الجزم بنفی العقاب علیہ فقد ثبت فی العقائد تجویز العقاب علی الصغائر نعم قد افھم العلماء ان کل مکروہ تحریما من الصغائر کما فی صلاۃ رد المحتار عن البحر صاحب البحر فی بعض رسائلہ وھو المستفاد من کلمات غیرہ

فی ھذا المقام وقد زلت قدم بعض[1] المشاھیر من ابناء العصر فزعم ان المکروہ تنزیھا صغیرۃ فاذا اصر یکون کبیرۃ کما نص علیہ فی رسالۃ لہ وقد استوفینا الکلام علی ھذا المرام فی رسالۃ[2] اخری واللّٰہ المؤفق،

مقدمہ ثامنہ

کسی شے کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست وحرمت کا تیقن اس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اسی وقت ہوسکتا ہے جب معلوم ومتحقق ہو کہ یہ ملاقات واختلاط بروجہ عموم وشمول ہے مثلاً جس شے کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا شحم خنزیر پڑتی ہے اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے تو اس کا استعمال کلیۃً ناجائز وحرام ہے اور وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دینگے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے ہوئے نہ دیکھی نہ خاص اس کی نسبت معتبر خبر پائی ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو کہ جب علی العموم التزام معلوم تو یہ احتمال اُسی قبیل سے ہے جسے قلب قابل قبول والتفات نہیں جانتا اور بالکل متضائل ومضمحل مانتا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ بکار آمد نہیں نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے تو اصل طہارت کا یقین اس غلبۂ ظن سے فراسب وزائل ہوگیا مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہوجائے تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائیگا ولہذا علماء نے فرمایا دیبائے فارسی ناپاک اور اس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔ فی الدر المختار دیباج اھل فارس نجس لجعلھم فیہ البول لبریقہ اھ وفی الحلیۃ عن البدائع قالوا فی الدیباج الذی ینسجہ اھل فارس لا تجوز الصلاۃ فیہ لانھم یستعملون فیہ البول عند النسج ویزعمون انہ یزید فی تزیینہ ثم لا یغسلونہ فان الغسل یفسدہ الخ اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے نہ کہ خاص ناپاک وحرام میں کوئی خصوصیت ہے جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں بعض اس بنا پر ہرگز ہرگز حکم تحریم وتنجیس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہونگے کہ جب عموم نہیں تو جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں ممکن کہ افراد محفوظہ سے ہو اور اصل متیقن طہارت

---

[1] یعنی المولوی عبدالحی اللکھنوی فی رسالۃ فی شرب الدخان ۱۲ منہ

۱۳۰۴ھ

[2] ثم الفانیہ بتوفیق اللّٰہ تعالٰی رسالۃ مستقلۃ سمیناھا جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھالیس بمعصیۃ

وحلت تو شکوک و ظنون ناقابلِ عبرت۔ دیکھو کیا ہم کو مطعوم و ملبوس و ظروف کفار کی نسبت یقین کامل نہیں کہ بے شبہہ اُن میں ناپاک بھی ہیں پھر اس یقین نے کیا کام دیا اور اُن اشیاء کا استعمال مطلق حرام کیوں نہ ہوا تو وجہ وہی ہے کہ اُن کے طعام و لباس و ظروف پر عموم نجاست معلوم نہیں اور جب اُن میں طاہر بھی ہیں اگرچہ کم ہوں تو کیا معلوم کہ جس فرد کا ہم استعمال ہم چاہتے ہیں اُن میں سے نہیں فی الاحیاء الغالب الذی لایستند الی علامۃ تتعلق بعین مافیہ النظر مطرح اھ واضح تر سنیے مجمع الفتاوی وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ اُن کے گلوں سے خون دھوئیں نہ پکانے میں نجاستوں سے بچیں پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں اور بعد کو دھوتے بھی نہیں (دیکھو نوع کی نسبت کس درجہ وضاحت و صراحت کے ساتھ وقوع نجاست بیان فرمایا) بایں ہمہ حکم ناطق دیا کہ وہ بے دغدغہ پاک ہیں اُن کے خشک و تر سے موزے بناؤ کتابوں کی جلدیں بناؤ پانی پینے کو مشک ڈول بناؤ کچھ مضائقہ نہیں۔ فی الطریقۃ عنہ وفیہا فی الغنیۃ وغیرہا عن القنیۃ الجلود التی تدبغ فی بلادنا ولا یغسل مذبحہا ولا تتوقی النجاسات فی دبغہا ویلقونہا علی الارض النجسۃ ولا یغسلونہا بعد تمام الدبغ فہی طاہرۃ یجوز اتخاذ الخفاف منہا وغلاف الکتب والقرب والدلاء رطبا ویابسا اھ بس ایسی صورت میں ائمہ نے یہی حکم عطا فرمایا کہ ہر فرد خاص کو ملاحظہ کریں گے اور نوع کی نسبت جو اجمالی یقین ہو اُسے تمام افراد میں ساری نہ مانیں گے مثلاً کفار خصوصاً اہل حرب کو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ انہیں پروائے نجاسات نہیں اور بیشک وہ جیسی چیز پاتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں پھر وہ پوستین کہ دار الحرب سے پک کر آئے علماء فرماتے ہیں اُسے دیکھنا چاہیے کہ اُس کا پکنا نجس چیز سے تحقیق ہو تو بے دھوئے نماز ناجائز اور طاہر سے ثابت ہو تو قطعاً جائز اور شک رہے تو دھونا افضل نہ کہ استعمال گناہ و ممنوع ٹھہرے فی الدر المختار مایخرج من دار الحرب کسنجاب ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل اھ ومثلہ فی المنیۃ وغیرہا یونہی خود منقح مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں بچہ جب پانی میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دے تو خاص اُس بچہ کے ہاتھ پاؤں دیکھیں اگر ڈالتے وقت نجاست ثابت ہو تو ناپاک اور پاکی ظاہر ہو تو طاہر اور کچھ نہ کھلے تو صرف مستحب ہے کہ اور پانی استعمال کریں اور اگر اسی سے وضو کر لے نماز پڑھ لے تاہم بے شبہہ جائز ہے۔ فی السیرۃ الاحمدیۃ للعلامۃ محمد الرومی افندی عن التاترخانیۃ عن اصل الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی الصبی اذا ادخل یدہ فی کوز ماء او رجلہ فان علم ان یدہ طاہرۃ

بیقین (بان غسلھا لہ اوغسلت عندہ اھ نابلسی) یجوز التوضی بھذا الماء وان علم ان یدہ نجسۃ بیقین (بان رأی علیھا عین النجاسۃ او اثرھا اھ حدیقۃ) لایجوز التوضی بہ وان کان لایعلم انہ طاھر او نجس فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ لان الصبی لایتوقی عن النجاسات عادۃ ومع ھذا لو توضأ بہ اجزأہ اھ ناصحی

ضابطہ کی تصریح لیجیے۔ سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں بہ نأخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ اھ نقلہ الامام الاجل ظہیر الدین فی فتاواہ وغیرہ فی غیرھا حدیقہ میں ہے المعرفۃ بالیقین والعلم وھو لم یعلم ولم یتیقن ان عین ما اخذہ حرام ولم یکلف اللہ نفسا الاوسعھا اھ

اقول وھذا وان کان فی مسئلۃ الجوائز فلیس الحرام للغصب بدون الحرام للنجاسۃ فی حکم الاجتناب کما لایخفی

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مقدمہ تاسعہ

جب بازار میں حلال وحرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی ممیز وعلامت فارقہ نہ ملے تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر اُن میں حلال بھی ہے تو ہر شے میں احتمال حلت قائم اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی یہ دعوٰی بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابوعبداللہ شیبانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اُس پر نص فرمایا فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد فانہ یجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالۃ علی انہ من الحرام اھ وفی الحمویۃ کون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراما لجواز کونہ من الحلال المغلوب والاصل الحل اھ **تنبیہ اقول** وباللہ التوفیق یہ احتمال حل پر عمل کا قاعدہ نظر بفروع فقہیہ اس صورت سے مخصوص ہے کہ وہ سب اشیاء جن میں وجود حرام کا تیقن اور اُن میں سے ہر فرد کے تناول میں تناول حرام کا احتمال ہے اس تناول کرنے والے کی ملک میں نہ ہوں ورنہ اُن میں سے کسی کا استعمال جائز نہ ہوگا مگر تین صورتوں سے ایک یہ کہ وجہ حرمت جب صالح ازالہ ہو تو اُن میں کسی سے اُسے زائل کردیا جائے کہ اب بقائے مانع میں شک ہوگیا اور یقین

مجہول المحل جس کا محل خاص بالتعین معلوم نہ ہو ایسے شک سے زائل ہو جاتا ہے مثلاً چادر کا ایک گوشہ یقیناً ناپاک تھا اور تعیین یاد نہ رہے کوئی سا کونہ دھولے پاکی کا حکم دیں گے۔

مقدمہ عاشرہ

حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے ورا قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص قال تعالٰی ماجعل علیکم فی الدین من حرج و قال تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر لے عزیز یہ دین محمد اللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لئے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اس کے لئے سخت ہوتا جائے گا یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا الحدیث اخرجہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وصدرہ عند البیھقی فی شعب الایمان بلفظ الدین یسر ولن یغالب الدین احد الا غلبہ و اخرج احمد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والغلو فی الدین فانما ھلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین و اخرج احمد برجال الصحیح والبیھقی فی الشعب وابن سعد فی الطبقات عن ابن الادرع رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انکم لن تدرکوا ھذا الامر بالمغالبۃ و اخرج احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنفیۃ السمحۃ و اخرج ایضا ھو ولا غیرہ بسند جید عن محجن بن ادرع الاسلمی و الطبرانی ایضا فی الکبیر عن عمران بن حصین و فی الاوسط وابن عدی والضیاء وابن عبد البر فی العلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی وسلم خیر دینکم الیسرۃ و اخرج ابو القاسم بن بشران فی امالیہ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والتعمق فی الدین

فان اللہ قد جعلہ سہلا انجاست بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو بنی اصل پر حلال وطیب ہو اور اسے مانع ونجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو ولہذا جب تک خاص اس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنۂ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے فی الحدیقۃ لاحرمۃ الامع العلم لان الاصل الحل ولایلزمہ السؤال عن شیئ حتی یطلع علی حرمتہ ویتحقق بھا فیحرم علیہ ح اھ ملخصا وفیہا عن جامع الفتاوی لایلزم السؤال عن طہارۃ الحوض مالم یغلب علی ظنہ نجاستہ وبمجرد الظن لایمنع من التوضیئ لان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ اھ بلکہ خود حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی جب تم میں کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور وہ تمہیں اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھالے اور کچھ نہ پوچھے اور اپنے پینے کی چیز سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے اخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی الشعب باسناد لاباس بہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل احدکم علی اخیہ المسلم فاطعمہ من طعامہ فلیاکل ولایسئل عنہ وان سقاہ من شرابہ فلیشرب ولایسأل عنہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حوض پر گزرے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ساتھ تھے حوض والے سے پوچھنے لگے کیا تیرے حوض میں درندے بھی پانی پیتے ہیں؟ امیر المومنین نے فرمایا اے حوض والے ہمیں نہ بتا مالک فی مؤطاہ عن یحیی بن عبد الرحمن ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خرج فی رکب فیھم عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حتی وردوا حوضا فقال عمرو یاصاحب الحوض ھل ترد حوضک السباع فقال عمر بن الخطاب یاصاحب الحوض لاتخبرنا فانا نرد علی السباع وترد علینا قال سیدی عبد الغنی ولعلہ کان حوضا صغیرا والالما سأل اھ ملخصا وقال تحت قولہ لاتخبرنا ای ولوکنت تعلم انہ ترد السباع لانا نحن لانعلم ذلک فالماء طاھر عندنا فلو استعملناہ لاستعملنا ماء طاھرا[2] ولایکلف اللہ نفسا الا وسعھا

[1] ویروی مثل ذلک عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض اسفارہ فسار لیلا فمروا علی رجل عند مقراۃ[ع] لہ فقال عمر یاصاحب المقراۃ اولغت السباع اللیلۃ فی مقراتک فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاصاحب المقراۃ لاتخبرہ ھذا متکلف لہا ما حملت فی بطونہا ولنا مابقی شراب وطھور ۱۲ منہ

[ع] المقراۃ بالکسر مجتمع الماء۔ ۱۲ [2] ای فی حقنا وان کان علی خلاف ذالک فی الواقع۔ ۱۲ منہ

یقول العبد الضعیف غفرلہ القوی اللطیف جل وعلا قد حمل المولی الفاضل رحمہ اللہ تعالٰی ھذا الحدیث کما تری علی ما قدمنا من ان المطلوب عدم العلم بالنجاسۃ لا العلم بعدم النجاسۃ ولیس علینا ان نبحث فان الشیئ وان کان متنجسا فی الواقع فانہ طاھر لنا مالم نعلم بذلک ولذا حمل الحوض علی حوض صغیر یحمل الخبث وقد سبقہ الی ھذا الحمل علامۃ عصرہ سیدی زین بن نجیم المصری رحمہ اللہ تعالٰی فی البحر حیث قال فروع فی الخلاصۃ معزیا الی الاصل یتوضأ من الحوض الذی یخاف فیہ قذر ولا یتیقنہ ولا یجب ان یسأل اذ الحاجۃ الیہ عند عدم الدلیل والاصل دلیل یطلق الاستعمال وقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ الخ فذکر الحدیث المذکور بمعناہ وانت تعلم ان کلامہ انما ھو فی الحوض الصغیر کما لایخفی وقد استشھد بالحدیث علی عدم وجوب السؤال والتفتیش عنہ وان خشی التنجس بناء علی اصالۃ الطھارۃ فالعبد الضعیف تمسک بہ فی ھذا المقام تبعا لھما لکن الحدیث ذو وجوہ وشجون فقد **قیل** یعنی ان الماء کثیر فلا یحتمل التنجس بولوغ السباع وعلیہ درج الشیخ المحقق الدھلوی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح المشکوۃ ویکدرہ سؤال عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کما اشار الیہ علی القاری وقال العارف النابلسی لوکان کثیرا مقدار العشر لما سأل لانہ لاینجس الا بظھور اثر النجاسۃ فیہ اجماعا وظھور الاثر یعرف بالحس فلا یحتاج الی السؤال اھ ای وما کان عمرو لیخفی علیہ حکم الماء الکثیر ولا کان من الموسوسین فسؤالہ ادل دلیل علی ان الماء کان قلیلا یحمل الخبث وقد کان فی فلاۃ فکان مظنۃ ورود السباع فعن ھذا انشأ السؤال ورد ہ عمر بطرح الاحتمال ولیتنبہ ان نقلہ الاجماع انما ھو ناظر الی الماء الکثیر مع قطع النظر عن خصوص التفسیر لا الی مقدار العشر بالتخصیص کما لایخفی ھذا تقریر کلامہ علی حسب مرامہ **اقول** ویظھر لی ان ھھنا مجال سؤال بوجھین اما **اولا** فلما قد القینا علیک ان الاجماع انما ھو علی ان الکثیر لاینجس الا بتغییر اما تحدید الکثیر ففیہ نزاع شھیر واختلاف کبیر فی الکتب سطیر فرب کثیر عند قوم قلیل عند اٰخرین وبالعکس واذ الامر کما وصفنالک فما یدریک لعل الماء کان قلیلا عند عمرو فبحث وکثیرا عند عمر فما اکترث والامر اظھر علی قول اصحابنا ان الکثیر فی حق کل ما یستکثرہ **و یتراأی** لی فی الجواب عنہ ان المجتھد لیس لہ ان یحمل المجتھد الاٰخر علی تقلید نفسہ ویصدہ عن العمل بمذھبہ ولذا انکر عالم المدینۃ علی ھارون الرشید اذ استاذنہ ان یعلق المؤطا علی الکعبۃ ویحمل الناس علی ما فیہ فقال لاتفعل فان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اختلفوا فی الفروع

وتفرقوا فی البلدان وکل مصیب ابو نعیم عنہ فی الحلیۃ وعلی المنصور اذ ھم ان یبعث بکتبہ الی الامصار ویأمر المسلمین ان لا یتعدوھا فقال لا تفعل ھذا فان الناس قد سبقت الیھم الاقاویل وسمعوا احادیث ورووا روایات واخذ کل قوم بما سبق الیھم ودانوا بہ فدع الناس وما اختار کل اھل بلد منھم لانفسھم ابن سعد عنہ فی الطبقات وکذا لایجبر مجتھد بل عامی علی تقلید ظن الغیر فیما یفوض الی رأی المبتلی کما نص علیہ فی البحر وغیرہ فعلی ھذا قول عمر لا تخبرنا لا ینبغی حملہ علی ان الماء کثیر عندی وان کان قلیلا عندک فبرأیی فاعمل ولا تسأل بل المعنی علی ھذا ایضا ھو المنع عن اتباع الظنون ای ان الماء وان تستقذرہ لکن لست علی یقین من نجاستہ فانصرف الکلام الی ما اردنا واما **ثانیا** فلانا لانسلم ان الکثیر لا یحتاج فیہ الی السؤال نعم بما یتغیر الماء فیتغیر لونہ فیحتمل انہ لطول المکث او حلول الخبث فیتحقق منار للسؤال فعلم ان القلیل والکثیر سواء فی اباحۃ السؤال لکشف الحال عند المظنۃ والاحتمال بید ان الکثیر فی الاشربۃ المظنۃ کالامر الحسی اعنی تغیر احد الاوصاف بخلاف القلیل وبھذا القدر لا یستند العلم الی مجرد الحس لان الذی یدرک بالحس لا یکفی لتبین الامر وزوال اللبس کما لا یخفی **وافاض** اللہ الجواب عنہ بان ھذا امر یعود نفعا محضا فلئن قلتم بہ فی قصۃ الحدیث[1] فقد ترکتم ما قصدتم واعترفتم بما نرید اذ کان منار سؤال عمرو ح ھو احتمال الخبث ومبنی جواب عمر ھو اتباع الاصل وذلک ما کنا نبغ وانما کنتم تذھبون بالحدیث الی ان الماء کثیر لا یحمل الخبث فلا تخبرنا ای اخبارک وعدمہ سواء وعلی ھذا التقریر یصیر الکثیر نظیر الیسیر کما اعترفتم فلم تغن عنکم کثرتکم شیئا واللہ الموفق ھذا **وقیل**[2] بل ذھب عمر رضی اللہ تعالی عنہ الی طھارۃ سؤر السباع کما تقولہ الائمۃ الثلاثۃ علی خلاف بینھم فی الکلب والخنزیر فقولہ لا تخبرنا ای سواء علینا اخبرتنا ولم تخبرنا فانا نطھر ما تفضل السباع **اقول** وقد یلمح الیہ علی ما فیہ قولہ فی الحدیث فانا نرد علی السباع وترد علینا وقولہ کما زاد رزین عن بعض

---

[1] فان قلت لا مساغ لھذا فی قصۃ الحدیث اصلا اذ الماء الکثیر لا یتغیر بمجرد ولوغ السباع وشرب الماء قلت بلی فان لفظ الحدیث ھل ترد لاھل تلغ ویمکن ان ترد جماعات منھن وتقع فی الماء وتبول فیہ وتقضی الحاجۃ فتغلب النجاسۃ علی بعض اوصاف الماء ۱۲ منہ

[2] معطوف علی قیل السابق ۱۲ منہ

الرواۃ وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لہا ما اخذت فی بطونہا وما بقی فھولنا طھور وما اخرج الامام الشافعی عن عمرو بن دینار ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ورد حوض مجنۃ فقیل انما ولغ الکلب آنفا فقال انما ولغ بلسانہ فشرب وتوضأ **ویکدر** ھذا والذی قبلہ جمیعا انکم ملتم بالکلام الی خلاف ما یتبادر منہ فان ظاھر النھی کراھۃ الاخبار وماذاک الاخشیۃ ان لواخبر لزمہ التحرج فاراد التوسیع باستصحاب الطھارۃ مالم یعلم ولوکان الامر کما ذکرتم من کثرۃ الماء او طھارۃ السؤر لماضر اخبارہ شیئا فعلام ینھاہ عنہ بل کان حق الکلام ح ان یقول لعمرو ماذا ترید بالاستخبار الماء کثیر ولو ولغت اوسؤرھا طاھر فما ضلت الی ھذا اشار محمد رحمہ اللہ تعالٰی حیث قال بعد روایۃ الحدیث فی مؤطاہ اذا کان الحوض عظیما ان حرکت منہ ناحیۃ لم تتحرک بہ الناحیۃ الاخری لم یفسد ذلک الماء ماولغ فیہ من سبع ولا ما وقع فیہ من قذر الا ان یغلب علی ریح او طعم فاذا کان حوضا صغیرا ان حرکت منہ ناحیۃ تحرکت الناحیۃ الاخری فولغ فیہ السباع او وقع فیہ القذر (ای او لون ۱۲) لا یتوضؤ منہ الا یری ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کرہ ان یخبرہ ونھاہ عن ذلک وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اھ **اقول** فعلی ھذا معنی قولہ فانا نرد الخ وکذا استشہادہ بارشاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ثبت انا نعلم ان المیاہ فی امثالھا تلم عن ورود السباع لکن لم نؤمر بالبحث ولا بالتکلف وامرنا بالاتکال علی اصل الطھارۃ مالم نعلم بعروض النجاسۃ فلہا ما حملت فی بطونہا لان ماء اللہ مباح علی کل ذات کبد حرّاء ولنا ما غبر طھور لعدم التیقن بعروض المحذور فآل الکلام الی ما وصفنا لک من ان الیقین الاجمالی بعروض النجاسۃ لنوع لا یقضی بتنجس کل فرد منہ وبالجملۃ فالحدیث ذو وجوہ والاوجہ ما ذکرنا فصح الاستدلال بہ علی عدم وجوب السؤال لاجل ظن او احتمال وکان اول قدوۃ لنا فیہ امامنا محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ **لکن** یرتاب فیہ بان النھی عن الاخبار علی ھذا یکون نھیا عن مناصحۃ المسلمین وصونہم عن تعاطی المنکر فی الدین فان من علم ان فی ثوب المصلی نجاسۃ مثلا وھو لایدری وجب علیہ اخبارہ بذلک ان ظن قبولہ لان فعلہ علی خلاف امر اللہ سبحانہ وتعالٰی فی نفسہ وان ارتفع الاثم لعدم العلم **والجواب** عنہ کما افاد العارف النابلسی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ لایعلم ان صاحب الحوض یعلم ان السباع تردہ حتی یکون قولہ ذلک کفا ومنعا من الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ومن النصیحۃ فی الدین غایتہ انہ اراد رضی اللہ

تعالٰی عند نفی الوسواس فی طہارۃ الماء والنہی عن کثرۃ السؤال فی الامور المبنیۃ علی الیقین فی ان الاصل فی الماء الطہارۃ اھ **قلت** وحاصلہ ان المحذور ای کون النہی نہیا عن النہی عن المنکر مبنی علی العلم بکونہ منکرا وھو مبتن علی العلم بالنجس واذ لیس ھذا فلیس ذاک فلیس ذلک ولم یکن ان صاحب الحوض ھم بالاخبار فنہاہ عمر حتی یکون نہیا بعد الظن بانہ یعلم شیئا وانما سأل عمرو ولا یدری ما عند المسؤل عنہ فاراد سد باب الظنون والتنبیہ علی انا لم نؤمر بذلک ولو فتحنا مثل ھذا الباب علی وجوھنا لوقعنا فی الحرج والحرج مدفوع بالنص فتأمل حق التأمل ولا تظنن ان الامر دائر بین مصلحۃ التوسیع ومفسدۃ النہی عن النہی عن المنکر بل بین دفع مفسدۃ الوسوسۃ والتعمق والمفسدۃ التی ذکرتُ وتلک حاضرۃ متیقنۃ وھذہ محتملۃ متوھمۃ فترجح الاول فافھم واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے جب اُس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے فی البحر الرائق عن السراج الھندی عن الفقیہ ابی اللیث ان عدم وجوب السؤال من طریق الحکم وان سأل کان احوط لدینہ الخ اور یہ بھی اسی وقت تک ہے جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرعِ مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اُس کے مال وطعام کی تحقیقات کررہے ہیں کہاں سے لایا کیونکر پیدا کیا حلال ہے یا حرام کوئی نجاست اس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کرکے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو جیسے عالم دین یا سچا مرشد یا ماں باپ یا اُستاد یا ذی عزت مسلمان سردار قوم تو اُس نے اور بے جا کیا۔ ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں تیسرے بزرگوں کا ترکِ ادب۔ اور یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کرلونگا حاشا وکلا اگر اُسے خبر پہنچی اور نہ پہنچنا تعجب ہے کہ آجکل بہت لوگ پرچہ نویس ہیں تو اس میں تنہا بررو پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے کما ھو مجرب معلوم نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا۔ ہیہات احبا کو رنج دینا کب روا ہے اور یہ گمان کہ شاید ایذا نہ پائے ہم کہتے ہیں شاید ایذا پائے اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تو اُس کے مال وطعام کی حلت وطہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ لھذا اگر ایذا نہ بھی ہوئی اور اُس نے براہ بے تکلفی بتا دیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہوئی کہ شرعاً ناجائز۔ غرض ایسے مقامات میں ورع

واحتیاط کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس طور پر بچ جائے کہ اُسے اجتناب و دامن کشی پر اطلاع نہ ہو یا سوال و تحقیق کرے تو اُن امور میں جن کی تفتیش موجب ایذا نہیں ہوتی مثلاً کسی کا جوتا پہننے ہے وضو کرکے اس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے دریافت کرلے کہ پاؤں تر ہیں یونہی یہ من لوں وعلی ھذا القیاس یا کوئی فاسق بیباک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت و بے حیائی کو پہنچا ہوا ہو کہ اُسے نہ بتا دینے میں باک ہو نہ دریافت سے صدمہ گزرے نہ اُس سے کوئی فتنہ متوقع ہو نہ اظہار ظاہر میں پردہ دری ہو تو عند التحقیق اُس سے تفتیش میں بھی حرج نہیں ورنہ ہرگز بنام ورع و احتیاط مسلمانوں کی نفرت و وحشت یا اُن کی رسوائی و فضیحت یا تجسس عیوب و معصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شکوک و شبہات میں ورع نہ برتنا ناجائز نہیں۔ عجب کہ امر جائز سے بچنے کے لئے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے، یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کر دیا اے عزیز مدارات خلق و الفت و موانست اہم امور سے ہے عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت بمداراۃ الناس الطبرانی فی الکبیر عن جابر و قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأس العقل بعد الایمان باللہ التحبب الی الناس الطبرانی فی الاوسط عن علی و البزار فی المسند عن ابی ہریرۃ و الشیرازی فی الالقاب عن انس والبیہقی فی الشعب عنھم جمیعاً رضی اللہ تعالیٰ عنھم مگر جب تک نہ دین میں مداہنت نہ اس کے لئے کسی گناہ شرعی میں ابتلا ہو قال تعالیٰ لایخافون فی اللہ لومۃ لائم و قال تعالیٰ لاتاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ و قال تعالیٰ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف الشیخان وابوداود والنسائی عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق احمد الامام ومحمد الحاکم عن عمران و الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنھم پس ان امور میں ضابطہ کلیہ و اجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و ترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پرواہ نہ کرے اور اتیان مستحب و ترک غیر اولیٰ پر مدارات خلق و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو اُن میں اپنے ترفع و تنزہ کے لئے خلاف و جدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و موانست کے معارض اور مراد و محبوب شارع کے

مناقض ہیں۔ ہاں وہاں ہوشیار و گوش دار کہ یہ وہ نقطۂ جمیلہ و حکمت جلیلہ و کوچۂ سلامت و جادۂ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک و اہل تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں خبردار و محکم گیر یہ چند سطروں میں علم عزیز وباللہ التوفیق والیہ المصیر قال الامام حجۃ الاسلام حکیم الامۃ کاشف الغمۃ ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الاحیاء المبارك اقول لیس له ان یسأله بل ان کان یتورع فلیتلطف فی الترك وان کان لابد له فلیأکل بغیر سؤال اذ السؤال ایذاء وھتك ستر و ایحاش وھو حرام بلاشك فان قلت لعله لایتأذی فاقول لعله یتأذی فانت تسأل حذرا من لعل فان قنعت بلعل فلعل ماله حلال والغالب علی الناس الاستیحاش بالتفتیش ولایجوز له ان یسأل عن غیرہ من حیث یدری ھو به فان الایذاء فی ذلك اکثر وان سأل من حیث لایدری ھو ففیه اساءۃ ظن وھتك ستر وفیه تجسس وفیه تسبیب للغیبۃ وان لم یکن ذلك صریحا وکل ذلك منھی عنه فی ایۃ واحدۃ وکم من زاھد جاھل یوحش القلوب فی التفتیش ویتکلم بالکلام الخشن المؤذی وانما یحسن الشیطان ذلك عندہ طلبا للشھرۃ باکل الحلال ولوکان باعثه محض الدین لکان خوفه علی قلب مسلم ان یتأذی اشد من خوفه علی بطنه ان یدخله مالایدری وھو غیر مؤاخذ بمالایدری اذا لم یکن ثم علامۃ توجب الاجتناب فلیعلم ان طریق الورع الترك دون التجسس واذا لم یکن بد من الاکل فالورع الاکل واحسان الظن ھذا ھو المألوف من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ومن زاد علیھم فی الورع فھو ضال مبتدع ولیس بمتبع اھ ملخصا وفیه قال الحارث المحاسبی رحمه اللہ تعالٰی لوکان له صدیق او اخ وھو یأمن غضبه لوسأله فلاینبغی ان یسأله لاجل الورع لانه ربما یبدو له ماکان مستورا عنه فیکون قد حمله علی ھتك الستر ثم یؤدی الی البغضاء وان رابه منه شیئ ایضا لم یسأله ویظن به انه یطعمه من الطیب ویجنبه الخبیث فان کان لایطمئن قلبه الیه فلیحترز متلطفا ولایھتك سترہ بالسؤال لانی لم ار احدا من العلماء فعله اھ ملخصا وفی الطریقۃ والحدیقۃ مالایدرك کله وھو الاحتراز عن الشبھات کلھا فی جمیع المعاملات لایترك کله فالاولی والاحوط الاحتراز مما فیه امارۃ ظاھرۃ للحرمۃ وھی الشبھۃ القویۃ وممن له شھرۃ تامۃ بالظلم والغصب او السرقۃ او الخیانۃ او التزویر ونحوھا من الربوا والمکس

فی الاموال وقطع الطریق مما یمکن الاحتراز عنه من غیر ترک ما فعله اولی منه ای من ترکه اوفعل ما ترکه کذلک ای اولی من فعله وهذا احتراز عما اذا ترتب علی اجتنابه عن اموال من ذکروا ترک الاحترام لهم اذا کانوا ممایجب احترامهم اوینبغی له کالسلاطین والحکام وقضاة الشرع و الابوین والاستاذ والمعلم والکبیر فی السن وشیخ المحلة والصدیق ولا ینبغی بل لایجوز اساءة الظن بهم[1] ومتی ادی ذلک الی شیئ من هذا لم یکن الاولی ولا الاحتیاط الاحتراز عن تلک الشبهات لما فیها من ترک الاحترام او اساءة الظن بمن یجب اوینبغی احترامه ولایحسن[2] اساءة الظن به وهذا من اصعب الامور یرید المستحب فیقع فی الحرام اھ ملخصا **اقول** وهو کما تری صریح اوکالصریح فی ترک السؤال ولوکان اکثر ماله من الحرام فانه ذکر المشهورین بالسرقة و قطع الطریق والغصب والربوا ولم یفصل مطلقا اما الامام حجة الاسلام فجنح عند کثرة الحرام الی ایجاب السؤال و قال انما اوجبنا السؤال اذا تحقق ان اکثر ماله حرام وعند ذلک لایبالی بغضب مثله بل یجب ایذاء الظالم باکثر من ذلک والغالب ان مثل هذا لایغضب من السؤال اھ **قلت** ومبنی ذلک تحریمه الاکل عند من غالب ماله حرام فیدخل فی القسم الاول الذی ذکرنا انه لایبالی فیه بسخط احد ولالومة لائم وهذا وجه عند مشائخنا وبه افتی الفقیه السمرقندی وغیره وصححه فی الذخیرة والصحیح المختار فی المذهب المعول علیه المفتی به اطلاق الرخصة مالم یعرف شیئا حراما بعینه وهو مذهب ابراهیم النخعی وابی حنیفة واصحابه قال محمد وبه نأخذ فانی یعارض فتوی ابی اللیث فتوی ابی حنیفة وتصحیح الذخیرة ترجیح محمد وابو حنیفة هو الامام الاعظم ومحمد هو المحرر للمذهب فلذا اطلق العلامة البرکلی القول و تبعناه فی ذلک الی ان یظهر لی ان التورع محمود فی نفسه وقد مدح فی احادیث متواترة المعنی فصلنا جملة منها فی کتابنا المبارک ان شاء الله تعالٰی مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین انما یترک حیث یترک لاجل عارضة اقوی مالی اقول یترک کلا لایترک ولکن ح یکون الورع فی ترک مایظنه المتقشف ورعا فحیث لاتوجد العوارض کالایذاء وهتک الستر واثارة الفتنة کما وصفنا لک من شان ذاک الجرئ المجاهر فلا معنی لترک الورع ح مع وجود المقتضی وعدم المانع فلذا ذهبنا الی

---

[1] ای ولوحرفة من الحرف کما ذکرہ العارف النابلسی بنفسه فی بعض المواضع من هذا الشرح ۱۲ منه

[2] ای لایجوز کما سبق ۱۲

استثنائہ واللہ الموفق ھذا وفی عین العلم والاسرار بالمساعدۃ فیمالہ بنیہ عنہ وصار معتادًا فی عصرھو حسن وان کان بدعۃ اھ ای حسنۃ او فی العادات کما یفیدہ التقیید بالمرئیۃ عنہ ومثلہ فی الاحیاء واللہ تعالٰی اعلم۔

تمت المقدمات

وضع ضابطہ کلیہ دریں باب متفرقہ در حکم عظام وشراب

اقول وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے۔ شخصی یعنی ایک فرد خاص کی نسبت تیقن مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنوئیں میں نجاست گری ہے اور نوعی یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک اجمالی یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو جیسے کفار کے برتن۔ کپڑے۔ کوئیں۔ دوسرا کلی یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول وعموم ودوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز اس ترکیب کا جزو خاص ہے کہ جب بناتے ہیں اُسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہیں ہو گا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اُس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلاوجہ التزام متیقن نہیں ہو سکتا جیسے پانی وغیرہ کسی شے کو ہڈیوں سے صاف کریں کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخواں کی کوئی خصوصیت نہیں جو مقصود ان سے حاصل پاک وحلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر کما لایخفی **اور وہ اشیا** بھی جن کا کسی ماکول ومشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سُنا جانا موجب تردد وتشویش وباعث سوال وتفتیش ہو، دو قسم ہیں ایک مامنہ محذور یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود بعض اُن میں حرام ونجس بھی ہیں اور بعض حلال وطاہر جیسے عظام یہاں منشار توہم صرف اُن لوگوں کا بے باک وناحتاط ہونا ہے جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے کہ جب ان اشیاء میں حرام ونجس بھی موجود اور اُن کو پرواہ واحتیاط مفقود تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے اسی لئے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں کے تعلق ہو تو خاطر پر اصلاً تردد نہ آئے گا اور رصد ور محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔ دوسرے ما ہو محذور یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں جن کی کوئی فرد

حلال وطاہر نہیں جیسے شراب بجمیع اقسامہا علی مذہب محمد ن المأخوذ للفتوٰی یہاں باعث احتراز وتنزہ خود اُس شَے کی نفس حالت ہے نہ بنانے والوں کی جرأت وجسارت یہاں تک کہ ابتداءً اہل کارخانہ کی وثاقت وعدالت معلوم ہونا اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی بلکہ بہ حُسن کردان کی وثاقت و احتیاط میں شک آسکتا ہے۔ انہی وجوہ سے ان دو صورتوں میں ہنگام نظر وتنقیح حکم بوجوہ فرق واقع ہوتا ہے **صورتِ اولٰی** میں مجرد اُس شَے مثلاً استخواں کے پڑنے پر تیقن عام ازاں کہ شخصی ہو یا نوعی اجمالی ہو یا کلی خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا ممکن کہ صرف افراد طیبہ مباحہ استعمال میں آئے ہوں۔ اسی طرح خاص افراد محرمہ ونجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم وتنجیس کا مورث نہیں کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر وحلال کا احتمال قائم ولہٰذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط مانع اشتراء وتناول نہیں کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کرسکتے۔ کما حققنا کل ذلک فی المقدمۃ الثامنۃ والتاسعۃ بخلاف **صورتِ ثانیہ** کہ وہاں صرف اُس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اُس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس وتحریم میں بس ہے جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد صورتِ اولٰی میں متحقق ہوتے تھے یہاں قطعاً منقطع کما لایخفی اسی طرح صورتِ اولٰی میں اگر بالخصوص افراد حرام ونا پاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین یعنی شخصی یا نوعی کلی ہو تو اُس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورتِ اولٰی صورتِ ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی لانتفاع التنوع فی الافراد فان الیقین تعلق بخصوص الافراد المحرمۃ والنجسۃ وھی لاتتنوع الی محذور وغیر محذور والبتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں کہ جب علٰی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں تو ہر فرد کی محفوظی محتمل جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت بہ یقین یقین شخصی کی طرف رجوع کرجائے گا وھو مانعہ کما ذکرنا۔

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں کسی قسم کا یقین بکار آمد نہیں جب تک ماہو محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور ماہو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط وغیر مثبت ممانعت ہے جب تک یقین شخصی کی طرف مائل نہ ہو یہ نفیس ضابطہ قابل حفظ ہے کہ شاید اس رسالہ عجالہ کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگرچہ جو کچھ ہے کلمات علماء سے مستنبط اور انہیں کی کفش برداری کا تصدق، والحمدللہ رب العٰلمین

الشروع فی الجواب بتوفیق الوہاب

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابلِ غور و واجب النظر اب مقدمہ ۵ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر لحاظ درکار اگر یہ اخبار افواہِ بازار یا تنہا بے سند بعض مشرکین و کفار تو بالکل مردود و محض بے اعتبار ہاں صورت اخیرہ میں اگر اُن کا صدق دل پر جمے تو احتیاط بہتر تاہم گناہ نہیں اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلا پرواہ نہیں اور اگر فساق بداعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر تو شہادتِ قلب کی طرف رجوع معتبر اگر دل اس امر میں اُن کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ باک نہیں مگر احتراز افضل کہ آخر مسلمان ہیں عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں خصوصاً مستور کہ اُس کی عدالت معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں اور اگر قلب اُن کے صدق پر گواہی دے تو بے شک احتراز چاہیے کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہٖ حجت نہ تھی مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا لان التحری محتمل للخطاء کما فی الھدایۃ والظنون ربما تکذب کما فی الحدیث اور وہ بھی اُسی کے حق میں جس کا دل اُن کے صدق کی طرف جائے فان شہادۃ قلبك لیست حجۃ الا علیك وذلك فی القاطع کالوجدان فکیف بالظنون پس اگر دوسرے کے دل پر اُن کا کذب جمے اُس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت فی صلاۃ رد المحتار استفید مما ذکر انہ بعد العجز عن الادلۃ المارۃ علیہ ان یتحری ولا یقلد مثلہ لان المجتھد لا یقلد مجتھدا الخ ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بیشک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائے گا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں فان العدالۃ بل والاسلام ایضا لا یشترط فی التواتر عند الجمہور خلافا للامام فخر الاسلام علی ما اشتہر مع ان کلامہ قدس سرہ ایضا غیر نص فی الاشتراط کما افادہ المولی بحر العلوم فی الفواتح واللہ اعلم اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس فان فی الدیانات لا یشترط العدد ویقبل خبر الواحد العدل بلا تردد مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معاینہ سے خبر دے ورنہ سنی سنائی کہنے میں اُس کا قول خود اُس کا قول نہیں یہاں تک کہ جب اکابر علماء نے دبلئے غارسی کی نسبت لکھا اس میں پیشاب پڑتا ہے امام علامہ ملک العلماء ابو بکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا اگر یہ بات

تحقیق ہوجائے تو اُس سے نماز ناجائز ہوجائے گی تو کیا وجہ کہ اُن علماء کا خود مشاہدہ نہ تھا لہذا ہنوز معاملہ
تحقیق طلب رہا۔ فی البدائع ثم الحلیۃ بعد ذکر ما نقلنا عنہما فی المقدمۃ الثامنۃ فان صح انہم
یفعلون ذلک فلا شک انہ لاتجوز الصلاۃ معہ اھ وفی ردالمحتار علی ما اثرنا عن الدرالمختار
ثمہ ان کان کذلک لاشک انہ نجس تاترخانیۃ اھ اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت
کثیر خاص اپنے معاینہ سے بیان کرے نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں مگر جس سے پوچھئے سُننا بیان
کرتا ہے کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتا نہیں تو وہی افواہ بازاری ہے ورنہ انتہائے خبر اس مخبر
پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہوجائیں گے صرف نظر اُس اصل کے حال پر اقتصار کریگی۔
یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو
جاتی ہیں حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں قال المولی الناصح سیدی عبدالغنی قدس سرہ فی مبحث
آفۃ الرقص من شرح الطریقۃ اما خبر التواتر من الناس لبعضہم بعضا بذلک[1] فہو ممنوع لاستناد الکل
فیہ الی الظن والتوہم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضہم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منہم
عن رؤیۃ ذلک ومعاینتہ لقال لم اعاینہ وانما سمعت ومن قال عاینتہ تستکشف عن حالہ
فتراہ مستندا الی ظنون وامارات وہمیۃ وعلامات ظنیۃ وربما اذا تأملت وتفحصت وجدت
خبر ذلک التواتر الذی تزعمہ کلہ مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین الی اٰخر ما اطال
واطاب رحمہ اللہ تعالٰی **الحاصل** جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہوجائے کہ شراب اس ترکیب کا
جز ہے تو برف کی حرمت ونجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اُس کے تمام افراد ممنوع ومحذور اور یہ
احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض مہمل ومہجور کہ یہاں محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ
یہ احتمالات یک لخت مضمحل وغیر کافی (دیکھو ضابطہ کلیہ کی تحریر اور مقدمہ ۸ کی صدر تقریر) یہاں تک کہ ایسی شے
کا دوا میں بھی استعمال ناروا مگر جب اس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہوجائے گی۔
جیسے بحالت اضطرار پیاسے کو شراب پینا یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اُس سے
پیاس اور اُس سے بھوک کا جانا یقینی ہے نہ مجرد قول اطبا کہ ہرگز موجب یقین نہیں بارہا اطبا نسخے تجویز کرتے
اور اُن کے موافق آنے پر اعتماد کلی رکھتے ہیں پھر ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ ہرگز ٹھیک نہیں اترتے بلکہ کبھی بجائے

[1] ای بما ذکر من معائب المتصوفۃ المدعین لہ بالکذب اذا اخبر بذلک عن رجل معین ۱۲ منہ

نفع مضرت کرتے ہیں اور قرابادین کی بالاخوانیاں کون نہیں جانتا یہاں تک کہ اکذب من قرابادین الاطباء مثل ہوگئی علی الخصوص اس بارہ میں ڈاکٹروں کا قول تو بدرجۂ اولٰی قابل قبول نہیں کہ نہ انہیں دین اسلام کے حلال وحرام کا غم واہتمام نہ اس ملک والوں کی معرفت مزاج وطرق علاج وتدقیق علل وتحقیق علامات میں حذاقت کامل ومہارت تام وھذا الذی اخترناہ فی مسئلۃ التداوی بالمحرم ھوالصواب الواضح الذی بہ یحصل التوفیق وارتضاہ ائمۃ النقد والتحقیق قال فی ردالمحتار **قولہ** اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النہایۃ عن الذخیرۃ یجوز ان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اٰخر وفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام ان اللّٰہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم کما رواہ البخاری ان ما فیہ شفاء لاباس بہ کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب الہدایۃ فی التجنیس اھ من البحر وافاد سیدی عبدالغنی انہ لایظہر الاختلاف فی کلامھم لاتفاقھم علی الجواز للضرورۃ واشتراط صاحب النہایۃ العلم لاینافیہ اشتراط من بعدہ الشفاء ولذا قال والدی فی شرح الدرر ان قولہ لاللتداوی محمول علی المظنون والاجوازہ بالیقینی اتفاقی کما صرح بہ فی المصفی اھ اقول وھو ظاہر موافق لما مر فی الاستدلال لقول الامام لکن قد علمت ان قول الاطباء لایحصل بہ العلم والظاہر ان التجربۃ یحصل بہا غلبۃ الظن دون الیقین الاان یریدوا بالعلم غلبۃ الظن وھو شائع فی کلامھم تأمل اھ ما فی ردالمحتار مع بعض اختصار۔ **اقول** اما ماذکر من امر التجارب فللعبد الضعیف ھھنا تنقیح شریف واریدان احقق المسئلۃ فی بعض رسائلی ان یسر المولی سبحانہ وتعالٰی واما عزوہ الحدیث للبخاری فلم ارہ فی البحر ولا فی الخانیۃ وانما رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر بسند صحیح[1] علی اصول الحنفیۃ نعم رأیتہ فی اشربۃ الجامع الصحیح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ من قولہ تعلیقا فلیتنبہ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتناب شبہات احتراز کرے مگر تحریم وتنجیس کا حکم بے دلیل شرعی ہرگز روا نہیں قدرے بیان اس کا آگے گزرا اور ان شاء اللہ تعالٰی خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے والعود احمد یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ نہ اس پانی پر جسے منجمد کرتے ہیں شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم

[1] قالہ لان رجالہ رجال الصحیح علی ما فیہ من انقطاع، ۱۲ منہ

ہوتی ہے تو برف پر حکم جواز ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنھیں ٹنکچر کہتے ہیں اُن سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی نہ اُن کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز کما حققناہ فی فتاوٰنا ان اسپارتو دھی روح التبیل خمر قطعا بل من اخبث الخمور فھی حرام ورجس نجس نجاسۃ غلیظۃ کالبول وما استروح بہ بعض الجھلۃ المتسمین بالعلم من کبراء اراکین الندوۃ المخذولۃ فمن اخبث القول نسأل اللہ العصمۃ فی کل حرکۃ وکلمۃ مسلمان اسے خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصاً سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذ اللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو والعیاذ باللہ رب العالمین اسی طرح **بلیننگ** اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی گنجائش نہیں مگر **اولا** غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر شکر کا صرف مرور و عبور ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُن کے کچھ اجزا شکر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کرکے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انکشت و استخواں کا کوئی جز اُس میں شریک نہیں ہونے پاتا جب تو اس شکر کی حلت کو صرف اُن ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ حلال و ماکول نہ ہوں کما لا یخفٰی علٰی عاقل وذلک لانہ لم یختلط بالحرام فیتمحض فی الاکل والمرور علی طاھر ولو حرام لا یورث منعا اور یہ صورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہرا یہی صورت ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا غالباً باعث تصفیہ نہ ہوگا تو اس تقدیر پر درصورت نجاست استخوان نجاست عصیر و حرمت شکر میں شک نہیں ورنہ[1] بلا ریب طیب وحلال۔ اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں ملاتے اور وہ مخلوط و غیر ممیز ہوکر اُس میں رہ جاتے ہیں تو حلت شکر کو اُن ہڈیوں کی حلت بھی ضرور صرف طہارت کفایت نہ کرے گی اور اگر غیر ماکول یا مردار کے استخواں ہوئے تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ اُن کے اجزا بھی کھانے میں آئیں گے للاختلاط وعدم الامتیاز اور اُن کا کھانا گو طاہر ہوں حرام تو شکر بھی حرام ہو جائے گی فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ اھ[2] رہو سرکی جس شکر کا حال تحقیقاً معلوم کہ یہ بالخصوص کیونکر بنتی ہے اُس کے تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخواں کی طہارت نجاست حلت حرمت کا حکم پہلے معلوم ہوچکا (دیکھو مقدمہ ۱)

مذہب ندوہ میں شراب حلال و پاکیزہ ہے

[2] فی الماء ۱۲

---

[1] یعنی اگر ہڈیاں ناپاک نہ ہوں یا رس اپنے بہاؤ میں اُن پر گزر جاتا ہو۔ ۱۲ منہ

ثانیاً کیست ماکان ان خیالات پر مطلق شکر رو سر کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ مقام اطلاق میں طہارت و حلّت ہی پر فتوٰی دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست وحرمت پر یقین نہیں صرف ظنون و خیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی (دیکھو مقدمہ ۲) مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں مانا کہ اُنہیں نجس و طاہر و حرام و حلال کی پرواہ نہیں۔ مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں جن کے اختلاط سے شَے حرام یا نجس ہوجائے مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں بلکہ حلال و طاہر بھی بکثرت ہیں نہ بنانے والوں کو خواہی نخواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں جو موجب تحریم و تنجیس ہو نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت کہ اُنہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جس کے سبب وہ لوگ اُنہیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو **صرف اس قدر** پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں دیکھو اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارے پر اقدام وحوش کا پتہ چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارہ پر گرا دیکھے بلکہ فرض کیجئے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بُعد یا ظلمت شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرالینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر یہی تھا اور پانی کو ناپاک جان کر اُس سے احتراز کرنا ہرگز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے مانا کہ جنگل میں سباع و خنزیر بھی ہیں مانا کہ وہ بھی انہیں پانیوں سے پیتے ہیں مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا، ممکن کہ سوئر ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو۔ قال فی الحدیقۃ بعد نقل ماقدمنا عنہا عن جامع الفتاوی اول المقدمۃ العاشرۃ من ان مجرد الظن لایمنع التوضی الخ لکن نقل قبل ذلک قال (یعنی صاحب الجمع) ولو رأی اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضأ بہ انتہی وینبغی تقیید ذلک بما اذا غلب علی ظنہ انہا اقدام الوحوش والا فیحتمل انہا اقدام ماکول اللحم فلا یحکم بالنجاسۃ بالشک ویقید ایضا بانہ رأی رشّ الماء حول ذلک الماء القلیل ونحو ذلک من القرائن الدالۃ علی ان الوحوش شربت منہ والا فلا نجاسۃ بالشک اھ **قلت** وقد سبقہ بہذا الحمل البحر فی البحر حیث قال وفی المبتغٰی بالغین المعجمۃ برؤیۃ اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضأ بہ سبع مر بالرکیۃ وغلب علی ظنہ شربہ منہا تنجس والا لا وینبغی ان یحمل الاول علی ما اذا غلب علی ظنہ ان الوحوش شربت منہ بدلیل الفرع الثانی والا فمجرد الشک لایمنع الوضوء بہ بدلیل ماقدمنا[1] نقلہ عن الاصل الخ **ثالثاً** یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں

[1] ہو ماقدمناہ عنہ عن الخلاصۃ عن الاصل اول المقدمۃ العاشرۃ ۱۲ منہ

پھر نفس شکر میں سوا ظنون کے کیا حاصل اس سے بدرجہا زیادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق (دیکھو مقدمہ ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ و کثرت و وفور و شدت لیے احتیاطی غالبہ ظن غیر ملتحق بالیقین حاصل ہو وہاں بھی علماء تنجیس و تحریم کا حکم نہیں دیتے بلکہ صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں (دیکھو مقدمہ ۷) پھر ماتحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک و حرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب و طاہر شاذ و نادر یا اتنا یقین ہوا کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں پھر یہ تو نہیں کہ دائما صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس و حرام کر دے اور جب یوں بھی ہے اور یوں بھی تو ہر شکر میں احتمال محفوظی تو ہرگز حکم نجاست و حرمت نہیں دے سکتے (دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہ ریب و شبہ نہ پائی جائے تحقیقات کی بھی حاجت نہیں بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذائے اہل ایمان یا ترک ادب بزرگان یا پردہ دری مسلمان یا اور کوئی محذور سمجھے وہاں تو ہرگز ان خیالات و ظنون کی پابندی نہ کرے (دیکھو مقدمہ ۱۰) **ہاں** بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مُردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملا دی گئیں کہ اب جدا نہیں ہو سکتیں یا بچشم خود معاینہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے روبرو رس میں بے حالت جریان شامل ہوئے اور وہی رس منعقد ہو کر شکر بنا تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یوں بنی اس پر حرام جس کا نہ کھانا جائز نہ کھلانا جائز، نہ لینا جائز نہ دینا جائز **یوہیں** جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا ایسا برتاؤ درجۂ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے جس میں ایسا عمل کیا گیا تو اُس کا استعمال بھی روا نہ رہے گا بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں **اور اگر** اس نے خود دیکھا یا معتبر سُنا مگر جب بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہو گئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکم جواز ہے اور خریداری و استعمال میں مضائقہ نہیں جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرع اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے صلی اللہ تعالٰی علی صاحبہ و بارک و سلم۔ آمین۔

خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا آمین،

بحمد اللہ تعالٰی ہم نے اس شکر کے بارہ میں ہر صورت پر وہ واضح و بیّن کلام کیا کہ کسی پہلو پر حکم شرعی مخفی نہ رہا اب اہل اسلام نظر کریں اگر یہاں اُن صورتوں میں سے کوئی شکل موجود جن پر ہم نے حکم حرمت دیا تو وہی حکم ہے۔

ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدد وناواقفی نہ بے تحقیق کسی شے کو حرام وممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات وتصورات کا دروازہ کھولا جائے گا تو ہندیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہو جائے گا۔ ایک روسرا شکر کیا ہزار ہا چیزیں چھوٹی بڑیں گی گھوسیوں کا گھی تیلیوں کا تیل حلوائیوں کا دودھ ہر قسم کی مٹھائی کا فسر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے اور اُن کی طہارت پر بے تمسک باصل کونسا مبنیٰ قاطعہ ملا ہے اس دائرہ توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسر وسماحت ہے ہرگز گوارا نہیں فرماتی صلے اللہ تعالٰی علی صاحبہ وبارک وسلم فی الحاشیۃ الشامیۃ فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ اھ وفیہا ھوارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اھ وقد قالت العلماء من کل مذھب کلما ضاق امر اتسع ومن القواعد المسلمۃ المشقۃ تجلب التیسیر علماء تصریح فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اتقائے شبہات کا نہیں غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے فی فتاوی الامام قاضی خاں قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات وانما علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین اھ وفی تجنیس الامام برھان الدین عن ابی بکر بن ابراھیم لیس ھذا زمان الشبھات ان الحرام اغنانا یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک اھ ملخصا وعنہما فی الاشباہ نحو ذلک وفی الطریقۃ وشرحہا بعد النقل عن الامامین المعاصرین رحمہما اللہ تعالٰی زمانہما ای زمان قاضی خان وصاحب الھدایۃ رحمہما اللہ تعالٰی قبل ستمائۃ سنۃ من الھجرۃ النبویۃ وقد بلغ التاریخ الیوم ای فی زمان المصنف لھذا الکتاب رحمہ اللہ تعالٰی تسع مائۃ وثمانین سنۃ من الھجرۃ وبلغ التاریخ الیوم الی ان ن: وثلث وتسعین سنۃ من الھجرۃ ولاخفاء ان الفساد والتغیر یزید ان بزیادۃ الزمان لبعدہ عن عہد النبوۃ اھ ملخصا وفی العٰلمگیریۃ عن جواھر الفتاوی عن بعض مشائخہ علیک بترک الحرام المحض فی ھذا الزمان فانک لاتجد شیئا لاشبھۃ فیہ اھ سبحان اللہ جبکہ چھٹی صدی بلکہ اُس سے پہلے سے ائمہ دین یوں ارشاد فرماتے آئے تو ہم پس ماندوں کو اس چودھویں صدی میں کیا امید ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون ایسی ہی وجوہ ہیں کہ حدیث میں آیا انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر بہ ھلک ثم یاتی زمان من عمل منھم بعشر ما امر بہ نجا اخرجہ الترمذی وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاں جو شخص بحکم قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل اخرجہ البخاری عن

عن عقبۃ بن الحارث النوفلی ۴؎ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اتقی الشبھات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ اخرجہ الستۃ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنھم بچنا چاہیے اور اُن امور کہ ھم مقدمۂ دہم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر و افضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا حکم صرف اُسی کے نفس پر ہے نہ کہ اُس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اُسے استعمال کرتے ہوں اُن پر طعن و اعتراض کرے انہیں اپنی نظر میں حقیر سمجھے اس سے تو اُس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع و تحقیر سے تو محفوظ رہتا۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۵؎ وقال جل مجدہ ولاتلمزوا انفسکم ای لایغتب بعضکم بعضا واللمز ھو الطعن باللسان ۶؎ ولابی داؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام مالہ وعرضہ ودمہ حسب امرئ من الشران یحقر اخاہ المسلم عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے یہ صرف تشدد و تعمق کا نتیجہ ہے اور واقعی دین و سنت صراط مستقیم ہیں۔ ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں مبتلا پاتا ہے لم یجعل لہ عوجا دونوں مذموم۔ بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آجکل بہت جہال منتسب بنام علم و کمال یہی روش چلتے ہیں کہ ہر بات بلکہ مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں اُن سے تحذیر و تنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتٰے کہ نوبت تابہ اطلاق شرک و کفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے۔ پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اُس کا تدارک عمل میں آئے۔ نہیں نہیں بلکہ اُسے طرح طرح سے جمائیں اُلٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ بفحوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں کہ بنظر تخویف و ترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحان اللہ اچھا تشدد ہے کہ اُن سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر و مشرک بنانا بلکہ براہِ اصرار اُسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید و عظیم آذر دین حنیف سہل لطیف سمح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع و ذمیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں آسانی کرو اور دقت میں نہ ڈالو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا یسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفروا ۷؎ ولمسلم وابی داؤد عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کان صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم اذا بعث احدًا من اصحابہ فی بعض امرہ قال بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو نہ دشواری میں ڈالنے والے احمد والستۃ ما خلا مسلما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلاک ہوئے غلو وتشدد والے احمد ومسلم وابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلک المتنطعون اور روایت ہوا فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نرم شریعت ہر باطل سے کنارہ کرنیوالی لے کر بھیجا گیا ہوں جو میرے طریقے کا خلاف کرے میرے گروہ سے نہیں الخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ ومن خالف سنتی فلیس منی الی غیر ذلک من احادیث یطول ذکرھا والتی ذکرنا کافیۃ وافیۃ نسأل اللہ سبحانہ العفو والعافیۃ آمین فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے آج تک اس شکر کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے کا قصد مگر بااین ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔ نہ جو مسلمان استعمال کریں انہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے نہ تورع واحتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لئے ان پر ترفع وتعلی روا رکھے وباللہ التوفیق والعیاذ من المداہنۃ والتضییق وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم و اعلم ان لنا فی الکلام علی ھذا المرام بتوفیق المولٰی سبحانہ وتعالٰی مباحث اخرٰی ادق واعلٰی لکنہا دقیقۃ المنزع عمیقۃ المشرع عویصۃ المنال طویلۃ الاذیال وقد قضینا الوطر عن ابانۃ الصواب وتحقیق الجواب فکفینا امرھا فطوینا ذکرھا فہاک جوابا قل ودل بفضل الملک عزوجل فان لم یصبہا وابل فطل ومعلوم ان ما قل وکفی خیر مما کثر والھی قالہ المصطفٰی علیہ افضل الثناء رواہ ابویعلی والضیاء المقدسی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن کل ولی آمین۔

تنبیہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل ودلائل تقریر کئے جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ نان پاؤ رنگت کی پڑیوں یورپ کے آئے ہوئے دودھ مکھن صابون مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے غرض ہر جگہ کیفیت خبر وحالت مخبر وحاصل واقعہ وطریقہ مداخلت حرام ونجس وتفرقہ ظن ویقین ومدارج ظنون وملاحظہ ضابطہ کلیہ ومسالک ورع ومدارات خلق

وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح و مراعات کرلیں پھر ان شاء اللہ تعالٰی کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر سابقہ سے واضح نہ ہوجائے۔ واللہ سبحانہ الموفق والمعین وبہ نستعین فی کل حین۔ وصلی اللہ تعالٰی علی سید المرسلین وخاتم النبیین۔ محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔ وعلینا معھم برحمتك یا ارحم الراحمین۔ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین۔ استراح القلم من تحریرہ فی ثلاثۃ ایام من اواخر ذی القعدۃ المحرم اٰخرھا یوم السبت السادس والعشرون من ذاك الشھر المکرم۔ سنۃ ثلث بعد ۳۰۲ الالف وثلثمائۃ من ھجرۃ حضرۃ سید العالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم۔ مع اشتغال البال برد اھل الضلال وشیون اُخر۔ والحمد للہ العلی الاکبر۔ مآلذ الملجا وحت الشکر۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۱۸۳) ازنینی تال متصل سوکھاتال مرسلہ حافظ محمد ابراہیم خان صاحب محرر بیٹنی ڈائرکٹر کرنیل میجر ریاست گوالیار ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

حضرت مخدومی دامت برکاتہم بعد آداب خادمانہ التماس خدمت اطہر کہ مسئلہ مندرجہ ذیل سے جلد غلام کو سرفراز فرمائیں۔ عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابل استعمال ہے یا نہیں مثلاً زید عیسائی ہے اور بکر مسلمان ہے زید نے بازار سے مٹھائی لی اور بکر کو قبل اپنے کھانے کے احتیاط کے ساتھ دے دی تو بکر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔ بکر مسلمان اپنے یہاں سے کتھا چونہ زید کو دے دیتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو بکر اپنے یہاں سے پانی وغیرہ اُس کتھے چونے میں ڈال دیتا ہے اور اپنے ہی یہاں کے پانی سے بکر پان وغیرہ بھگو دیتا ہے بلکہ زید خود احتیاط رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو پانی بکر کے یہاں سے اس میں استعمال کے واسطے منگوا لیتا ہے اس حالت میں پان زید کے ہاتھ کا استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: نصارٰی کے مذہب میں خون حیض کے سوا شراب، پیشاب، پاخانہ غرض کوئی اصلاً ناپاک نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بچنے پرہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو اُن کا ظاہر حال نجاسات سے ملوث ہے امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں: یتعین علی من لہ امران یقیم من الاسواق من یشتغل بھذا السبب یرید بیع الاشربۃ الدوائیۃ کشراب العناب وشراب البنفسج وغیر ذلك من اھل الکتاب لان النصارٰی عندھم ابوالھم طاھرۃ ولا یتدینون بترك نجاسۃ الادم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصارٰی الغالب علیہ انہ متنجس استغفارات رد انصار ے کے تنزہ ہوں استغفا

ہیں ہے مسلمان لوگ بول و براز اور خون سے آلودہ رہنے کو عقلاً بھی نامستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر انہیں ہنسا کرتے ہیں۔ تو ان کی چھوئی ہوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً مکروہ و ناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں کما حققنا فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبة سکر روسرا اور اس کے سوا یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جو اس کراہت کو تر و خشک دونوں کو شامل اور اشد و کامل کرتا ہے شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے یونہی مواضع تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلا وجہ شرعی اپنے اوپر دروازہ طعن کھولنا ناجائز اور مسلمانوں کو اپنی غیبت و بدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انہیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح و شنیع۔ احادیث و اقوال ائمہ دین سے اس پر صدہا دلائل ہیں۔ وقد ذکرنا بعضہا فی کتاب الحظر من فتاونا وفی غیرہ من تصانیفنا منہا الحدیث الصحیح بشروا ولا تنفروا وحدیث ایاک وما یعتذر منہ وحدیث ایاک وما یسوء الاذن وحدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقفن مواقف التہم الی غیر ذلک من النصوص تو اپنا کتھا چونہ دینا اپنے پانی سے پان بھگونا ساری احتیاط کرنا مگر پان عیسائی کے ہاتھ کا ہونا اس میں سوا اس کے کیا نفع ہے کہ مسلمان نفرت کھائیں بدنام کریں متہم جانیں غیبت میں پڑیں اسی طرح جب اس کے یہاں کی شیرینی ان مفاسد کا دروازہ کھولتی ہو تو اس سے بھی احتراز شرعاً درکار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۸۴): ۲۹ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کر کے رکھو تو میں تمہارے چاقو مار دوں۔ اب زید کے لئے کیا حکم ہے بموجب شریف کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں زید نے تین گناہ کئے مسلمان کو ناحق تہدید، مال کو ضائع رکھنے کی تاکید، مسئلہ شرعیہ پر انکار شدید۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۸۵): از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

اگر کپڑا بقدر درم کے یا کم اس سے پیشاب سے پلید ہو گیا اور پھر وہ کپڑا تہ تو تہ کر کے سب میں اثر پلیدی سرایت کر گیا تو وہ کپڑا پاک رہے گا یا نہیں۔

الجواب: جب کپڑے کو نجاست پہنچے اور ایک تہ سے دوسری تہ تک سرایت کرے تو ہر تہ کی نجاست جدا شمار میں آئے گی۔ اگر سب مل کر قدر درم سے زائد ہو نماز فاسد ہو خواہ وہ تہیں ایک ہی

کپڑے کی ہوں جیسے دوہرے لباس یا چند کپڑے تو برتو بدن پر ہوں شعار و دثار فی ردالمحتار فی البحر وغیرہ لا یعتبر نفوذ المقدار الی الوجہ الاٰخر لو الثوب واحدا بخلاف ما اذا کان ذا طاقین کالدراہم متنجس الوجہین اھ الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ(۱۸۶): از مرزا یہ عنایت گنج بریلی شہر کہنہ ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ

شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک یا ناپاک۔

الجواب: آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اُس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو۔ والمسألۃ دوارۃ فی متوننا و شروحہا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ(۱۸۷): از اٹاوہ کچہری کلکٹری مکان منشی عنایت اللہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۸ھ

جسم پر اگر کوئی نجاست بالتحقیق لگ چکی ہو اور وہاں ورم ہو مثلاً شکم پر ہو یا رانوں تک ورم پہنچا ہو تو نجاست دھوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: اگر پانی بہانا ضرر کرے تو کسی عرق مثلاً عرق مکو وغیرہ سے گنگنا کرکے دھوئے نجاست حقیقی ان چیزوں سے بھی پاک ہو جاتی ہے ہاں نہانے یا وضو میں پانی کے سوا دوسری چیز کام نہیں دیتی۔ اور اگر ان سے بھی ضرر ہو تو کپڑا پانی یا عرق میں خوب بھگو کر اُس سے موضع نجاست کو ملے۔ دوبارہ دوسرا کپڑا سہ بارہ تیسرا بھگو کر ملے طہارت ہو جائے گی اور اگر یہ بھی نقصان دے تو جب تک حالت ضرر کی ہے ویسے ہی نماز پڑھے معاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ(۱۸۸): از فراشی محلہ ۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف تو شک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہو جائیں تو وہ مع روئی کے دُھل کر پاک ہو سکتے ہیں یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا الگ اور روئی الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئی کا سُوت کات لیا جائے تو وہ سُوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے۔ دھونے سے پاک ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی تو شک رضائی وغیرہ وہ یوں ہی دھونے سے پاک ہو جائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا اُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہے۔ پرظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے فی الدر المختار یطہر محل غیر مرئیۃ

بغلبۃ ظن غاسل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی وقدر ذلک لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما یتشرب النجاسۃ وھذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیرا او جری علیہ طہر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف و تکرار غمس ھو المختار اھ باختصار ناپاک روئی کا سوت دھونے سے بخوبی پاک ہو سکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آ سکتا ہے۔ کما لا یخفی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۸۹): از شہر کہنہ ۷ ۱ رجب ۱۳۲۰ھ

غسل خانہ کے بچہ بچہ کا پانی گھڑے سے نکالنا اور پھر اُس کو دھو کر استعمال میں لانا مکروہ ہے یا نہیں

الجواب: مکروہ نہیں مگر بے ضرورت پینے یا وضو یا کھانا پکانے کے گھڑے سے یہ کام نہ لیا جائے لان الطباع تنفر عن ھذا وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۹۰): احمد یار خاں موضع ٹھڑیا نجابت خاں ضلع وتحصیل بریلی۔

علماء دین اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ھذا میں جنبی شخص بیشتر ہاتھ دھو کر ناف سے نیچے ناپاکی دھولیوے بعدہ تہمد پاک باندھ کر میدان میں غسل مسنون ادا کرے تو اس حالت میں وہ تہمد پاک رہے گا یا ناپاک اور غسل سے وہ آدمی پاک ہو گیا یا ناپاک رہا۔ اور اُس پانی کی چھینٹ دیگر شخص کے واسطے پاک ہے یا ناپاک۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تہبند پاک رہے گا۔ غسل کا پانی پاک ہے۔ اُس کی چھینٹ سے کوئی ناپاکی نہ آئے گی رہا غسل ادا ہو جانا، اگر تہبند ایسا ہے کہ پانی اُس کے نیچے کے تمام بدن پر بھی ذرہ ذرہ پہ بہ جائیگا تو غسل ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۹۱): از ضلع گورگانوہ مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۴، صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کتے چاٹتے ہیں اُنہیں کڑاہیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں۔ اُن کے یہاں کی شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: طہارت ونجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست

ثابت نہیں ہے، نہ فی جس خاص شئے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس و حرام ہے و بس امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بہ نأخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ مسئلہ کی تمام تر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالہ الاحلی من السکر میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۹۱) :- از کوٹ ضلع بجنور محلہ کوٹڑہ مسئولہ امتیاز حسین صاحب ۱۷، شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ اگر مٹی کے برتن مثل پیالے و کونڈے وغیرہ میں نجاست غلیظہ مثل پاخانہ و پیشاب لگ جاوے اور اُس کو پانی سے دھو کر پاک کریں اور دھوپ میں خشک کر دیں اسی طرح تین مرتبہ پاک کر لیا جاوے تو وہ عند الشرع پاک قابل استعمال رہا یا نجس ہے۔

الجواب :- ہاں پاک ہو گیا مٹی کا برتن چکنا استعمالی جس کے مسام بند ہو گئے ہوں جیسے ہانڈی توہ تانبے کے برتن کی طرح صرف تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو جیسے پانی کے گھڑے وغیرہ اُن کو ایک بار دھو کر چھوڑ دیں کہ پھر بوند نہ ٹپکے اور تری نہ رہے دوبارہ دھوئیں اور اسی طرح چھوڑ دیں سہ بارہ ایسا ہی کریں پاک ہو جائے گا۔ چینی کا برتن جس میں بال ہو وہ بھی یوں ہی خشک کر کے تین بار دھو یا جائے گا ورنہ ثابت ہو تو صرف تین بار دھو دینا کافی ہے مگر نجاست اگر جرم دار ہے تو اُس جرم کا چھڑا دینا بہر حال لازم ہے۔ خشک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنی تری نہ رہے کہ ہاتھ لگنے سے ہاتھ بھیگ جائے۔ خالی نم یا سیل کا رہنا مضائقہ نہیں نہ اس کے لئے دھوپ یا سایہ شرط۔ درمختار میں ہے قدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا کما مر رد المحتار میں ہے قولہ انقطاع تقاطر زاد القہستانی وذھاب الندا وۃ وفی التاترخانیۃ حد التجفیف ان یصیر بحال لا ینتل منہ الید ولا یشترط صیرورتہ یابسا جدا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۹۲) :- مسئولہ مولوی سلیم اللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کفار کا استعمال کیا ہوا چرس یا ڈول چرمی یا حقہ چرمی دھو کر اور صاف کر کے مسلمان استعمال کر سکتا ہے۔

الجواب :- دھونے صاف کر لینے کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا استعمال بلاشبہ جائز ہے۔ صحیحین و مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی شریف میں ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے واللفظ للترمذی قال سئل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قدور المجوس فقال انقوھا غسلا و اطبخوا فیھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰ تا ۱۹۳: از لکھنؤ چوبداری محلہ متصل کوٹھی قدیم بلینک ساز ان مکان ۱۰۲ مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب مارہروی ۵ محرم ۱۳۳۳ھ

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہوگیا۔ اُس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اُس کے قطرے پونچھ ڈالے اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اس کو دھوئے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضوِ مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاکی نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے۔

(۳) بدن کو دھوکر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہوجائے گا یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیا کرے خاص کر اس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضرور ہے یا مطلقا ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا ہو اُس کا بھی دور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضرور ہے۔

الجواب: بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات و تقاطر در کنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اُس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہے تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو جیسے مٹی کا گھڑا یا متعسر ہو جیسے بھاری قالین دری تو شک لحاف وہاں انقطاع تقاطر باذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار بہ جانا چاہیے اگرچہ پہلی دھار ابھی حصہ زیریں پر باقی ہے۔ مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی۔ اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ ابھی ایڑی سے بہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اُتر گیا تطہیر ہوگئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا طہارت نہ ہوگی کہ اُن کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی بھی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لئے اُس کی رعایت ضرور مناسب ہے۔ اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہوگیا۔ و رہ غسالہ

میں ہے۔ یطھر محل نجاسۃ مرئیۃ بقلعھا ای بزوال عینھا و اثرھا ولو بمرۃ او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر لازم ومحل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طھارۃ محلھا بلاعدد بہ یفتی وقدر بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر و بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعھا۔ رد المحتار میں ہے بتثلیث جفاف ای جفاف کل غسلۃ من الغسلات الثلاث وھذا شرط فی غیر البدن ونحوہ اما فیہ فیقوم مقامہ توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیۃ و الاظھر ان کلا من التوالی والجفاف لیس بشرط فیہ وقد صرح بہ فی النوازل وفی الذخیرۃ ما یوافقہ اھ واقرہ فی البحر۔ رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہو گیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلا وجہ ہاتھ ناپاک کر لینا مگر جبکہ اس نے ایسا کیا مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اس پر پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لئے تو یہ ہاتھ ناپاک ہو گیا مگر ایسی نجاست سے کہ دو بار دھونے سے پاک ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ایک بار دھل چکی اب پاؤں پر دو بار پانی ڈالنا تھا، دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا تھا لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دو بار دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دو بار دھونے کی ضرورت ہو گئی اور ہاتھ بدستور اسی نجاست سے نجس رہا اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے۔ لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دو بار دھونے کی ضرورت ہو گئی وھکذا لہذا اسے لازم کہ پاؤں پر دو بار پانی بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جدا دو بار دھولے۔ در المختار میں ہے۔ قال فی الامداد والمیاہ الثلثۃ متفاوتۃ فی النجاسۃ فالاولی یطھر ما اصابتہ بالغسل ثلثا والثانیۃ بالثنتین والثالثۃ بواحدۃ وکذا الاوانی الثلثۃ التی غسل فیھا واحدۃ بعد واحدۃ وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقۃ والثانی بواحدۃ والاول بثنتین اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۹۵) ۱: از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۲ھ

اگر کپڑوں پر بیلوں کے پیشاب گوبر وغیرہ کی چھینٹیں پڑیں اور کپڑے بدلنے کی فرصت نہیں ہے نماز ایسی حالت میں ہو گی یا نہیں۔

الجواب: اگر چھینٹیں چہارم کپڑے سے کم پر پڑی ہیں نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں اور کھیت کے کام

سے فرصت نہ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۹۹): ازموضع بھوٹا بھوتی بسوٹو لانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ

گھی گرم تھا اُس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مرگیا۔ یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: گھی ناپاک ہوگیا بے پاک کئے اُس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اُتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آجائے اُسے اُتار لیں اور دوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یونہی کریں پھر اتار کر تیسرے پانی سے اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اُتار لیں۔ **اقول** جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔ ردالمحتار میں ہے۔

قال فی الدر لو تنجس الدھن یصب علیه الماء فیغلی فیعلو الدھن الماء فیرفع بشیئ ھکذا ثلاث مرات اھ وھذا عند ابی یوسف خلافا لمحمد وھو اوسع وعلیه الفتوی کما فی شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی وقال فی الفتاوی الخیریة لفظة فیغلی ذکرت فی بعض الکتب والظاھر انھا من زیادة الناسخ فانا لم نر من شرط لتطھیر الدھن الغلیان مع کثرة النقل فی المسألة والتتبع لھا الا ان یراد به التحریك مجازا فقد صرح فی مجمع الروایة وشرح القدوری انه یصب علیه مثله ماء ویحرك فتامل اھ ویحمل علی ما اذا جمد الدھن بعد تنجسه ثم رأیت الشارح صرح بذلك فی الخزائن فقال والدھن السائل یلقی فیه الماء والجامد یغلی به حتی یعلو الخ

دوم ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہوگیا ہو آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے سب گھی پاک ہو جائے گا جامع الرموز میں ہے المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارته باجرائه مع جنسه مختلطا به۔

سوم دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہوکر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہو گیا۔ خزانہ میں ہے اناءان ماء احدھما طاھر والاخر

نجس فصبامن مکان عال فاختلطافی الھواء ثم خرّ لاطاھر کلہ پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند پاک سے پہلے پہنچے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اڑ کر پاک گھی سے جُدا برتن میں ورنہ جتنا برتن میں پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

مسئلہ: ۔ از کٹک بخشی بازار متصل مسجد مولوی صاحب۔ مرسلہ داور علی خاں صاحب سہاوری۔ ۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

انگلی پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہو جائے گی اور منہ بھی پاک رہے گا۔

الجواب: ۔ انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اسے جائز بتانا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ مونہہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہو جائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا منہ سے دھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہو جائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہے۔ الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت أولئک مبرءون مما یقولون۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۱): ۔ از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبد الغفار صاحب مورخہ ۱۱۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ دہی گھی ترکاری شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیۂ انما المشرکون نجس اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتویٰ ہے۔

الجواب: ۔ آیۂ کریمہ انما المشرکون نجس اُن کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے، اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاوی اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں اُن کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام ہے مگر اُس حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق و ثابت ہو نجس و حرام

ہیں ورنہ طاہر و حلال کہ اصل اشیاء میں طہارت و حلّت ہے۔ قال تعالیٰ خلق لکم مافی الارض جمیعا جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بہ نأخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوّث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں تک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولیٰ ہے غرض فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز۔ روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۲): از ڈاک خانہ راموچکا کول ضلع ہٹا گانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمٰن صاحب ۹۔ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جو زمین ناپاک دھوپ کی وجہ سے پاک ہوگئی اب اُس زمین پر اگر کوئی گیلا پیر رکھ دے اور مٹی لگ جائے تو گیلا پیر ناپاک ہوگا۔

الجواب: جب زمین کو زوال اثر کے بعد حکم طہارت دے دیا گیا اب وہ پانی پڑنے سے ناپاک نہ ہوگی تو پاؤں اُس پر رکھ دینے سے ناپاک نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۳ و ۲۰۴): از شہر کہنہ ۱۲۔ رمضان ۱۳۳۶ھ

بچے زمین پر پیشاب پاخانہ کرتے تھے اس پر راب گر گئی وہ سب اٹھا کر آڑے ہیں اس کی کھانچی پڑی کھاجر کے سوا پڑا اب وہ بھی شکر پاک ہوئی یا پکا کر پاک یا کس طرح پاک ہو۔

(۲) کرسی یا چوہے کی مینگنی کھانے میں نکل آئے تو کیا کیا جائے۔

الجواب: (۱) جب بچے زمین پر پاخانہ پھرتے ہیں وہ اُٹھا دیا جاتا ہے زمین کھرچ دی جاتی ہے۔ پیشاب کرتے ہیں وہ خشک ہو جاتا ہے اُس کا اثر زائل ہو جاتا ہے زمین پاک ہو جاتی ہے۔ شبہ اور وہم پالنا منع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) کرسی تر کھانے جیسے شوربے کو ناپاک کر دے گی اور جس میں ایسی تری نہ ہو جیسے چاول اگر پک جانے کے بعد گری تو اُس کے پاس کے دانے جدا کر دیے جائیں اور اگر جس وقت پانی تھا اس وقت گری تو سب ناپاک ہے جانور کو کھلا دے اور مینگنی اگر بکری کی ہے تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور چوہے کی ہے اور اناج مثلاً

روٹی یا دلیئے یا دال یا پائے کھچڑی میں نکلی تو معاف ہے جبکہ اتنی نہ ہو کہ اس کا مزہ کھانے میں آگیا ہو اور اگر شوربے اور سالن میں نکلی تو اُسے نہ کھانا چاہیئے۔ وَاللہُ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۵):۔ از ضلع بلیا مسئولہ سید محمد رضا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص غسل خانہ مسجد میں غسل کیا گھڑا پانی کا اتفاقاً ایک منٹ زمین پر رکھ دیا اب وہ گھڑا کا پیندا تین مرتبہ آب طاہر سے غوطہ دینے سے وہ پاک اور طاہر ہوا قابل استعمال کے ہوگیا یا نہیں اگر پاک ہوگیا تو کیوں قیمت اُس کی ہنود کے اس شخص گھڑا زمین پر رکھنے والے سے طلب کی جاتی ہے کیا وہ غوطہ دینے سے پاک نہیں ہوا نجس کا نجس رہا اگر ایسا رہا تو متابعت ہنود کی کی گئی اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل شخص اپنے تئیں مولوی کہلوائے تو شرع میں اس کے لئے کیا حکم ہے صورتہائے مذکورہ میں صاف صاف جواب مزین بدستخط و مہر مرحمت ہو۔

الجواب:۔ فقط تین غوطے دینے سے پاک نہیں ہوسکتا نہ زمین پر رکھ دینا ناپاک کرے جب تک زمین کی ناپاکی قابل سرایت بوجہ تری سبو یا زمین ثابت نہ ہو نہ قیمت مانگنے کی ضرورت بلکہ ناپاک ہوا ہو تو اُس سے پاک کرایا جائے جو نہ صرف غوطے بلکہ تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے ہوگا۔ لوگ مولوی کہیں تو اس پر الزام نہیں ہاں وہ خود کہے کہ مجھے مولوی کہو تو الزام ہے۔ وَاللہُ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۶):۔ از بریلی محلہ گندا نالہ مسئولہ محمد جان صاحب ۱۱۔ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کھانا پلنگ پر کسی برتن میں رکھا تھا اور قریب ہی ایک کتّے کو کھڑا دیکھا کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھا البتہ کچھ نشانات کھانے کے گرنے کے اور برتن میں بھی اُس طرف جس طرف کتّا کھڑا تھا کچھ جگہ خالی دیکھی اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ جبکہ اُس طرف برتن خالی ہونے اور کھانا گرنے کی اور کوئی وجہ ظاہر نہ ہو اور کتّا موجود ہے تو ضرور اس نے کھایا اور کھانا ناپاک ہوگیا اگر تر مثل شیر و شوربا ہے تو سب اور خشک مثل برنج ہے تو جہاں منہ لگا ہے وہاں سے اتار کر پھینک دیں باقی پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۷):۔ از بریلی شہر کہنہ مسئولہ سید گوہر علی حسین صاحب قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین۔ بریلی۔ ۴۔ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے پانی حوضوں میں بھرا

بھرا جاتا ہے اور اُس میں اکثر ہاتھ منہ اور کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں۔ چھڑکاؤ کرنے والے بہشتی اُنہیں حوضوں سے پانی لے کر اور مشکوں میں بھر کر چھڑکاؤ کرتے ہیں اور بعدہ مشکوں کو ایک دفعہ پانی سے دھو کر اہل محلہ کے یہاں پانی بھرتے ہیں آیا پانی خورد و نوش میں استعمال کرنے کے قابل ہے اور پاک ہے واضح رائے عالی رہے کہ غیر مسلم بھی بہشتیوں کی ان حرکات پر نفریں کرتے ہیں۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں حکم جواز ہے جب تک کسی خاص حالت میں نجاست ثابت نہ ہو۔ نص علیہ فی کتب المذھب قاطبۃ ومن احسن من بینہ مصنف الطریقۃ المحمدیۃ وشارحاہ قدس سرھما وقد فصلناہ فی الاحلی من السکر کفار کی نفریں و آفریں کچھ ملحوظ نہیں حلوائیوں کی کڑاہیاں جن کو شب بھر کتے چاٹیں صبح وہ اپنے مظنون النجاست پانی سے دھوئیں اور سال بھر کے باندھے انگوچھے سے پونچھیں جس میں تقریبًا چھٹانک بھر پیشاب ہوگا یہ کچھ قابل نفریں نہیں اور ان کا دودھ مٹھائی طیب اور وہ پانی نجس۔ شریعت ایسے مہمل فرق نہیں فرماتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۰۸) :۔ از شہر بریلی بہاری پور مدرسہ نارمل اسکول مسئولہ خالق داد خان صاحب ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے ایک سقہ کی تر مشک چھو دی ہے۔ اس صورت میں وہ مشک پاک رہی یا ناپاک۔ اور اگر ناپاک ہے تو کسی طرح سے وہ پاک ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ تین بار اس جگہ پر پانی بہادیں۔ تطییبًا للقلب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۰۹) :۔ از بریلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ سید محمد معین صاحب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ روغن زرد رقیق دیگچی میں کوٹھری کے اندر رکھا تھا کتا اندر گیا اور جا کر کتے نے دیگچی کھول کر کھایا ہوگا فورًا کوٹھری میں جا کر کتے کو ہٹایا تو اُس کے منہ سے گھی گرتا نظر آیا مگر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا آیا وہ گھی قابل کھانے کے رہا یا نہیں اور رہا تو کس صورت میں۔

الجواب:۔ گھی ناپاک ہوگیا اگر رقیق ہے تو سب اور جما ہوا ہے تو جہاں سے کھایا وہ جگہ ناپاک ہوئی باقی پاک رہا۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا کہ آنکھ سے تو نہ دیکھا محض جہالت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۱۰): از سسونہ ڈاک خانہ شیشگڑھ ضلع بریلی مرسلہ علی جان خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے کھیلیں دوکاندار سے خریدیں اور اپنے کپڑے میں لے لیں بعد کو کسی حجت پر کھیلوں کے ڈھیر میں لوٹ دیں اب وہ کھیلیں پاک ہیں یا ناپاک علاوہ اس کے شیرینی لڈو پیڑہ جیسی اگر خاکروب ہاتھ میں یا کپڑے میں لے لیوے تو وہ پاک رہی یا ناپاک۔ بینوا توجروا

الجواب: اگر اس کے ہاتھ میں نجاست ہو اور ہاتھ یا جو چیز اُس نے لی تر ہو تو وہ شئے ناپاک ہو جائیگی اور خشک چیز خشک ہاتھ یا کپڑے میں لینے سے ناپاک نہ ہو گی مگر بھنگی کی چھوئی ہوئی چیز سے لوگ تنفر کرتے ہیں۔ لہذا اُس سے بچنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بشروا ولا تنفروا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۱۱): از رامپور مرسلہ جناب گل احمد صاحب افغان خراسانی ۱۹ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھی کو قریب کنوئیں کے نہلاتا ہے اور اُس کی چھینٹیں کنوئیں کے اندر جاتی ہیں اور جس ڈول میں ہاتھی پانی پیتا ہے وہی بار بار کوئیں میں ڈالتا ہے ایسی صورت میں کنوئیں کا کیا حکم ہے۔ اُس کے پانی کا استعمال غسل، وضو کھانے پینے میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر اس سے وضو یا غسل کیا تو نمازوں کا اعادہ کیا جاوے گا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: ہاتھی کے بدن کی چھینٹیں اگرچہ مذہب راجح میں ناپاک نہیں مگر اُس کا پیا ہوا پانی اور وہ ڈول جس میں پانی پیا یقیناً ناپاک ہیں جب وہی ڈول کنوئیں میں ڈالا سب پانی ناپاک ہو گیا۔ اس کا استعمال وضو غسل و خورد و نوش میں حرام ہے اور وضو غسل کیا تو بدن اور کپڑے پاک کئے جائیں اور نمازیں پھیری جائیں۔ اور ہاتھی والے کو اس حرام حرکت سے باز رکھا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۱۲): مسئولہ ننھے خاں کانکر ٹولہ شہر کہنہ ۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو کہ نطفہ آدمی کی پیدائش کا قرار پاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک۔

الجواب: منی مطلق ناپاک ہی ہے سوا اُن پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضرات انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ہوئی اور خود انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نطفے کہ ان کا پیشاب بھی پاک ہے۔ یونہی تمام فضلات واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۱۲): از بلدانہ برار سیوہ اسٹیشن متعلق ملکاپور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ سراج الدین صاحب ۔ ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بیل گاڑی ہانکنے والے جس کے پاس ایک کُرتا اور ایک ہی پاجامہ ہے یہی پیشہ ہی ہے گاڑی کے کرائے سے شکم سیری کرتا ہے بیلوں کو ہانکنے کے وقت بیلوں کے پیشاب و گوبر کی چھینٹ دم بیل کے ہلانے سے سبب لگ گئی، بڑے بڑے داغ کپڑوں پر آگئے۔ دھونے کی فرصت نہیں ملی اس حالت میں نماز پنجگانہ ادا کرنے کی شرع شریف میں کیا تعلیم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بیلوں کا گوبر پیشاب نجاست خفیفہ ہے جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہوگی اور بالفرض اگر اس سے زائد بھی دھبے ہوں اور دھونے سے سچی معذوری یعنی حرج شدید ہو تو نماز جائز ہے۔ فقد طہرہ محمد اخذاً[ع] للبلوی کما فی الدر المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۱۳): از شہر گیا محلہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین و احمد اللہ خان صاحبان شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سوئر اور کتا اور ہاتھی کس وجہ خاص سے نجس کئے گئے ہیں مدلل بدلائل آیات قرآن مجید۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جس وجہ خاص سے تم طاہر کئے گئے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۱۴): از نگینہ ضلع بجنور محلہ شیخ کی سرائے تکیہ منہاراں مسئولہ حافظ بشیر احمد صاحب شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کورا کپڑا بازار کا خریدا ہوا دیسی ہو یا انگریزی جبکہ قیمت دے کر خرید ا گیا ہو وہ بلا دھوئے ہوئے پہننا جائز ہے اور نماز اس پر درست ہے۔ دوسرا کہتا ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں کہ اُس کے طاہر ہونے کا یقین نہیں۔ کس کا قول صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔

ع: صححہ الناصح وصوابہ آخرا ای فی آخر امرہ حین دخل الری مع الخلیفۃ ورأی بلوی الناس من امتلاء الطرق والخانات وقاس المشائخ على قولہ هذا طین بخاری فتح واختارہ مجدد المائۃ الحاضرۃ سیدی ووالدی اعلٰیحضرت قدس سرہ دفعا للحرج عن الفلاحین ومن حذا حذوھم هذا ولذا اختار محمد فی الخفین قولهما انها مخففۃ واستظهرہ فی الشرنبلالیۃ وعزاہ الی مواهب الرحمن لکن فی السکب تعالی[منہ] قاسم ان قول الامام بالتغلیظ رجحہ فی المبسوط وغیرہ اھ ازھری علیہ اسحاب النون اھ ۱۲ ۔ الفقیر حامد رضا القادری الرضوی البریلوی

الجواب: ظاہر ہوتے پر یقین کی اصلاً حاجت نہیں آدمی جو کپڑے پہنے سوتا ہے جاگنے پر کیا یقین ہے کہ انہیں کوئی نجاست نہ پہنچی۔ کپڑے کے استعمال اور اس سے نماز پڑھنے کے لئے صرف اتنا درکار ہے کہ اُس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو دیسی یا انگریزی جتنے کپڑے خریدے جائیں یا بے خریدے ملیں جب تک ان کی نجاست معلوم نہ ہو پاک ہیں یہ خیال بے اصل ہے کہ قیمت دیئے سے پاک ہوں گے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۱۵): از موضع خورد منو ڈاک خانہ بدوسرائے۔ ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صابون دیسی یا ولایتی مروجہ کا استعمال زندہ اور مردہ کے لئے جائز ہے یا ناجائز۔ قطعی فیصلہ ہونا چاہیئے۔

الجواب: مسلمان کا بنایا ہوا صابون جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہوا صابون جس میں چربی پڑتی ہو اگرچہ گائے یا بکری کی۔ ناپاک وحرام ہے۔ دیسی ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۱۶): مرسلہ حاجی اسماعیل میاں بن حاجی امیر میاں قادری کاٹھیاواڑی از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹو لینڈ۔

اگر تیل یا گھی گرم ہو یا سرد اس میں حرام جانور مثلاً چوہا بلی یا کتا یا خنزیر وغیرہ جانور اندر مر گیا یا بھوٹا کر گیا اب وہ گھی و تیل وغیرہ کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں۔

الجواب: گھی اگر رقیق پتلا ہے تو اُس کے پاک کرنے کا طریقہ مسئلہ پنجم[1] میں گزرا اور اگر جما ہوا ہے تو اُس جانور یا اوس کے منہ لگنے کی جگہ سے تھوڑا سا گھی کھرچ کر پھینک دیں باقی پاک ہے احمد و ابوداؤد و ابوہریرہ اور دارمی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا وقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولھا اگر جمے ہوتے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اُس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاستنجاء

مسئلہ (۲۱۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوٹے سے وضو کیا اُس میں پانی

[1] حاجی اسماعیل میاں صاحب ایک سو گیارہ سوالات میں سوال پنجم کے جواب میں وہ طریقہ ذکر فرمایا کہ اس کتاب کے صفحہ ۱۹۹ میں مذکور ہے۔

بچ رہا اُس بچے ہوئے پانی سے چھوٹا یا بڑا استنجا یا وضو کرنا کیسا ہے اور اُسے پھینک دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: پھینک دینا تو تضییع مال ہے کہ شرع میں قطعاً ممنوع اور وضو کرنا بیشک جائز مگر یہ کہ اُس میں مائے مستعمل اس قدر گر گیا ہو کہ غیر مستعمل پر غالب آگیا۔ رہا استنجا۔ جواز میں تو اُس کے بھی شبہ نہیں نہ کسی کتاب میں اُس کی ممانعت نظر فقیر سے گزری ہاں اس قدر ہے کہ بقیہ وضو کے لئے شرعاً عظمت و احترام ہے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیہ آب کو کھڑے ہوکر نوش فرمایا۔ اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اُس کا پینا ستر مرض سے شفا ہے تو وہ ان امور میں آب زمزم سے مشابہت رکھتا ہے ایسے پانی سے استنجا کرنا مناسب نہیں۔ تنویر کے آداب وضو میں ہے وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ مستقبل القبلۃ قائما ونحوہ ردالمحتار میں ہے کماء زمزم جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے مروی کہ انہوں نے کھڑے ہوکر بقیہ وضو پیا پھر فرمایا احببت ان اریکم کیف کان طھور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے چاہا کہ تمہیں دکھادوں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ وضو کیونکر تھا ردالمحتار میں ہے۔ ماء زمزم شفاء وکذا فضل الوضوء وفی شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی ومما جربتہ انی اذا اصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فیحصل لی الشفاء وھذا دابی اعتمادا علی قول الصادق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الطب النبوی الصحیح اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۲۱۸): حاجی اللہ یار خاں صاحب ۲۲ رمضان مبارک ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُصلّی کے بائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگ گئی ہے کہ حرکت نہیں کرسکتا پانی سے استنجا کرنے سے معذور ہے البتہ داہنے ہاتھ سے ڈھیلوں سے صاف کرسکتا ہے۔ ایسا شخص نماز پڑھ سکتا ہے اور امامت اُس کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: داہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے صحیح حدیث میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مگر جب عذر سے ہے تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحظورات درمختار میں ہے کرہ تحریما بیمین ولا عذر بیسارہ اھ ملخصا اور نجاست جب مخرج بول وبراز سے مقدار درہم سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں

اُن کے بعد پانی لینا فقط سنت ہے درمختار میں ہے الغسل بالماء بعد الحجر سنۃ اھ ملخصا یہ سنت بھی اگرچہ باقی سنن مؤکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بے شک باعثِ کراہت علی ما حققہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح وتبعہ تلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیۃ مگر حالت عذر ہمیشہ مستثنٰے ہوتی ہے اور ترک سُنت صحتِ نماز میں خلل انداز نہیں پس صورتِ مستفسرہ میں بلا تامل نہ اس شخص کی اپنی نماز میں حرج نہ امامت میں نقصان۔ البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درم سے زیادہ ہو تو اُس وقت پانی سے دھوئے بغیر طہارت نہیں ہوتی درمختار میں ہے یجب ای غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر المانع للصلاۃ فیما وراء موضع الاستنجاء ایسی حالت میں اگر پانی پر کسی طرح ہاتھ سے قدرت نہ پائے تو اُس کی اپنی نماز ہو جائے گی۔ دُرمختار میں ہے لو شُلّتا سقط اصلا مگر امامت نہیں کرسکتا۔ کما لایخفی۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۱۹) ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور اصحابوں نے پیشاب کے بعد اکثر مرتبہ استنجا پانی سے کیا یا ڈھیلوں سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت اس باب میں مختلف تھی۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر مٹی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پانی سے۔ کشف الغمہ میں ہے کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یبول کثیرا ثم یمسح بالتراب او الحائط ثم یقول ھکذا علمنا ولم یبلغنا انہ کان یغسلہ بالماء بعد وکان حذیفۃ لایجمع بین الماء والحجر اذا بال وکذلک عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما فکانا یغسلان بالماء فقط اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دونوں صورتیں ثابت ہیں۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے احمد والترمذی وصححہ والنسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط والبول فان النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یفعلہ اور وہی روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پانی لے کر کھڑے ہوئے فرمایا کیا ہے عرض کی استنجے کے لئے پانی فرمایا مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں ابوداود وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت بال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

فقام عمر خلفه بکوز من ماء فقال ما هذا یا عمر فقال ماء تتوضؤ به قال ما امرت کلما بلت ان اتوضأ ولو فعلت لکان سنة حلیہ میں ہے المراد بالوضوء ھنا الاستنجاء بالماء کما ذکرہ النووی اور مسئلہ یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجاء جائز ہے جس سے کرے گا کافی ہوگا اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے فی الھندیة عن التبیین الافضل ان یجمع بینھما۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۲۰): از گلاؤٹھ مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی جگہ پرانا کپڑا یا مٹی کا ڈھیلا یا ریت نہ ہو تو وہاں پتھر سے استنجا سکھانا کیسا ہے اور اگر ٹھیکری دور پر ہر شَے موجود ہے اور یہ الکس کر گیا اور پتھر سے سکھایا تو کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کرکے موضع کو صاف کردے ڈھیلا ہو یا پتھر مٹی ہو یا پرانا کپڑا، زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے ہاں ہڈی یا کوئلا یا پکی اینٹ یا ٹھیکری یا چونا نہ ہو۔ درمختار میں ہے (الاستنجاء سنة مؤکدة بنحو حجر) مما ھو عین طاھرة قالعة لاقیمة لھا کمدر (منق وکرہ بعظم وروث واٰجر وخزف وزجاج وفحم) وحق غیر وکل ماینتفع بہ۔ نور الایضاح میں ہے یکرہ الاستنجاء بجص اھ ملخصین رد المحتار میں ہے قال فی البدائع السنة ھو الاستنجاء بالاشیاء الطاھرة من الاحجار والامدار والتراب والخرق البوالی اھ ومثله الجدار الاجدار غیرہ کالوقف ونحوہ وللمستأجر الاستنجاء بالحائط ولو الدار مسبلة اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۲۱): ۲۷ صفر از کھنڈوا ضلع نماڑ ملک متوسط مرسلہ مولوی اللہ یار خاں صاحب از مکان منشی حبیب اللہ تحصیلدار

باحسن آداب زانوئے ادب تہ کردہ بعرض مستفیضان باریابان حضور فیض معمور می رساند درین ولا ضرورتے در مسئلہ کتاب منیۃ المصلی واقع ست لہذا بخدمت فیض درجت عالی منقبت محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت مظہر حسنات ملت بیضا مصدر برکات شریعت غرا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہم وظلہم وبرکاتہم استفتا مع عبارت یکرہ دخول المخرج من فی اصبعه خاتم فیه شیئ من القراٰن لما فیه من ترک التعظیم ارسال می نمایند معنی دخول مخرج بہ تصریح ترجمۂ اردو ارشاد فرمایند کہ چہ مراد مؤلف ست ومعنی لغوی واصطلاحی صیغۂ مخرج دریں جا چیست۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی وکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مخرج جائے خروج و اینجا مراد بیت الخلاست کہ محل خروج خارج ست خارج بول وبراز را نامند چنانکہ در ردالمحتار در آداب استنجا فرمودہ ویدل فی الخارج وعلق موسے دُبر را التعلیل نمود کیلا یتعلق بہ شیئ من الخارج وتواند کہ خلا را مخرج گفتن ازاں عالم باشد کہ بیابان مہلکہ را مفازہ یعنی جائے فوز ونجات خوانند زیرا کہ دخول خلا محض بضرورت ست وداخل درعین دخول بر قصد تعجیل خروج پس گویا او مدخل نیست مخرج ست فافہم بالجملہ معنی دخول المخرج پاخانے میں جانا وحاصل مسئلہ آنکہ ہرکہ در دست او خاتمی ست کہ بروچیزے از قرآن یا از اسمائے معظمہ مثل نام الٰہی یا نام قرآن عظیم یا انبیا یا ملائکہ علیہم الصلٰوۃ والثنا نوشتہ است او مامور ست کہ چوں بخلا رود خاتم از دست کشیدہ بیروں نہد افضل ہمیں ست واگر خوف ضیاع باشد در جیب انداز دیا بچیزے دیگر بپوشد کہ ایں ہم رواست اگرچہ بے ضرورت احتراز ازو اولٰی ست اگر از نہایا ہیچ نکرد وہمچناں در خلا رفت مکروہ باشد علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی زیر ہمیں عبارت مذکور فرماید یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ شیئ من القرآن او من اسمائہ تعالٰی لمافیہ من ترک التعظیم وقیل لایکرہ ان جعل فصہ الی باطن الکف ولوکان مافیہ شیئ من القرآن او من اسمائہ تعالٰی فی جیبہ لاباس بہ وکذا لوکان ملفوفا فی شیئ والتحرز اولٰی در مراقی الفلاح است یکرہ دخول الخلاء ومعہ شیئ مکتوب فیہ اسم اللہ او قرآن علامہ طحطاوی در حاشیہ اش فرمود لماروی ابوداؤد والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ ای لان نقشہ محمد رسول اللہ اھ قلت بل رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم وبعض اسانیدہ صحیح ثم قال اعنی الطحطاوی قال الطیبی فیہ دلیل علی وجوب تنحیۃ المستنجی اسم اللہ تعالٰی واسم رسولہ والقرآن اھ وقال الابہری وکذا سائر الرسل وقال ابن حجر استفید منہ انہ یندب لمرید التبرز ان ینحی کل ماعلیہ معظم من اسم اللہ تعالٰی او نبی او ملک فان خالف کرہ لترک التعظیم اھ وھو الموافق لمذھبنا کما فی شرح المشکوٰۃ در دُر مختار ست رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۲): از پٹنہ مرسلہ ابو المساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثل

لکھنؤ و پٹنہ عظیم آباد اکثر لوگ بعد فراغت بول کلوخ سے استنجا نہیں کرتے بلکہ صرف پانی پر اکتفا کرتے ہیں، آیا اُن کا پائجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں، اور ایسے شخص کی امامت میں کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں اور بعض آدمیوں کا بیان ہے کہ پانی پینے سے قطرہ رُک جاتا ہے یہ صرف اُن کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی امر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: کلوخ و آب میں جمع افضل ہے نفس سنّت ہر ایک سے ادا ہو جاتی ہے سب سے اولٰی جمع ہے پھر تنہا آب پھر تنہا کلوخ صرف پانی پر قناعت سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔ نماز و امامت میں کوئی حرج نہیں والمسائل فی الحلیۃ و رد المحتار وغیرھما پانی خصوصاً سرد اکثر امزجہ میں بوجہ تکثیف ضرور انسداد قطرہ پر معین ہوتا ہے۔ حدیث میں خروج مذی پر غسل مذاکیر کے حکم کو علماء نے اسی حکمت پر محمول کیا ہے کما افادہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار اور بحال برودت مثانہ نزول قطرہ کا اور مؤید ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۳) ۱۰ رجب مرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی سے استنجا کس وجہ سے ناجائز ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ وہ خوراک جن کی ہے، اس کی اصل ہے یا نہیں۔ اور اگر خوراک جن کی ہے تو اُن کے کفاروں کی ہے یا مسلمانوں کی بھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: قوم جن کے وفد جو بارگاہ اقدس حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے اور اپنے جانوروں کے لئے خوراک طلب کی۔ اُن سے ارشاد ہوا لکم کل عظم ذکر اسم اللہ علیہ یقع فی ایدیکم اوفر ما یکون لحما وکل بعرۃ علف لدوابکم تمہارے لئے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام پاک لیا جائے یعنی حلال مذکّی جانور کی ہڈی ہو وہ تمہارے ہاتھ میں اس حال پر ہوگی جیسی اُس وقت تھی جب اُس پر گوشت پورا اور کامل تھا (یعنی گوشت بھری ہوئی ہڈی تمہیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے چوپایوں کے لئے چارہ ہے پھر انسانوں سے ارشاد ہوا فلا تستنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم ہڈی اور مینگنی سے استنجا نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۴) مسئولہ رشاد مہدی حسن میاں صاحب از سرکار مارہرہ شریف۔ ۳ شعبان معظم ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد گنگوہی کا ایک مرید کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی کراہت نہیں وہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس باب میں جو حکم ہو حدیث وفقہ سے بیان فرمائیں وَاَجْرُکُمْ عَلَی اللہِ تَعَالٰی۔

الجواب

اقول کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں چار حرج ہیں اول بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم ولباس بلا ضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔ بحرالرائق میں بدائع سے ہے۔ اما تنجیس الطاھر فحرام اھ ذکرہ فی بحث الماء المستعمل ردالمحتار میں ہے مافی شرح المنیۃ فی الانجاس من ان التلوث بالنجاسۃ مکروہ فالظاھر حملہ علی ما اذا کان بلا عذر والوطئ عذر اسی میں ہے افتی بعض الشافعیۃ بحرمۃ جماع من تنجس ذکرہ قبل غسلہ اھ الا اذا کان بہ سلس فیحل کوطئ المستحاضۃ مع الجریان ویظھر انہ عندنا کذلک لما فیہ من التضمخ بالنجاسۃ بلا ضرورۃ لامکان غسلہ بخلاف وطئ المستحاضۃ وذی السلس تأمل دوم ان چھینٹوں کے باعث عذاب قبر کا استحقاق اپنے سر پر لینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اُسی سے ہے۔ رواہ الدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صالح وللحاکم بلفظ استنزھوا وقال صحیح علٰی شرطھما رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دو شخصوں پر عذاب قبر ہوتے دیکھا فرمایا کان احدھما لایستتر من بولہ وکان الاٰخر یمشی بالنمیمۃ ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا۔ رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سوم رہگزر پر ہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعث بے پردگی ہوگا۔ بیٹھنے میں رانوں زانوؤں کی آڑ ہو جاتی ہے اور کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعث لعنتِ الٰہی حدیث میں ہے لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ جو دیکھے اُس پر بھی لعنت اور دکھائے اُس پر بھی لعنت ھکذا فی حفظی ولا یحضرنی الاٰن من خرجہ واللہ تعالٰی اعلم چہارم یہ نصارٰی سے تشبہ اور اُن کی سُنت مذمومہ ہے اُن کا اتباع ہے آج کل جن کو جہاں یہ شوق جاگا ہے اُس کی یہی علت اور یہ موجب عذاب و عقوبت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے لاتتبعوا خطوات الشیطٰن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبہ بقوم فھو منھم اس حرکت سے نہی اور اس کے بے ادبی وجفا وخلاف سنتِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونے میں احادیث صحیحہ متعددہ وارد ہیں

حدیث اول امام احمد و ترمذی و نسائی اور ابن حبان صحیح میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا جو تم سے کہے کہ حضور اقدس اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے اُسے سچا نہ جاننا، حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔ امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عائشۃ احسن شیئ فی ھذا الباب واصح جتنی حدیثیں اس مسئلہ میں آئیں اُن سب سے یہ حدیث بہتر و صحیح تر ہے۔ یہی حدیث صحیح ابو عوانہ و مستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے ما بال قائما منذ انزل علیہ القراٰن جب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن مجید اُترا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ فرمایا **اقول** وبہ اندفع ماوقع للامامین الشہاب ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری والبدر محمود العینی فی عمدۃ القاری حیث قالا واللفظ للعینی الجواب عن حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہ مستند الی علمہا فیحمل علی ماوقع منہ فی البیوت واما فی غیر البیوت فلا تطلع ھی علیہ وقد حفظہ حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو من کبار الصحابۃ اھ وذلک انہا رضی اللہ تعالٰی عنہا انما ولدت بعد نزول القراٰن بخمس سنین فکیف یحمل علی ما رأت من فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی البیوت وانما قولہ عن توقیف وبہ یترجح ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان لعذر والاعذار مستثناۃ عقلا وشرعا ثم اذا ثبتت ھذہ سنتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مختلیا فی بیتہ الکریم ثبت دلالۃ فی الخارج فان خارج البیوت احوج الی الستر والتزام الادب قال العینی وایضا یمکن ان یکون قول عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ما بال قائما یعنی فی منزلہ ولا اطلاع لہا علی ما فی الخارج اھ **اقول** ما ھو الا الاول وقد علمت ردہ فلا ادری ما معنی قولہ وایضا۔

حدیث دوم بزار اپنی مسند میں بسند صحیح بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاث من الجفاء ان یبول الرجل قائما او یمسح جبھتہ قبل ان یفرغ من صلاتہ او ینفخ فی سجودہ تین باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے یا نماز میں اپنی پیشانی سے (مثلاً مٹی یا پسینہ) پونچھے۔ یا سجدہ کرتے وقت (زمین پر مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھونکے تیسیر میں ہے رجالہ رجال الصحیح اس حدیث کے سب راوی ثقہ معتمد صحیح کے راوی ہیں عمدۃ القاری میں ہے رواہ البزار بسند صحیح اسے بزار نے بسند صحیح روایت کیا۔ قال وقال الترمذی حدیث بریدۃ فی ھذا غیر محفوظ

وقول الترمذی یُردّ بہ **حدیث سوم** ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال رأنی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا ابول قائما فقال یاعمر لاتبل قائما فمابلت قائما بعدُ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا فرمایا اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو۔ اُس دن سے میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا۔ **حدیث چہارم** ابن ماجہ و بیہقی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یبول الرجل قائما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ امام خاتم الحفاظ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ رہی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائما نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا۔ رواہ الشیخان ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اس سے بہت جواب دیئے **اوّل** یہ حدیث اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے منسوخ ہے۔ یہ امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السنۃ میں اختیار کیا وتعقبھما العسقلانی والعینی فقالا الصواب انہ غیر منسوخ زاد العینی لان کلا من عائشۃ وحذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اخبر بما شاھدہ اھ **اقول** معلوم ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن فی اٰخر عمرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد رأتہ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا واطلعت علی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی یوم لحق اللہ عزوجل وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکون کل اخبر بما شاھد لایمنع النسخ اذ اعلمنا ان احدی المشاھدتین متأخرۃ مستمرۃ والحاوی علی حکم النسخ ما صح من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من الجفاء وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابعد الناس عنہ **دوم** اُس وقت زانوئے مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا حاکم و دارقطنی و بیہقی اُن سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بال قائما من جرح کان بمأبضہ لکن ضعفہ ھذان وابن عساکر فی غرائب مالک وتبعھم الذھبی فقال منکر **سوم** وہاں نجاسات کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی امام عبدالعظیم زکی الدین منذری نے اس کی ترجیح کی قال العینی قال المنذری لعلہ کانت فی السباطۃ نجاسات رطبۃ وھی رخوۃ فخشی ان یتطایر علیہ قال العینی قیل فیہ نظر لان القائم اجدر بھذہ الخشیۃ من القاعد وقال الطحاوی لکون ذلک

سہلا یخد رفیہ البول فلا یرتد علی البائل اھ اقول انما اتجہ ھذا علی المنذری لزیادتہ خشیۃ التطایر ولو قال کما قلت لسلم فقد تکون مجمع نجاسات رطبۃ لا یوجد معہ اموضع جلوس ثم رأیت فی المرقاۃ قال السید جمال الدین قیل فعل ذلك لانہ لم یجد مکانا للقعود لامتلاء الموضع بالنجاسۃ اھ فھذا ما ذکرت وھو الصواب فی الجواب۔ چہارم اُس میں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا اُسے ابہری وغیرہ نے نقل کیا قال العینی قال بعضہم لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یجد مکانا للقعود لکون الطرف الذی یلیہ من السباطۃ عالیا مرتفعا اھ وقال القاری فی المرقاۃ قال الابہری قیل کان مایقابلہ من السباطۃ عالیا ومن خلفہ منحدرا مستفلا لو جلس مستقبل السباطۃ سقط الی خلفہ ولو جلس مستدبرا لہا بدا عورتہ للناس اھ وقال بعد اسطر قیل فعل ذلك لانہ ان استدبر السباطۃ بدت العورۃ للمارۃ وان استقبلہا خیف ان یقع علی ظھرہ مع احتمال ارتداد البول الیہ اقول اولا فی ھذہ الزیادۃ ما علمت ان القائم احدربہ وثانیا لو کان مایستقبلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منہا عالیا مرتفعا لم یکن ان یختارہ لہذا الارتداد البول حتما قطعا بل الصواب فیہ ما قال ابن حبان کما نقل عنہ فی فتح الباری انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یجد مکانا یصلح للقعود فقام لکون الطرف الذی یلیہ من السباطۃ کان عالیا فامن ان یرتد الیہ شیئ من بولہ اھ فجعل ماقام علیہ عالیا ومایقابلہ منحدرا وجعلہ سبب الامن من ارتداد البول فانقلب الامر علی من نقل عنہ الابہری فجعل ماقام علیہ منحدرا ومایقابلہ عالیا وجعلہ سبب خوف السقوط فی القعود مع انہ کذلك فی القیام الا نادرا فان قلت ھذا یرد علی ابن حبان ایضا اذ لا یظہر الفرق فی مثلہ بین القیام والقعود لان الصبب اذا کان بحیث لایستقر علیہ القاعد فکذا القائم اقول بلٰی قد تکون کھیأۃ مثلث لہ حرف دقیق یستقر علیہ القائم اذا وضع علیہ وسط قدمیہ لاعتدال الثقل فی الجانبین بخلاف القاعد فانہ لایستقر علیہ الا لقدمیہ وساقیہ وثقل سائر جسمہ لا حامل لہ پنجم اس وقت پشت مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفا ہے۔ یہ جواب امام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے چالیس طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستر مرض کی دوا ہے۔ ذکرہ القاری عن زین العرب عن حجۃ الاسلام قال العینی قال الشافعی لما سألہ حفص الفرد عن الفائدۃ فی بولہ قائما العرب تستشفی لوجع الصلب

بالبول قائماً فترى انه كان به اذ ذاك اھ وفی فتح الباری روی عن الشافعی واحمد فذکر نحوہ قال العینی قلت یوضح ذلك حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المذکور اٰنفا اھ **اقول** لاادری ماھذا فاین فعل شیئ للاستشفاء من مرض قصدا غیر مضطر الیہ من فعلہ مع عدم الاختیار لاجل الاضطرار **ششم** زعم المازری فی کتاب العلم فعل ذلك لانھا حالۃ یؤمن فیھا خروج الحدث من السبیل الاٰخر بخلاف القعود ومنہ قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ البول قائما احصن للدبر ام نقلہ فی العمدۃ زاد العسقلانی ففعل ذلك لکونہ قریبا من الدیار اھ **اقول** وانا استبشع مثل ھذہ التحلیلات فی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد عصمہ اللہ تعالٰی من کل مایستھجن **ہفتم** قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائما فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتی حصرہ البول ولم یمکن التباعد کعادتہ واراد السباطۃ لدمثھا واقام حذیفۃ لیسترہ عن الناس اھ **اقول** ای مساس لھذا بسببیۃ الفعل قائما انما ھو وجہ لترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الابعاد المعتاد لہ وفی ھذا ذکرہ فی فتح الباری فھذا یحتاج فی تسدیدہ الی ان یضم الیہ ماذکر المازری والابطل کما یحتاج ماذکر المازری فی تاییدہ الی ان یضم الیہ ھذا کما فعل ابن حجر والاضعف، **ہشتم** قال ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود البلخی فی کتابہ المسمی بقبول الاخبار ومعرفۃ الرجال حدیث حذیفۃ ھذا فاحش منکر لانراہ الا من قبل بعض الزنادقۃ فقال الامام العینی بعد نقلہ ھذا کلام سوء لایساوی سماعہ وھو فی غایۃ الصحۃ اھ ووقع القاری عقب ذکر حدیث الحذیفۃ وانہ متفق علیہ قال الشیخ لو صح ھذا الحدیث لکان فیہ غنی عن تقدم لکن ضعفہ الدارقطنی والبیھقی والاظھر انہ فعل ذلك لبیان الجواز نقلہ الابھری اھ **اقول** الشیخ ھو الامام ابن حجر العسقلانی وانما قال ھذا فی حدیث ابی ھریرۃ المار فلا ادری ممن وقع ھذا التخلیط من الابھری او من القاری

اقول وباللہ التوفیق نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ روزِ نزولِ قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادتِ کریمہ ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جفا وبے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی و ممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع رہے لہذا انہیں احادیث کو اُن پر

ترجیح بوجوہ ہو۔ **اولا** وہ ایک بار کا واقعہ حال ہے کہ محل صد گونہ احتمال ہے **ثانیا** فعل و قول میں جب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وعذر رکھتا ہے **ثالثا** مبیح و حاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے **ثم اقول** نفس حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مقلدان نصرانیت پر رد ہے وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا۔ سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پس پشت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کر لیا تھا اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پشت اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہوا۔ کیا یہ نئی روشنی کے مدعی ایسی ہی صورت کے قائل ہیں۔ سبحان اللہ! کہاں یہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور ان پر معاذ اللہ حدیث سے استدلال ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ع کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

سن او گماں بردہ کہ من کردم چو او ؎ فرق را کے بیند آں استیزہ جو۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۲۵): از موضع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۳۰۔ محرم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لوٹا پانی سے استنجا و وضو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر یہ مطلب ہے کہ استنجاء کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ حرج نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ اتنے تھوڑے پانی میں استنجا و وضو دونوں کر لینا تو جواب یہ ہے کہ استنجا میں تطہیر شرط ہے اتنا دھونا کہ بدن پر سے چکنائی جاتی رہے اور وضو میں بن مو سے ٹھوڑی کے نیچے اور ایک کان سے دوسرے کان تک سارے منہ اور ناخنوں سے کہنیوں کے اوپر تک دونوں ہاتھ اور گٹوں تک دونوں پاؤں ایک ایک بار دھونا فرض ہے اور تین تین بار سنت یوں کہ تمام جسم کے ایک ایک ذرہ پر پانی بہتا ہوا گزرے۔ اگر کوئی ذرہ پانی بہنے سے رہ جائے گا اگرچہ بھیگا ہاتھ اس پر گزر جائے تو وضو نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور اگر تین بار کامل ہر ہر ذرہ پر بہا تو سنت ادا نہ ہوگی اور ابتدائے وضو میں تین بار کلائیوں تک ہاتھ دھونا تین بار سارا دہن حلق کی جڑ تک دھونا تین بار ساری ناک میں اوپر تک پانی چڑھانا سنت ہے اور ایک چلو پانی مسح سر کو چاہیے یہ سب باتیں بلا افراط و تفریط جتنے پانی میں ادا

ہوجائیں اُسی قدر درکار ہے لوٹے دو لوٹے کی کوئی تخصیص نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۲۶): از ضلع ناگپور ڈاکخانہ محلہ نیا بازار حافظ محمد اکبر بروز شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دین متین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دریں مسئلہ کہ بیعت کردن یعنی مرید شدن بدست اشرف علی دیوبندی بہ کاغذات جائز ست یانہ۔ اور ان کے رسالوں پر علانیہ عمل کریں یا استنجا کر کے پھینک ڈالیں بقول فقہائے کہ یجوز الاستنجاء باوراق المنطق۔ اور یہ رسالے منطق سے بھی زیادہ خراب ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اشرف علی کے ہاتھ پر بیعت حرام قطعی ہے بالمشافہ ہو خواہ بذریعہ تحریر بلکہ بیعت درکنار علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے من شك فی عذابه وكفره فقد كفر جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر اشرف علی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں کتب منطق بلکہ فلسفہ بلکہ ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں کہ انہیں دیکھ کر مسلمان کے بگڑنے کی اتنی توقع نہیں جو ان کتابوں سے ہے ان کا دیکھنا بے شک حرام ہے مگر وہ اُن کے ورقوں سے استنجا کیا جائے یہ زیادتی ہے اور بعض فقہا کا وہ لکھ دینا مقبول نہیں حروف کی تعظیم لازم ہے نہ کہ اُن کی کتابیں کہ اُن کی کتابوں میں قال اللہ وقال الرسول بھی ہے جس سے وہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ ایک امام کا بعض نوجوانوں پر گزر ہوا جنہوں نے نشانہ پر ابوجہل کا نام لکھ کر لگایا اور اُس پر تیر اندازی کر رہے تھے امام نے انہیں منع فرمایا جب اُدھر سے واپس تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ انہوں نے نام ابوجہل کے حروف متفرق کردیے اب ان پر تیر لگا رہے ہیں۔ فرمایا میں نے تمہیں نام ابوجہل کی تعظیم کو نہ کہا تھا بلکہ حروف کی تعظیم کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۷، ۲۲۸): مسئولہ معرفت آدم جی بھائی مقیم بہ در دولت اعلیحضرت قبلہ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) عورت بعد پیشاب کلوخ لے یا صرف پانی سے استنجا کرے۔

(۲) بعد پیشاب بحالت کلوخ میں سلام کرنا یا سلام کا جواب۔ یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے۔

الجواب: (۱) دونوں کا جمع کرنا افضل ہے اور اُس کے حق میں کلوخ سے کپڑا بہتر ہے۔

(۲) نہ اُس پر سلام کیا جائے نہ وہ سلام کرے اور نہ جواب دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۲۹): از مقام بھوٹا بھوٹی بسوٹو لانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسماعیل میاں صاحب حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۴ھ

مسلمان کو کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے بلند مکان پر جائز ہے۔

الجواب: کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ اور سنت نصارٰی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من الجفاء ان یبول الرجل قائما بے ادبی وبدتہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے رواہ البزار بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کی پوری تحقیق مع ازالۂ اوہام ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال (۲۳۰) دوم: بعد فراغت جائے ضرور کے کاغذ سے استنجا پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے ریل گاڑی میں درست ہے۔

الجواب: کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ وممنوع اور سنت نصارٰی ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے۔ اگرچہ سادہ ہو اور لکھا ہوا ہو تو بدرجۂ اولٰی درمختار میں ہے کرہ تحریما بشیئ محترم ردالمحتار میں ہے۔ یدخل فیہ الورق قال فی السراج قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ واقرہ فی البحر وغیرہ والعلۃ فی ورق الشجر کونہ علفا للدواب اونعومتہ فیکون ملوثا غیر مزیل وکذا ورق الکتابۃ لصقالتہ وتقومہ ولہ احترام ایضا لکونہ اٰلۃ کتابۃ العلم ولذا علله فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین ونقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ وذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قراٰن انزلت علٰی ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ریل کا عذر صرف زید ہی کو لاحق ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کیوں نہیں ہوتا۔ کیا ڈھیلے یا پرانا کپڑا نہیں رکھ سکتے ہاں سنتِ نصارٰی کا اتباع منظور ہو تو یہ قلب کا مرض ہے دوا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۳۱): از قصبہ داسا وارڈ ضلع کاٹھیاواڑ مرسلہ سید احمد صاحب پیش امام ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بعد پیشاب کلوخ لیا اور استنجا کرنا بھول گیا بعد اس کے نماز ادا کرلی یا ادائیگی نماز یا بعد نماز یاد آیا کہ میں استنجا بھول گیا نماز ہوگئی یا اعادہ کرنا چاہیے

الجواب:۔ اگر پیشاب روپے بھر سے زیادہ جگہ میں نہ پھیلا تھا تو صرف ڈھیلا طہارت کے لئے کافی ہے نماز ہوگئی اور اگر روپے بھر سے زیادہ جگہ میں پھیل گیا تھا تو ڈھیلے سے طہارت نہیں ہوسکتی پانی سے دھونا فرض ہے اگر نماز میں یاد آئے فوراً جدا ہوجائے اور استنجا کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وضو بھی پھر کرے اور نماز پھر پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آیا تو اب استنجا کرکے دوبارہ پڑھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۲):۔ از موضع چھپرا ڈاکخانہ باسی ضلع پورنیہ مرسلہ کلیم الدین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ پیشاب کرکے اسی جلسہ میں بغیر کلوخ کے استنجا کرنا صرف پانی سے درست ہے یا نہیں یا کلوخ لینا شرط ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بغیر کلوخ کے صرف پانی سے استنجا اوسی جلسہ میں کرتے تھے ہم لوگوں کے واسطے کیوں ناجائز ہوگا۔

الجواب:۔ ناجائز نہیں ہے صرف افضل ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی ہو اور بغیر ڈھیلے کے اُسی جلسہ میں ہو تو اقویا کے لئے جن کو قطرہ آنے کا اندیشہ نہ ہو یا جن کو قطرہ حرارت سے آتا اور پانی سے بند ہوجاتا ہو ان کے لئے کوئی حرج نہیں ورنہ ناجائز ہے کہ استبراء واجب ہے یعنی وہ فعل کرنا کہ اطمینان ہوجائے کہ اب قطرہ نہ آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۳):۔ از کاٹھیاوار گونڈل مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب قادری برکاتی رضوی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ۔

یہاں مسجد جامع میں پیشاب خانے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ استنجے کے وقت آدمی کا رُخ مشرق اور پشت مغرب کی طرف ہوتی ہے یہ کیسا ہے باوجود علماء کے منع کرنے کے بھی اہل محلہ بے پرواہی کرکے ایسے پیشاب خانے بدلنے کی کوشش نہیں کرتے اُن کے حق میں کیا حکم ہے نیز اُس شخص کے لئے جو ہمیشہ ان پیشاب خانوں میں مشرق کی طرف منہ اور مغرب کی طرف پشت کرکے پیشاب وغیرہ کرتا ہو اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ پیشاب کے وقت منہ نہ قبلہ کو ہونا جائز ہے نہ پشت جو لوگ ایسا کریں خطا کار ہیں متممین مسجد یا اہل محلہ پر واجب ہے کہ اُن کا رُخ جنوباً شمالاً کردیں اور جب تک ایسا نہ ہو پیشاب کرنے والوں پر لازم ہے کہ رُخ بدل کر بیٹھیں ممکن ہے کہ جو لوگ ناواقف ہوں وہ ایسا ہی کرتے ہوں مسلمان پر نیک گمان چاہیئے صرف

اتنی وجہ سے اُن کی امامت ناجائز نہیں کہی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۴): مسئولہ شاہ محمد از دارالعلوم منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید در وقت خشک کردن استنجا بر عمرو سلام علیک گفت۔ آیا عمرو کہ استنجا خشک میکند جواب سلام زید را یا نہ۔ واگر دہد چہ گناہ ست واگر گناہ ست دلیل چیست۔

الجواب: او ہمچناں ست کہ بہ کسے ہنگام کمیز انداختنش سلام کنی کہ خشک کردن نبود مگر بسبب بقائے قطرات بول واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۵): از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے را عادت است کہ چوں ذکرا و می شپلد بر سر آں بول برآید و می ایستد رواں نمی گردد اگر نمی شپلد بر سر آں بول نمودار نشود آیا دریں صورت وضو اش شکستہ شود یا نہ اگر دریں حالت وضو بشکند آیا صاحب عذر شود یا نہ یا حکم است کہ او نہ شپلد و نہ وسواس کند ہرگاہ کہ بول آید وضو بکند ہر چہ بگنجد بفرمایند اگر ایں عادت بود و او وضو نمی کرد نماز ہا خواندہ است آیا جملہ نماز باز گرداند یا معاف ست بباعث حرج بسیار ازیں سوال بے ادبی معاف فرمایند۔

الجواب: کمیز تا آنکہ بر لب عضو بر نیاید وضو بجائے خود است نماز ہا کہ ایں چنیں گزاردہ است بے خلل ست فشردن عضو پس از بول سنت بیش نیست اگر میداند کہ ہر بارہ کہ می فشرد چیزے برمی آید و منقطع نمی شود و اگر نفشرد بر نیاید آنگاہ او را فشردن بکار نیست ہمچناں وضو کردہ نماز گزارد و وسوسہ را بدل راہ ندہد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۶): از شہر بریلی (دارالعلوم) منظر اسلام مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب طالب العلم دارالعلوم مذکورہ ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا صحن اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں اس کے سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلا لے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا پاک نہ کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب

وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض میں بہت نیچا ہوگیا ہے اور اِدھر اُدھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے وہ مقام ب سے فصیل فصیل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا لئے درحالیکہ رزائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہوں جاکر پانی لاسکتا ہے یا نہیں۔

نقشہ یہ ہے

صحن مسجد — الف — حوض — ح — ب
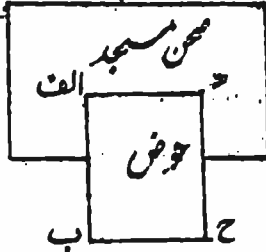
الجواب: جبکہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحن مسجد میں قدم نہ رکھا یوں جاکر پانی لے آیا اور غسلخانہ میں استنجا کیا تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں حوض وفصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہذا اس پر وضو واذان بلاکراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۷): از رنگون مرسلہ سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب رضوی ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد استنجا لینے پیشاب کرنے کے بجائے کلوخ کے وقت ضرورت جاذب (انگریزی ساخت کا بلاٹنگ) کا استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب: کاغذ سے استنجا سُنّتِ نصارٰی ہے اور شرعاً منع ہے جبکہ قابل کتابت یا قیمتی ہو اور ایسا نہ بھی ہو تو بلاضرورت سنت نصرانی سے بچنا ضرور ہے ردالمحتار میں ہے کرہ تحریما بشیئ محترم یدخل فیہ الورق قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایہما کان فانہ مکروہ اھ ورق الکتابۃ لہ احترام لکونہ آلۃ الکتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین واذا کانت العلۃ کونہ آلۃ الکتابۃ یؤخذ منہا عدم الکراھۃ فیما لایصلح لہا اذا کان قالعا للنجاسۃ غیر متقوم کما قدمنا من جوازہ بالخرق البوالی پیشاب کے لئے خالی پانی بھی کافی ہے اگر کوئی عذر نہ ہو درالمختار میں ہے الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ پرانا کپڑا بھی کافی ہے زمین یا دیوار سے صاف کردینا بھی کافی ہے وفیہ عن امیر المومنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاں کوئی صورت میسر نہ ہو تو جاذب سے بھی طہارت ہوجائے گی جبکہ نجاست کو درہم بھر سے زیادہ جگہ میں پھیلائے بغیر جذب کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ استنجا چھوٹا خواہ بڑا باوجود دستیاب ہونے مٹی کے ڈھیلے

کے محض پانی سے کرنے والے کی نسبت کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ خلاف افضل ہے خصوصاً بارہا استنجا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۹):۔ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پائخانہ میں تھوکنا کیسا ہے کیا اس کی ممانعت ہے کہ وہاں نہ تھوکے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ہاں پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمان کا منہ قرآن عظیم کا راستہ ہے وہ اس سے ذکر الٰہی کرتا ہے تو اس کا لعاب ناپاک جگہ بیجا ہے رد المحتار میں ہے لا یبزق فی البول اھ قلت والدلیل اعم کما علمت البتہ وہاں کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو اس پر تھوکنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۴۰):۔ از بنارس محلہ او دھو پورہ مرسلہ محمد بشیر الدین بن محمد قاسم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک معلوم ہوا کہ مجھ کو قطرہ اترآیا بعد خطبہ اس نے آلۂ تناسل کو ہاتھ سے چھوا تو کچھ تری نہیں معلوم ہوئی تو اس نے وضو نہیں کیا۔ اور اس شک کی حالت میں نماز جمعہ پڑھادیا چونکہ اس کو شک تھا کیونکہ ایسا واقعہ اس کے قبل کئی مرتبہ اس کو ہوچکا تھا مگر ہر مرتبہ وضو کرلیتا تھا اس مرتبہ اس نے وضو نہیں کیا تو بعد نماز جمعہ جب اکثر لوگ چلے گئے تو اس نے آلۂ تناسل کو دیکھا تو اوپر سے کچھ تری نہیں معلوم ہوئی تو اس نے دودھ دوہنے کی طرح دوہا تو ذرا سی تری معلوم ہوئی تو اب لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں ہوئی تو اس میں کیا کرنا چاہیئے یہ بھی نہیں معلوم کہ نماز جمعہ میں کتنے لوگ اور کہاں کہاں کے آدمی تھے خطیب بہت گھبرایا ہے اور اس کی نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے کہ خدا کے پاس اس کی رہائی ہو اور شریعت مطہرہ کیا حکم اس میں دیتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں نہ وضو گیا نہ نماز میں خلل آیا نہ کسی کو اطلاع دینے کی حاجت، نہ وسوسہ پر عمل کی اجازت۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ شیطان دھوکا دینے کے لئے تھوک دیتا ہے جس سے تری کا شبہ ہوتا ہے جب پانی سے دیکھ لیا تری نہ تھی پھر دغدغہ کا کیا محل رہا۔ بعد نماز دیر کے بعد

جب اکثر لوگ چلے گئے اگر دیکھنے سے تری نظر بھی آتی تو اس سے ختم شدہ نماز پر کچھ اثر نہ ہوسکتا فان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ نہ کہ اُس وقت بھی تری نہ پائی دودھ کی طرح دوہنے سے اگر کچھ نکلی تو وہ یقیناً ابھی نکلی اب اس وقت وضو گیا نہ کہ پہلے سے جاتا رہا۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد جلیل سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جب حالت ایسے یقین کی ہو کہ تم قسم کھا کر کہہ سکو کہ وضو نہ رہا اس وقت اعتبار کیا جائے گا اور جب تک شک ہو جس پر قسم نہ کھا سکو وضو برقرار ہے امام اجل ابراہیم نخعی استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کریہ اگر وہ زیادہ پریشان کرے تو اس سے کہے میں بے وضو ہی پڑھوں گا تیری نہ سنوں گا یوں وہ خبیث باز آتا ہے اور اس کی سنو تو اور زیادہ پریشان کرتا ہے۔ ہاں اگر یہ حالت ہوتی کہ قطرہ اُترنے کا ظن غالب ہوگیا تھا اور وضو نہ رہنے پر یقین فقہی ہوچکا تھا پھر دانستہ نماز پڑھادی تو ضرور نماز نہ ہوئی اور سخت سا سخت گناہ کبیرہ ہوتا اور عذاب شدید عظیم کا استحقاق ہوتا اور تمام مقتدیوں کو اطلاع دینی فرض ہوتی زبانی یا خط بھیج کر۔ اور جو غیر معروف رہے اُن کے لئے متعدد جمعوں جماعتوں میں اعلان کرنا ہوتا کہ فلاں جمعہ کی نماز باطل تھی ظہر کی قضا پڑھو۔ لیکن مسلمان سے اس کی توقع بہت بعید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۱): از بلند شہر قریب جامع مسجد مرسلہ رحمت اللہ صاحب ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک امام صاحب کو یہ عارضہ ہے کہ دو تین مہینے جبکہ سردی زیادہ پڑتی ہے تو اُن کو سردی سے قطرہ آجاتا ہے اور خصوصاً استنجا پاک کرکے اور دوسرے کپڑے سے خشک کرکے بھی یہی گمان رہتا ہے کہ قطرہ آگیا اور جب دیکھتے ہیں تو قطرہ نہیں اور کبھی کبھی آبھی جاتا ہے اور امام صاحب کو نماز میں بھی اکثر یہ گمان گزر جاتا ہے کہ قطرہ آگیا اور نہیں آتا تو وہ اگر نیچے ایک پاک تہمد نماز پڑھنے پڑھانے کے وقت یا پاک لنگر لنگوٹ رکھیں تو نماز ہوگی یا نہیں اور حقیقت میں اس طرح قطرہ بھی نہیں آتا ہے اور اطمینان بھی رہتا ہے کیونکہ گرمائی رہتی ہے اور گرمائی سے واقعی قطرہ بھی نہیں آتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہوجاتا ہے تو ان کا باندھنا واجب ہے۔ بحر میں ہے متی قدر علی رد السیلان برباط او حشو وجب ردہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۲): از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب ۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشاب کر کے رفع کراہت کے واسطے اُس پر چند بار پانی بہا کر اوسی وقت اُسی جگہ صرف پانی سے استنجا کیا ہے۔

الجواب:۔ زمین اگر پختہ یا سخت ہو جس پر تین بار پانی بہا دینے سے ظن غالب ہو کہ نجاست کو بہا لے گیا تو اُسی وقت وہیں پانی سے استنجا کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۴۳):۔ از مقام لبوہ اسٹیشن تعلق ملکاپور ضلع بلڈانہ برار مدرسہ اسلامی لبوہ اسٹیشن مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چکنی مٹی سے کپڑے خراب ہونے کے سبب اینٹ پختہ سے استنجا صاف کرنا۔ بعد اینٹ کے ٹکڑے جس سے استنجا صاف کیا گیا وہ کسی صورت سے پاک ہو کر پھر استنجا صاف کرنے کے کام میں آسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ پختہ اینٹ سے استنجا منع و مکروہ ہے اور اُس میں اندیشہ مرض بھی ہے۔ جس ڈھیلے وغیرہا سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو بعد خشکی دوبارہ کام میں لا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۴۴):۔ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبد اللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ آتا ہے تو صرف ڈھیلے سے استنجا کرے اگر پیشاب روپے بھر سے زائد جگہ میں نہ پھیلا ہو تو ڈھیلے ہی سے پاک ہو جائے گا اور اگر ڈھیلے سے استنجے پر قطرہ آتا ہے اور پانی سے بند ہو جاتا ہے تو پانی سے استنجا ضرور ہے اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو اتنا انتظار کرنا اور وہ تدبیریں بجا لانا جن سے قطرہ رُکے واجب ہے اور اگر کسی طرح نہ رُکے اور ایک نماز کا وقت اوّل سے آخر تک گزر جائے کہ وضو کر کے فرض پڑھنے کی مہلت نہ پائے تو وہ معذور ہے جب تک نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک بار آتا رہے گا اُسے وضو تازہ کر لینا کافی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۴۵):۔ از کاٹھیاواڑ مسئولہ حسین ولد قاسم مہتمم مدرسۂ اسلامیہ باٹوہ شب ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) کیا استقبال و استدبار قبلہ بوقت پیشاب پاخانہ جائز ہے

(۲) کیا استقبال و استدبار جنوب و شمال بوقت پیشاب پاخانہ مرخص ہے اگر مرخص ہے تو استقبال بسوئے شمال افضل ہے یا بجنوب (۳) در بارۂ استقبال شمال عوام بلکہ دانستہ حضرات چہ میگو بیان کرتے ہیں کہ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا قبلہ خصوصًا سرورِ انبیا سرتاج اصفیا روحی فداہ کا قبلہ بھی بیت المقدس ہی تھا اور وہ واقع بہ شمال ہے اور روضۂ شیخ عبد القادر گیلانی قدس سرہ العزیز بھی بسوئے شمال ہے لہذا استقبال شمال میں کمال درجہ کی بے ادبی ہے تو گویا یہ ہر دو مقامات اقدس واقع بہ شمال ہیں بالیں استقبال شمال میں کوئی ممانعت شرع میں پائی جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱) پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ معظمہ کا استقبال و استدبار دونوں ناجائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۲) شمال جنوب کی کوئی تخصیص نہیں قبلہ کو نہ منہ ہو نہ پیٹھ پھر جس طرف بھی بیٹھے جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۳) نہ بیت المقدس یہاں سے ٹھیک شمال کو ہے نہ بغداد شریف۔ بلکہ دونوں یہاں سے جانب مغرب ہی ہیں اگرچہ شمال کو قدرے جھکے ہوئے اور شریعت بزرباد ت کی اجازت نہیں اور اگر ان لوگوں کا کہنا فرض کرلیا جائے کہ وہ جانب شمال ہی ہیں۔ تو فقط استقبال ہی بے ادبی نہیں بلکہ استدبار بھی۔ اب مشرق یا مغرب کو منہ کرنا تو یوں منع ہوا کہ کعبہ معظمہ کو منہ یا پیٹھ ہوگی اور جنوب و شمال کو یوں منع ہوا کہ بیت المقدس یا بغداد شریف کو منہ یا پشت ہوگی تو قضائے حاجت کے وقت کسی طرف منہ کرنے کی اجازت نہ رہی یہ کیونکر ممکن۔ ہر جہت کا حکم اس کے دونوں پہلوؤں میں ۴۵۔ ۴۵ درجے تک رہتا ہے جس طرح نماز میں استقبال قبلہ، تو تمام آفاق کا احاطہ ہوگیا اور قضائے حاجت کی کوئی صورت نہ رہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۶):۔ از ادھنگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی خاں صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

بچوں کے گلے میں بچوں کے ماں باپ بچوں کی حفاظت کے لئے چھوٹی حمائل شریف ٹین کے تعویذ میں اور اوپر اس کے کپڑا پاک چڑھا کر ڈالتے ہیں غرض بہت احتیاط سے یہ کام ہوتا ہے یا فقط ایک دو آیت بچے پاخانے میں جاتے ہیں طرح طرح کی بے ادبیاں ظہور میں آتی ہیں۔ یہ کام شرع میں جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ تعویذ موم جامہ وغیرہ کرکے غلاف جداگانہ میں رکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے۔ اگرچہ اس میں بعض آیات قرآنیہ ہوں اور اس احتیاط کے ساتھ پاخانے میں لے جانا بھی جائز ہے ہاں افضل احتراز ہے درمختار میں ہے رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل ردالمحتار

میں ہے الظاھران المراد بھا مایسمونہ الآن بالھیکل والحمائل المشتمل علی الآیات القرآنیۃ فاذا کان غلافہ منفصلا عنہ کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء بہ ومسہ وحملہ للجنب بے ادبیوں کی احتیاط کی جائے پھر بھی یہ امر مانع انتفاع نہیں کہ پہنانے والوں کی نیت تبرک ہے۔ وانما الاعمال بالنیات و قد کتب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی افخاذ ابل الصدقۃ حبیس فی سبیل اللہ اس مقصد کی تفصیل ہمارے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن میں ہے مگر تعویذ پر قرآن عظیم و مصحف کریم کا قیاس نہیں ہو سکتا اولاً قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور ان کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب و توہین کا مدار عرف پر ہے تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اُسے تعویذ کہیں گے نہ قرآن جیسے کتاب نحو کہ امثلہ قواعد میں آیات قرآنیہ پر مشتمل اُس کے لئے کتاب نحو ہی کا حکم ہوگا نہ کہ مصحف شریف کا مصحف شریف دارالحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور اُس کتاب کے ورق کو بھی چھونا جائز ثانیاً اُس کا ٹین میں رکھ کر بند کر دینا یا موم جامے یا کپڑے ہی کے غلاف میں سی دینا بہ خود خلاف شرع ہے کہ اُس کی تلاوت سے منع ہے ائمہ سلف تو غلاف مصحف شریف میں بندہ لگانے کو مکروہ جانتے تھے کہ بند باندھنا بظاہر منع کی صورت ہوگا تو یوں ٹین وغیرہ میں رکھ کر ہمیشہ کے لئے سی دینا کہ حقیقۃً منع ہے کس درجہ مکروہ و مورد شنع ہے تبیین الحقائق میں فرمایا کان المتقدمون یکرھون شد المصاحف واتخاذ الشد لھا لئلا یکون فی صورۃ المنع فاشبہ الغلق علی باب المسجد

ثالثاً قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا حمائل بنانا شرعاً مکروہ و ناپسند ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اُسے مکروہ رکھا اور اُس شخص کو مارا اور فرمایا اعظموا کتاب اللہ کتاب اللہ کی عظمت کرو رواہ ابو عبید فی فضائل القرآن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے رواہ عنہ عبد الرزاق فی مصنفہ وبمعناہ ابو عبید فی فضائلہ اسی طرح ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ فرمایا رواہ ابی داود فی المصاحف درمختار میں ہے یکرہ تصغیر مصحف، ردالمحتار میں ہے ای تصغیر حجمہ تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہو سکتا ہے اور وہ جری لوگ یہ فعل مردود انہیں تعویذوں کی خاطر کرتے ہیں۔ اگر مسلمان ان کو تعویذ نہ بنائیں تو کیوں خریدیں اور نہ خریدیں تو وہ کیوں اسے

چھاپیں تو ان کا تعویذ بنانا ان کے اس فعل کا باعث ہے اور اس کے ترک میں اس کا انسداد تو اس کا تعویذ بنانا ضرور مستحق الترک ہے۔ اس دلیل کی تفصیل جلیل ہمارے رسالہ الکشف الشافیا فی حکم فونو جسرافیا میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلٰوۃ

مسئلہ (۲۴۹) :- از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۵ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگانہ میں کونسی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی ہے اور اگلے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور ہمارا خاصہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی الہ وصحبہ المکرمین عندہ۔ نماز پنجگانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمٰی ہے کہ اس نے اپنے کرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو نہ ملی۔ بنی اسرائیل پر دو ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار رکعتیں دو صبح دو شام وہ بھی ان سے نہ نبھی۔ سنن نسائی شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں ثم ردت الی خمس صلوات قال فارجع الی ربک فاسئالہ التخفیف فانہ فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بھما یعنی پھر پچاس نمازوں کی پانچ رہیں موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور پھر جائیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انھیں بھی بجا نہ لائے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں ورد ان بنی اسرائیل کلفوا برکعتین غداۃ ورکعتین بالعشی قیل و رکعتین عند الزوال فما قاموا بما کلفوا بہ اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں ان میں کسی کو نہ ملیں علماء نے بے خلاف اس کی تصریح فرمائی۔ مواہب شریف بیان خصائص امت مرحومہ میں لکھا ومنہا مجموع الصلوات الخمس ولم تجمع لاحد غیرھم شرح زرقانی مقصد معراج مقدس میں زیر حدیث مذکور نسائی لکھا ھذا ھو الصواب وما وقع فی البیضاوی انہ فرض علیھم خمسون صلاۃ

فی الیوم واللیلۃ فقال السیوطی ھذا غلط ولم یفرض علی بنی اسرائیل خمسون صلاۃ قط بل ولا
خمس صلاۃ ولم تجمع الخمس الا لھذہ الامۃ وانما فرض علی بنی اسرائیل صلاتان فقط کما
فی الحدیث لمعات شیخ محقق دہلوی۔ شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی میں ہے مجموع ھذہ الخمس من
خصوصیاتنا اشعۃ اللمعات میں ہے۔ مجموع خمس اوقات مخصوص ایں امت است تیسیر و سراج المنیر
شرح جامع صغیر میں زیر حدیث وصلوا خمسکم لکنہا اضافہا الیہم لانہا لم تجتمع لغیرھم بلکہ یہ معنی خود
ارشاد حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ابن ابی شیبہ مصنف ابوداؤد و بیہقی سنن
میں بسند حسن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز عشا کی
نسبت فرمایا اعتموا بھذہ الصلاۃ فانکم فضلتم بہا علی سائر الامم ولم تصلہا امۃ قبلکم اس نماز کو
دیر کرکے پڑھو کہ تم اس سے تمام امتوں پر فضیلت دئے گئے ہو تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہ پڑھی
پر ظاہر کہ جب نماز عشا ہمارے لئے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملا ہمارے
نبی سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو یہ پانچوں نہ ملنا علماء اس کی بھی تصریحیں فرماتے ہیں۔ امام
جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی میں ایک باب وضع فرمایا باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
بمجموع الصلوات الخمس ولم تجتمع لاحد امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلبی حلیہ میں بعض علما سے ناقل
ھذہ الصلوات تفرقت فی الانبیاء وجمعت فی ھذہ الامۃ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں
لم یجتمع لاحد غیرھم من الانبیاء والامم اسی میں ہے ولا یعارضہ قول[2] جبریل فی حدیث المواقیت
حین صلی الخمس بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا وقتک ووقت الانبیاء من قبلک لان المراد
کما قال الرافعی انہ وقتہم اجمالا وان اختص کل منہم بوقت لمعات وشرح ابن حجر مکی میں ہے۔
واللفظ للاول قولہ ھذا وقت الانبیاء من قبلک یدل بظاہرہ علی ان الصلوات الخمس کانت

---

[1] فان قلت الم تذکر بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتقوا اللہ وصلوا خمسکم فانہ حدیث صحیح رواہ الترمذی وحسنہ وصححہ وابن حبان والحاکم عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ وقد احتجوا اھل الاختصاص قال العلامۃ الزرقانی بحجۃ ذلک قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتقوا اللہ وصلوا خمسکم اضافہا الیہم یعطی ذلک اھ وقد نقلت کلام العزیزی والمناوی فما معنی ھذا الترقی اقول بلٰی ولکن لی فی کونہ حجۃ فی المقال مقام فان امر الاضافات اوسع من ھذا فقول ربکم ونبیکم بل فی آخر نفس الحدیث تدخلوا جنۃ ربکم وزاد فی روایۃ وعند الحلبی وتثبت ربکم وایضا یجوز التخصیص باعتبار اھل الزمان وایضا قد ثبت خصوصا فیہ بوجوہ کما یأتی فلا یدل علی خصوص نفس الخمس لو بالجمع واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

[2] رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ...

واجبۃ علی الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام والمراد التوزیع بالنسبۃ الی غیر العشاء اذ مجموع ھذہ الخمس من خصوصیاتنا واما بالنسبۃ الیھم فکان ماعدا العشاء متفرقا فیھم کما جاء فی الاخبار علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں الصلوات الخمس لم تجتمع لغیرہ ولغیر امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا لنبی قبلہ فانما الانبیاء قبلہ کانت لھم صلٰوۃ موافقۃ لبعض ھذہ دون مجموعھا **اقول** مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی وکل ماذکروہ فلا یفید المدعی او معارض بما ھو اصح واقوی کما فصلنا ذلک فی تحریر مستقل لنا فی ھذا المقال کتبناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بعد ورود ھذا السؤال ملخصہ انھم احتجوا علی ذلک باحادیث واٰثار منھا حدیث صحیح مسلم عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی خبر الاسراء فاعطی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثا اعطی الصلوات الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ وغفر لمن لم یشرک باللہ من امتہ شیئا المقحمات فانہ ظاہر فی اختصاصھا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **قلت** وذلک لانہ کان محل الاکرام الخاص فینبغی اختصاص الخمس ایضا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کالباقیین قال فی نسیم الریاض (فاعطی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثا) من الفضائل المخصوصۃ بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ **اقول** لک ان تقول بعد تسلیم لزوم الخصوص فی کل عطاء یعطی فی مقام الاختصاص لایلزم الخصوص من کل وجہ فقد کانت الصلاۃ فریضۃ علی الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم وفی کل دین الٰھی کما قال تعالٰی فی سیدنا اسمٰعیل علی ابنہ الکریم وعلیہ الصلوۃ والتسلیم وکان یأمر اھلہ بالصلوۃ والزکوۃ وکان عند ربہ مرضیا وقال عزوجل عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا۔ وفی الحدیث[1] عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاخیر فی دین لاصلاۃ فیہ وقد کانت اوقات صلاتھم ھی ھذہ الاوقات لقول جبریل علیہ الصلوۃ والسلام ھذا وقتک ووقت الانبیاء من قبلک وصرف الفرض الی اجتماع الخمس قد یاباہ ظاھر اللفظ اذ لو ارید ھذا لقال اعطی الصلوات خمسا او اعطی خمس صلوات ومع ذلک اذا صرف الی وصف فحینئذ نقول بموجبہ فالخمس علی ھذہ الصفۃ لم تکن لاحد قبلنا فان اللہ تعالٰی خصنا بالاذان والاقامۃ والبسملۃ والتامین الذی ماحسدتنا الیھود

---

[1] رواہ البخاری فی الادب المفرد وابن ماجۃ بسند صحیح عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ۱۲ منہ غفرلہ

علیٰ شیئ ماحسدتنا علیه وعلی السلام وجعلنا صفوفنا کما تصف الملئکة عند ربها وجعل لنا الارض مسجدا و طهورا او نقول خصصنا بان امضی فریضته وخفف عن عباده فهی خمس وخمسون تفضلا من ربنا تبارک وتعالیٰ ببرکة نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم **ومنها** حدیث ابن جریر والبزار وابی یعلی عن ابی هریرة والبیهقی عنه وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنهما فیه قوله عزوجل لنبیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حین ذکر ما اعطی الانبیاء السابقین علیهم الصلاة والتسلیم من الفضائل اعطیتك ثمانیة اسهم الاسلام والهجرة والجهاد والصلاة والصدقة وصوم رمضان والامر بالمعروف والنهی عن المنکر قال الزرقانی (والصلاة) ای مجموع الصلوات الخمس (والصدقة) الزکوة (وصوم رمضان) وفیه حجة لاحد القولین فی اختصاصه بالامة المحمدیة الخ **قلت** ای وقد ذکر صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لکل نبی ما خص به من الکرامات والمحل قاض بان یجاب بما خص به من جلائل الفضائل **اقول** نعم لابد للخصوص من وجه اما مطلقا فلا فقد کان الجهاد فی الامم السابقة قال تعالیٰ وکاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر الا تری الی قوله والامر بالمعروف والنهی عن المنکر ویستحیل نفیهما عن الانبیاء السابقین علیهم الصلاة والسلام فما کانوا یبعثون الا لهذا وقد انجی اللہ تعالیٰ قوما کانوا ینهون اصحاب السبت معذرة الی ربهم ولعلهم یرجعون ولم تنزل الصدقة فی الامم وتقدم قوله تعالیٰ وکان یأمر اهله بالصلوة والزکوة فانما المراد لم یعطوا علی صفة اعطی نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم احلت له الغنائم ولم تحل لاحد قبله والصدقة تؤخذ من اغنیائنا وترد علی فقرائنا وامرنا بالمعروف ونهینا عن المنکر باعلی وجوهه وهو الجهاد وامر الجهاد فی شرعنا اقوی منه فی سائر الشرائع قاله الرازی عن القفال وکذلك خصصنا فی الصلوة باشیاء لم یعطهن احد قبلنا ولله الحمد **ومنها** ما نقل الامام الفقیه ابو اللیث السمرقندی رحمه اللہ تعالیٰ فی تنبیه الغافلین عن کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قرأت[1] فی بعض ما انزل اللہ تعالیٰ علی موسیٰ علیه الصلوة والسلام یا موسیٰ رکعتان یصلیهما احمد وامته

---

[1] امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا اے موسیٰ فجر کی دو رکعتیں احمد اور اُس کی امت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اس دن رات کے سارے گناہ اس کے بخش دونگا اور وہ میرے ذمہ میں ہوگا اے موسیٰ ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اس کی امت پڑھے گی اُنہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دونگا اور دوسری کے بدلے اُن کا پلہ بھاری کردوں گا اور تیسری کے عوض فرشتے موکل کردونگا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ اور چوتھی کے بدلے اُن کے لئے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ پر دیکھیں)

وهی صلاۃ الغداۃ من یصلیها غفرت له ما اصاب من الذنوب من لیله ویومه ذلك ویکون فی ذمتی یاموسی اربع رکعات یصلیها احمد وامته وهی صلاۃ الظهر اعطیهم باول رکعة منها المغفرة وبالثانیه اثقل میزانهم وبالثالثة اوکل علیهم الملائکة یسبحون ویستغفرون لهم وبالرابعة افتح لهم ابواب السماء ویشرفن علیهم الحور العین یاموسی اربع رکعات یصلیها احمد وامته هی صلاۃ العصر فلا یبقی ملك فی السموت والارض الا استغفر لهم ومن استغفر له الملائکة لم اعذبه یاموسی ثلاث رکعات یصلیها احمد وامته حین تغرب الشمس افتح لهم ابواب السماء لا یسألون من حاجة الا قضیتها لهم یاموسی اربع رکعات یصلیها احمد وامته حین یغیب الشفق هی خیر لهم من الدنیا وما فیها ویخرجون من ذنوبهم کیوم ولدتهم امهم یاموسی یتوضؤ احمد وامته کما امرتهم اعطیهم لکل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها کعرض السماء والارض یاموسی یصوم احمد وامته شهرا فی کل سنة وهو شهر رمضان اعطیهم بصیام کل یوم مدینة فی الجنة واعطیهم بکل خیر یعملون فیه من التطوع اجر فریضة واجعل فیه لیلة القدر من استغفر منهم فیها مرة واحدة نادما صادقا من قلبه ان مات من لیله او شهره اعطیته اجر ثلثین شهیدا یاموسی ان فی

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۶۶) آسمان کے دروازے کشادہ کردونگا بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ عصر کی چار رکعتیں احمد اور اُن کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت آسمان و زمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی اُن کی معفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اُسے ہرگز عذاب دوں گا۔ اے موسیٰ مغرب کی تین رکعت ہیں اُنہیں احمد اور اس کی امت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے اُن کے لئے کھول دونگا جس حاجت کا سوال کریں گے اسے پورا ہی کردوں گا۔ اے موسیٰ شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشار کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انہیں احمد اور اس کی اُمت وہ دُنیا و مافیہا سے اُن کے لئے بہتر ہیں وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ وضو کرے گا احمد اور اُس کی امت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤنگا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان و زمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ ایک مہینے کے سالانہ روزے رکھے گا احمد اور اس کی امت اور وہ ماہِ رمضان ہے عطا فرماؤں گا ہر روزہ اُن کے روزہ کے عوض ایک شہر جنت اور عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری و صدق قلب سے ایک بار استغفار کریگا اگر اُسی شب یا اُس مہینے بھر میں مرگیا اُسے تیس ۳۰ شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤنگا۔ اے موسیٰ امت محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اُس کے عوض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ثواب ہے۔ اور میری رحمت اُن پر واجب اور میرا غضب اُن سے دور اور اُن میں سے کسی پر باب توبہ بند نہ کرونگا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے۔

۱۲ الفقیر محمد حامد رضا غفر لہ

امة محمد رجالا يقومون على كل شرف يشهدون بشهادة ان لا اله الا الله فجزاؤهم بذلك جزاء الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام ورحمتى عليهم واجبة وغضبى بعيد منهم ولا احجب باب التوبة عن واحد منهم ماداموا يشهدون ان لا اله الا الله اھ سردناها تماما حبا لما فيها من النفائس رزقنا الله تعالى الحظ الاوفى منها بمنّه وكرمه ؛ وجاه حبيبه قاسم نعمه ؛ صلى الله تعالى عليه وسلم امين

اقول ان تم الاحتجاج به على الاختصاص دل على خصوص كل من الخمس لا كل الخمس فانه قال فى كل يصليها احمد وامته صلى الله تعالى عليه وسلم وقد ذكر فيها الوضوء وقال صلى الله تعالى عليه وسلم هذا وضوئى ووضوء الانبياء من قبلى فليكن المقصود بالذكر عطاؤهم ما رتب عليها من الفضائل **و منها** اثر الامام العيشى مروى الامام الطحاوى وسيأتى الكلام عليه ونحوه ما ذكر فى الحلية عن بعضهم قال هذه الصلوات تفرقت فى الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام وجمعت فى هذه الامة فذكر الفجر لادم والظهر لابراهيم والعصر لسليمان والمغرب لعيسٰى عليهم الصلاة والسلام ثم قال اما العشاء فخصصت بها هذه الامة اھ **اقول** توجيه الاستدلال انه وان ذكر اختصاص هذه الامة لكن لم ينقل من بين سائر الامم ولم يذكر ان نبيا صلاها كما ذكر فى سائرها فالظاهر التخصيص بهذه الامة مطلقا اعنى بالنظر الى الامم والانبياء جميعا وقد بدأ الكلام ايضا بذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام وهذه الامة فهو المتبادر ههنا ايضا لا قصر المقابلة على الامم دون الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام **اقول** ويغنى عن الكلام ما يأتى فى كلام ابن عائشة رحمه الله تعالى **ومنها** حديث سيدنا معاذ الصحيح المار فى العشاء انكم فضلتم بها على سائر الامم احتج به الامام الجليل الجلال السيوطى رحمه الله تعالى فى الخصائص الكبرى على كون العشاء لم يصلها احد قبله صلى الله تعالى عليه وسلم **اقول** سبحان من لا يزل المقابلة ههنا بيننا وبين سائر الامم فكيف دل على انتفائها عن سائر الانبياء سوى نبينا صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم واعجب منه ان ذكر العلامة الزرقانى تحت قول العيشى الاتى اول من صلى العشاء الاخرة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ما نصه وعورض بما فى شرح المسند (اى للامام الرافعى الشافعى) ان العشاء ليونس عليه الصلوٰة والسلام اھ ثم استدرك بقوله لكن يؤيد خبر الطحاوى (اى اثر العيشى) حديث معاذ رضى الله تعالى عنه **اقول** ليت شعرى من اين جاء التأييد ولا تعرض فيه بذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام قال فقوله صلى الله تعالى

علیه وسلم فضلتم بها یعارض روایة ان العشاء لیونس علیه الصلاة والسلام **اقول** انما قال صلی الله
تعالٰی علیه وسلم فضلتم بها علی سائر الامم وای تعارض بین النفی عنهم والثبوت لبعض الانبیاء
علیهم الصلوة والسلام **ومنها** قال الامام السیوطی فی الباب المزبور اخرج البخاری عن ابی موسی
الاشعری رضی الله تعالٰی عنه قال اعتم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لیلة بالعشاء حتی ابهار
اللیل ثم خرج فصلی فلما قضی صلاته قال لمن حضره ابشروا ان من نعمة الله علیکم انه لیس احد
من الناس یصلی هذه الساعة غیرکم اوقال ما صلی هذه الساعة احد غیرکم اھ **قلت** واخرجه
مسلم ایضا **ومنها** قال رحمه الله تعالٰی واخرج احمد والنسائی عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه
قال اخر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم صلاة العشاء ثم خرج الی المسجد فاذا الناس
ینتظرون الصلاة فقال اما انه لیس من اهل هذه الادیان احد یذکر الله تعالٰی هذه الساعة غیرکم اھ
اقول وانت تعلم ان لیس فی شیئ منها ما یدل علی مدعاه من ان العشاء لم یصلها نبی قبل نبینا
صلی الله تعالٰی علیه وعلی الانبیاء وبارك وسلم بل لا تصریح فیه بنفی ان صلاها احد ممن قبلنا
من سائر الامم بل ولا نفی ان صلاها اللیلة احد سوانا انما فیه نفی صلاة غیرنا تلك الساعة فیجوز ان
یکون الناس صلوا عاجلین فانما نفی الانتظار لا نفی الصلاة ومثله ما للبخاری ومسلم عن ابن عمر رضی
الله تعالٰی عنهما لیس احد من اهل الارض زاد مسلم اللیلة ینتظر الصلاة غیرکم ولهما عن ام المؤمنین
رضی الله تعالٰی عنها وفیه ما ینتظرها احد من اهل الارض غیرکم **بل** اخرجه احمد والبخاری و
مسلم والنسائی وابن ماجة عن انس رضی الله تعالٰی عنه وفیه قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قد
صلی الناس وناموا وانکم فی صلاة ما انتظرتموها ونحوه لاحمد وابی داود والنسائی وابن ماجة من
حدیث ابی سعید الخدری رضی الله تعالٰی عنه فهذا وجه **والثانی** ان یکون المراد نفی ان
یصلیها غیرنا من اهل الزمان مطلقا ویؤیده ما للبخاری والنسائی عن ام المؤمنین رضی الله
تعالٰی عنها ولا تصلی یومئذ الا بالمدینة فان الیهود کانوا بخیبر والشام وغیرهما اکثر مما کانوا بالمدینة
الکریمة فلو کانت عندهم لصلیت بغیرها ایضا **اقول** ولا تخالف بین الوجهین فان الکافر
لا صلوة له فانما اثبت صلی الله تعالٰی علیه وسلم لهم الصورة اذ قال صلی الناس وناموا وام المؤمنین
نفت المعنی **والثالث** ان المراد لم تفرض علی غیرنا فلا ینتظرها ولا یصلیها احد غیرنا

لامن اھل الزمان ولامن امم مضت وھوالذی صرح بہ حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ فھذا قصوی مایستفاد منہ ولیس لہ ملحظ اصلا الی نفیہا عن سائر الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام بلکہ بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما الصلاۃ والتسلیم نے منٰی میں پانچوں نمازیں پڑھیں فقد اخرج ابن سعد ان ابراھیم واسمٰعیل اتیا منی فصلیا بھا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والصبح حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف ہو ہی جائے گا ورنہ قیام دلیل کی حاجت ضرور فان الخصائص لاتثبت الا بنص صحیح کما نصوا علیہ قاطبۃ منھم خاتم الحفاظ فی فتح الباری والقسطلانی فی المواھب والزرقانی فی شرحہ وغیرھم فی غیرھا ہاں اگر یہ کسی صحیح حدیث صریح بے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشا جس طرح ہمارے سوا کسی امت نے نہ پڑھی ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک اختصاص مجموع پنجگانہ بھی ثابت ہو جائے گا بعض علماء نے اس کی بھی تصریح فرمائی امام جلال الدین سیوطی نے باب مذکور خصائص میں یہ عبارت مسطورہ فرمایا وبانہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی العشاء ولم یصلہا نبی قبلہ امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرے کہ انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشا کو استثنا کرلیا اقول مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سوا اُس اثر منقطوع کے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام عبید اللہ بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا اول من صلی العشاء الاخرۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے پہلے عشا ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھی۔ وکل ماتمسکوا بہ سوی ذلک اعنی الاحادیث الثلثۃ الاخیرۃ فلامساس لہ بما ھنالک کما علمت یہ امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقہ عاشرہ میں اتباع تبع تابعین سے ہیں ۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا کما فی الحلیۃ والتقریب وغیرھما اور خود حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام نے دو روز حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت دوسرے دن آخر وقت پڑھیں پھر حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ سے عرض کی ھذا وقت الانبیاء من قبلک یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے رواہ ابوداؤد وسکت علیہ والترمذی وحسنہ واحمد وابن خزیمۃ والدارقطنی والحاکم وصححہ ابن عبد البر وابوبکر بن العربی اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیاء کے تھے اگرچہ

متفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثنا کی اس میں بو بھی نہیں نہ ایسا استثنا بے دلیل مساوی قابل احتمال۔
اقول والعجب من ابن حجر کیف یقول بالتوزیع ثم یستثنی العشاء فانی یصح التوزیع للجمیع ظاہراً اسی لئے شیخ محقق قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات میں اس سے رجوع فرماکر ترک کیا حیث قال این وقت نماز پیغمبران ست کہ پیش از تو بودہ اند کہ ہر کدام از ایشاں بعضے اوقات داشتند اگرچہ مجموع خمس اوقات مخصوص ایں امت است فافہما انتہی بلکہ بعض روایات واحادیث میں حضرت یونس وحضرت موسٰی کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام کا نماز عشا پڑھنا صراحۃً منقول کما سیأتی ذکرہ اور حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما الصلاۃ والسلام کا پڑھنا اوپر گزرا بلکہ امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں بروایت سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ناقل کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا واما صلاۃ العتمۃ فانہا الصلوۃ التی صلّاھا المرسلون قبلی نماز عشا وہ نماز ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں نے پڑھی صلوات اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین لاجرم امام قاضی ناصر الدین بیضاوی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں ان العشاء کانت تصلیہا الرسل نافلۃ لہم ولم تکتب علی اممہم کالتہجد وجب علٰی نبینا دوننا اسی طرح علامہ زرقانی امام ہروی وغیرہ سے ناقل اذ قال بعد ماقدمناعنہ من معارضۃ اثر العیشی بخبر الرافعی ثم الاستدراک بحدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ مانصہ وجمع الہروی وغیرہ بان المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول من صلاھا مؤخرا لہا الی ثلث اللیل ونحوہ اما الرسل کانوا یصلونہا عند اول مغیب الشفق اھ وغرضنا فیما سلموا من ثبوت العشاء لغیر نبینا من الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوۃ والثناء اما ما حاول من الجمع **فاقول اوّلا** ان کان المراد الجمع بین حدیث فضلتم بہا وروایۃ ان العشاء لیونس علیہ الصلاۃ والسلام کما یدل علیہ ذکرہ بعد ماقال ان قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضلتم بہا یعارض روایۃ ان العشاء لیونس فقد علمت ان لاتعارض بینہما حتی یحتاج الی الجمع او بین الروایۃ واثر العیشی کما یدل علیہ زیادۃ لفظ نفسہ بعد لفظ اثر الطحاوی فیما یأتی فما ابعدہ جمعا فان الاثر صریح فی نفی المطلق دون المقید بالتاخیر فانہ فی سیاق بیان من صلی الصلوات غیر متعرض لاقسام الاوقات فذکر لکل من الاربع من صلاھا
نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاین ھذا مما تریدون **وثانیا** کیف ماکان ھذا احامل للوحی الامین علیہ الصلوۃ والسلام صلی الخمس یومین فجعل مرۃ واخر اخری ثم قال ھذا وقت الانبیاء

من قبلك فمن این ان اول من اٰخرھا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ویدل لذلك (ای لماادعی من الجمع) بل یصرح بہ قولہ فی اثر الطحاوی نفسہ العشاء الاخرۃ اھ **اقول** یا سبحٰن اللہ بل لا دلالۃ فیہ اصلا فضلا عن التصریح فان العشاء الاخرۃ ھی العشاء مطلقا دون التی اخرت سمی الاخرۃ نظرا الی العشاء الاولی وھی المغرب علیہ تظافر محاورات الحدیث وفصل القول فالاحمد ومسلم والنسائی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یؤخر العشاء الاخرۃ واعظم منہ فالترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اول وقت العشاء الاخرۃ یغیب الافق فالمقطوع بہ ان لا اثر لھذہ الدلالۃ فی الکلام ولو اراد لقال اول من اخر العشاء وھذا ظاھر جدا بالجملہ اس قدر بلا شبہہ ثابت کہ نمازِ عشا ہم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں ملیں اور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ظاہر اراجح یہی ہے کہ عشا اُن میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر مذکور امام طحاوی سے اجتماع خمس کو تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہمارے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خاص ثابت کرنا جس کا مدار اسی نفی عشا عن سائر الانبیاء علیہم الصلاۃ والثناء پر تھا تام التقریب نہیں کہ جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے کبھی یا ہمیشہ پانچوں بھی پڑھی ہوں اگرچہ کسی اُمتی نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ماننے جیسا کہ قول دوم وسوم میں آتا ہے جب بھی وہ احتمال مندفع نہیں ممکن کہ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے پانچوں پڑھی ہوں اور اس میں حکمت یہ ہو کہ وہ دنیا کی نظر ظاہر میں بھی صاحب صلوات خمس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر زمین پر تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقتًا تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کے اُمتی ہیں اُنہیں نبوت دی ہی اُس وقت ہے جب اُنہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُمتی بنا لیا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ میں اُس کی تفصیل فائق وللہ الحمد۔ غرض یہاں دو مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماع خمس ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ملا یہ حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں خود ارشادِ اقدس حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع انبیا میں بھی صرف ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ ہم اُس پر دلیل نہ پائیں کہ آخر کلمات علما کا اطباق واتفاق بے چیز سے

نیست ہمارا دلیل نہ پانا دلیل نہ ہونے پر دلیل نہیں **اقول** شاید نظر علما اس طرف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عزوجل نے اس نعمت جمیلہ و فضیلت جلیلہ سے اس امت مرحومہ کو تمام امم پر تفضیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل ہیں سب ہمارے آقا و مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہم تو اس خصوص نعمت سے سب امتوں پر فضیلت پائیں اور ہمارے مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ تخصیص و اختصاص نہ ہو اس تقدیر پر یہی حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ دلالۃً اس دعوے کی بھی مثبت ہوگی، اماحدیث السیدین ابراھیم و اسمٰعیل علی ابنھما الکریم ثم علیھما الصلوٰۃ والتسلیم فلعلہ لم یثبت اذ لو ثبت، لما رأینا تظافر کلماتھم علی خلافہ **اقول** الاختصاص بجھۃ الافتراض اما ھما صلی اللہ تعالٰی علی ابنھما ثم علیھما وبارک وسلم فصلیا بمنی ما کتب اللہ تعالٰی علیھما وتنفلا فی بقیۃ الاوقات، فمن قبل وقوعھا فی ھذہ الاوقات، عبر عنھا باسماء ھذہ الصلوات، واللہ تعالٰی اعلم بالخفیات، ھذا غایۃ ماعندی فی توجیہ المرام **اقول** مگر استبعاد مذکور کا جواب واضح ہے کچھ عجب نہیں کہ مولٰی عزوجل بعض نعمتیں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے اگلی امتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرحومہ کے لئے انہیں عام فرمادے جیسے کتاب اللہ کا حافظ ہونا کہ امم سابقہ میں خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء تھا۔ اس امت کے لئے رب عزوجل نے قرآن کریم حفظ کے لئے آسان فرمادیا کہ دس دس برس کے بچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ ان کی امت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

باقی رہا سوال کا دوسرا جز کہ کونسی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی اس میں چار قول ہیں **اوّل** قول امام عبید اللہ بن عائشہ ممدوح کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ بوقت فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی اور اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی، عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری پر بیٹھ گئے مغرب کی تین ہی رہیں اور عشا سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھی رواہ کما ذکرنا الامام الطحاوی قال حدثنا القاسم بن جعفر قال سمعت بحر بن الحکم الکیسانی قال

سمعت اباعبد الرحمن عبیداللہ بن محمد بن عائشۃ یقول فذکرہ دوم قول امام ابوالفضل کہ سب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدم ظہر کو چار رکعتیں حضرت ابراہیم عصر حضرت یونس مغرب حضرت عیسٰی عشا حضرت موسٰی علیہم الصلاۃ والسلام نے پڑھی ذکرہ الامام الزندوستی فی روضتہ قال سألت اباالفضل فذکرہ یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہذا اُس کا خلاصہ لکھیں امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابوالفضل سے صبح کی دو رکعتیں ظہر و عصر و عشا کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں فرمایا حکم۔ میں نے کہا مجھے اور بھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے آدم علیہ الصلوۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی۔ انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الٰہی کی پڑھیں۔ ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور اطاعت کا نور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے چار رکعتیں پڑھیں جبکہ اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ اترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہوا دوسری فدیہ آنے کے سبب تیسری رضائے مولٰے سبحانہ وتعالٰی کا شکر چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والتسلیم نے گردن رکھ دی یہ اُن کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولٰی تعالٰی ہمیں قتل نفس پر قدرت دے جیسی اُنہیں ذبح ولد پر قدرت دی اور یہ ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصارٰی کو ہمارا فدیہ کرکے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ نماز عصر سب سے پہلے یونس علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولٰی تعالٰی نے اُنہیں چار ظلمتوں سے نجات دی ظلمتِ لغزش، ظلمتِ غم، ظلمتِ دریا، ظلمتِ شکم ماہی۔ یہ اُن کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئی کہ ہمیں مولٰی تعالٰی ظلمتِ گناہ و ظلمتِ قبر و ظلمتِ قیامت و ظلمتِ دوزخ سے پناہ دے۔ مغرب سب سے پہلے عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے پڑھی۔ پہلی اپنے سے نفی الوہیت

۱؎ لفظ الکتاب فامرنا بذالک لانہ تعالٰی وفقنا علٰی ابلیس کما وفقہ بذبح الولد وانجانا من الغم کما انجاہ وفداہ انا من النار کما فداہ ورضی عنا کما رضی عنہ اھ اقول و ماذکرت احسن من ستۃ وجوہ لاتخفی علی المتأمل ۱۲ منہ غفرلہ ۲؎ الذی فی الکتاب فی ظلمۃ اللیل اقول ان کانت بالنہار فقد ذہبت بل السحر والافلا اثرلہا ولذا ابدلتہا ۱۲ منہ غفرلہ

۳؎ الذی فی الکتاب اول من صلی المغرب تطوعا شکرا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام حین خاطبہ اللہ تعالٰی بقولہ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ وکان ذالک بعد غروب الشمس الخ اقول المعروف ان ہذا الخطاب یوم الحساب الاتری الٰی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام فلما توفیتنی کنت انت الرقیب ۲۲ علیھم ۱۲ منہ غفرلہ۔

دوسری اپنی ماں سے نفی الوہیت تیسری اللہ عزوجل کے لئے اثبات الوہیت کے لئے۔ یہ اُن کے نفل ہم پر فرض ہوئے کہ روز قیامت ہم پر حساب آسان ہو نار سے نجات ہو اُس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو **اقول** اور مقام سے مناسب تر یہ تھا کہ یوں فرمانے کہ ہم اپنی خودی اور فخر آباء سے باہر آکر اللہ عزوجل کے لئے خالص متواضع ہوں۔ سب سے پہلے عشا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بی بی کا غم اولاد کی فکر بھائی پر اندیشہ فرعون سے خوف جب وادی ایمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکروں سے اُنہیں نجات بخشی چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھاتے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے محبوبوں سے ملائے دشمنوں پر فتح دے آمین **سوم قول** بعض علما کہ فجر آدم ظہر ابراہیم عصر سلیمان مغرب عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی اور عشا خاص اس اُمت کو ملی کما تقدم عن الحلیۃ **چہارم** وہ حدیث کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی کہ صبح آدم ظہر داود عصر سلیمان مغرب یعقوب عشا یونس علیہم الصلاۃ والسلام سے ہے ذکرہ عنہ الزرقانی فی شرح المواھب والحلبی تماما فی الحلیۃ قال واورد فی ذالک خبرا غرض نماز صبح میں چاروں متفق ہیں باقی چار میں اختلاف **اقول** فقیر کی نظر میں ظاہرا قول اخیر کو سب پر ترجیح کہ اول تو وہ حدیث ہے لا اقل اثر صحابی یا تابعی ہی اقوال علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصًا ایسے امر میں جس میں رائے وقیاس کو دخل نہیں بل **اقول** عسی ان یکون ما ذکر الامام ابو الفضل بمعزل عما نحن فیہ فانہ انما ذکر التطوعات۔ والکلام فی المکتوبات۔ لا ایقاع نفل فی ھذہ الاوقات۔ فانہ ثابت فی جمیع الساعات۔ فی المعالم عن جعفر بن سلیمان قال سمعت ثابتا یقول کان داود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد جزأ ساعات اللیل والنہار علی اھلہ فلم تکن تأتی ساعۃ من ساعات اللیل والنہار الا وانسان من ال داود قائم یصلی اھ معہذا اُن سب اقوال میں کہیں نہ کہیں گرفت ضرور ہے اول نے صاف تصریح کی کہ عشا انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے اور امتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قدمنا تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے جس طرح اشعہ وغیرہا کی عبارتوں میں تھا نہ بلحاظ امم اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف و قول مرجوح ہے اول و دوم نے عصر کو عزیر و یونس علیہما الصلاۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ ووھبنا لہ سلیمان نعم العبد انہ اواب۔

اذ عرض علیہ بالعشی الصٰفنٰت الجیاد ہ قال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ہ علماء فرماتے ہیں یہ نماز نماز عصر تھی، جلالین میں ہے۔ عن ذکر ربی ای صلاۃ العصر مدارک میں ہے غفل عن العصر وکانت فرضا فاغتم اور سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ یونس و عُزیر علیہما الصلاۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاۃ عصر ان دونوں صاحبوں کے لئے کیونکر ہوسکتی ہے نسیم الریاض میں زیر حدیث ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی ہے ھو من ولد بنیامین بن یعقوب علیہم الصلاۃ والسلام وکان بعد سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام اھ وفیہ فی فصل حکم عقد قلب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یونس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی مراۃ الزمان کان بعد سلیمٰن نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ تو یونس علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت تصریح تھی اور حضرت عُزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ اُن کا واقعہ موت وحیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کرگیا تھا اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم فرمائی۔ تو سلیمان و عُزیر علیہما الصلاۃ والسلام میں صدہا سال کا فاصلہ تھا۔ معالم التنزیل میں ہے، قال الذی قال ان المار کان عُزیرا ان بخت نصر لما خرب بیت المقدس واقدم سبی بنی اسرائیل ببابل کان فیھم عزیر ودانیال وسبعۃ الاف من اھل بیت داؤد علیھم الصلاۃ والسلام فلما نجا عزیر من بابل ارتحل علی حمارلہ الخ اسی میں ہے یعملون لہ مایشاء من محاریب کان مما عملوا لہ بیت المقدس ابتداہ داود علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفاہ اللہ تعالیٰ استخلف سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام فبنی المسجد بالرخام والجواھر واللألی والیواقیت فلم یزل بیت المقدس علی مابناہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام حتی غزاہ بخت نصر فخرب المدینۃ ونقض المسجد اھ ملتقطا بخلاف قول چہارم کہ اُس کی کسی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہرا وہی مرجح و قرین قیاس اور حقیقت حال کا علم مولیٰ سبحانہ وتعالےٰ کے پاس۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۵۱: از ریاست رامپور بزریہ ملا ظریف گھیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

بگرامی خدمت فیض درجت جناب مولانا بحر العلوم صاحب زاد کرمہ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم بعد نبوت قبل شبِ معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للّٰہ وکفٰی ○ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی ○ لاسیما علی صاحب المعراج المصطفٰی وآلہ وصحبہ المقیمین الصلوٰۃ والعدل والوفاء ○

الجواب: پیش از اسرا دو وقت یعنی قبل طلوع شمس وقبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علما کو خلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت ثابت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں **فی الدر** المختار اول کتاب الصلاۃ فرضت فی الاسراء وکانت قبلہ صلاتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا شمنی اھ **وفی** المواھب من المقصد الاول قبیل ذکر اول من اٰمن قال مقاتل کانت الصلوٰۃ اول فرضھا رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی لقولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار قال فی فتح الباری کان صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء یصلی قطعا وکذلک اصحابہ ولکن اختلف ھل افترض قبل الخمس شیئ من الصلوٰۃ ام لا فقیل ان الفرض کان صلاۃ قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا والحجۃ فیہ قولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا انتھی وقال النووی اول ما وجب الانذار والدعاء الی التوحید ثم فرض اللّٰہ تعالٰی من قیام اللیل ما ذکرہ فی اول سورۃ المزمل ثم نسخہ بما فی اٰخرھا ثم نسخہ بایجاب الصلوات الخمس لیلۃ الاسراء بمکۃ اھ ما فی المواھب **وفی** شرحھا للعلامۃ الزرقانی من المقصد التاسع ذھب جماعۃ الی انہ لم تکن قبل الاسراء صلاۃ مفروضۃ الا ما وقع الامر بہ من صلاۃ اللیل بلا تحدید وذھب الحربی الی ان الصلاۃ کانت مفروضۃ رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی وردہ جماعۃ من اھل العلم اھ **وفیھما** من المقصد الخامس فی الاسراء عند ذکر صلاتہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بالانبیاء بیت المقدس (قد اختلف فی ھذہ الصلوٰۃ) ھل ھی الشرعیۃ المعروفۃ او اللغویۃ وصوب الاول لان النص یحمل علی حقیقتہ الشرعیۃ ما لم یتعذر وعلی ھذا اختلف (ھل ھی فرض) ویدل علیہ کما قال النعمانی حدیث انس عند ابی حاتم المتقدم قریبا المصنف (او نفل) واذا قلنا انھا فرض فای صلاۃ ھی قال بعضھم الاقرب انھا الصبح ویحتمل ان تکون العشاء) والاحتمالان کما قال الشامی لیسا بشیئ سواء قلنا صلی بھم

الصلوٰۃ قبل المعراج [illegible] ۱۳۱۰ھ

قبل العروج او بعده لان اول صلاة صلاها النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الخمس مطلقا الظهر
بمكة باتفاق ومن حمل الاولية على مكة فعليه الدليل قال والذی يظهر انها كانت من النفل المطلق
او كانت من الصلوٰة المفروضة عليه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل ليلة الاسراء وفی فتاوی
النووی ما يؤيد الثانی اھ باختصار **اقول** وفی الاستدلال بقوله عز اسمه وسبح بحمد ربك
قبل طلوع الشمس وقبل غروبها نظر فان تتمة الاٰية ومن اٰناء الليل فسبح واطراف النهار لعلك
ترضی فان حمل التسبيح على الصلاة لقول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما كل تسبيح فی القراٰن صلاة
اخرجه الفريابی عن سعيد بن جبير وان كان ربما يفيد الاستثناء من كليته على ما **اقول** قوله
جل ذكره كل قد علم صلوته وتسبيحه وقوله تعالٰی فلولا انه كان من المسبحين ۝ للبث فی بطنه الٰی يوم يبعثون
فان الظاهر ان المراد به ما ذكر عنه ربه عز وجل بقوله فنادی فی الظلمت ان لا الٰه الا انت سبحانك
انی كنت من الظلمين ۝ به فسره سعيد بن جبير ارشد تلامذة ابن عباس الراوی عنه تلك
الكلية وقد قال الحسن البصری كما فی المعالم ما كانت له صلاة فی بطن الحوت ولكنه قدم عملا صالحا
بيد ان ابن عباس ههنا ايضا مشی على اصله فقال رضی اللہ تعالٰی عنه من المسبحين من المصلين
ويكون المعنی حينئذ ما قال الضحاك انه شكر اللہ تعالٰی له طاعته القديمة كما فی المعالم ايضا فعلی
هذا الحمل واخذ الامر للوجوب تدل الاٰية باٰخرها على فرضية اكثر من صلاتين الا ان يقال
لم يقصد الحصر بدليل ان قيام الليل كان فريضة من قبل قطعا ولكن يبقی قوله تعالٰی واطراف النهار
وحمله على المذكورتين يستلزم التكرار اما استدلال مقاتل بقوله تعالٰی وسبح بحمد ربك بالعشی
والابكار **فاقول** اضعف واضعف بل ليس بشیٔ اصلا فان الاٰية من سورة حم المؤمن وقد
تأخر نزولها عن سورة بنی اسرائيل النازلة بخبر الاسراء بزمان طويل فقد روی ابن الضريس
فی فضائل القراٰن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما فی حديث ترتيب نزول السور قال
كان اول ما نزل من القراٰن اقرأ باسم ربك ثم ن فذكر الحديث الی ان قال ثم بنی اسرائيل
ثم يونس ثم هود ثم يوسف ثم الحجر ثم الانعام ثم الصّٰفّٰت ثم لقمان ثم سبا ثم الزمر ثم حم
المؤمن الحديث فكيف يستدل بها على ايجاب صلوٰة قبل الاسراء لا جرم ان فسرها ترجمان
القراٰن رضی اللہ تعالٰی عنه بالصلوات الخمس كما فی المعالم وقد يستدل بما روی ابن ابی حاتم

فی تفسیرہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس لم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر ثم اذن مؤذن واقیمت الصلوۃ قال فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ جبریل علیہ الصلوۃ والسلام بیدی فقدمنی فصلیت بھم فلما انصرفت قال لی جبریل اتدری من صلی خلفک قلت لا قال صلی خلفک کل نبی بعثہ اللہ وھو الحدیث المشار الیہ فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی **اقول** ولعل مطمح نظر المستدل وقوع الاذان والاقامۃ فانھما من خصائص الفرائض **و** **لا** فلان الاذان والاقامۃ المعہودین ما شرعا الا بالمدینۃ والاسراء قبل الھجرۃ ولذا قال الزرقانی فی تفسیر الحدیث اذن مؤذن ای اعلم بطلب الصلاۃ فاقیمت الصلوۃ ھیئ لھا وشرعوا فیھا فلا یرد ان الاذان والاقامۃ انما شرعا بالمدینۃ والاسراء کان بمکۃ اھ واما **ثانیا** فلان تخصیصھما بالفرائض انما عرف بعد ما شرعا للامۃ اما قبل ذلک فاتی دلیل علیہ واما **ثالثا** وھو القاطع فلان الاسراء انما کان باللیل وقد علمنا ان صلاۃ اللیل کانت فریضۃ قبل فرض الخمس فما یدریک لعلھا ھی وبہ یظھر الجواب عما عسی ان یتعلق بہ متعلق مما روی مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء وحانت الصلوۃ فاممتھم

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھتے۔ نماز شب کی فرضیت تو خود سورۂ مزمل شریف سے ثابت اور اُس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد عام ازینکہ فرض ہو یا نفل حدیث میں ہے کان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحی والعصر فکان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا اٰخر النھار تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادٰی فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھنے گھاٹیوں میں متفرق ہوکر تنہا پڑھتے رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت نجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکرہ فی ترجمتھا من الاصابۃ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع وتلفیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز بعثت شریفہ سے مقرر ومشروع ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اُتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اُسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز پڑھی اور اُسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھی۔ دوسرے دن امیر المؤمنین

علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنے نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۂ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے نقد اخرج احمد وابن ماجۃ والحارث فی مسندہ وغیرھم عن اسامۃ بن زید عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اول ما اوحی الیہ فامرہ بالوضوء والصلوۃ فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفۃ من ماء فنضح بھا فرجہ وفی سیرۃ ابن اسحاق وسیرۃ ابن ھشام والمواھب اللدنیہ من المقصد الاول وکتاب الخمیس وافضل القری لقراء ام القری للامام ابن حجر المکی ثم حاشیۃ الکنز للعلامۃ السید ابی السعود الازھری ثم حاشیۃ الدر للعلامۃ السید احمد الطحطاوی وھذا لفظ القسطلانی مزیدا من الزرقانی (قد روی) مرتضیہ لان لہ طرقا لاتخلو من مقال لکنھا متعددۃ یحصل باجتماعھا القوۃ (ان جبریل بدالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وھو باعلی مکۃ کما عند ابن اسحاق ای بجبل الحراء کما فی الخمیس (فی احسن صورۃ واطیب رائحۃ فقال یا محمد ان اللہ یقرؤک السلام ویقول لک انت رسولی الی الجن والانس فادعھم الی قول لا الٰہ الا اللہ ثم ضرب برجلہ الارض فنبعت عین ماء فتوضأ منھا جبریل) زاد ابن اسحٰق ورسول اللہ ینظر الیہ لیریہ کیف الطھور الی الصلوۃ (ثم امرہ ان یتوضأ وقام جبریل یصلی وامرہ ان یصلی معہ) زاد فی روایۃ ابی نعیم عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فصلی رکعتین نحو الکعبۃ (فعلمہ الوضوء والصلوۃ ثم عرج الی السماء ورجع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایمر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وھو یقول السلام علیک یا رسول اللہ حتی اتی خدیجۃ فاخبرھا فغشی علیھا من الفرح ثم امرھا فتوضأت وصلی بھا کما صلی بہ جبرئیل) زاد فی روایۃ وکانت اول من صلی (فکان ذلک اول فرضھا) ای تقدیرھا رکعتین) اھ ولہ تمام سیأتی واخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول یوم الاثنین وصلت خدیجۃ اٰخرہ وصلی علی یوم الثلثاء بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے **اقول** ملاحظۂ آیات واحادیث سے ظاہر کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اُس میں طہارت ثوب بھی تھی قال تعالیٰ فی سورۃ المدثر وثیابک فطھر۔ وضو بھی تھا کما تقدم انفا **استقبال قبلہ** بھی تھا کما مر من حدیث ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا وروی ابن اسحاق فی سیرتہ قال حدثنی عبد اللہ بن نجیح المکی عن اصحابہ عطاء ومجاھد

وعمن روی ذلک فساق حدیث اسلام عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ فجعلت امشی رویدا
ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائم یصلی یقرؤ القراٰن حتے قمت فی قبلتہ مستقبلہ مابینی
وبینہ الاثیاب الکعبۃ قال فلما سمعت القراٰن رق لہ قلبی الحدیث **تکبیر تحریمہ بھی تھی قال تعالٰی**
وربک فکبرہ وقال عز اسمہ فی سورۃ الاعلیٰ النازلۃ قد ما ذکرنا سیورد بہ فصلے ہ **قیام بھی تھا**
قال تعالٰی یاایھا المزمل ہ قم اللیل الاٰیات الی قولہ جل ذکرہ ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من
ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک **قراءت بھی تھی قال تعالٰی فی سورۃ المزمل**
فاقرؤا ماتیسر من القراٰن وقال الزرقانی تحت ماتقدم من قول مقاتل رکعتین بالغداۃ ورکعتین
بالعشی یحتمل انہ کان یقرؤ فیہما بما اتاہ من سورۃ اقرأ حتے نزلت الفاتحۃ **رکوع بھی تھا** علی خلف
فیہ کما سیأتی وقد تظافرت الاحادیث الحاکیہ عما قبل الاسراء بصلاۃ رکعات اور رکعتین منہا
ماتقدم انفا من حدیث ابی نعیم فصلی رکعتین ومن حدیث غیرہ فکان ذلک اول فرضہا
رکعتین وانما سمیت رکعۃ للرکوع **سجود بھی تھا** کما فی حدیث ایذاء ابی جہل وغیرہ من الکفرۃ
لعنہم اللہ تعالٰی حین صلی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند الکعبۃ فرمقوا سجودہ
فالقوا علیہ ما القوا بہ فی قلیب بدر ملعونین والحمد للہ رب العلمین والحدیث مخرج فی الصحیحین
وغیرہما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ من قول الکفار یجیئ بہ ثم یمہلہ حتی اذا
سجد وضع بین کتفیہ قال فانبعث اشقاہم فلما سجد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضعہ بین کتفیہ
وثبت النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ساجدا الحدیث وقد قال تعالٰی فی سورۃ اقرأ واسجد واقترب
جماعت بھی تھی کما تقدم من حدیث المبعث ولفظہ عند ابن اسحاق ثم قام بہ جبرئیل فصلی
بہ وصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بصلاتہ الی ان قال فی خدیجۃ صلی بہا رسول
اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما صلے بہ جبرئیل فصلت بصلاتہ اھ وقد قال تعالٰی وطائفۃ
من الذین معک واخرج الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی حدیث مجیئ الجن
الیہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول البعث انہم اتوہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یصلی باصحابہ
صلوۃ الفجر قال الزرقانی المراد بالفجر الرکعتان اللتان کان یصلیہما قبل طلوع الشمس الخ **جہر بھی**
تھا قال تعالٰی قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قراٰنا عجبا یھدی الی الرشد فاٰمنا بہ

وقد کانوا سمعوہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صلوۃ الفجر کما تقدم ومر حدیث ابن اسحاق فی اسلام امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وروی ابن سنجر فی مسندہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ خرجت اتعرض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل ان اسلم فوجدتہ قد سبقنی الی المسجد فقمت خلفہ فاستفتح سورۃ الحاقۃ فجعلتُ اتعجّبُ من تألیف القراٰن فقلت ھو شاعر کما قالت قریش فقرأ انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون ٥ فقلت کاھن علم ما فی نفسی فقرأ ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون ٥ الٰی اٰخر السورۃ فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع **اقول** لکن ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی حدیثہ المذکور نزول الحاقۃ بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرین سورۃ وجعلہا من اواخر ما نزل بمکۃ ولا یظہر الجمع بان بعضہا نزل قدیما فسمعہ عمر قبل ان یسلم وتأخر نزول الباقی ؛ اعتبر ابن عباس بالاکثر فان امیر المؤمنین یقول فی ھذا الحدیث ان صح فاستفتح سورۃ الحاقۃ ویذکر الاٰیات من اواخرہا ثم یقول الی اٰخر السورۃ فاللہ تعالٰی اعلم بل قال مجاھد فی قولہ تعالٰی فاصدع بما تؤمر ھو الجھر بالقراٰن حکاہ فی المواھب من المقصد الاول قال قالوا وکان ذلک بعد ثلث سنین من النبوۃ قال الزرقانی تبرأ منہ لجزم الحافظ فی سیرتہ بان نزول الاٰیۃ کان فی السنۃ الثالثۃ بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے نمازِ سابق اصول وارکان میں اسی نمازِ مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذلک اول فرضہا رکعتین کے فرمایا ثم ان اللہ تعالٰی اقرہا فی السفر کذلک واتمہا فی الحضر شرح زرقانی میں ہے اقرھا ای شرعہا علٰی ھیئۃ ما کان یصلیہا قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علما فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلاً نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں۔ رکوع ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اُن کی اُمت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم مسند بزاز و معجم اوسط طبرانی میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالرکوع فی الصلوۃ ذکر جماعۃ من المفسرین فی قولہ تعالٰی وارکعوا مع الراکعین ان مشروعیۃ الرکوع فی الصلوۃ خاص بھذہ الملۃ وانہ

لارکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل ولذا امرھم بالرکوع مع امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلت وقد یستدل لہ بما اخرجہ البزار والطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اول صلاۃ رکعنا فیہا العصر فقلنا یارسول اللہ ماھذا قال بھذا امرت ووجہ الاستدلال انہ صلی قبل ذلک صلاۃ الظہر وصلی قبل فرض الصلوات الخمس قیام اللیل وغیرذلک فکون الصلوۃ السابقۃ بلارکوع قرینۃ لخلو صلوۃ الامم السابقۃ منہ اھ شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے الرکوع من خصائص الامۃ وماصلاہ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء لارکوع فیہ وکذا ظھر عقب الاسراء واول صلاۃ برکوع العصر بعدھا **اقول** یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو اسناداً صحیح وحسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موجود کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں مکہ معظمہ آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر روبکعبہ کھڑے ہوگئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سرمبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حال پوچھا کہا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجۃ الکبرٰی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور اُن کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف بن الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال جئت فی الجاھلیۃ الی مکۃ وانا ارید ان ابتاع لاھلی من ثیابھا وعطرھا فاتیت العباس وکان رجلا تاجرا فانی عندہ جالس انظر الی الکعبۃ وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء فذھبت اذ اقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ فلم البث الا یسیرا حتی جاء غلام فقام عن یمینہ ثم لم یلبث الا یسیرا حتی جاءت امراءۃ فقامت خلفھما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأۃ فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم تدری من ھذا الشاب ھذا محمد بن عبداللہ ابن اخی تدری من ھذا الغلام ھذا علی ابن اخی تدری من ھذہ المرأۃ ھذہ خدیجۃ بنت خویلد زوجتہ ان ابن اخی ھذا حدثنی ان ربہ رب السموت

والارض امرہ بھذا الدین ولم یسلم معہ غیر ھؤلاء الثلثة فیہ سعید بن خثیم الھلالی قال الازدی منکر الحدیث عن اسد بن عبد اللہ العسکری قال البخاری لایتابع علی حدیثہ اور دعوی اختصاص امت پر آیۂ کریمہ وظن داود انما فتنّٰه فاستغفر ربه وخر راکعا واناب کے ورود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیرا منھم فسروا ھھنا الرکوع بالسجود وان قال الحسین بن الفضل ان معناہ خر بعد ما کان راکعا ای سجد تو کریمۂ یمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین ۝ ظاہرۃ الورود ہے۔ معالم میں ہے۔ قیل انما قدم السجود علی الرکوع لانہ کذلك فی شریعتھم وقیل بل کان الرکوع قبل السجود فی الشرائع کلھا ولیس الواو للترتیب بل للجمع **اقول** یہاں اگرچہ تاویل رکوع بخشوع ممکن مگر حدیث شبِ معراج ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین ما بین قائم وراکع وساجد رواہ الحسن بن عرفة وابو نعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مسجدِ اقصٰی میں تشریف فرما ہوئے انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے فانہ یفید التقسیم ولایجوز ان یکون الخشوع قسیما للقیام والسجود فاندفع ماذکر العلامة الزرقانی ھھنا حیث قال تحت قولہ ما بین قائم وراکع ای خاشع کخشوع الراکع فلا یرد ان الرکوع من خصائص الامة الی اخر ماقد منا نقلہ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ ما حاصلہ ان فیہ مثل ماقدمنا عن الزرقانی نفسہ ان النص یحمل علی حقیقتہ الشرعیة مھما امکن وقد امکن واختصاص ھذہ الامة من بین الامم لاینفی صدور الرکوع من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام لاسیما بعد الوفاة لاسیما بعد ماظھرت شریعة نبی الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وسلم ونسخت شرائعھم عن اخرھا وقرانہ بقیام وسجود ادلّ دلیل علی ان المراد الرکوع الشرعی وکیف یحمل علی اللغوی وھو الخشوع مع انہ قسم بینھم القیام والرکوع والسجود افتری قائمھم وساجدھم غیر خاشع اھ ماکتبت علیہ ثم **اقول** الحدیث ان دلّ علی خلو صلاة بنی اسرائیل عن الرکوع کان ادل علی خلو صلوٰۃ الامة الابراھیمیة عنہ فان ملتنا ھذہ ھی الملة الابراھیمیة مع ان اللہ تعالٰی یقول وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعٰکفین والرکع السجود وقال تعالٰی واذ بوّأنا لابرٰھیم مکان البیت ان لاتشرك بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود وادعاء ان المراد بالرکع الامة المحمدیة خاصة دافع البعد

صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب والہٖ وامتہ وبارک وسلم بالجملہ مدارکار صحت حدیث مذکور طبرانی وبزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بلند کی بھی بے کوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق ولاحق باہم یکساں ومتوافق ہیں ھذا کلہ ماظہر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۵۱): از بنارس محلہ کتوا پورہ مرسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب۔ ماہ رمضان ۱۳۰۹ھ

سوال

خلاصۂ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اشتہار جو چھپا یا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ نامی بماہ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ شب جمعہ روضۂ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اونگھ میں باتیں کہیں جب آنکھ کھلی سب مضمون اشتہار کاغذ پر لکھا قبر شریف پر دھرا تھا اور بہت باتیں اس میں مکتوب ہیں در باب اس اشتہار کے کیا ارشاد ہے۔ بینوا ایہا العلماء رحمکم اللہ۔

الجواب وھو العلیم: کہتا ہے فقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی اُس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات صغرٰی سب اس زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصاً ہندوستان میں اللہ تعالٰی سب مسلمانوں کو اور فقیر کو توبہ نصیب کرے۔ مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب یا اونگھ میں فرمایا۔ علماء کتب معتبرہ میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا اگر قائل فاسق ہے تو بلاشک کاذب ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن وحدیث اور نصوص قطعیۂ شرعیہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور واجب الاتباع ہے اور اگر مخالف ہے ہرگز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اُسی کا اعتبار کریں گے مخالف کو اضغاث احلام شمار کریں گے ورنہ تعارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا کذا ذکرہ الملا علی القاری

فی المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ وفی الحرز الثمین والعارف بن ابی جمرۃ الاندلسی المالکی فی بھجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری والشہاب احمد الخفاجی الحنفی فی نسیم الریاض وغیرھم فی کتبھم اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے الیوم اکملت لکم دینکم کلام الہٰی اور کلام رسالت پناہی بعد اکمال کے اب منسوخ نہیں ہوسکتا۔ الغرض کذب اس اشتہار کا کئی طور سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ العلیم الخبیر اُس میں لکھا ہے تارک الصلاۃ پر نماز جنازہ نہ پڑھیں غسل نہ دیں۔ قبرستان اہل اسلام میں نہ دفن کریں اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں عیادت نہ کریں یہ سب مسائل خلاف قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں خلاف اہل سُنّت کے ہیں خوارج سے ملتے ہوئے ہیں ہمارے مذہب اہل سنت میں ترک نماز گناہ کبیرہ ہے اور ترک فرض اور ارتکاب کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہوسکتا ہاں کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلاشک کافر ہے منکر نصوص قطعیہ کا بلاشک کافر ہے اور کلمہ گو کو غسل نہ دینا نماز جنازہ نہ پڑھنا مقابر اہل اسلام میں نہ دفن کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے اور تارک الصلاۃ کے کفر و اسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے۔ ہمارے امام اعظم تارک الصلوٰۃ کو کافر نہیں کہتے فاسق کہتے ہیں اور اس کو ادلہ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے کذا فی شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری ومیزان الشعرانی ورحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ وشرح الشیخ عبد الحق للمشکوٰۃ وغیرھا من الکتب المعتبرات اور نماز جنازہ تارک الصلوٰۃ پر چاہیئے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا اس آیت میں منع صلاۃ اوپر کافر کے ہے نہ مومن کے اور تارک الصلاۃ کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہیئے کذا فی شرح المشکوٰۃ لعبد الحق الدھلوی وتکمیل الایمان اور تارک الصلوٰۃ نجس نہیں اُس کے ساتھ بیٹھ کر دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے اور عیادت تارک الصلوٰۃ کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت یہود کی کی ہے خصوصًا واسطے تالیف قلوب کے بلاشک جائز ہے کذا فی الحدیث وتحقیق ھذہ المسألۃ فی المشکوٰۃ والصحاح الست وشروحھا بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل کریں اور اللہ سے ڈریں مگر جو مسائل مخالف فقہ اور نصوص قطعیہ کے ہیں اس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ ثواب کے عوض میں عذاب ہاتھ آوے گا ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین اھدنا الصراط المستقیم۔ الی اخر السورۃ۔ ۲۰۔ شعبان ۱۳۰۸ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفراللہ تعالٰی لہ ولاسلافہ وبارک فیہ وفی اخلافہ اٰمین حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتی حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل بی جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں آسکتا رواہ احمد والبخاری والترمذی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رانی فقد رأی الحق فان الشیطان لایتزیابی جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہ بنائے گا رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والاحادیث فی ھذا المعنی متواترۃ مگر از انجا کہ حالتِ خواب میں ہوش وحواس عالم بیداری کی طرح ضبط وتیقظ پر نہیں ہوتے لہذا خواب میں جو ارشاد سُنے مثل بیداری مورث یقین نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جو ارشادات بیداری میں ثابت ہوچکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالف نہیں فبہا سواء وجد مطابقۃ الصریح اولا ایسی حالت میں اُس ارشاد کا ماننا چاہیئے اور مخالف ہے تو یقین کریں گے کہ صاحب خواب کے سُننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکدر حواس کہ اثر خواب ہے اُس کے سننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا حضور نے مے کشی سے نہی فرمائی تیرے سننے میں اُلٹی آئی اس امر میں فاسق ومتقی برابر ہیں نہ متقی کا سماع واجب الصحۃ نہ فاسق کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافہ اہلِ سنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں قال اللہ عزوجل وان طائفتن من المؤمنین اقتتلوا وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر وقال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی بلکہ مذہب معتمد ومحقق میں استحلال بھی علی الاطلاق کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلوٰۃ کی طرح اُس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو غرض

ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ المتکلمین و لہٰذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول فی ذلک سیدنا العلامۃ الوالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی بعض فتاواہ بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بایں ہمہ تارک الصلاۃ کا کفر و اسلام قدیم سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ **اقول وباللہ التوفیق** اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ فی بعض ما جاء بہ من عند ربہ عزوجل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود للصنم وقتل النبی والزنا بحضرتہ وکشف العورۃ عند الاذان وقراءۃ القرآن علی جہۃ الاستخفاف وکل مادل علی الاستہزاء بالشرع او الازدراء بہ یہ حکم اُس اجماع کا منافی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث ہو ہو مبنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ صدر اول میں ترک نماز بمعنے کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گنا جاتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایرون شیئا من الاعمال ترکہ کفرًا غیر الصلوٰۃ اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطہما وروی الترمذی عن عبد اللہ بن شقیق العقیلی مثلہ ولہٰذا بہت صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے۔ سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں من لم یصل فھو کافر جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے رواہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں من ترک الصلوٰۃ فقد کفر جس نے نماز چھوڑی وہ کافر ہوگیا رواہ محمد بن نصر المروزی وابو عمر بن عبد البر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں من ترک الصلوٰۃ فلا دین لہ جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے رواہ الطبرانی

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں من لم یصل فھو کافر بے نماز کافر ہے رواہ ابو عمر ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لا ایمان لمن لا صلاۃ لہ بے نماز کے لئے ایمان نہیں رواہ ابن عبد البر ایضاً امام اسحاق فرماتے ہیں صح عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارك الصلوۃ کافر وکذلك کان رأی اھل العلم من لدن النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان تارك الصلوۃ عمدا من غیر عذر حتے یذھب وقتھا کافر سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلوۃ کو کافر فرمایا اور زمانۂ اقدس سے علماء کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصدًا بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے اسی طرح امام ایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترك الصلاۃ کفر لا یختلف فیہ ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔ ابن حزم کہتا ہے قد جاء عن عمر وعبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی ھریرۃ وغیرھم من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان من ترك صلوٰۃ فرض واحد متعمدا حتے یخرج وقتھا فھو کافر مرتد ولا یعلم لھؤلاء مخالف، امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبد الرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابو ہریرہ حافظ الصحابۃ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصدًا چھوڑ دے یہاں تک کہ اُس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ انتہے اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ وابو داود طیالسی وابوبکر ابن ابی شیبہ وزہیر بن حرب اور ائمۂ اربعہ سے حضرت سیف السنۃ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمۂ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ ذکر کل ذلك الامام الحافظ زکی الدین عبد العظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ اور اسی کو جمہور ائمۂ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں عند احمد فی الروایۃ المکفرۃ انہ یقتل کفرا وھی المختارۃ عند جمھور اصحابہ علی ماذکرہ ابن ھبیرۃ اور بے شک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید کما فصل جملۃ منہا خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی الکتاب المستطاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح

وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب وفی جواهر البیان فی اسرار الارکان وغیرها من تصانیفہ النقیۃ العلیۃ الرفیعۃ الشان اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی غرفات الجنان آمین بالجملہ اس قول کو مذاہب اہل سنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدمائے اہل سنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا۔ صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی وکسل نے جگہ پائی نماز میں کامل چستی ومستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ وعلامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی۔ لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ وائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رُو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے۔ حلیہ میں فرمایا ذھب الجمھور منھم اصحابنا ومالک والشافعی واحمد فی روایۃ الی انہ لایکفر ثم اختلفوا فی انہ ھل یقتل بھذا الترک فقال الائمۃ الثلاثۃ نعم ثم ھل یکون حدا اوکفرا فالمشھور من مذھب مالک وبہ قال الشافعی انہ حد وکذا عند احمد فی ھذہ الروایۃ الموافقۃ للجمھور فی عدم التکفیر اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلا تاویل کو گنجائش نہیں بلکہ بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال واستخفاف وجحود وکفران وفعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا یا بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفران نعمت وناشکری ہے۔ کماقال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوۃ والسلام لیبلونی ء اشکر ام اکفر یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا الی غیر ذلک مما عرف فی موضعہ ومن الجادۃ المعروفۃ رد المحتمل الی المحکم لا عکسہ کما لایخفی فیجب القول بالاسلام ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے ازاں جملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

خمس صلوات کتبھن اللہ تعالیٰ علے العباد پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یأت بھن فلیس لہ عند اللہ عھد ان شاء عذبہ و ان شاء ادخلہ الجنۃ جو انہیں نہ پڑھے اُس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے رواہ الامام مالک وابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کہنے کا موقع نہ تھا دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الدواوین ثلاثۃ فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیئا ودیوان لا یعبؤ اللہ بہ شیئا ودیوان لا یترک اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الدیوان الذی لا یغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ واما الدیوان الذی لا یعبؤ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ من صوم یوم ترکہ اوصلاۃ ترکھا فان اللہ تعالیٰ یغفر ذلک ان شاء ویتجاوز واما الدیوان الذی لا یترک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینھم القصاص لا محالۃ۔ دفتر تین ہیں۔ ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا وہ دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔ اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اُسے معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے۔ ائمہ ثلاثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے۔ امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہا دیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں۔ لہٰذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یوں ہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں۔ یہودی کی عیادت فرمانی بنظر تالیف وہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے۔ دونوں مقاصد شرعیہ ہیں

رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لئے فرض ہے وھذا منہ کقاتل نفسہ بل اولیٰ فان قتل نفسہ اشد من قتل مؤمن غیرہ وقتل المؤمن اکبر عند اللہ من ترک الصلوٰۃ وقد قال فی الدر من قتل نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلی علیہ بہ یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ قال فی ردالمحتار بہ یفتی لانہ فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد وان کان باغیا علی نفسہ کسائر فساق المسلمین زیلعی مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علماء و فضلا باقتدائے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المدیون وفی قاتل نفسہ بغرض زجر و تنبیہ نماز جنازۂ بے نماز سے خود جدا رہیں کوئی حرج نہیں ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار رہیں گے۔ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے۔ اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ درمختار میں ہے ھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع الطریق اذا قتلوا فی الحرب ومکابر فی مصر لیلا وخناق خنق غیر مرۃ اسی طرح غسل دینا مقابر مسلمین میں دفن کرنا اماتنا اللہ تعالیٰ علی الاسلام الصادق انہ رؤف رحیم آمین وصلے اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۲) :- ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجریہ مقدسہ

جناب مولوی صاحب دام اقبالکم بعد سلام علیک کے ملتمس ہوں کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو چھوڑا اُس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ سب لوگ شرک میں داخل ہوسکتے ہیں یا نہیں جو کچھ آیت و حدیث کا اس بارہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ معلوم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں اُن کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اُس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۵۳) :- از جونا گڑھ سرکل مدارالمہام مرسلہ مولوی امیرالدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ برسرمجلس بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصداً ترک کی اُس نے

ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا مستفتی خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے برا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اُس کے لئے وعید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب وسُنّت واختلاف ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں بر تقدیر ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :۔ معاذ اللہ کسی وقت کی نماز قصداً ترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ وجریمہ عظیمہ ہے جس پر سخت ہولناک جانگزا وعیدیں قرآن عظیم واحادیث صحیحہ میں وارد مگر بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سُنّی بے نماز سے بدرجہا بُرا ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہان جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمداً ناحق قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے اس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر خود قرآن عظیم میں حکم خلود فی النار ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واعظ نے جو مضمون بیان کیا اُس کے قریب قریب در بارۂ سود خوار احادیث مرفوعہ حضرت ابوہریرہ وحضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحضرت براء بن عازب وحضرت عبداللہ بن سلام وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس وآثار موقوفہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابن ماجہ وابن ابی الدنیا وابن جریر وبیہقی وابن مندہ وابونعیم وطبرانی وحاکم وابن عساکر وبغوی وعبدالرزاق کے یہاں مروی وقد ذکرناھا بتخاریجھا فی کتاب البیوع من فتاوٰنا مگر اُن میں کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں البتہ ایک حدیث صحیح میں حطیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظاہراً زمین کعبہ ہے نہ یقیناً، اُس میں ماں کا لفظ نہیں امام احمد وطبرانی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں درھم ربا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد عند اللہ من ستۃ وثلاثین زنیۃ فی الحطیم ایک درم سود کا کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالےٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں چھتیس ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے اور دربارۂ ترک نماز اگرچہ اس سے سخت تر مذمت ارشاد ہوئی یہاں تک کہ احادیث مرفوعہ حضرت جابر بن عبداللہ وحضرت بریدہ اسلمی وحضرت عبادہ بن صامت وحضرت ثوبان وحضرت ابوہریرہ وحضرت عبداللہ بن عمر وحضرت انس بن مالک وحضرت عبداللہ بن عباس وآثار موقوفہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ وحضرت عبداللہ بن عباس وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت ابودرداء وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں احمد ومسلم وابوداؤد ونسائی

وابن ماجہ وابن حبان وحاکم وطبرانی ومحمد بن نصر مروزی وہروی وبزار وابویعلی وابوبکر بن ابی شیبہ وتاریخ بخاری وابن عبدالبر وغیرہم کے یہاں ترک نماز پر صراحۃً حکم کفر وبے دینی مروی کما فصلہ الامام المنذری فی الترغیب مگر اس بارہ وہ الفاظ کہ واعظ نے ذکر کئے اصلاً نظر سے نہ گزرے واعظ سے سند مانگی جائے اگر سند معتبر پیش نہ کرسکے تو بے ثبوت ایسے ادعا جہل فاضح ہیں اور گناہ واضح والعیاذ باللہ رب العٰلمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۵۴): از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی فاسق کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصداً بلا عذر شرعی دیدہ ودانستہ قضا کرے فاسق و مرتکب کبیرہ ومستحق جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۵۵): از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث ۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بکر نے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے روبرو یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس کو حقہ پانی نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہئے زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی نماز پڑھوانی زینہ دوزخ کا ہے۔ اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمانہ جائز نہیں لانہ شیئ کان ونسخ کما بینہ الامام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ مگر زید کا وہ کلمہ بہت بُرا اور سخت بے جا ہے فان المصادرۃ المالیۃ تجوز عند الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھوانا زینہ دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا زید توبہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۵۶): از علی گڑھ کالج کمرہ نمبر ۶ مرسلہ محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے پنجگانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضر پائے جاتے ہیں اُن پر جرمانہ ہوتا ہے اس تشریح

کے ساتھ کہ فجر ظہر عصر اور عشا کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیسے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۲ ؍ جرمانہ ہوگا۔ آیا یہ طریقہ نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کرنے کا کہاں تک از روئے شرع جائز ہے۔ اس لحاظ سے کہ طالب علم خصوصًا انگریزی کے نماز کی طرف شاید بوجہ اثر نئی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرورۃً اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا کیا جاسکتے ہیں چنداں حرج نہیں ہے آیا یوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب:۔ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں درمختار میں ہے لا باخذ بالمال فی المذھب بحر اُسی میں ہے وفی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ رد المحتار میں بحر سے ہے وافاد فی البزازیۃ ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساك شیئ من مالہ عنہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ لا ان یاخذہ الحاکم لنفسہ او لبیت المال کما یتوھمہ الظلمۃ اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی ہاں وہ طلبہ جن کو وظیفہ دیا جاتا ہے اُن کے وظیفہ سے وضع کر لینا جائز ہے فانہ لیس اخذ شیئ من ملکھم بل امتناع تملیك شیئ منھم یا جو طلبہ فیس نہیں دیتے جس روز وہ جماعت میں حاضر نہ ہوں دوسرے روز اُن سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بغیر اتنی فیس دیئے تم کو سبق نہ دیا جائے گا اور جو ماہوار فیس دیتے ہیں اُس مہینے تو اُن سے کچھ نہیں کہا جاسکتا دوسرے مہینے کے شروع پر اُن سے کہا جائے کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جماعتیں قضا کیں آئندہ مہینے تمھیں تعلیم نہ دی جائے گی جب تک اس قدر زائد فیس نہ داخل کرو وذلك لان الاجارۃ تنعقد شیئا فشیئا یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع پر طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنائی یا کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اُس قیمت کو جو انتہائی جرمانہ قضائے جماعت کا اُن کے ذمے ہو سکے مثلاً یہ قلم سات روپے کو ہم نے تمہارے ہاتھ بیع کیا اور اُن سے کہہ دیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں۔ ہم اس سے جدا ایک وعدہ احسانی تم سے کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلا عذر صحیح شرعی کوئی جماعت قضا نہ کی تو سر ماہ پر یہ زر ثمن تمام و کمال تمہیں معاف کر دیں گے۔ اس صورت میں بھی قضائے جماعت کی حالت میں وہ ثمن کل یا بعض اُن سے وصول کر لینا جائز ہوگا ولا یلزم فساد البیع بالشرط المعھود القائم مقام الملفوظ لتقدم التصریح بنفیہ والصریح یفوق الدلالۃ کما افادہ الامام قاضیخان

فی فتاوٰہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۶):- از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنت وفرض ونفل ادا کئے جاویں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- چلتے جہاز خواہ لنگر کئے ہوئے ہو اور کنارے سے میلوں دور ہو اُس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اُتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجہ اولیٰ نہ ہونگے جیسے سیر دریا کے بجرے کنارے کنارے جاتے ہیں اور ناہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اُتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکنا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے یہی حکم ریل کا ہے ٹھہری ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنتِ صبح کے سوا سب سنت ونفل جائز ہیں مگر فرض و وتر یا صبح کی سنتیں نہیں ہو سکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اگر نہ ٹھہرے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھیر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۷تا۲۵۹):- از گوری ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب۔ ۲۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید پی کر اشیاء مسکرہ بحالت صحت حواس خمسہ وطہارت جسم وجامہ وعدم موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہوئی یا نہیں وحکم مسکر کہاں تک مذہب امام ابوحنیفہ میں ہے۔

(۲) ایک شخص نے چار پیالے تاڑی پی اُسے نشہ نہیں ہوا اور بدبو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں۔

(۳) نماز ظالم وربوا خوار مقبول ہے یا نہیں معاصی ربا خوار وشراب خوار میں کس قدر فرق ہے نماز جنازہ ربوا خوار وشراب خوار وظالم مومنین کی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من شرب مسکرا ما کان لم تقبل لہ صلاۃ اربعین یوما جو کوئی نشہ کی چیز پیئے چالیس دن اُس کی نماز قبول نہ ہو مگر وعیدات سب مقید بمشیت ہیں ویغفر ما دون ذالک

لمن یشاء صورت مذکورہ میں صحت نماز واداے فرض میں شبہ نہیں رہا قبول محل عدل ہیں اس کی شرط عظیم ہے انما یتقبل اللہ من المتقین اور مقام فضل حادث عن البحر بما شئت ولاحرج یہاں رب العزۃ نے حدیہ مقرر فرمائی ہے حتی علموا ما تقولون جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع تو زید سے عدم قبول پر جزم جہل وجرأت علی اللہ ہے جیسے عمرو غیر شارب سے قبول پر اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون ہاں اجمالا یوں کہہ سکتے ہیں کہ شارب کی نماز چالیس دن قبول نہیں جیسا حدیث میں ارشاد ہوا خاص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظالمین یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم:۔ نماز بلاشبہ ہوگئی استجماع شرائط و ارتفاع موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا جہالت ہے جو کہے نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جہل و مکابرہ وہابیہ کا شیوہ ہے کہ قائل جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام کہنے کے لئے دلیل کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

جواب سوال سوم:۔ قبول نماز کا جواب جواب اول اور فرضیت[1] نماز جواب سوم[2] سے واضح رہا و شراب دونوں حرام و گناہ کبیرہ ہیں خمر اگر ام الخبائث ہے کہ اُسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو ربا میں حق العبد بھی ہے، لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (۲۶۰):۔ مدرسہ اہل سنت منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۱۲۔ صفر ۱۳۳۷ھ

شخص یک نماز را از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند و ادا نیز کند قضائے ہفتاد ہزار سال در دوزخ می ماند این مسئلہ صحیح است یا نہ۔

الجواب:۔ تاخیر آنچناں کہ بلا عذر شرعی از وقت بر آرد و قضا کند بلاشبہ حرام و فسق و کبیرہ است عذاب و مغفرتش مفوض بہ مشیت ست و ہیچ مسلمان بیش از عمر دنیا کہ ہفت ہزار سال ست در دوزخ نماند واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۱):۔ حافظ نجم الدین صاحب گندہ نالہ شہر بانس بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگا دینا

---

[1] یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت۔ ۱۲۔

[2] یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذخائر میں منقول ہوا ہے۔ ۱۲

جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۲):۔ از فتح گڈھ محلہ سنگت ضلع فرخ آباد مسئولہ شہاب الدین صاحب۔ ۱۶۔ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنچائتی قومیں بتعداد کثیر لحاظ اپنے اپنے گروہ کے تعداد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں۔ یعنی کسی سے کوئی امر خلاف پیش آنے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں لاکر بصورت اجتماعی اس درجہ سزا کا استحقاق واقتدار رکھتی ہے کہ کلام وسلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دنیوی اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کرکے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہو تاوقتیکہ بعد ادائگی تاوان مقررشدہ قومی آئندہ کے لئے قابل قبول ضمانت نہ پیش کردے بہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گذارنے پر مجبور ہوگا پس جو پنچایتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شرع شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم وصلوٰۃ بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو نکبت وادبار کا روح فرسا دور ہے متاثر ہوکر (یہ امر من جانب اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کے بعض خدا ترس ہستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انہیں قدیمی قواعد وضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم وصلوٰۃ ونیز اور کھلے ہوئے نازیبا طرز سے جو سراسر خلاف اسلام ہی نہیں بلکہ تضحیک کا باعث ہیں۔ مثلاً شراب خواری وجوا وتاش اور داڑھی منڈوانا حسب تعلیم فرقان حمید وفرمودۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم درست کرنے کا مضطرب کن رجحان ہو تو ان کو اختیارات مرقومہ بالاقدیمہ کا استعمال جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہو گیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی وسچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا۔ ونیز بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہ اور حکم تہدیدی اس میں کیا ہے۔

الجواب:۔ جو تنبیہ وتہدید وتادیب وتشدید اپنے امور دنیویہ میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے تارک اور اُس کے عامل ہیں کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن میں بیداری پیدا کرے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں جو امور تادیبی اُوپر مذکور ہوئے سب جائز ہیں مگر مالی جرمانہ لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو

اس میں حکم تہدیدی صرف اتنا ہے کہ علماء وصلحا جن کے پڑھنے سے امید برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوا دیں لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اُسے بے نماز دفن کر دیں یہ جائز نہیں ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے عالم ہوں خواہ جاہل اور اُس کی قبر پہ نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اُس کا بدن سلامت رہنا مظنون ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۲ و ۲۶۳: از محمد رضا خاں محلہ ریڑھی ٹولہ انجمن خادم الساجدین مورخہ ۱۹ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے ہمراہ بغرض تبلیغ صلوٰۃ شہر سے باہر مواضعات میں ایسی جگہ پر پیدل اور دھوپ اور پیاس کی تکلیف اور بلا کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اُٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے بعض لوگ ان ہو کے پیاسے بھی شامل تھے تقریبًا ایک سو مسلمان مستعد نماز ہو گئے۔ اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے (۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے یکہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو کُل خرچہ کھانے پینے کا لو اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لئے نماز پڑھے گا تم کیوں کوشش کرو ہو وہ شخص کیسا ہے اور لوگوں کو ہمت شکستہ کرے ہے۔

الجواب: ۱۔ پہلے لوگوں کے لئے اُن کی نیت نیک پر اجر عظیم ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لان یھدی بك رجلا خیر لك مما طلعت علیہ الشمس اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لئے تمام روئے زمین کی سلطنت سے بہتر ہے ہدایت کو جانے کے لئے آتے جاتے جتنے قدم اُن کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں قال اللہ تعالیٰ سنکتب ما قدموا واٰثارھم ہم لکھتے ہیں اُن کے کام اور اُن قدموں کے نشان اور جو بغیر سواری نہ جاسکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں یوں ہیں خرچ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانی قول ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے۔ فرض سے روکنا شیطانی کام ہے۔ بنی اسرائیل میں جنھوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بندر کر دیے گئے اور جنہوں نے اُنہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا کہ لم تعظون قوما اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی۔ اور یہ کہنا کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے سب سے سخت کلمہ ہے۔ اس کہنے والے تجدید اسلام

وتجدید نکاح چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۵):۔ از بریلی محلہ ملوک پور مسئولہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن کا یہ پاس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابل اطمینان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک لوٹا رکھنا پڑے گا یہ حکم شرعی سے ناجائز تو نہیں ہے۔

الجواب:۔ اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حاضری کے جرمانہ میں سَو لوٹے یا سَو روپے دے تو بہت اچھا ہے اور اُن روپیوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبرًا ایک لوٹا یا ایک کوڑی نہیں لے سکتا فان المصادرۃ بالمال منسوخ والعمل بالمنسوخ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۶):۔ سید عرفان علی صاحب رُکن انجمن خادم الساجدین بہاری ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب انجمن کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آئے ہیں اور ۲ بجے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوبلی باغ میں تقریر کریں گے پبلک عام کثیر التعداد اُن کے جلوس میں و جوبلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نماز عصر و نماز مغرب و نماز عشا کا وقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب انجمن مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور اُن کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجب ثواب دارین ہے یا نہیں

الجواب:۔ نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہیئے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۶۷):۔ از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسئولہ مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں صاحب ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کو طرح طرح خوشامدانہ انداز پیار محبت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کی۔ ان لوگوں کو جب اس پر کاربند نہ پایا بلکہ ان میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترک نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشا کی جبکہ صلاۃ ہوچکی زید ان ہیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اُس سے پوچھا عشا کی نماز کہاں پڑھی جواب دیا کہ میں نماز کے

معاملہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا میں نے نہیں پڑھی صبح کی نماز کے لئے اکثر زید ان صاحبوں کو جگایا کرتا بعض آتے اور بعض ہوشیار ہوکر اطمینان دلاکر پھر سو جاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے گیا فارغ ہوکر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ہے ایک شہادت زید کو ملی کہ ہوا خوری کو وقت مغرب ان صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا یہ شاہد بھی ساتھ تھا۔ شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھودی ان کی متعدد مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھایا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز و اقربا چھوڑ کر ہادی بننے کو آئے ہو ہرگز وہ شخص ہادی نہیں ہوسکتا جس کے دل میں عشق رسالت نہ ہو اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے اُن سے اُنہوں نے زید سے ترک سلام کلام کردیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا من ترك الصلوٰة متعمدا فقد کفر کے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے تم نماز کی توہین کرتے ہو۔ اللہ تمہاری نماز جنازہ نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بالارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کریم تارک صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارک صلاۃ کو اپنے دامن رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں جب زید پر اعتراض ہوا کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارک صلاۃ کافر نہیں تم امام پر فتوے لگاؤ اس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں نہ اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجراً کہا تو اس کہنے والے پر کیا حکم ہوگا اور اگر کوئی حنفی جبکہ امام بر حق کا حکم تارک صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارک صلاۃ عمداً کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جانے تو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنہوں نے زید کے اس قول پر یوں تعریضاً ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے اب تو کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بلاشبہ صدہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمۂ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارک صلوٰۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد واقیموا الصلوٰة ولاتکونوا من المشرکین ۝ نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ زمانۂ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترک نماز علامت کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے۔ جیسے اب زنار باندھنا یا قشقہ لگانا علامت کفر ہے جب وہ زمانۂ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہٖ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے

یا فرضیت نماز سے نہ منکر ہو یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلاف تحقیق و نامنصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلہ قطعی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے اور معترضین کا کہنا کہ تم امام برحق پر فتوے لگاؤ محض جہالت اور شان امام میں گستاخی ہے کیا صدہا صحابہ کرام و ائمہ کا وہ فتویٰ معاذ اللہ حضرت امام پر لگتا ہے۔ عمداً تارک صلوٰۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جاننے پر معترضین اگر خوف خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے ہمکنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صدہا صحابہ و ائمہ اُن کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں کیا محال ہے کہ عند اللہ انہیں کا فتوے احق ہو مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے۔ کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔ غرض معترضین پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوائے صدہا صحابہ و ائمہ سے ڈریں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سوء خاتمہ سے خوف کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ زجراً کہے حرج نہیں محل زجر میں ایسا استعمال ہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علما بلکہ خود حضور سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ سے بکثرت ثابت ہے اور اگر اعتقاد تکفیر رکھتا ہے تو اس سے باز آئے۔ قول صحیح امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۸) از انجمن اسلامیہ قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے۔ بعضے علما اس سے اجتناب اور اُس پر کفر کا قید کا فتوے دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب: بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام نے اس کی تکفیر کی اور خود صحیح حدیث میں ارشاد من ترك الصلوٰۃ متعمدا فقد كفر جهارا جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہوگیا جو ائمہ اُس کی تکفیر کرتے ہیں اُن کے نزدیک اُس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہوگا۔ اُس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی۔ ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے اُن کے نزدیک بھی اُسے ضرب شدید و قید مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں بہ نظر زجر اگر بے نمازی کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں فقط فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے۔ تو اُس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علما و پیشوایان قوم اگر اوروں کی عبرت کے لئے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں

اور بعض عوام سے پڑھوا دیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب الاوقات

مسئلہ (۲۶۹) مرسلہ حاجی اللہ یار خاں صاحب ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزۂ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو لکھا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے تو اس وقت سے کیا مراد ہے اور بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر رہے بینوا توجروا۔

الجواب :- یہ سوال مع جواب مولوی گنگوہی پیش ہوا۔ اس میں تین مسئلے ہیں۔ دو کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا محض غلط کہ نہ دینا اس سے ہزار جگہ بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں:-

مسئلہ اولیٰ باب صیام میں وقت زوال جس تک نیت روزۂ نفل ہو جانا چاہیئے کیا ہے **اقول** فی الواقع روزۂ ماہ مبارک و نذر معین و روزۂ نفل جبکہ ادا ہو نہ قضا تو مذہب صحیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہیئے جسے ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں اس کے بعد بلکہ خاص ضحوۂ کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں در مختار میں ہے یصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیتہ من اللیل الی الضحوۃ الکبریٰ لابعدھا ولا عندھا اعتبار الاکثر الیوم اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے رد المحتار میں ہے الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب یہ ہمیشہ نہار عرفی سے کہ طلوع مرئی کنارۂ بالائی شمس سے غروب مرئی کل جرم شمس تک ہے بمقدار مدت فجر زیادہ ہوتا ہے یعنی جس جگہ جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوع فجر سے طلوع شمس مذکور تک جتنی مدت ہو گی اس دن کا نہار شرعی اس کے نہار عرفی سے اسی قدر بڑا ہو گا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہو گا لہٰذا ہمیشہ نصف النہار شرعی نصف النہار عرفی حقیقی یعنی نصف النہار دائرہ ہندیہ سے بقدر نصف مقدار فجر کے پیشتر ہوتا ہے رد المحتار میں ہے اعلم ان کل قطر نصف نہارہ قبل زوالہ بنصف حصۃ فجرہ پس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ

رکھنا چاہیئے آج کی فجر دریافت کر لی کہ کس مقدار کی ہوئی اس کی تنصیف میں جتنے منٹ سیکنڈ آئے ٹھیک
دوپہر یعنی کیلی کا سایہ دھوپ گھڑی میں خط نصف النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اتنے ہی منٹ سیکنڈ پہلے
وہی وقت حقیقی نصف النہار شرعی کا ہوا اس سے پہلے نیت روزے کی ہو جانی چاہیئے اور پر ظاہر کہ نہ نہار
عرفی دائما ایک حالت پر رہے نہ مقدار فجر دواماً یکساں ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک
کہ افق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل[1] و تزاید و تناقص میل تفاوت طوالع و مطالع ضروری ہے نہ کہ آفاق مائلہ نہ کہ
ہمارے بلاد جن میں سائل و مجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کلی پر بھی کئی
درجے افزوں ہے کہ کما بیش عرض الحٰ رکھتے ہیں بمبئی جس کا عرض الحٰ ۱۸ ہے یہاں نہار نجومی کہ افق حقیقی پر
جانب مشرق انطباق مرکز شمس سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پونے چودہ گھنٹے سے
زائد ۱۳ گھنٹے ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوا دس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ
کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوع فجر سے طلوع نجومی شمس تک اواخر جوزا و اوائل سرطان میں پونے دو گھنٹے
کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۴۳ منٹ اور نزدیکی اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹہ ۲۱
منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے نہ نہار اس کا تفاوت ایسا قلیل جسے مقدار و ناقابل
اعتبار سمجھ کر ہمیشہ کے لئے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس کی کمی بیشی سوا پہر کامل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں
تخمیناً یہ ل یعنی ساڑھے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ پانچ پہر سے بھی زائد ہو اگیا ساڑھے چار پہر اور انقلاب
ثانی میں تقریباً ماہ یعنی پونے بارہ گھنٹے کہ چار پہر سے بھی کم ہوا کہاں ساڑھے چار پہر پونے بارہ اور ساڑھے
پندرہ کا تفاوت وہی سوا پہر کامل ہوا یا نہیں پھر ایسی شدید التفاوت چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر
غلط و باعث مغالطہ مسلمین ہوگا مثلاً جب عوام نے یہ اندازہ جان لیا کہ ساڑھے چار پہر کا نہار شرعی ہوتا ہے اس
کے اکثر حصے میں نیت ہو جانی چاہیئے یعنی غروب آفتاب تک اس کے نصف سے زیادہ باقی ہو اور اس کا
نصف سوا دو پہر یعنی پونے سات گھنٹے، تو اس حکم کا حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک لٰہ گھنٹے سے کچھ بھی زیادہ وقت
باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور لٰہ یا اس سے کم ہیں تو ہرگز صحیح نہ ہوگی اب ملاحظہ
کیجئے جب آفتاب تحویل سرطان پر آیا اور ۲ بجے دو یا یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ کم سات پر

---

[1] نفس میل طوالع و مطالع کا سبب ہے اور اس کا تزائد و تناقص باعث اختلاف طوالع فی المطالع کما لا یخفی علیٰ
ذی دراية - ۱۲ منہ

تو تحقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۶ گھنٹے ۵۴ منٹ سے زیادہ وقت ہے
تو لازم کہ اس دن دوپہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے بلکہ اُس دن تحقیقی سوا گیارہ
بجے سے چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ گیارہ بجکر ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب
تحویل جدی پر آیا اور سوا پانچ سے کچھ کم یعنی وقت تحقیقی سے تقریباً ۵ بجکر ۱۰ منٹ پر ڈوبا تو لازم کہ اُس دن ساڑھے
دس بجے بھی نیت جائز نہ ہو کہ اب شام تک ۶½ گھنٹے باقی نہیں حالانکہ اس دن ۱۲ کے بعد یعنی تحقیقی وقت سے
۱۱ بجکر ۹ منٹ تک بھی نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہوگا پس ثابت ہوا کہ ۱۲ پہر کا تخمینہ محض غلط
و باعث تغلیط اور بنائے کار اُسی حساب پر واجب جو ہم بیان کر آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ رہا لفظ زوال کہ عبارت
اجل ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ میں واقع عند التحقیق اُس سے دوپہر ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر
نصف النہار عرفی تک ان روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتمد وہی روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی
سے پہلے نیت ہو جانی ضرور ہے ہدایہ[۱] و وقایہ[۲] و شرح وقایہ[۳] و عنایہ[۴] و جواہر[۵] الاخلاطی و شرح نقایہ[۶] برجندی و شرح
علامہ[۷] اسماعیل کے متن نور الایضاح[۸] میں اسی کو اصح کہا اور شرح[۹] جامع صغیر للامام السرخسی و کافی شرح[۱۰] وافی و شرح
کنز[۱۱] للزیلعی و متن اصلاح[۱۲] میں اسی کو صحیح بتایا اور نقایہ[۱۳] و کنز[۱۴] و ملتقی[۱۵] و تنویر[۱۶] و درر[۱۷] و اشباہ[۱۸] وغیرہا عامہ معتمدات میں اسی
پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقوی تو اسی پر عمل و فتوے اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اُس روایت
کو غلط کہنا ائمہ کے ساتھ گنگوہی صاحب کا سوء ادب ہے کہ قدوری و مجمع[۱] و فتاوی خانیہ[۲] و فتاوی خلاصہ و شرح
طحاوی[۵] و خزانۃ[۶] المفتین وغیرہا معتبرات میں کہ اجلہ متون و شروح و فتاوی مذہب سے ہیں اسی پر جزم و اعتماد کیا
اما المجمع فنقل عنہ فی رد المحتار و اما شرح الطحاوی فرمزلہ فی خزانۃ المفتین و اما الاربعۃ البواقی
فرأیت فیہا بعینی بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد
کیا کما نص علیہ الامام شمس الائمۃ السرخسی فی شرح الجامع الصغیر و رأیت النقل عنہ فی الایضاح
شرح الاصلاح للعلامۃ ابن کمال الوزیر تو ایسی جگہ ارسال نہ بان زمانہ یا وزیان اور زوال سے زوال نہار شرعی
مراد لیکر قصد توفیق بھی خلاف تحقیق کہ عامہ ائمہ یہاں ابقائے خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اصح و صحیح کہنے کا
یہی مفاد عبارت ہدایہ یوں ہے قال فی المختصر (یعنی القدوری) ما بینہ و بین الزوال و فی الجامع الصغیر
قبل نصف النہار و ھو الاصح الخ شرح وقایہ میں ہے فی الجامع الصغیر بینہ قبل نصف النہار ای قبل
نصف النہار الشرعی و فی مختصر القدوری الی الزوال و الاول اصح کافی میں امام النسفی میں ہے ذکر فی المختصر

وبینہ وبین الزوال وفی الجامع الصغیر قبل نصف النہار وھو الصحیح الخ تبیین الحقائق میں ہے۔ قال فی المختصر (یعنی الکنز) الی ماقبل نصف النہار وھو المذکور فی الجامع الصغیر وذکر القدوری مابینہ وبین الزوال والصحیح الاول برجندی میں ہے اشار القدوری انہ تجوز النیۃ فیمابین الصبح والزوال وفی الھدایۃ الاول اھ جواہر الاخلاطی میں ہے۔ اجزأنہ النیۃ مابینہ وبین الزوال اوقبل انتصاف النہار وھو الاصح اور نص قاطع وہ ہے کہ تاتارخانیہ میں محیط سے نقل فرمایا الظاہر ثمرۃ الاختلاف فیما اذانوی عند قرب الزوال اھ **اقول** بلکہ بعد اس عنایت کے بھی توفیق[1] نہ ہوئی کہ عین وقت انتصاف پر بھی مابینہ وبین الزوال وقبل الزوال وقرب الزوال صادق حالانکہ مذہب صحیح پر خاص وقت ضحوہ کبریٰ بھی نیت کافی نہیں کماقدمنا عن الدر وغیرہ پھر اس تکلف بے حاصل سے کیا حاصل غرض نہ تغلیط مقبول نہ توفیق معقول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ثانیہ وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے **اقول** گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بقدر ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اُس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: زوال تو سورج ڈھلنے کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ممانعت کا وقت نکل گیا اور جواز کا آیا کما صرح بہ فی البحر عن الحلیۃ تو وقت ممانعت کو زوال کہنا صریح مسامحت ہے اور غایت تاویل مجاز مجاورت بلکہ اُسے وقت استوا کہنا چاہیئے یعنی نصف النہار کا وقت اب علماء کو اختلاف ہے کہ اس سے نہار عرفی کا نصف حقیقی[2] مراد ہے یعنی دوپہر جس وقت مرکز آفتاب بالائے افق دائرہ نصف النہار پر پہنچا اور

---

[1] نعم لو اول بالمنتصف کان توفیقا وان لم یکن تحقیقا ۱۲ منہ

[2] احتراز ہے نصف النہار عرفی سے کہ بارہ بجے کے وقت کو کہتے ہیں یہ سال میں چار دن یعنی ۱۵ اپریل ۱۴ جون ۳۱ اگست ۲۴ دسمبر کے سوا ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے پیچھے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخر تقریباً پاؤ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریباً ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶ پھر یہ بھی اُس وقت ہے کہ گھڑیاں اصل تعدیل الایام بلدی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجرا ہو جیسے ہندوستان میں وقت مدراس کا اختلاف طول یہ دن متبدل ہو جائیں گے مثلاً بریلی جس کا وقت مدراس سے ۳ منٹ ۱۹ سیکنڈ زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر ہونا ان چار تاریخوں پر ہوگا ۴ و ۵ مئی و ۱۱ ستمبر و ۱۸ دسمبر ۱۲ منہ، اب کہ جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراس ٹائم منسوخ اور وسط ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی ۵ گھنٹے ۳۰ منٹ جہاں طول ۸۲ درجہ ہے جس کے ۵ گھنٹے ۲۸ منٹ ہوئے ابی اختلاف نے بریلی میں صرف دو ہی دن مساوات کے رکھے ۱۰ اکتوبر اور ۲۸ نومبر اور کمی کی مقدار یعنی جیبی گھڑی کے [illegible] ۲ بجے سے ٹھیک دوپہر بعد کو ہونا ۲۶ منٹ تک رہ گئی۔ ۱۲ منہ

اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر آکر اُس کے بعد جانب مشرق پلٹتا اور گھٹنے کی انتہا ہو کر پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہ قول ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب، یا نہار شرعی کا نصف مراد ہے جسے ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع کنارۂ شمس سے غروب کل قرص شمس تک ہے والمراد بالطلوع المبتنی علیہ احکام الشرع تجاوز اول حاجب الشمس فی جھۃ الشرق عن دائرۃ الافق الحسی بالمعنی الاعم المسمی فی کلام البعض بالافق الترسی بحرکۃ الکل وبالغروب تجاوز کل قرصھا فی جھۃ الغرب عن الدائرۃ المذکورۃ بالحرکۃ المرکزیۃ فوضح امتیاز النھار العرفی عن النھار النجومی فانہ من انطباق مرکز الشمس علی دائرۃ الافق الحقیقی من قبل المشرق الی انطباقہ علیھا فی جھۃ المغرب فان اتحد الافقان یکون العرفی اکبر من النجومی بقدر ما یطلع نصف کرۃ الشمس ویغرب النصف وان انحط الترسی من الحقیقی وھو الاکثر لاسیما من جھۃ دقائق الانکسار الافقی فزیادۃ العرفی ازید نعم ان وقع فوقہ بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق الانکسار یستوی النھاران او ازید من ذلک فیفضل النجومی کما لایخفی وھذہ فائدۃ سنحت للقلم حین التحریر فاحببنا ایرادھا اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اُس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اُس کے قریب مواضع میں جیب گھڑی کے ۶ بجکر ۷ منٹ پر چمکا اور ۶ بجکر ۱۴ منٹ پر ڈوبا ۴ بجکر ۴۸ منٹ پر صبح ہوئی تو اس دن نہار شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۶ منٹ کا ہے جس کا آدھا ۶ گھنٹے ۴۳ منٹ ہوا اسے ۴ گھنٹے ۴۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۱ گھنٹے ۳۱ منٹ کا وقت آیا اور نصف النہار شرعی وقت استوائے حقیقی سے ۴۰ منٹ پیشتر ہوا لاتسع وعشرین کما یتوھم فافھم واعرف ان کنت تفھم اسی کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ اسی وقت کے آنے تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار عرفی یعنی استوائے حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بجکر ۱۱ منٹ پر ہوگا۔ سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور پُر ظاہر کہ یہ مقدار اختلاف موسم سے گھٹتی بڑھتی رہیگی یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتوٰے دیا۔ ردالمحتار میں ہے عزا القھستانی القول بان المراد انتصاف النھار العرفی الی ائمۃ ماوراء النھر وبان المراد انتصاف النھار الشرعی وھو الضحوۃ الکبری الی الزوال الی ائمۃ خوارزم اُسی میں ہے وفی القنیۃ واختلف فی وقت الکراھۃ عند الزوال فقیل من نصف النھار الی الزوال لروایۃ ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ نھی عن الصلوۃ نصف النہار حتی تزول الشمس قال رکن الدین الصباغی وما احسن ھذا لان النھی عن الصلوۃ فیہ یعتمد تصورھا فیہ اھ مافی الشامی و ھذا کما تری من الفاظ الافتاء **اقول** ویؤیدہ مافی الشامی عن الطحطاوی عن ابی السعود عن الحموی عن البرجندی عن الملتقط فی باب الکسوف انھا اذا انکسفت بعد العصر او نصف النہار دعوا ولم یصلوا ای لکراھۃ النفل فی الوقتین ووجہ التأیید ظاھر لیس بخاف غرض جب علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اُس کے خلاف ترجیح منقول نہ ہوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے حتی یتبین خلافہ **اقول** والمسئلۃ بعد تحتاج الی زیادۃ تحقیق وتحریر وللعبد الضعیف ھھنا ابحاث سنوردھا ان شاء اللہ تعالٰی فی غیر ھذا التحریر واللہ تعالٰی اعلم انتہی ماکتبت فی الجواب واللہ سبحنہ اعلم بالصواب

مسئلہ ثالثہ (۲۷) بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے **اقول** گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کردیا اس کا جواب اجمالی یہ ہے کہ ہمارے بلاد میں انتہا درجہ یہ وقت ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صیفی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک دوپہر سے اتنے منٹ پیشتر نصف النہار شرعی ہوجاتا ہے اور تحویل حمل ومیزان یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو ۳۹ منٹ پہلے ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اُس سے بڑھے باقی ایام میں انہیں کے بیچ میں دورہ کرتا ہے وتفصیل ذلک یطول جدا اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرہ ہندیہ میں ظل ثانی خط الزوال پر پورا منطبق ہو یہی نہار عرفی کا گویا[1] نصف حقیقی ہے اسی کو استوائے حقیقی کہتے اس وقت آفتاب بیچ آسمان میں ہوتا سمجھتے احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک نماز مکروہ ہے اس کے بعد پھر وقت ممانعت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے اور اس سے گھنٹہ بھر پہلے گیارہ وعلی ھذا القیاس ان گھڑی گھنٹوں کے بارہ کا حکم زوال ونصف النہار وشروع وقت ظہر میں اصلا اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ نظر عوام میں اُن کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور قطع نظر اس سے کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کی غلطی اُس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو وہ خود اس حساب پر نہیں چلتی فقیر نے بارہا بچشم خود مشاہدہ کیا ہے کہ دوپہر کی توپ صحیح چلی ہے اور اُس وقت آفتاب مرأی العین میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا وھذا التحویل حوت کا شمس کہ

[1] اس گویا اور کہئے اور سمجھئے کی وجہ عالم ہیأت پر مخفی نہیں اور یہ بھی وہ جان سکتا ہے کہ یہ وقت وقت استوائے حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہوگا ۱۲ منہ

بحساب دائرۂ ہندیہ مع حصۂ انکسار افقی ہمارے شہر میں ۵ بجکر ۹ نو ۳۰ منٹ پر ڈوبنا چاہیے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے کے ۵ بجکر ۵۶ منٹ پر ڈوبتا ہے تحویل قوس کا مہر کہ بحساب مذکور دائرہ ۶ بجکر ۴۲ منٹ پر چمکنا چاہیے۔ توپ کے گھنٹوں پر چھ سے ۳۱ منٹ بعد طلوع کر آتا ہے اسی طرح ہر جگہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے یہیں سے وہ عقدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی ۱۱ پر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اُس سے استوائے حقیقی تک ۴۰ منٹ کا فاصلہ رکھا حالانکہ ۱۱ پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجنے تک صرف ۲۹ منٹ کا فصل ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انہیں رواجی مدراسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا و لہٰذا طلوع شمس حمل ۶ پر ۷ منٹ آکر مانا یہ ہے ان مسائل کا اجمالی تخمینی جواب اور تفصیل و تحقیق مفضی تطویل و اطناب وفیما ذکرنا الکفایۃ لاولی الالباب وصلی اللہ تعالٰی علی المولی الاواب سیدنا محمد والاٰل والاصحاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۲۷۲) :- از حیدرآباد دکن قریب دروازہ دبیر پورہ مدرسۂ محمدیہ مرسلہ مولوی عبدالخالق صاحب اعظم گڈھی ۱۲ رجمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

حضرت مولانا العلام والحبر القمقام حامی السنۃ قامع البدعۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا الحاج المولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے عالی متعالی ہو کہ ان دنوں یہاں فتوے دریافت کیا گیا کہ نماز عصر ایک مثل کے بعد ہے یا نہیں۔ تمام یہاں کے علماء بلکہ چار پانچ علمائے ہند مثل حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈھی و جناب مولوی محمد منصور علی خانصاحب مرادآبادی و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اعظم گڈھی وغیرہم نے مثلین سوی فیئ الزوال کا فتوٰی دیا بعدہ مولوی عبدالوہاب صاحب بہاری صدر مدرس مدرسۂ نظامیہ نے سب علماء کے فتوے کو رَد کر دیا اور لکھا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی قول مثلین سے رجوع کرکے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں۔ اب التماس ہے کہ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادم الطلبہ محمد عبدالخالق۔

الجواب :- مولانا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قول سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وہی مثلین بعد فیئ الزوال ہے اور وہی احوط وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اُسی پر اجماع و اطباق جملہ متون متین وہی مختار و مرضی جمہور محققین شارحین اسی پر افتائے اکثر کبرائے ائمہ مفتیین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں اجماع متون مذہب موضوعہ لنقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خاملہ غیر محفوظہ قابل لحاظ کب ہوسکتی ہیں بلکہ قول یک مثل ہی مرجوع عنہ ہے لما صرح بہ فی البحر والخیریۃ ورد المحتار وغیرھا ان کل ما خرج

عن ظاہر الروایۃ فھو مرجوع عنہ ھذا ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات وفقنا اللہ تعالٰی لھا و تقبلھا منا بہ الکرم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۲: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں آج کل آفتاب ساڑھے چھ بجے طلوع اور پونے چھ بجے غروب اور نماز عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اس وقت سایہ سوائے سایہ اصلی کے دو مثل کسی طرح نہیں ہوتا۔ اس صورت میں نماز مذہب مفتی بہ کے موافق ہوئی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہونا چاہیئے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف حکم چاہتا ہوں۔ مجھے دلائل کی ضرورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جب سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہوجائے وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاوٰی وغیرہ تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی وفیض کرکی ودرمختار میں قول صاحبین کو مرجح بتایا مگر قول امام ہی احوط واصح وازروئے دلیل ارجح ہے عموماً متون مذہب قول امام پر جزم کئے ہیں اور عامہ اجلہ شارحین نے اسے مرضی ومختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح وافتا بلکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اسی کی تصحیح کی۔ امام[۱] ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع اور امام[۲] سرخسی نے محیط میں فرمایا ھو الصحیح یہی صحیح ہے امام[۳] اجل قاضی خان نے اسی کو تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اظہر من حیث الدرایہ اور اشہر من حیث الروایہ ہو کما نص علیہ فی خطبۃ الخانیۃ اور وہی قول معتمد ہوتا ہے کما فی الطحطاوی والشامی یونہی[۴] امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی امام[۵] اجل برہان الدین صاحب ہدایہ نے ہدایہ اور امام[۶] جلیل ابوالبرکات نسفی نے کافی اور امام[۷] زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرجح رکھی امام[۸] جلیل محبوبی نے اسی کو اختیار فرمایا امام[۹] صدر الشریعہ نے اسی پر اعتماد کیا وہ چند متاخرین یعنی مصنفین برہان وفیض ودرمختار ان اکابر میں ایک کی بھی جلالت شان کو نہیں پہنچتے۔ فتاوٰی[۱۰] غیاثیہ وجواہر[۱۱] اخلاطی میں فرمایا ھو المختار یہی مختار ہے۔ علامہ[۱۲] قاسم نے تصحیح قدوری میں اسی کی تحقیق کی۔ امام[۱۳] سمعانی نے خزانۃ المفتین میں اسی پر اقتصار فرمایا قول خلاف کا نام بھی نہ لیا۔ امام[۱۴] محمود علینی نے اسی کی تائید فرمائی ملتقی[۱۵] الابحر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو ارجح ہو کما ذکر فی خطبتہ اور وہی مختار للفتوٰی ہوتا ہے کما فی شرحہ مجمع الانہار

مراقی الفلاح[16] میں ہے ھوالصحیح وعلیہ جل المشائخ والمتون یہی صحیح ہے اور اسی پر جمہور مشائخ و متون مذہب ہیں۔ طحطاوی[17] علی المراقی میں ہے صححہ جمھور اھل المذھب جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی نقایہ[18] میں روایت خلاف کی تضعیف فرمائی۔ شرح[19] المجمع للمصنف میں ہے انہ المذھب واختارہ اصحاب المتون وارتضاہ الشارحون مذہب یہی ہے اور اسی کو اصحاب متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے مرضی و پسندیدہ رکھا۔ ینابیع[20] و علمگیری[21] میں ہے ھوالصحیح یہی صحیح ہے۔ جامع[22] الرموز میں اسی کو مفتی بہ بنایا سراج[23] المنیر میں ہے علی قولہ الفتوی امام ہی کے قول پر فتوےٰ ہے۔ بحر[24] الرائق پھر رد[25] المحتار میں ہے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں۔ اس مذہب مہذب پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذان ظہر دینی چاہی فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر دیر کے بعد پھر مؤذن اذان دینی چاہی فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر۔ دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر اور یونہیں تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتےٰ ساوی الظل التلول یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیأت گواہ اور خود ائمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی میں جس میں حرمین طیبین اور اُن کے بلاد ہیں امام نووی شافعی و امام قسطلانی شافعی نے فرمایا ٹیلے زمین پر نصب کی ہوئی اشیاء کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد اُن کا سایہ شروع ہوتا ہے۔ امام ابن اثیر جزری شافعی نے نہایہ میں فرمایا اُن کا سایہ اُس وقت آغاز ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقیناً اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا۔ اور اس حدیث کو ارادہ جمع بین الصلاتین پر محمل کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابراد کا حکم فرما رہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے حضور یہاں حکم عام ارشاد فرما رہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو یونہیں وقت ٹھنڈا کرو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملا کر پڑھو اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث امامت جبریل جس کے بھروسے پر برہان و درمختار نے مثل اول اختیار کیا اصلاً حجت[26] نہیں

ہوسکتی کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شبِ اسرا میں فرض ہوئی اور اُسی کے دن میں وقت ظہر کو آکر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیانِ اوقات کے لئے امامت کی تو جو حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور اُس کی ناسخ ہے اور قول دو مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متون مذہب وہی نقل فرما رہے ہیں۔ اور متون ہی نقل مذہب کے لئے موضوع ہیں امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام لکھا نہایہ میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایہ ہے غایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و ماخوذ ہے محیط میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ ینابیع میں ہے۔ امام سے یہی روایت صحیح ہے شرح مجمع میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلک فی البحر تو بعض اقوال خاملہ مرجوحہ کی بنا پر زعم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول یک مثل ہی سے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے کمافی البحر والخیریۃ وغیرھما تو یہ مذہب مہذب بوجوہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مرجح ہوا۔ **اولاً** یہی مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب جب تک کوئی ضرورت اُس کے خلاف پر باعث نہ ہو **ثانیاً** اسی پر متون، مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں **ثالثاً** اسی پر عامہ شروح ہیں اور شروح فتاوے پر مقدم ہیں **رابعاً** اجلہ اکابر ائمہ ترجیح و تصحیح و فتوے مثل امام قاضی خان و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام ملک العلماء مسعود کاشانی صاحب بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جلالت شان مصححین باعث ترجیح ہے **خامساً** جمہور مشائخ مذہب نے اس کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور عمل اُسی پر چاہیئے جس طرف اکثر مشائخ ہوں۔ **سادساً** اُسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب جلیل پر فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوا۔ پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی **سابعاً** رہیں حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں جانب موجود ہرگز کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض ناطق ہے جسے دعویٰ ہو پیش کرے اور بامداد روح پُرفتوح حضرت سیدنا الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فقیر سے جواب لے ان شاء اللہ تعالیٰ یا تو ثابت ہوجائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالف نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریح نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اُس کا معارض صحیح موجود ہے۔ اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کردے گا کہ اس تعارض میں احادیث مذہب صاحبین کو منسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم ہو کر

تساقط ہوگا اور پھر وہی مذہب امام رنگ ثبوت پائے گا کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہو کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب خارج نہ ہوگا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہوگا۔ والحمد للہ رب العالمین **بالجملہ** عند التحقیق مثل ثانی میں عصر ادا ہی نہ ہوگی بلکہ فرض ذمہ پر باقی رہے گا ورنہ علی التنزل اُس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہوگیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہوجائے گا اگرچہ قضا ہی سہی تو اس وقت نماز عصر لاجرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سر سے ساقط نہ ہوگا اُدھر خلاف صاحبین تھا۔ یہاں خلاف امام وہاں قضا وادا میں خلاف تھا اور صحت اجماعی ادھر نفس صحت وبطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہیے اور یہ تو بے شمار کتب ائمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے مثل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت باطلہ یا کم از کم مکروہہ بکراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نظیفہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کو کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہوجائے اور تحصیل صحت متفق علیہا و رفع کراہت کے لئے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۲۷۳) ازغازی پور ۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب ووقت مکروہ کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہیے نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہوجائے باقی ہمیشہ اسمیں تاخیر مستحب ہے اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لانہا تعصر یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ حاکم ودارقطنی نے زیاد بن عبداللہ نخعی سے روایت کی ہم امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے ساتھ جامع مسجد میں بیٹھے تھے مؤذن نے آکر عرض کی یا امیر المؤمنین نماز۔ امیر المومنین نے فرمایا اُم ھذا الکلب یعلمنا السنۃ، یہ کُتّا ہمیں سُنت سکھاتا ہے پھر اٹھ کر ہمیں نماز عصر پڑھائی جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نتراھا ہم زانوؤں پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لئے نیچے اُتر گیا تھا یعنی دیواریں اس زمانے میں نیچی نیچی ہوتیں آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا

[illegible]

دیوار کے نیچے اتر چکا تھا گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبار کثیر یا ابر رقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوپہر کے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ صاف شفاف مطلع میں اُس قدرتی دائمی حیلولت کرۂ بخار کے سبب کہ افق کے قرب میں نگاہ کو اس کا کثیر حصہ طے کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع وغروب کے قرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اُس سے اونچا ہوتا اور کرۂ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتیں اور نگاہ جمنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے

ا ب کرۂ زمین ہے ا موضع ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وہ جگہ جہاں دیکھنے والا شخص کھڑا ہے

ج ء زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا۔ اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی ہ مرکز شمس ہے ا ہ ہر طرف وہ خط ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پہ آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پہ چڑھتا ہوا چوتھے نمبر پر ٹھیک نصف النہار پر نظر آیا پھر پانچویں چھٹے نمبر پر ڈھلکتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا۔ ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ا ہ کا حصہ ا ر کرۂ بخار میں گزرا اور دوسرے پر ا ح تیسرے پر ا ط چوتھے پر ا ح اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ا ر سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ا ح ا ط وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ا ح سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے۔ ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ا ح یعنی دوپہر کے

وقت کا خط اگر ۵ ہم ہی میل ہے جب بھی خط ا س یعنی وقت طلوع کا خط پانسو اٹھانوے ۵۹۸ میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت پر بڑے ہوتے چلتے ہیں ا ی برابر ا ط کے پڑتا ہے اور ا ک برابر ا ح کے اور ا ل برابر ا س کے ہے یہاں سے واضح ہوگیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اُس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اُس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قریب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی۔ مشرق میں جب تک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہو جائے اس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آ جائے اس وقت سے غروب آفتاب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے۔ تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہو گیا اور یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف تو یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا اور ادھر جب غروب کو بیس۲۰ منٹ رہیں وقت کراہت آ جائے گا اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا میلا ہونا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلکنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت ظہر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بیّن طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہیے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آ جائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے ابو السعود علی الکنز اور طحطاوی علی الدر میں ہے المراد ان یذھب الضوء فلا یحصل للبصر بہ حیرۃ ولا عبرۃ لتغیر الضوء لان تغیر الضوء یحصل بعد الزوال یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اُس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے بالجملہ تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و بحر الرائق وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہما وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو حصے کریں۔ نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں جب یہ قاعدہ معلوم ہو لیا اب تعیین وقت کے لئے مثل ثانی کے وقت کا تخمینہ لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہو سکے وہ یہ کہ ۱۲ مارچ

تحویل حمل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر حنفی سے آفتاب کے غروب شرعی تک ان بلاد میں ایک گھنٹہ ۴۱ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹہ ۵۰ منٹ رہتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹہ ایک منٹ اور ۲۲ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے چھ منٹ اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴ اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹہ ۴۳ منٹ اور ۲۲-۲۳ نومبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو مہینے برابر بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقت عصر ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا۔ اسی حساب سے جس دن جتنا وقت عصر ہو اُس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقت مکروہ کے نکال کر باقی کے دو حصے کریں حصہ اول چھوڑ کر حصہ دوم سے وقت مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصلاً کراہت نہیں ہاں اتنی تعجیل کہ دو مثل پورے ہونے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اُس سے بچنا چاہیئے کہ اگر وہم و خدشہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں یونہیں اتنی تاخیر نہ چاہیئے کہ وقت کراہت آنے کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے پہلے پہلے اصلاً کسی قسم کی کراہت کا نام و نشان نہیں نہ وہ اللہ و رسول کے نزدیک کاہل ہے۔ یہ محض غلط و باطل ہے جب شرع مطہر اُس وقت کو مستحب فرما رہی ہے تو کیا وقت مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاعل کاہلی کے ساتھ منسوب ہو سکتا ہے یہ نری نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقت کراہت وسط نماز میں آگیا جب بھی اس پر اعتراض نہیں نہ کہ وقت کراہت آنے سے پہلے ختم کر دے اور اعتراض ہو۔ درمختار میں ہے لوشرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۷۵، ۲۷۶): شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) فرض و سُنت ہر دو کا اولٰی وقت کیا ہے (۲) امسال وقت صلٰوۃ عید الفطر انتہا درجہ کب تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اُس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: (۱) سنت قبلیہ میں اولٰی اول وقت ہے بشرطیکہ فرض و سُنت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کرے اور سنت بعدیہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر آکر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن اجنبی افعال سے فصل نہ چاہیئے۔ یہ فصل سنت قبلیہ و بعدیہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انہیں طریقۂ مسنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرضوں فجر و عصر و عشا میں مطلقاً اور ظہر میں بموسم گرما تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعجیل۔

تاخیر کے یہ معنی کہ وقت مکروہ کے دو حصے کرکے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کما بیّن علیہ فی البحر الرائق وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۲) مذہب اصح پر اُس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہوچکا تھا۔ مگر ایسی جگہ علما آسانی پر نظر فرماتے ہیں ہمارے علما کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے۔ اس تقدیر پر جس نے بارہ بجکر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہوگئی کہ اُس دن بارہ بجکر ساڑھے چھ منٹ پر زوال ہوا تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۷: از سندیلہ مرسلہ بعض علماء بتوسط مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی۔ دوم ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معًا ہوجاتا ہے یا جب سیاہی بلند ہوجاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے برتقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: اقول وباللہ التوفیق افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہوجاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع ہوجاتا ہے اُس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے اس پر عیان وبیان وبرہان سب شاہد عادل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس الخبر کالمعاینۃ جسے شک ہو طلوع وغروب کے وقت جنگل میں جاکر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہوجائے گا۔ الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتنقضی عجائبہ ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عزجلالہ دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔ فان ایلاج شیئ فی شیئ یقتضی وجودھما الا ان یعدم احدھما فیعقبہ الاخر واللیل والنھار بمعنی الملوین

متضادان لایجتمعان فلا بد من التجوز ومن اقرب وجوھہ ما ذکر العبد من حمل اللیل علی السواد فیبقی النہار علی حقیقتہ ویظہر الایلاج من دون کلفۃ ولا یتجاوز التجوز قدر الحاجۃ ویمکن العکس ایضا بان یحمل النہار علی الاشعۃ الشمسیۃ واللیل علی حقیقتہ فیکون اشارۃ الی ظہور نور الشمس فی الافق الشرقی واللیل باق بعد کما فی الصبح الاول وان ارید اللیل العرفی فاظہر واکمل والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربی من الشفقین الاحمر والابیض وان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالٰی لا یرضی ان یجعل تلک الانوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضا کما اطال الکلام فیہ فی سورۃ الانعام تحت قولہ عزوجل فالق الاصباح ولیس الامر کما ظن واغتر بقول العلامۃ الزری فانی نظن ان ھذا مذھب منقول فنسبہ لاھل السنۃ مع انہ لیس الا من توسعات الامام فی البحث والکلام ولم یستدل لہ الا ببحث عقلی لاتام ولاجلی ومن البدیھی عند کل احد ان الشفق والصبح اختان وما امرھا الا واحد وقد اخرج ابن ابی شیبۃ عن العوام بن حوشب قال قلت لمجاھد ما الشفق قال ان الشفق من الشمس ذکرہ فی الدر المنثور تحت قولہ تعالٰی فلا اقسم بالشفق بل فی التفسیر الکبیر تحت الکریمۃ اتفق العلماء علی انہ اسم للاثر الباقی من الشمس فی الافق بعد غروبھا اما دلیلہ العقلی فقد رد العبد الضعیف بکلام لطیف ذکرتہ علی ھامشہ وباللہ التوفیق قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النہار من ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم جب اِدھر سے رات آئے اور اُدھر سے دن پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہوچکا لیل سے مراد سیاہی ہے اور نہار سے مراد ضوء، فان الاقبال من ھھنا والادبار من ھھنا انما یکون لھما تیسیر میں ہے اذا اقبل اللیل یعنی ظلمتہ وادبر النہار ای ضوءہ عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ پہلے سیاہی اٹھتی ہے اس وقت تک اگر افق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی

رہتی بلکہ قلل جبال واعالی اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثف ابخرۂ افقیہ وکثرت بُعد عن الابصار وطول مرور شعاع البصر فی ثخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہوجاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بالائے افق مرئی شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبنا اور وقت افطار رونما آتا ہے اس صاف ونفیس وبے تکلف معنی پر بحمد اللہ انتظام کلام اوس اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کو شایان وبجا ہے۔ کلمات علمائے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایما سے خالی نہ رہے۔ امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔ ای وقد یقبل اللیل ولا تکون غربت حقیقۃ فلابد من حقیقۃ الغروب حفنی علی الجامع الصغیر میں ہے قولہ وغربت الشمس لم یکتف بما قبلہ عن ذلک اشارۃ الی انہ قد یوجد اقبال الظلمۃ وادبار الضوء ولم یوجد غروب الشمس اور اگر حدیث میں لیل ونہار معنی حقیقی پر لیجئے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا لما علمت ان اسناد الاقبال والادبار من ھھنا وھھنا لیس الیھما علی الحقیقۃ مگر اب تین الفاظ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہوگا شک نہیں کہ اس معنی پر امور ثلثہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے مغنی وھذا ما قالہ الامام النووی فی المنہاج قال العلماء کل واحد من ھذہ الثلاثۃ یتضمن الاٰخرین ویلازمھما اس کی اطیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ انما قال وغربت الشمس مع الاستغناء عنہ لبیان کمال الغروب کیلا یظن انہ یجوز الافطار بغروب بعضھا علامہ مناوی وغیرہ نے بھی اُن کی تبعیت کی تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے۔ زاد (وغربت الشمس) مع ان ماقبلہ کاف اشارۃ الی اشتراط تحقق کمال الغروب

اقول یہ توجیہ وجیہ صراحۃً ہمارے مدعائے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں یہ وجہ جلی اور قلبت تدبر ہیں من طرف خفی یعنی اگرچہ لیل ونہار حقیقی مراد ہونے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ رات جبھی آئے گی کہ سورج ڈوب چکے گا مگر سواد وضیا پر اُن کا حمل بعید نہیں خصوصًا جبکہ اقبال من ہہنا وادبار من ہہنا اس پر قرینۂ ظاہرہ ہیں تو اگر اس قدر پر قناعت فرمائی جاتی احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد وادبار ضیا پر وقت افطار سمجھ لیا جاتا حالانکہ اقبال لیل درکنار ہنوز بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیا بھی معدوم ہوجاتی ہے۔ لہٰذا

وغربت الشمس زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے پُر ظاہر کہ اگر یہ اقبال وادبار اُسی وقت ہوتے جب پورا قرص ڈوب لیتا تو اس احتمال وظن کا کیا محل تھا ذکر غروب سے استغنا بدستور باقی رہتا۔ اور جواب محض مہمل جاتا تو صاف ثابت ہوا کہ سیاہی اُٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے ہیں۔ علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیب طیبی کو تحقیق بتایا اور حسن قبول سے تلقی فرمایا حیث قال بعد نقلہ وقال بعض العلماء انما ذکرھذین لیبین ان غروبھا عن العیون لایکفی لانھا قد تغیب ولاتکون غربت حقیقۃ فلابد من اقبال اللیل اھ ثم ردہ بقولہ فیہ ان القید الثانی مستغن عنہ حینئذ وانما کان یتم کلامھم لوکان غربت مقدما اھ ای انما کان یحتاج اذذاک الی دفع ذلک الوھم بذکر اقبال اللیل اما اذا ذکراولاما ھو القاطع للوھم فای حاجۃ بعدہ الی ذکر الغروب الموھم ثم قال فیرجع الحکم الی ماحققہ الطیبی اھ فقد رجع الی مایفید تحقیق کلام الامام ابن حجر کما علمت غیران المولی الفاضل رحمہ اللہ تعالٰی شدید الایلاع بالرد علیہ فی شرحیہ للمشکوٰۃ والشمائل حتی فی الواضحات الجلائل مع انہ من تلامذتہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھما وعلی سائر العلماء الکرام، ہاں شہروں باغوں خصوصًا نخلستان وکوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں افق نظروں سے دور ہے غالبًا یہ شرق سے اُٹھتی ہوئی تاریکی خوب بلند ہو کر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہو چکتا ہے کلمات علما مثل قول امام ابوزکریا قال بعد ما نقلنا سابقا وانما جمع بینھا لانہ قد یکون فی واد ونحوہ بحیث لایشاھد غروب الشمس فیعتمد اقبال الظلام وادبار الضیاء وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم قد لایتفق مشاھدۃ عین الغروب ویشاھد ھجوم الظلمۃ حتی یتیقن الغروب بذلک فیحل الافطار وقول امام عینی فی عمدۃ ثم بین مایعتبرہ من لم یتمکن من رؤیۃ جرم الشمس وھو اقبال الظلمۃ من المشرق فانھا لاتقبل منہ الاوقد سقط القرص وقول جامع الرموز ای وقت غیبۃ جرم الشمس کلہ اذ الظھر للغروب والا فالی وقت اقبال الظلمۃ من المشرق کما فی التحفۃ وامثال ذالک کہ صراحۃً انہیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق ظاہر اور رؤیت مقدور نہ ہو لیے ہی عدم تمکن پر محمول ورنہ جب باجماع امت

اور خود انہیں علما اور اُن کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار حکم غروب جمیع جرم شمس ہے اور اصل افق سے ارتفاع سواد بشہادت مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارت حکم کیونکر معقول اور حدیث مؤطا مالک عن ابن شہاب عن حمید بن عبد الرحمان ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہما کانا یصلیان المغرب حین ینظران الی اللیل الاسود قبل ان یفطرا ثم یفطران بعد الصلاۃ وذلک فی رمضان تو اُن عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی نخلستان اور ملک کوہستان پھر امامین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا حُسن احتیاط خود عبارت حدیث سے ظاہر کہ حین ینظران الی اللیل الاسود مجرد ذکر لیل یعنی سواد پر قناعت نہ کی بلکہ تاکیداً صفت اسود بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اُس وقت نماز پڑھتے حدیث صحیحین اذا رأیتم اللیل قد اقبل من ھھنا فقد افطر الصائم میں اقبال لیل پر اقتصار بعض رواۃ کا اختصار ہے کہ بکثرت معہود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذا غابت الشمس من ھھنا فقد افطر الصائم ہے تیسری میں اذا غابت الشمس من ھھنا وجاء اللیل من ھھنا فقد افطر الصائم ہے کلتاھما فی صحیح مسلم وغیرہ اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد ارادۂ لیل حقیقی اصلا مفید متوہم نہ رہتی اور علی التنزل یہ بھی نہ سہی تو انہیں مواضع سے متعلق سمجھی جاتی۔ بالجملہ خلاف پر اصلا کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہیے نہ کہ ایسا جس کے سبب مشاہدات وحسیات کو باطل کردیجیے کہ اُن کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع ہے تلقی کتاب ورؤیت معجزات آخر بذریعہ حاسہ سمع وبصر ہی ہونگے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس مطلب پر برہان ہندسی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اس سے زیادت تایید وتشئید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئے گی نیز اُس سے مقدار بلندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب زیج الاوقات للصوم والصلوات کی طرف رجوع کرے۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم"

مسئلہ (۲۷۸): از شہر کہنہ مسئولہ خیاط وہابی ۲۹ ربیع الآخر شریف

تنگ وقت نماز ادا کرنے والے کو اللہ تعالٰی ذلیل فرماتا ہے اور آپ خود تنگ وقت ادا فرماتے

ہیں اس کی تفصیل بیان فرمائیے گا۔

الجواب :۔ تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں ویل کہیں نہ فرمایا ساھون کے لئے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار و ابو یعلیٰ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور طبرانی اوسط اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن و محی السنۃ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ تعالیٰ الذین ھم عن صلاتھم ساھون قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا میں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے خرابی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔ بغوی کی روایت یوں ہے عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الذین ھم فی صلوتھم ساھون قال اضاعۃ الوقت یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا فرمایا اس سے مراد وقت کھونا ہے بعینہ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق و ابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کئے۔ روایت اخیرہ یوں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا ساھون وہ لوگ ہیں جنہیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا مہ ھو الذی بیسھو عن میقاتہا حتی تفوت ہائیں وہ وہ ہیں جو اُس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے فقہ کے یہاں بحمد اللہ تعالیٰ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے۔ عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقت کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اُس وقت آتا ہے جب قرص آفتاب پر بے تکلف نگاہ جمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آجکل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بجکر

پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نمازِ عصر پڑھیں اور عشا میں وقتِ کراہت آدھی رات کے بعد ہے۔ یہ حالتیں بحمد اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں۔ مجھے پابندی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات و اوہام کی۔ دارقطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریح زیاد بن عبداللہ نخعی سے راوی قال کنا جلوسا مع علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال یا امیر المؤمنین فقال اجلس فجلس ثم عاد فقال لہ ذلک فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھذا الکلب یعلمنا السنۃ فقام علی فصلے بنا العصر ثم انصرفنا فرجعنا الی المکان الذی کنا فیہ جلوسا فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نتراءاھا ہم کوفہ کی مسجد جامع میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے مؤذن آیا اور عرض کی یا امیر المومنین (یعنی نمازِ عصر کو تشریف لے چلئے) امیر المومنین نے فرمایا بیٹھ وہ بیٹھ گیا پھر دوبارہ حاضر ہوا اور وہی عرض کی، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا یہ کتا ہمیں سُنّت سکھاتا ہے۔ بعدہ مولیٰ علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی۔ پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس لئے کہ وہ ڈوبنے کو اُتر گیا تھا۔ حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے اما ان زیاد الحریرو عنہ غیر العباس قالہ الدارقطنی **فاقول** عباس ثقۃ وغایتہ جہالۃ عین فلا تضر عندنا لاسیما فی اکابر التابعین قال فی المسلم لاجرح بان لہ راویا فقط وھو مجھول العین باصطلاح قال فی الفواتح وقیل لایقبل عند المحدثین وھو تحکم، اگر یہ مولیٰ علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجتِ شرعی تھا نہ کہ وہ اسے صراحۃً سنت بتا رہے ہیں اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں اسی کی مثل امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے نمازِ صبح میں مروی امام طحاوی بطریق داود بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں قال کان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصلی بنا الفجر ونحن نترأی الشمس مخافۃ ان تکون طلعت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نمازِ صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔ مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للامام حافظ الدین الکردری میں ہے ذکر الامام الدیلمی عن زھیر بن کیسان قال صلیت مع الرضا فی العصر ثم انطلقت الی مسجد الامام

فاخر العصر حتی خفت فوات الوقت ثم انطلقت الی مسجد سفین فاذا ھو لم یصل العصر فقلت رحمہ اللہ اباحنیفۃ ما اخرھا مثل ما اخر سفین یعنی امام دیلمی نے زہیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں رصافی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ مجھے خوف ہوا کہ وقت جاتا رہے گا پھر میں مسجد امام سفین ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف گیا تو کیا دیکھوں کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں۔ میں نے کہا اللہ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفین نے۔ فقیر کے یہاں سوا گھنٹہ دن رہے اذان عصر ہوتی ہے اور گھنٹہ بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹہ دن رہے سے پہلے ہوچکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۷۹) :۔ از ریاست رام پور متصل تالاب کنڈا محلہ میانگاناں مکان جناب سید غلام چشتی صاحب، مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد یحیٰی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق سرخ وسپید کے باتفاق علمائے حنفیہ بعد غروب آفتاب کے ایک گھنٹے بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشا کا آجاتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ عشائے متفق علیہ کا وقت ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد ہو جانے کا جبروتی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جزافًا لکھ دیا اور گنگوہ و دیوبند کے جاہل و ناواقف ملاؤں نے اس کی تصدیق و توثیق کی بریلی۔ بدایوں۔ رامپور۔ شاہجہانپور۔ مرادآباد۔ بجنور۔ بلندشہر۔ پیلی بھیت۔ دہلی۔ میرٹھ۔ سہارنپور۔ دیوبند۔ گنگوہ وغیرہا بلاد شمالیہ بلکہ عامہ مواضع واضلاع ممالک مغربی و شمالی و اودھ و پنجاب و بنگال و وسط ہند و راجپوتانہ غرض معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور حلیہ صدق و صواب سے عاری و عاطل ہے ہمارے بلاد اور ان کے قریب العرض شہروں میں عشا کا اجماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹہ انیس منٹ بعد سے ایک گھنٹہ پینتیس ۳۵ منٹ بعد تک ہوتا ہے۔ پھر جس قدر شمال کو جائیے وقت بڑھتا جائیگا یہاں تک کہ اقصائے شمالی ہند میں تحویل سرطان کے آس پاس بعد غروب شمس پونے دو گھنٹے سے بھی زائد ایک گھنٹہ اڑتالیس ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے۔ دو ۲ منٹ کم آدھے گھنٹے کی غلطی ہے کہ شفق احمر و ابیض میں اختلاف ائمہ بھی اس کی جھونک نہیں اٹھا سکتا ہم اپنے بلاد میں سب سے جلد آنے والی عشا کہ حوالی اعتدالین یعنی ۲۱ مارچ

و ۲۴ ستمبر کے ارد گرد ہوتی ہے اور سب سے دیر میں ہونے والی عشا کہ تحویل سرطان ۲۲ جون پر ہوتی ہے حساب ہندسی سے پیش کریں جس سے واضح ہو جائیگا کہ اُن بے علم مفتیوں نے شرع الٰہی پر جاہلانہ حکم لگا دینے میں کس قدر جرأت کی تحویل حمل غروب نجومی و ت ہا انکسار افقی تقریباً قہ تعدیل الایام زائد قح فرق طول شرقی مدراس قہ مجموع و تیہ یعنی ۲۱ مارچ کو یہاں غروب شمس تقریباً سوا چھ بجے ہے **العشاء** (جیب غایۃ الانخفاض سا لہ مثل تمام العرض لعدم المیل = نح مر یح نح)۔ (جیب انخفاض الوقت رح = نح لب الرم) = لدمدموبح ÷ (جیب اوسط = جیب تمام العرض لعدم المیل = نرقہ مرمد منحطا) = لح نہ لب سہم قوسہ سط آو یح فضل الدائرہ مہ = رت لرمہ تمام الی ب رت الف لہ + (تعدیل الایام و فرق طول زائدین = ماقہ) = رت لح لہ یعنی اُس تاریخ سات بجکر سوا تینتیس منٹ پر وقت عشا آیا اس میں سے سوا چھ گھنٹے تفریق کئے تو ایک گھنٹہ سوا اٹھارہ منٹ رہے تحویل سرطان غروب نجومی و ت مذ یح انکسار تر تعدیل الایام و فرق طول زائدین قہ مجموع رت یعنی ۲۲ جون کو یہاں غروب شمس سات بجکر ۴ منٹ پر ہے و برو جہ ادق تمام العرض سا لہ میل اعظم کح الہ = لح ی غایۃ الانحطاط جیب لہ لہ الو نصف فطر قہ مو + انکسار معدل لب قہ نا = مح لہ انحطاط الوقت جیبہ قح مذ لہ تفاضل الجیبین لو یح مب نا جیب تمام المیل سو لح = نہ ب م مب × جیب تمام العرض نح مر یح نح منحط = مح الہ لح لح جیب اوسط پس تفاضل جیبین ÷ جیب اوسط منحط = مذ نح طامہ سہم قوسہ عہ الدلو لہ فضل الدائر × قہ = ہ لح تمام د ت نح الف + تعدیل الایام الف قہ + فضل شرقی قح ما = رت ح ہ یوں بھی وہی سات پر تین منٹ آئے۔

العشاء لہ لہ الو۔ رح لب الرم = نح لب طامو ÷ مح الہ لح لح = الف نر مو سہم قوسہ ما نح و فضل الدائر × رقہ = ت الرلب تمام رح لب الح + الف قہ + قح ما = ح لہ ما یعنی اُس تاریخ ۸ بجکر سوا ستائیس منٹ پر عشا ہوئی تفریق وقت غروب کرنے پر ایک گھنٹے چوبیس ۲۴ منٹ سے قدرے زائد وقت ہوا بعینہٖ یہی مقداریں صبح کی ہیں۔

ہاں ہمارے بلاد میں صرف بقدر ثلث سال یعنی تقریباً نصف دلو سے نصف حمل اور نصف سنبلہ سے نصف عقرب تک یہ اوقات ایک گھنٹہ بیس منٹ کے قریب قریب رہتے ہیں باقی تمام سال میں اُس سے زائد تو دہلی رامپور میرٹھ مظفر نگر دیوبند گنگوہ سہارن پور میں کہ سب بریلی سے شمال کو ہیں اور باہم ہر پچھلا پہلے سے زیادہ شمالی ہے ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ کیونکر معقول ہے اگرچہ مفتیان جاہل و مخطیان غافل

اپنی بیخردی سے تصدیقیں کریں شہادتیں دیں اُس کو اپنے بے بصر بے خبر عمائد کا معمول یہ بتائیں وہ بھی نہ فقط عشا بلکہ وقت صبح میں بھی جس کا حاصل یہ کہ سال کے دو تہائی حصے میں اُن کبرا و اذناب سب کے روزے مذبذب بے حساب اور اُن کی سحری کے ختم بلکہ کبھی شروع سے بھی پہلے جلوۂ صبح صادق بے حجاب نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۰۲) :- از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبد الکریم صاحب مدرس ۸ رجمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب و عشا و فجر کا کب تک رہتا ہے۔ خصوص مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے۔

الجواب :- وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سوا سایۂ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دو مثل ہو جائے اور عصر کا وقت غروب آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے افق نہ رہے اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ جمے جب بغیر کسی عارض بخار یا غبار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پر جمنے لگے وقت کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربہ سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بیس منٹ رہ جاتے ہیں۔ مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے یعنی چوڑی سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی اور بعد سرخی غائب ہونے کے نادیر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقت مغرب گیا اور عشا آئی۔ دراز سپیدی کہ صبح کاذب کی طرح شرقاً غرباً ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ بعد غروب آفتاب ہوتا ہے آخر مارچ و آخر ستمبر میں اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوتا ہے۔ آخر جون میں اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھا ایک گھنٹہ چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں اور اُس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہو جائیں۔ اتنی دیر کرنی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکروہ ہے۔ عشا کا وقت طلوع فجر صادق تک ہے اور وقت مستحب آدھی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجات شمس و درجات عرض البلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اُن کے لئے ایک وقت معین بتانا

ممکن نہیں۔ مغرب کو سائل نے بالخصوص دریافت کیا تھا۔ اُس کے لئے وہ قریب تخمینہ کہ ان شہروں میں ہے گزارش ہوا یہی تخمینہ بعینہٖ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۱) :- از راقی کھیت

ماہ جون و جولائی و اگست میں نماز ظہر کا وقت مستحب کے کے بجے سے شروع ہوتا ہے اور کے بجے تک رہتا ہے۔

الجواب :- بحکم حدیث وفقہ ایام گرما میں تاخیر ظہر مستحب و مسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے کئے جائیں نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں کما افادہ فی البحر الرائق عن الاسرار وغیرہ اور صیف یعنی ایام گرما سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے خلاصہ و بحر وغیرہما میں ہے الشتاء ما اشتد فیہ البرد علی الدوام والصیف ما یشتد فیہ الحر علی الدوام اور یہ باختلاف بلاد مختلف ہوتا ہے۔ فلکیوں کی تقسیم کہ تحویل حمل سے آخر جوزا تک ربیع آخر سنبلہ تک صیف آخر حوت تک شتا ہے اُن کے بلاد کے موافق ہوگی ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک بُرج پہلے شروع ہو جاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل جدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر نومبر یقیناً اشتداد سرما کا وقت ہے یونہی درختوں کا مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے بہار شروع ہو جاتی ہے اور بیشک جون کا پورا مہینہ اور اواخر مئی شدت گرما کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم فصول یوں ہے۔ حوت حمل ثور بہار جوزا سرطان اسد گرمی سنبلہ میزان عقرب خریف قوس جدی دلو جاڑا تو زمانہ استحباب تاخیر ظہر ۲۲ مئی سے ۲۴ اگست تک ہے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات ثور تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ اُس سے ایام مابین کا تقریبی قیاس کر سکیں اور زیادت افادت کے لئے ان ایام کا طلوع و غروب بھی لکھ دیں کہ اگرچہ مئی جون گزر گئے جولائی اگست باقی ہیں صحیح گھڑی سے مقابلہ کر سکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت اس میں کیلی کا سایہ خط نصف النہار پر منطبق ہو جیبی گھڑی میں وہ وقت کر دیں جو خانہ شروع وقت ظہر میں ہم نے لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی وجہ پر صحیح ہوگی ورنہ شام کے چار بجے جو مدار اس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سولہ کا گھنٹہ بتائے

گھڑی میں فوراً چار بجائیں ورنہ ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں گیارہ منٹ تک کی غلطی مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صدہا بار پائی ہے ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت دیں گے اور ازانجا کہ یہ تقریب سالہا سال تک کام دے سکنڈوں کی تدقیق نہ کریں گے بریلی کھیت کے لئے جس کا عرض شمالی ۲۹ درجے ۳۸ دقیقے اور طول شرقی ۷۹ درجے ۲۸ دقیقے ہے۔

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ

تاریخ شمسی	تحویل برج	طلوع شمس		شروع وقت ظہر		وقت مستحب ابتدائے فرض ظہر		شروع وقت عصر حنفی		غروب شمس	
		گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ
۲۱ اپریل	ثور	۵	۱۴	۱۲	۱۱	۲	۳۱	۴	۵۱	۶	۴۴
۲۲ مئی	جوزا	۵	۱۶	۱۲	۰۸	۲	۳۴	۴	۵۹	۷	۱
۲۲ جون	سرطان	۵	۱۲	۱۲	۰۱۳	۲	۴۰	۵	۷	۷	۱۵
۲۲ جولائی	اسد	۵	۲۶	۱۲	۰۱۸	۲	۴۴	۵	۹	۷	۱۱
۲۳ اگست	سنبلہ	۵	۴۴	۱۲	۰۱۴	۲	۳۴	۴	۵۴	۶	۴۵

بعض عوام کو اپنی ناواقفی سے وقت ظہر پانچ بجے تک رہنے کا بھی تعجب ہوتا ہے نہ کہ پانچ سے بھی کچھ منٹ زائد تک لہٰذا ایام خمسہ میں سب سے بڑا وقت کہ ۲۴ر جولائی کا آیا ہم اس کی برہان ہندسی ذکر کردیں کہ آج کل بہت مدعیان علم بھی فن توقیت سے محض ناواقف ہیں انہیں اطمینان ہو کہ یہ بیانات جزافی نہیں تحقیقی ہیں جو نہ جانتا ہو جاننے والوں کا اتباع کرے اور جو نہ خود جانے نہ جاننے والوں کی مانے اس کا مرض لاعلاج ہے

البرہان تحویل مفروضہ لوقت مطلوب راس الاسد بہت ساعۃ درجۃ سالفرب فیہ الجہ ب × وقت تخمینی
ہب مطلوب ما قسی لا مایۃ تقویم نصف النہار حقیقی ح الطامیلۃ ک ب ہا ا + تمام العرض سہ الف + نصف قطر نہ مو ف

مط مو تمامہ ط حہ ی مد بعد سمتی حقیقی حاجی وقت ظہیرہ تحویلش بمرئی ط حہ ی ہ ۃ ظلش ط حہ ما اما: ظل وقت عصر حنفی ع طما اما قوسہ سحہ ہ سہ ـح الف + نصف قطر ـ سحہ الرنط الب بعد سمتی حقیقی مرکزی وقت مطلوب: عرض البلد الطالع۔ میل راس الاسد حہ ط لم نرء ط آلحہ الوح + بعد سمتی ـ عدحہ نوالہ الہ نصف لہ الحہ سہ ـح جیبہ ۱۵۲۶ا۸۴۸ ۹٫۷ و بعد سمتی نصف مذکور ـ الرنط حہ مولط جیبہ ۱۵۵۶۴ا۷ ۹٫۶ قاطع عرض ۰۸۷۶۶ ۰٫۰۶ قاطع میل ۵۶۰۰۴۷ ۰٫۰۲
جمع الاربعہ ۲۴۰۴۴ ۹٫۵ تقویلش در جدول وقت ۶ م ۹ ۵ ۴ تہ + فصل طول وسط الہند ۱۲۸ + تعدیل الایام ۱۶ ۱۲ = ۶ م ۳۳ ۸ ۵ تہ یعنی پانچ بجکر آٹھ منٹ ۳۴ سکنڈ پر وقت ظہر ختم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲ و ۲۸۳: از شہر ستہری مسجد مسئولہ مولوی عبدالرشید صاحب یکے از طلبائے مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ۲ ½ پر باجماعت ہوتی ہے اور عصر کی نماز ۴ ½ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایام سرما میں تنگ سمجھے جائیں گے یا کچھ کمی بیشی ان اوقات میں کی جائے بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر دو بجے اور عصر چار بجے ہونی چاہیے ان دو وقتوں میں اول کی پابندی کی جائے یا ثانی کی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کئی جماعت کے واسطے اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اول ہی میں اور محلہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور اذان ہونی چاہیے یا نہیں اور بازاری مسجد میں ہر جماعت اولیٰ کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کے لئے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب نومبر کے آخر اور دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں ہوتا ہے جب ریلوے وقت سے آفتاب سوا پانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت کا وقت غروب سے صرف بیس ۲۰ منٹ پہلے ہے تو چار بجکر پچپن منٹ پر وقت کراہت آجائے گا نماز اگر ٹھیک ساڑھے چار بجے شروع ہوئی تو غایت درجہ دس بارہ ۱۲ منٹ میں ختم ہوجائے گی جب بھی وقت کراہت سے تقریباً پاؤ گھنٹے پہلے ہوچکے گی ہاں اُن دنوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں خطرہ ہے کہ اگر جماعت ۸ منٹ میں ادا کی اور شروع میں پونے پانچ بجے سے

دو تین منٹ بھی دیر ہوگئی تو سلام سے پہلے وقت کراہت آجائے گا اتنی تاخیر وہ کرے جسے وقت صحیح معلوم ہوں اور تصحیح ساعات جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے جبکہ وقتِ کراہت سے پہلے پہلے ختم ہو جائے پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اُس سے تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور گھڑی کبھی چند منٹ سست ہو جاتی ہے ومن رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ لہٰذا اُن ایام میں عام لوگوں کو عصر سوا چار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صحیح ہو تو ایام سرما میں ساڑھے چار بجے شروع نماز میں اصلا حرج نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے بازار کی مسجد میں کہ اہلِ بازار کے لئے بنی اسی طرح سرا اور اسٹیشن کی مسجد اور مسجد جامع ان سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب جماعت اولی ہونگی اور مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادۂ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۴ ، ۲۸۵ :- از موضع سرنیاں ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعلیحضرت مولانا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نماز جمعہ وقت کھو کر پڑھتے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پر پڑھتے ہیں۔ سائل نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ ادا ہوتا ہے اور کل نمازیں بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے پہلے روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے۔ اس پر وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دُور دُور تک سیر کو گئے ہیں بمبئی، مکہ شریف، مدینہ شریف اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی نہیں ہیں۔ دیگر دیہات میں مولوی جمعہ کی نماز جائز کرتے ہیں اور اعلیحضرت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں خیر اُن کا لکھنا مناسب

نہ جانا حضور جو کچھ تحریر فرمادیں جواب دیا جائے گا۔

الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔ یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ اُن میں ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو اُن کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقایان کرام کے ترکہ سے محروم رہیں جلائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالائقوں کو اُن کریموں کے ترکہ سے حصہ ملے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے واعرض عن الجاھلین جاہلوں سے منہ پھیر لو اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یوں کہو لا نبتغی الجاھلین جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے نہ کہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاند متعصب مآب بھی ایسوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ ذرھم فی طغیانھم یعمھون اُنہیں چھوڑ دو کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاوے میں موجود ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سود اور کذب و افترا کا علاج مفقود سائل اُن کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں اُن کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بیہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از بریلی محلہ قراولان یکم رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی جعل الصلوٰۃ علی المومنین کتابا موقوتا وامرھم ان یحافظوا علیھا فیحفظوھا ارکانا وشروطا ووقوتا مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لا یبغین وافضل الصلوات واکمل التحیات علی من عین الاوقات وبین العلامات وحرم علی امتہ اضاعۃ الصلوات وعلی الہ الکرام وصحبہ العظام ومجتھدی شرعہ الغر الفخام لاسیما الامام الاقدم والھمام الاعظم امام الائمۃ مالک الازمۃ کاشف الغمۃ سراج الامۃ

نائل علم الشرع الحنفی من اوج الثریا ناشر علم الدین الحنیفی نشرا جلیا نصرالله اتباعه وجعلنی اتباعه متبوعا تابعیا وعلینا معهم یا ارحم الراحمین الی یوم الدین اللّٰه عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات سے ہر نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے نماز کی صحت نہ اُس کے تاخیر کی اجازت۔ ظہرین عرفہ وعشائین مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفراً حضراً ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم واحادیث صحاح سیدالمرسلین صلے اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی ممانعت پر شاہد عادل ہیں یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصواب موافق الرأے بالوحی والکتاب امیرالمومنین عمر فاروق اعظم وحضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرۃ المبشرۃ وحضرت سیدنا عبداللّٰہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابۃ البررۃ وحضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللّٰہ بن عمر فاروق وحضرت سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق اعاظم صحابہ کرام وخلیفہ راشد امیرالمؤمنین عمر بن عبدالعزیز وامام سالم بن عبداللّٰہ بن عمر وامام علقمہ بن قیس وامام اسود بن یزید نخعی وامام حسن بصری وامام ابن سیرین وامام ابراہیم نخعی وامام مکحول شامی وامام جابر بن زید وامام عمرو بن دینار وامام حماد ابن ابی سلیمان وامام اجل ابوحنیفہ اجلۂ ائمہ تابعین وامام سفین ثوری وامام لیث بن سعد وامام قاضی الشرق والغرب ابویوسف وامام ابوعبداللّٰہ محمد شیبانی وامام زفر بن الہذیل وامام حسن بن زیاد وامام دارالہجرہ عالم المدینۃ مالک ابن انس فی روایۃ ابن قاسم اکابر تبع تابعین وامام عبدالرحمٰن بن قاسم عتقی تلمیذ امام مالک وامام عیسٰے بن ابان وامام ابوجعفر احمد بن سلامہ بصری وغیرہم ائمۂ دین کا رحمۃ اللّٰہ علیہم اجمعین **تحقیق مقام** یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین یعنی دو نمازیں ملاکر پڑھنا دو قسم ہے **جمع فعلی** جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اُس کے ختم پر وقت عصر آگیا اب فوراً عصر اول وقت پڑھ لی ہوئیں تو دونوں اپنے اپنے وقت اور فعلاً وصورۃً مل گئیں اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک شفق ڈوبنے پر آئی اُس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشا کا وقت ہوگیا وہ پڑھ لی ایسا ملانا بعذر مرض وضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے ہمارے علمائے کرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں ردالمحتار میں ہے للمسافر والمریض تاخیر المغرب للجمع بینہا وبین العشاء فعلا کما فی الحلیۃ وغیرھا

ای ان تصلی فی اٰخر وقتھا والعشاء فی اول وقتھا **اقول** تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ بدرجہ اولٰی کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں کما صرح بہ فی البحر الرائق وحققناہ فیما علقناہ علی رد المحتار بخلاف مغرب کہ اُس کی اتنی تاخیر بے عذر مکروہ شدید ہے کما فی البحر والدر وغیرھما ونطقت بکراھۃ ذلک احادیث پھر جزئیہ ظہرین بھی کتاب الحج میں نظر فقیر سے گزرا اس کتاب علی الصواب علی الخطاب رفیع النصاب میں کلام امام ہمام محرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن تلمیذ سید الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ اور تالیف امام فقیہ محدث عیسٰی بن ابان تلمیذ امام محمد ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فرماتے ہیں قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ الجمع بین الصلاتین فی السفر فی الظھر والعصر والمغرب والعشاء سواء یؤخر الظھر الی اٰخر وقتھا ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتھا فیصلی فی اول وقتھا وکذلک المغرب والعشاء یؤخر المغرب الی اٰخر وقتھا فیصلی قبل ان یغیب الشفق وذلک اٰخر وقتھا ویصلی العشاء فی اول وقتھا حین یغیب الشفق فھذا الجمع بینھما، اُسی میں ہے قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی من اراد ان یجمع بین الصلاتین بمطر او سفر او غیرہ فلیؤخر الاولٰی منھما حتی تکون فی اٰخر وقتھا ویعجل الثانیۃ حتی یصلیھا فی اول وقتھا فیجمع بینھما فتکون کل واحدۃ منھما فی وقتھا الخ اس کلام برکت نظام امام کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم سے ظاہر ہوا کہ جواز جمع صوری صرف مرض وسفر پر مقصور نہیں بضرورت شدت بارش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت مینہ برستا ہو تو انتظار کرکے آخر وقت مسجد حاضر ہوں جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پر تیقن ہوتے ہی جماعت عصر کرلیں کہ شاید شدت مطر بڑھ جائے اور حضور مسجد سے مانع آئے۔ مطر شدید میں تنہا گھر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہے تو اُس صورت میں تو دونوں نمازوں کے لئے جماعت ومسجد کی محافظت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ دوسری قسم جمع وقتی جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں **اقول** یعنی بمعنی مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع اُن کا مذہب ہے وہ حقیقۃً اسی صورت میں ہے ورنہ جمع اپنے اصل معنی پر دونوں جگہ حقیقی ہے کما لایخفی اور اسی لحاظ سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں ورنہ حقیقۃً فرائض میں یہ جمع بھی جمع صوری ہی ہے اُن میں نہ داخل محال تو جب ملیں گے صورۃً ملیں گے اور معنیً جدا فافھم فانہ نفیس جدا

اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اُس کے ساتھ ہی متصلاً بلافصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشا پیشگی پڑھ لیں اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اُس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشا کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اس وقت کی نماز ادا کریں گے یہ دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عام ازیں کہ وہ مسافر ہوں یا خاص ساکنان مکہ و منیٰ وغیرہما مواضع قریبہ کہ وہ بوجہ نسک ہے نہ بوجہ سفر اور بحالت اضطرار و عدم قدرت سفر حضر یا ظہر عصر وغیرہا کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جہاد یا شدت مرض یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے ناچار سب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالت عدم سقوط ادا کی جائیں گی، جس طرح حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوۂ خندق میں ظہر و عصر و مغرب عشا سب عشا کے وقت پڑھیں ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت میں جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز اخیر محض باطل و ضائع و ناکارہ جائے گی جب اُس کا وقت آئے گا فرض ہوگی نہ پڑھے گا ذمے پر رہیگی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا عمداً نماز قضا کر دینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اُتر جائے گا یہ تفصیل مذہب مہذب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطق بلکہ توقیت صلاۃ کا مسئلہ متفق علیہا ہے ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانستہ قضا کر دینا بلاشبہ حرام تو جس طرح صبح یا عشا قصداً نہ پڑھنی کہ ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یوہیں ظہر یا مغرب عمداً نہ پڑھنی کہ عصر یا عشا کے وقت ادا کر لیں گے حرام ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرمت درکنار نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدھی رات سے صبح کی نماز یا پہر دن چڑھے سے ظہر پڑھ رکھے قطعاً نہ ہوگی یوہیں جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشا نبٹا لے اس کا بھی نہ ہونا واجب احادیث میں کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحۃً وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اُسی صریح مفصل پر محمول جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وارد نہیں جمع تقدیم تو اس

قابل بھی نہیں کہ اُس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث صحیحہ کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عندالتحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کرکے نظر انصاف کی جائے فوراً حق ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ بھی وجوباً یا امکاناً اُسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں۔ غرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اور اصول شرع کی واضح دلیلیں اُس کی نفی پر حجت مبین یہ اجمال کلام و دلائل مذہب ہے لہٰذا یہ مختصر کلم چار فصل پر منقسم **فصل ۱** میں جمع صوری کا اثبات جمیل **فصل ۲** میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال جلیل **فصل ۳** میں جمع تاخیر کی تضعیف واضح البینات **فصل ۴** میں دلائل نفی جمع وہدایت التزام اوقات اس مسئلہ پر ہمارے زمانے کے امام لامذہباں مجتہد نامقلداں مخترع طرز نوی مبتدع آزاد روی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ الی الصراط السوی نے کتاب عجب العجاب معیار الحق کے آخر میں اپنی چلتی حد بھر کا کلام منقح کیا مباحث مسئلہ میں اگلے پچھلے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا اُلٹا پلٹا اُلجھا سلجھا جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کرلیا اور کھلے خزانے احادیث صحاح کو رد فرمانے رواۃ صحیحین کو مردود بنانے، بخاری و مسلم کی صدہا حدیثوں کو واہیات بتلانے محدثی کا بھرم عمل بالحدیث کا دھرم دن دہاڑے دھڑی دھڑی کرکے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی ابکار افکار کو جلوہ دیا تو بعون قدیر اُس تحریر عدیم التحریر جائز ہر غث و یابس ونقیر و قطمیر کے رد میں تمام مساعی نو و کہن کا جواب اور مُلاجی کے ادعائے باطل عمل بالحدیث ولیاقت اجتہاد و علم حدیث کے روئے نہانی سے کشف حجاب بعض علمائے[1] عصر و عظمائے وقت غفرالله تعالٰی لنا ولہ دشکر فی انتصارنا للحق سعینا وسعیہ نے ملاجی پر تعقبات کثیرہ بسیطہ کئے مگر ان شاء اللہ العزیز الکریم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہونگے جنہیں دیکھ کر ہر منصف حق پسند بیساختہ پکار اُٹھے کہ ع کم ترك الاول للاٰخر۔ فقیر حقیر غفراللہ المولی القدیر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر اُن کے ماورا میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالٰی اس[2] وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے

[1] یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی حافظ حاج محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۱۲۔

[2] یہ اس وقت تک تعداد ہے کہ ۱۳۱۹ھ ہے بحمداللہ تعالٰی عدد تصانیف ایک سو نوے سے متجاوز ہے ۱۲۰۔ اور اب تو بحمدہٖ تعالٰی اگر احصا کیا جائے تو پانسو سے متجاوز ہوگا۔

ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل و استناد کے سوا محض جمع و تلفیق سے کم کام لیا جائے حتی الوسع بحول و قوت ربانی اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے ع کہ حلوا چو یک بار خوردند و بس ؛ اگر اقامت دلائل یا ازاحت اقوال مخالف میں وہ امور مذکور بھی ہوتے ہیں کہ اور متکلمین فی المسألہ ذکر کر گئے تو غالباً وہ وہی افہام متبادرہ الی الفہم ہیں کہ ذہن بے اعانت دیگرے اُن کی طرف سبقت کرے۔ انصافاً اُن میں سابق و لاحق دونوں کا استحقاق یکساں مگر از انجا کہ کلمات متقدمہ میں اُن کا ذکر نظر سے گزرا اپنی طرف نسبت نہیں کیا جاتا پھر ان میں بھی بعونہ تعالیٰ تلخیص و تہذیب و ترصیف و تقریب و حذف و زوائد و زیادت فوائد سے جدت جگہ پلٹے گی اور کچھ نہ ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ طرز بیان ہی احلی و اوقع فی القلب نظر آئے گی اس وقت تو یہ اپنا بیان ہے جس سے بحمد اللہ تعالیٰ تحدیث بنعمۃ اللہ عزوجل مقصود والحمد للہ الغفور الودود اہل حسد جس معنے پر چاہیں محمول کریں مگر ارباب انصاف اگر تصانیف فقیر کو موازنہ فرمائیں گے بعونہ تعالیٰ عیان موافق بیان پائیں گے باایں ہمہ اس اعتراف سے چارہ نہیں کہ الفضل للمتقدم خصوصاً علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنا بالکرام و حشرنا فی زمرۃ خدامہم کہ جو کچھ ہے انہیں کی خدمت کلمات برکت آیات کا نتیجہ اور انہیں کی بارگاہ دولت کا حصہ رسد بٹا ہوا صدقہ ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست ؛ ہاں ہاں یہ کفش برداری خدام درگاہ فضائل پناہ اعلٰحضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانیین افضل الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین آیۃ من آیات رب العالمین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم اجمعین ذی التصنیفات الرائقہ والتحقیقات الفائقہ والتدقیقات الشائقہ تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا الوالد الماجد الاماجد اطیب الاطائب مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہ و عم برہ و تم نورہ و اعظم اجرہ و اکرم نزلہ و انعم منزلہ و لا نزمنا سعدہ ولم یفتنا بعدہ ہے والحمد للہ دہر الداہرین ہاں ہاں یہ ادنے خاکبوسی آستان رفیع غلمان منیع بندگان بارگاہ عرفان پناہ اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف الشرفاء الکرام مرجع الاولیاء العظام السحاب الہامر بفیض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباہر ذو القرب الزاہر والعلو الظاہر والنسب الطاہر ملحق الاصاغر بالجلۃ الاکابر معدن البرکات مخزن الحسنات من آل محمد

سید الکائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات وارث النجدات من حمزۃ الحضرات القمر المستنبین بالنور المبین من شمس الدین ابی الفضل والشرف الکریم سیدنا ومولانا وملجأنا وماوانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی وغدی اعلیحضرت سیدنا السید آل الرسول الاحمدی فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی بلجرامی مارہری ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام بفضل رحمتہ علیہ وعلٰی آبائہ الکرام والحمد للہ ابد الآبدین ؂ عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدا ے؛ ماہمہ بندہ وایں قوم خداوانند۔ خیر کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالٰی یہی طریقہ رعایت پائے گا ولہٰذا ایک آدھ بحث کہ بقدر کافی طے کردی گئی اس سے تعرض اطناب سمجھا جائے گا کہ مقصود اظہار احقاق ہے نہ اکثار اوراق ان چاروں فصل میں ملاجی کے ادعائی بول یکسر برعکس ہیں تا یہ بحث سب قابل عکس ہیں جا بجا ثابت کو ناثابت ناثابت کو ثابت ساکت کو ناطق ناطق کو ساکت ضعیف کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو توجیہ توجیہ کو تحریف مؤول کو مفسر مفسر کو مؤول محتمل کو صریح صریح کو محتمل کہا اول تا آخر کوئی دقیقہ تحکم ومکابرہ وتعصب ومدابرہ کا نامرعی نہ رہا یہاں بعونہ تعالٰی عزمجدہ ہر فصل میں قول فصل وحق اصل بدلائل قاہرہ وبیانات باہرہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم وصاف ہو تو مخالف منکر مدعی مصر کو بھی معترف ومقر کیجئے وما ذالك علی اللہ بعزیز ان ذالك علی اللہ یسیر ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر یہ معارک جلیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجئے داد انصاف دیجئے رع فی طلعۃ الشمس ما یغنیك عن خبر، اس کے سوا نفس مسئلہ میں بھی ملاجی نے اپنے موافق کہیں چودہ[14] کہیں پندرہ[15] صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اسے بگاڑ کر کمی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کرسکے ان میں بھی عند الانصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے تو صرف ایک سے میں بعونہ تعالٰی اپنے موافق روایات تئیس[23] صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے لاؤں گا۔ ملاجی صرف چار حدیثیں بپیش خویش اپنے مفید دکھا سکے جن میں حقیقۃً کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو ان کی طرف نام بھی نہیں بحول اللہ تعالٰی ان سے دونی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا۔ میں یہ بھی روشن کردونگا کہ حنفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی لچر پوچ دلچر ہے بنیاد ہوتی ہے میں یہ بھی بتادوں گا کہ ان صاحبوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت

اتنی بے تیں یہ بھی دکھادوں گا کہ ملاجی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے اُستاد مانے گئے ہیں اُن کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجہ کی ہے کل ذلك بعون الملك القريب المجيب وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب وهذا اوان الشروع في المقصود متوكلا على واهب الفيض والجود والحمد لله العلي الودود والصلوة والسلام على احمد محمود محمد واله الكرام السعود، امين؛

فصل اوّل طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری نو

حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلا محل کلام نہیں اور وہی مذہب مہذب ائمہ حنفیہ ہے اس میں صاف صریح جلیل و صحیح احادیث مروی مگر ملاجی تو انکار آفتاب کے عادی بکمال شوخ چشمی یہ نقط سنادی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت[1] جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے، بہت اچھا ذرا نگاہ روبرو حدیث ا جلیل و عظیم حدیث سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداود و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسٰی بن ابان نے کتاب الحجج علی اہل المدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور ذہلی نے زہریات اور اسماعیلی نے مستخرج صحیح بخاری میں بطریق عدیدہ کثیرہ روایت کیا فالبخاري والاسمعيلي والذهلي من طريق الليث بن سعد عن يونس عن الزهري والنسأي من طريق يزيد بن زريع والنضر بن شميل عن كثير بن قاروند كلاهما عن **سالم** والنسأي عن قتيبة والطحاوي عن ابي عامر العقدي والفقيه في الحجج ثلثتهم عن العطاف وابوداؤد عن فضيل بن غزوان وعن عبد الله بن العلاء وايضا هو وعيسى والنسأي عن الوليد والطحاوي عن بشر بن بكر هؤلاء الثلثة عن ابن جابر والطحاوي عن اسامة بن زيد خمستهم اعني العطاف وفضيلا وابني العلاء وجابر واسامة عن **نافع** وابوداؤد عن **عبد الله** بن واقد والطحاوي عن **اسمعيل** بن عبد الرحمن اربعتهم

صحیح و مشہور حدیثوں سے انکار

[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وکرم ۱۲ منہ

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے جس طرح یہاں جمع وتلخیص کی اکمال الحجہ
وایضاح المحجہ کے لئے اُن کے اکثر نصوص والفاظ بھی وارد کرے وباللہ التوفیق سنن ابوداؤد میں بسند صحیح ہے
حدثنا محمد بن عبید المحاربی نا محمد بن فضیل عن ابیہ عن نافع وعبد اللہ بن واقد ان مؤذن
ابن عمر قال الصلوٰۃ قال سر حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق
فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی
صنعت فسار فی ذلک الیوم واللیلۃ مسیرۃ ثلث یعنی نافع وعبد اللہ بن واقد دونوں تلامذہ عبد اللہ بن
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا فرمایا چلو یہاں تک
کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت عشاء پڑھی
پھر فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔
ابن عمر نے اُس دن رات میں تین رات کی راہ قطع کی ابوداؤد نے فرمایا رواہ ابن جابر عن نافع نحو ھذا
باسنادہ حدثنا ابراھیم بن موسی الرازی انا عیسی عن ابن جابر بھذا المعنی ورواہ عبد اللہ
بن العلاء عن نافع قال حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل فجمع بینھما یعنی جب شفق ڈوبنے کے
نزدیک ہوئی اُتر کر دونوں نمازیں جمع کیں نسائی کی روایت بسند صحیح یوں ہے اخبرنا محمود
بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنی نافع قال خرجت مع عبد اللہ بن عمر فی سفر یرید ارضا
لہ فاتاہ اٰتٍ فقال ان صفیۃ بنت ابی عبید لما بھا فانظر ان تدرکھا فخرج مسرعا ومعہ رجل من
قریش یسایرہ وغابت الشمس فلم یصل الصلاۃ وکان عھدی بہ وھو یحافظ علی الصلوٰۃ فلما ابطأ
قلت الصلوٰۃ یرحمک اللہ فالتفت الی ومضی حتی اذا کان فی اٰخر الشفق نزل فصلی المغرب ثم اقام العشاء
وقد توارے الشفق فصلی بنا ثم اقبل علینا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ السیر
صنع ھکذا یعنی نافع فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لئے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ
کی زوجہ صفیہ[1] بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی آپ اُنھیں زندہ پائیں یہ سُن کر بسرعت چلے

---

[1] ھی اخت مختار الکذاب المشھور وابوھا ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الصحابۃ استشھد فی خلافۃ امیر المومنین ا ماھی ففی عمدۃ القاری
ادرکت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسمعت منہ اھ وفی ارشاد الساری الصحابیۃ الثقفیۃ اخت المختار وکانت من العابدات اھ. باقی ص ۲۴۲ پر

اور اُن کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور میں نے ہمیشہ اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے جب شفق کا اخیر حصہ رہا اُتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی تھی اُس وقت عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے اسی طرح امام طحاوی نے روایت کی فقال حدثنا ربیع المؤذن ثنا بشر بن بکر حدثنی ابن جابر ثنی نافع فذکرہ نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبرنا قتیبۃ بن سعید حدثنا العطاف اور ابوجعفر نے بطریق حدثنا یزید بن سنان ثنا ابو عامر العقدی ثنا العطاف بن خالد المخزومی اور امام فقیہ نے حجج میں بلا واسطہ روایت کی کہ اخبرنا عطاف بن خالد المخزومی المدینی قال اخبرنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مکۃ حتی اذا کان ببعض الطریق استصرخ علی زوجتہ فقیل لہ انہا فی الموت فاسرع السیر وکان اذا نودی بالمغرب نزل مکانہ فصلی فلما کان تلک اللیلۃ نودی بالمغرب فسار حتی امسینا فظننا انہ نسی فقلنا الصلوۃ فسار حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب وغاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علینا فقال ھکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جد بنا السیر یعنی امام نافع فرماتے ہیں راہ مکہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اُتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی) امام عیسےٰ بن ابان نے اسے روایت کر کے فرمایا وھکذا قال ابو حنیفۃ فی الجمع بین الصلاتین ان یصلی الاول منہما فی اٰخر وقتہا والاخرے فی اول وقتہا کما فعل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ورواہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ پہلی کو اُس کے آخر وقت اور پچھلی کو اُس کے اوّل وقت میں پڑھے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود کیا اور حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام طحاوی نے اور طریق سے یوں روایت

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۹) لکن قال الحافظ فی التقریب قبل لہا ادراک وانکرہ الدارقطنی وقال العجلی ثقۃ ھی من الثانیۃ اھ وحقق فی الاصابۃ نفی السماع واثبات الادراک فلنا فراجعہ وقد حدثت عن ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ۔

کی حدثنا فہد ثنا الحمانی ثنا عبد اللہ بن المبارک عن اسامۃ بن زید اخبرنی نافع وفیہ حتی اذا
کان عند غیبوبۃ الشفق فجمع بینہما وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصنع ھکذا
اذا جد بہ السیر یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اُتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں جلدی ہوتی) یہ طرق
حدیث نافع عن عبد اللہ عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تھے اور صحیح بخاری ابواب التقصیر باب
ھل یؤذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن
الزھری قال اخبرنی سالم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال رأیت رسول اللہ تعالٰے
علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینہا وبین العشاء قال سالم و
کان عبد اللہ یفعلہ اذا اعجلہ السیر و یقیم المغرب فیصلیہا ثلثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء
فیصلیہا رکعتین الحدیث اسی کے باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر میں بطریق مذکور وکان عبد اللہ یفعلہ
اذا اعجلہ السیر تک روایت کر کے فرمایا وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شہاب قال سالم
کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ قال سالم واخر ابن عمر المغرب
وکان استصرخ علی امرأتہ صفیۃ بنت ابی عبید فقلت لہ الصلاۃ فقال سر فقلت لہ الصلوۃ فقال
سر حتی سار میلین او ثلاثۃ ثم نزل فصلی ثم قال ھکذا رأیت النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم
یصلی اذا اعجلہ السیر وقال عبد اللہ رأیت النبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر یؤخر
المغرب فیصلیہا ثلثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین الحدیث ان دونوں کا حاصل
یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ایام حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب وعشا جمع کر کے پڑھتے اور
جب اپنی بی بی کی خبرگیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آخر کیا میں نے کہا نماز فرمایا چلو میں نے
پھر کہا نماز فرمایا چلو، دو تین ۳ میل چل کر اُترے اور نماز پڑھی، پھر فرمایا میں نے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو
دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے مغرب اخیر کر کے تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی
دیر انتظار فرماتے پھر عشا کی اقامت فرما کر دو رکعت پڑھتے) نسائی کے یہاں یوں ہے اخبرنی محمد

بن عبد اللہ بن بزیع حدثنا یزید بن ذریع حدثنا کثیر بن قاروند اقال سألت سالم بن عبد اللہ عن صلاۃ ابیہ فی السفر وسألناہ ھل کان یجمع بین شیئ من صلاتہ فی سفرہ فذکر ان صفیۃ بنت ابی عبید کانت تحتہ فکتبت الیہ وھو فی زراعۃ لہ انی فی اٰخر یوم من ایام الدنیا واول یوم من الاٰخرۃ فرکب فاسرع السیر الیہا حتی اذا حانت صلاۃ الظہر قال المؤذن الصلاۃ یا ابا عبد الرحمن فلم یلتفت حتی اذا کان بین الصلاتین نزل فقال اقم فاذا سلمت فاقم فصلی ثم رکب حتی اذا غابت الشمس قال لہ المؤذن الصلوٰۃ فقال کفعلک فی صلاۃ الظہر والعصر ثم سار حتی اذا اشتبکت النجوم نزل ثم قال للمؤذن اقم فاذا سلمت فاقم فصلی ثم انصرف فالتفت الینا فقال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضر احدکم الامر الذی یخاف فوتہ فلیصل ھذہ الصلاۃ خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دم واپسیں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شتابان چلے نماز کے لئے ایسے وقت اُترے کہ ظہر کا وقت جانے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو، اس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لئے اُس وقت اُترے جب تارے خوب کھل آئے تھے (جس وقت تک بلاعذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے) اُسے پڑھ کر عشا پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کسی کو ایسی ضرورت پیش آئے جس کے فوت کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے) نیز اسی حدیث میں دوسرے طریق سے یوں زائد کیا اخبرنا عبدۃ بن عبد الرحیم ثنا ابن شمیل ثنا کثیر بن قاروند اقال سألنا سالم بن عبد اللہ عن الصلاۃ فی السفر فقلنا اکان عبد اللہ یجمع بین شیئ من الصلوٰۃ فی السفر فقال لا الا بجمع یعنی ہم نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سوال کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سفر میں کسی نماز کو دوسری کے ساتھ جمع فرماتے تھے کہا نہ سوا مزدلفہ کے (جہاں کا ملانا سب کے نزدیک بالاتفاق ہے) پھر وہی حدیث بیان کی کہ اُس سفر میں اُس طریق سے نمازیں پڑھی تھیں) اس حدیث جلیل کے اتنے طرق کثیرہ ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے سفر میں بحالِ شتاب و ضرورت جمع صوری فرمائی ہے اور یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے۔ **حدیث ۲**۔ امام اجل احمد بن حنبل مسند

ابوبکر بن ابی شیبہ اسناد بخاری و مسلم مصنف میں بسند حسن بطریق اپنے شیخ وکیع بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حدثنا فہد ثنا الحسن بن البشر ثنا المعافی بن عمران کلاھما عن مغیرۃ بن زیاد الموصلی عن عطاء بن ابی رباح ام المومنین صدیقہ سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظہر و یقدم العصر و یؤخر المغرب و یقدم العشاء۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے۔ مغرب کی تاخیر فرماتے عشا کو اوّل وقت پڑھتے) حدیث ۳۔ ابوداود اپنی سنن باب متی یتم المسافر اور ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کرتے ہیں ان علیا کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم ثم ینزل فیصلے المغرب ثم یدعو بعشائہ فیتعشی ثم یصلی العشاء ثم یرتحل و یقول ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع یعنی امیر المؤمنین مولی المسلمین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنے جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہوجائے پھر اُتر کر مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشا پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے) امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی سند کو فرمایا لاباس بہ اس میں کوئی نقص نہیں حدیث ۴ طحاوی بطریق خیثمہ عن عاصم الاحول عن ابی عثمان راوی قال وفدت انا و سعد بن مالک و نحن نبادر للحج فکنا نجمع بین الظہر و العصر نقدم من ھذہ و نؤخر من ھذہ و نجمع بین المغرب و العشاء نقدم من ھذہ و نؤخر من ھذہ حتی قدمنا مکۃ یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کی جلدی میں مکہ معظمہ تک ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر و مغرب دیر کرکے پڑھتے اور عصر و عشا جلد) حدیث ۵: نیز امام ممدوح عبدالرحمن بن یزید سے راوی صحبت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجۃ فکان یؤخر الظہر و یعجل العصر و یؤخر المغرب و یعجل العشاء و یسفر بصلاۃ الغداۃ میں حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے اور عصر میں تعجیل۔ مغرب میں تاخیر کرتے عشا میں جلدی اور صبح

روشن کرکے پڑھیے) امام ممدوح ان احادیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں وجمیع ماذھبنا الیہ من کیفیۃ الجمع بین الصلاتین قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالٰی نمازیں جمع کرنے کا طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم الحمد للہ جمع صوری کا طریقہ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و حضرت مولا علی و عبداللہ بن مسعود و سعد بن مالک و عبداللہ بن عمر وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روشن وجہ پر ثابت ہوا اور امام لامذہباں کا وہ جبروتی ادعا کہ اسمیں کوئی حدیث صحیح نہیں اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واہیات اور مردود اور شاذ اور مناکیر ہیں اور بشدت حیا یہ خاص جحود وافترا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اپنی سزائے کردار کو پہنچا اب ایضاح مرام و ازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادۂ اولٰے لامذہب ملا کو جب کہ انکار جمع صوری میں چاند پہ خاک اڑانی تھی اور احادیث صحاح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کار کیا تھا لہذا ایں پیرانہ سالی حضرت کے رقص جملی ملاحظہ ہوں **لطیفہ ۱** - ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث عظیم و جلیل کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داود کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا **اقول اولًا** یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے **ثانیًا** امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث امام نسائی نے لا بأس بہ کہا امام احمد نے اس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلا کوئی جرح مفسر اس کے حق میں ذکر نہ کی **ثالثًا** یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعوٰے کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع ملا جی کو بایں سال خوردی و دعوے محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشیع و رفض میں کتنا فرق ہے[1] زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلہم اللہ تعالٰی جمیعا بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے

---

[1] کما صرحوا بہ وتدل علیہ محاوراتہم منہا مافی المیزان فی ترجمۃ الحاکم بعد ما حکی القول برفضہ اللہ یحب الانصاف ما الرجل برافضی بل شیعی فقط اھ ۱۲ منہ

لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود ملّاجی کے خیال میں اپنی مُلّائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لئے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو اُن میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تفضیل دیتا اُسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہل سنّت کا تھا اسی بنا پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غایۂ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو تشیع سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سُنّیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ اُن کا تشیع صرف موالات تھا و بس حیث قال محمد بن فضیل بن غزوان المحدث الحافظ کان من علماء ھذا الشان وثقہ یحیی بن معین وقال احمد حسن الحدیث شیعی قلت کان متوالیا فقط رابعاً ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے۔ اُن کے رواۃ[1] میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسلم ملاٰن من الشیعۃ دور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں خامساً اُس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدول ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابوداؤد نے ذکر کردیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا لکن الجھلۃ لایعلمون اور بہ تو ادنٰی نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملّاجی نے نقل میں عارف اُڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی لطیفہ ۲ طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر

[1] مثلاً ابان بن تغلب اسمٰعیل بن ابان وراق اسمٰعیل بن زکریا اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن سدی صدوق بھم بکیر بن عبد اللہ جریر بن عبد الحمید جعفر بن سلیمان حسن بن صالح خالد بن مخلد قطوانی ربیع بن انس صدوق لہ اوھام زاذان کندی سعید بن فیروز سعید بن عمرو ہمدانی عباد بن یعقوب رواجنی عباد بن عوام کلابی عبد اللہ بن مشکدانہ عبید اللہ بن عیسٰی کوفی عبد الرزاق صاحب مصنف عبد الملک بن اعین عبید اللہ بن موسٰی عدی بن ثابت علی بن الجعد علی بن ہاشم بن البرید فضل بن دکین ابو نعیم فضیل بن مرزوق فطر بن خلیفہ مالک بن اسمٰعیل نہدی محمد بن اسحٰق صاحب مغازی محمد بن جحادہ اور یہی محمد بن فضیل ہشام بن سعد یحیٰی بن الجزار وغیرہم۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

جو امام ابوداود نے ذکر کی آپ اُسے یوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھیے کہ ابوداؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اُسے یونہیں معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدثنا ابراھیم بن موسی الرازی انا عیسی عن ابن جابر فرما کر موصول کر دیا ہے ولکن النجدیۃ لا یبصرون لطیفہ ۳ امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ غریب الحدیث ہے ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب اقول اولاً ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے نواب بخاری بھی بالائے طاق ہے ثانیاً اس صریح خیانت کو دیکھیے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے ثالثاً محدث جی تقریب میں ثقہ یغرب ہے کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے۔ رابعاً اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف محدث جی غریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو خامساً باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں[1] کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور یہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں سادساً ذرا میزان تو دیکھیے کہ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقۃ لا طعن فیہ یعنی بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصلاً کسی وجہ سے طعن نہیں، کیوں شرماتے تو ہو گے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں ع شرم بادت از خدا و از رسول لطیفہ ۴ طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رد کیا کہ روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی اقول اولاً مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا اسناد نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث ملاجی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک

[1] مثلاً ابراھیم بن طھمان بشر بن خالد ابراھیم بن سوید بن حبان بشیر بن سلمان حسن بن احمد بن ابی شیب محمد بن عبد الرحمن بن حکیم وغیرھم کہ سب ثقہ یغرب ہیں احمد بن صباح حکام بن سلم وغیرھما ثقۃ لہ غرائب خصوصاً ازھر بن جمیل خالد بن قیس ابراھیم بن اسحق وغیرہم کہ صدوق یغرب، یہ تینوں بشر بن بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اُتر کر طرف صدوق ہیں۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم و ائمۂ ثقات و حفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمد اللہ احتمال یہاں مفقود کہ وہ صراحۃً حدثنا ابن جابر قال حدثنی نافع فرما رہے ہیں میزان میں ہے الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی احد الاعلام و عالم اهل الشام له مصنفات حسنة قال احمد ما رأیت فی الشامیین اعقل منه وقال ابن المدینی عندہ علم کثیر قال ابو مسهر الولید مدلس قلت اذا قال الولید عن ابن جریج او عن الاوزاعی فلیس بمعتمد لانه یدلس عن کذابین فاذا قال حدثنا فهو حجة اھ ملخصا۔ ملاجی! ؎ در بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست ٭ یا سخن دانستہ گو اے مرد غافل یا خموش ٭ تم نے جانا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتائیے تو آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کر لیا کیا اس طبقہ میں اس نام کا رواۃ نسائی میں کوئی اور نہ تھا اگر اب عاجز آکر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن مسلم کیسے جانا اول تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب منصب ہیں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادۃً پوچھو تو پہلے اپنی جزاف کا صاف اعتراف کرو پھر شاگردی کیجئے تو ایک یہی کیا بعونہ تعالیٰ بہت کچھ سکھا دیں وہ قواعد بتا دیں جن سے اسمائے مشترکہ میں اکثر جگہ تعیین نکال سکو۔ ثانیاً بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں۔ امام احمد نے اُن سے روایت کی محدثین کو حکم دیا کہ اُن سے حدیث لکھو ابن عدی نے کہا اذا روی عن ثقة فلا باس به وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو اُن میں کوئی عیب نہیں اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔ ثالثاً ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوئے کہ اُن میں کتنوں[1] کی نسبت تقریب میں یہی صدوق یخطئ بلکہ اس سے زائد کہا ہے کیا قسم کھائے

[1] مثلاً اسمٰعیل بن مجالد، اشهل بن حاتم، بشر بن عیس، حارث[خت م] بن عبید، حبیب بن ابی حبیب، حجاج[خ] بن ابی زینب، حسان[م] بن ابراهیم، حسان بن حسان بصری، حسان بن عبد اللہ کندی، حسن بن بشر بن سلم، حسن[خ] بن ذکوان رمی بالقدر، خالد[م] بن خداش، خالد بن عبد الرحمن السلمی، شریک[خ] بن عبد اللہ بن ابی عمر، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار، عبد المجید بن عبد العزیز، مسکین[م] بن بکیر، معقل بن عبید اللہ وغیرہم ان سب پر یہی حکم صدوق یخطئ لگایا ہے خلیفہ بن خیاط، عبد اللہ بن عمر نمیری، عبد الرحمن بن حرملہ اسلمی، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبید، یحییٰ[ع] بن ابی اسحٰق حضرمی وغیرہم صدوق ربما اخطأ ہیں اب زیادہ کی بعض مثالیں لیجئے حجاج بن ارطاۃ صدوق کثیر الخطاء والتدلیس، شریک[خت م] بن عبد اللہ نخعی صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظہ، صالح[خت] بن رستم المزنی صدوق کثیر الخطأ، عبد اللہ[ع]

[illegible] فلدۃ[ع] [illegible] مطر[خت] الوراق صدوق کثیر الخطاء و حدیثہ عن عطاء ضعیف، نعیم بن حماد صدوق یخطئ کثیرا [illegible] الی آخرہ

بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کردو گے **رابعًا** صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انہیں بھی کہا صدوق یخطی پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا خلطہ ابن مندۃ بالذی قبلہ فھو وھذا[1] ضعیف دیکھو صاف بتادیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں۔ ملاجی اپنی جہالت سے مردود واہیات گار ہے ہیں **لطیفہ ۵** حدیث صحیح نسائی وطحاوی وعیسٰی بن ابان بطریق عطاف عن نافع کو عطاف سے معلول کیا کہ وہ وہمی ہے کہا تقریب میں صدوق یھم **اقول اولا** عطاف کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا و کفی بھما قدوۃ میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں **ثانیا** کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یھم میں کتنا فرق ہے **ثالثا** صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی اُن میں کس قدر ہیں[1] **رابعا** بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین اُن میں کوئی بھی درجۂ سقوط میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون **لطیفہ ۶** آپ کے امتحان علم کو پوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدثنا فھد ثنا الحمانی ثنا ابن المبارک عن اسامۃ بن زید اخبرنی نافع میں آپ نے کہاں سے معین کر لیا کہ یہ اسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظہ ہے اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیثی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم وسنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحیٰی بن معین نے کہا ثقہ ہے ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد پھر منشاء تعیین کیا ہے اتنا آپ کو تو شاید اس سوال میں بھی دقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حمانی حافظ کبیر یحیٰی بن عبدالحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحیٰی بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا ارجوانہ لاباس بہ اور ابن نمیر کا ھو اکبر من ھؤلاء کلھم فاکتب عنہ کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسعہ سے اُس کا والد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے

[1] مثل ابراہیم بن یوسف بن اسحٰق اسامۃ بن زید اللیثی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن السدی ایمن بن نابل جابر بن عمرو جسر بن نوف حاتم بن اسمٰعیل حرب بن ابی العالیہ حرمی بن عمارہ حزم بن ابی حزم حسن بن الصباح حسن فرات حمید بن زیاد ربیعہ بن کلثوم عبیداللہ بن عبداللہ بن ادریس وغیرہم سب صدوق یھم ہیں احوص بن جواب حمزہ بن حبیب زیات امام قراءت معاذ بن ہشام عاصم بن علی بن عاصم وغیرھم سب صدوق ربما وھم بلکہ عطاء بن ابی مسلم صدوق یھم کثیرا۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور دونوں حمانی کہلائے جاتے ہیں کمانی التقریب **لطیفہ ۷** روایات نسائی بطریق کثیر بن قاروندا عن سالم عن ابیہ میں جھوٹ کو بھی کچھ گنجائش نہ ملی تو اُسے یوں کہہ کر ٹالا کہ وہ شاذ ہے اس لئے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جبکہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے **اقول** اولاً شیخین کا نام کس منہ سے لیتے ہو اور ان کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کر دینے کا عادی تھا **ثانیاً ثالثاً رابعاً** یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہمی کئی درجن بھرے ہوئے ہیں **خامساً** مخالفت شیخین کا دعوےٰ محض باطل ہے جیسا کہ بعونہ تعالےٰ عنقریب ظاہر ہوتا ہے **لطیفہ ۸** اس حدیث جلیل صحیح کے رد میں ملاجی نے جو جو چالاکیاں بے باکیاں برتیں اُن کا پردہ تو فاش ہو چکا جا بجا ثقات کو مجروح فرمایا رواۃ بخاری ومسلم کو مردود ٹھہرایا حدیث موصول کو معلق بتایا متابعات سے آنکھیں بند کر لیں نقل عبارت میں خیانتیں کیں معانی میں تحریف کی راہیں لیں راوی کو کچھ سے کچھ بنا لیا مشترک کو جزافاً معین کر دیا جہاں کچھ نہ بن پڑا مخالفت شیخین کا ادعا کیا اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں رجال بخاری کو رد کر دینا اور بات تھی کہ عوام کو اُن کی کیا خبر مگر خود حدیث بخاری کا نام لے کر رد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر لہٰذا یہ چال چلے کہ لاؤ اسے بزور زبان وزور بہتان اپنے موافق بنا لیجئے اس لئے حدیث مذکور باب ہل یؤذن او یقیم کا ایک ٹکڑا جس میں دو تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کر کے فرمایا یہ بات ادنیٰ عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے ۲ تین ۳ کوس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہو جاتی ہے اور وقت عشا کا داخل ہو جاتا ہے **اولاً** میل کا کوس بنایا کہ کچھ تو دیر بڑھے دو میل کا تو سوا ہی کوس ہوا اور تین ہی لیجئے جب بھی دو کوس پورے نہیں پڑتے **ثانیاً اقول** فریب عوام کو چالاکی یہ کی کہ حدیث کا ترجمہ نہ کیا دو تین کوس مسافت چلیں لکھ دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد پیادہ تین کوس چلے ہوں ترجمہ کرتے تو کھلتا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی حالت میں تھے ہم نے حدیث ابوداؤد سے نقل کیا کہ اُنہوں نے اس دن سہ منزلہ فرمایا تو صرف میل بھر یا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر

اگر پا پیادہ ہی چلیئے تو اتنی دیر میں ہرگز وقت عشا وقت عشا نہیں آتا تو حدیث سے مغرب کا وقت مغرب
ہی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کایا پلٹ کردیا کہ مکہ معظمہ اور اُس کے حوالی میں جن کا عرض مابین کا الحے بح*
اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف جتنے بڑھئے وقت بڑھتا جائے گا کما لایخفی علی العارف بالھیأۃ تو غروب
سے گھنٹے بھر بعد بھی نماز مغرب وقت میں ممکن آپ کے نزدیک جبکہ دو میل چلنے میں عشا آجاتی ہے
تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ صرف ہونا واجب ہو اور امام مالک مؤطا میں روایت
فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے
اور موضع ملل میں عصر کے لئے اُترے مالك عن عمرو بن يحيى المازنی عن ابن ابی سلیط ان عثمان
بن عفان صلى الجمعة بالمدينة وصلى العصر بملل ملل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے کما فی النھایۃ
بعض نے کہا اٹھارہ میل کما حکاہ الزرقانی ابن وضاح نے کہا بائیس میل کما نقلہ عن ابن رشیق عن
ابن وضاح بلکہ بعض نسخ مؤطا میں خود امام مالک سے اسی کی تصریح قال مالك وبینھما اثنان وعشرون
میلا وہ سترہ ہی میل سہی آپ کے طور پر کوئی رات کے نو دس بجے تک عصر کا وقت رہا ہوگا کہ جمعہ پڑھنے
سے آٹھ نو گھنٹے بعد امیر المومنین نے عصر ادا کی کہ مدینہ طیبہ اور اس کے حوالی میں جن کا عرض کح سے اندر ہیں
مقدار نہار روز تحویل سرطان بھی صرف سح لحہ ہے کما لایخفی علی من یعلم استخراج طول النھار من عرض
البلاد ثالثا اقول اسی لئے خود آخر حدیث بخاری میں مذکور تھا کہ مغرب کے بعد کچھ دیر انتظار کر کے
عشا پڑھی اگر خود عشا ہی کے وقت میں مغرب پڑھتے تو ایسی جلدی و اضطراب شدید کی حالت میں اب
عشا کے لئے انتظار کس بات کا تھا یہ ٹکڑا حدیث کا ہضم کرلیا کہ بھرم کھلتا رابعا اقول آپ تو اسی بحث
میں فرما چکے کہ تعلیقات حجت نہیں صحیح بخاری میں یہ ٹکڑا جو آپ اپنی سند بنا کر نقل کر رہے ہیں تعلیقاً ہی
مذکور تھا اصل حدیث بطریق حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری ذکر کی جس میں آپ
کے اس مطلب کا کچھ پتہ نہ تھا اُس کے بعد یہ ٹکڑا تعلیقاً بڑھایا کہ وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن
ابن شھاب اب تعلیقیں کیوں حجت ہوگئیں وہاں تو آخر حدیث کو ہضم کیا تھا یہاں اول کلام تناول فرمایا
کہ اپنا عیب ظاہر نہ ہو خامسا اقول آپ نو راوی کو اُس کے وہم و خطا بلکہ اغراب پر رد فرماتے ہیں

* [illegible]

اگرچہ رجال بخاری و مسلم سے ہو اب یہ تعلیق کیونکر مقبول ہوگئی اس میں زہری سے راوی یونس بن یزید ہیں جنہیں اسی تقریب میں فرمایا ثقۃ الا ان فی روایتہ عن الزھری وھما قلیلا وفی غیر الزھری خطاء (ہیں تو ثقہ مگر زہری سے اُن کی روایت میں کچھ وہم ہے اور غیر زہری سے روایت میں خطا) اثرم نے کہا۔ ضعف احمد امر یونس (امام احمد نے یونس کا کام ضعیف بتایا) امام ابن سعد نے کہا لیس الحجۃ یونس (قابل احتجاج نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا سیئ الحفظ یونس کا حافظہ بُرا ہے) یونہیں امام احمد نے اُن کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا کل ذلک فی المیزان **تنبیہ** یہ ہم نے آپ کا ظلم و تعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلیق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم و خطا جب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحۃً ہمارے مؤید و باللہ التوفیق چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کر دیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود ورنہ وہ کتنے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفیان بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن مدینی میں مذاکرہ ہوا کہ زہری سے روایت میں ثابت تر کون ہے علی نے کہا سفیان بن عیینہ میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطا سفیان کی خطاؤں سے کم ہے قریب بیس۲۰ حدیثوں کے ہیں جن میں سفیان نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گنا دیں اور اُن سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں۔ وہ دو۲ تین حدیثیں لائے پھر جو میں نے خیال کیا تو سفیان نے بیس۲۰ سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے ذکرہ فی المیزان با ایں ہمہ امام سفیان کے ثقہ ثبت حجت ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے **لطیفہ ۹** ملاجی کی یہ ساری کارگزاریاں حیا داریاں حدیث صحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق تھیں حدیث اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و نیز امام احمد و ابن ابی شیبہ استاذان بخاری و مسلم کے رد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا کہ

ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا قالہ الحافظ فی التقریب **اقول اولاً** تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صدوق میں رہا **ثانیاً** وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوھام کو وہمی کہنا سمجھ لیا **ثالثاً**، وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب دور نہیں دیکھیے تو کتنے

رجال بخاری و مسلم کو بھی صدوق لہ اوھام کہا ہے رابعاً مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے باآن تشدد شدید فرمایا لیس بہ بأس اُس میں کوئی برائی نہیں زاد یحیی لہ حدیث واحد منکر اُس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ ابوداود نے صالح ابن عدی نے عندی لا بأس بہ کہا تو اُس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجۂ صحاح پر بالغ نہ ہو حسن کے سبب نسائی نے لیس بالقوی ابو احمد حاکم نے لیس بالمتین عندھم کہا لا انہ لیس بقوی لیس بمتین وشتان ما بین العبارتین حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں لطیفہ۔ احدیث مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تماشا کیا۔ سند ابی داود میں یوں تھا قال اخبرنی عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ ان علیا کان اذا سافر الحدیث جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولیٰ علی نے جمع صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بھی روایت فرمائی) ابیہ اور جدہ دونوں ضمیریں عبد اللہ کی طرف تھیں حضرت نے بزور زبان ایک ضمیر عبد اللہ دوسری محمد کی طرف قرار دے کر یہ معنی ٹھہرائے کہ عبد اللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے اور اب اُس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے ملاقات نہیں تو مرسل ہوئی اور مرسل حجت نہیں قطع نظر اس سے کہ مرسل ہمارے اور جمہور ائمہ کے نزدیک حجت ہے ایمان سے کہنا کہ ان ڈھٹائیوں سے صحیح و ثابت حدیثوں کو رد کرنا کونسی دیانت ہے میں کہتا ہوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنے جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی جاتی تھی اور بات بھی مدلل ہوتی کہ ضمیر اقرب کی طرف پھرتی ہے

لہ صدوق یھم و صدوق ربما وھم کی بکثرت مثالیں اور ہرگز رجبکیں گر با تباع لفظ خاص امثلہ سنئے احمد بن بشیر حسن بن خلف خالد بن یزید بن زیاد ریاح بن ابی معروف ربیع بن انس وذھی بالتشیع ربیعہ بن عثمان زکریا بن یحیی بن عمر سعید بن زید بن درھم سعید بن عبد الرحمن جمحی شجاع بن الولید مسلمہ بن علقمہ مصعب بن المقدام معاویہ بن صالح معاویہ بن ھشام ھشام بن حجیر ھشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اور کہ سب صدوق لہ اوھام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور ابیہ سے اقرب ابوطالب اور جدہ سے اقرب ابیہ تو معنی یوں کہے ہوتے کہ عبداللہ نے روایت کی
ابوطالب کے باپ حضرت عبدالمطلب سے اور عبدالمطلب نے اپنے دادا عبدمناف سے کہ مولیٰ علی نے
جمع صوری کی اب ارسال بھی دیکھیے کتنا بڑھ گیا کہ مولیٰ علی کے پرپوتے مولیٰ علی کے دادا سے روایت کریں
اور حدیث سراسر موضوع بھی ہوگئی کہ کہاں عبدالمطلب و عبدمناف اور کہاں مولٰے علی سے روایت حدیث
مفید احناف ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **مسلمانو!** دیکھا یہ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے
جب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں تو ایسی ایسی بددیانتیوں بے غیرتیوں بے باکیوں چالاکیوں سے
صحیح بخاری کو بھی پس پشت ڈال کر ایک ہانک بولتے ہیں کہ سب واہیات اور مردود ہیں انا للہ وانا
الیہ راجعون **افادہ تانبہ** احادیث وطرق پر نظر انصاف فرمایئے تو ارادۂ جمع صوری پر متعدد قرائن پایئے
مثلاً (۱) یہ کہ احادیث جمع بین الصلاتین کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔
کما سیأتی فی الحدیث التاسع من الافادۃ الرابعۃ حالانکہ یہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے
عرفات ومزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما
سیأتی تحقیقہ فی الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالےٰ تو ضرور ہے کہ روایت جمع سے جمع صوری مراد ہو (۲) **اقول**
خود حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جمع کرنا مروی ہوا حالانکہ ان کا مذہب معلوم کہ جمع حقیقی کو منسک
حج کے سوا ناجائز جانتے (۳) **اقول** ملاجی نے ان پندرہ صحابیوں میں جن کی نسبت دعوےٰ کیا کہ انہوں
نے جمع بین الصلاتین حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کو بھی گنا۔ حالانکہ ان کا بھی مذہب وہی منع جمع ہے ان دونوں صحابی جلیل الشان کا یہ مذہب ہونا خود
امام شافعی المذہب امام ابوالعزیز یوسف بن رافع اسدی حلبی شہیر بابن شداد متوفی ۶۳۱ھ نے کتاب
دلائل الاحکام میں ذکر فرمایا کما فی عمدۃ القاری للامام البدر العینی عن التلویح شرح الجامع الصحیح
للامام علاؤ الدین المغلطائی عن دلائل الاحکام لابن شداد تو مراد وہی جمع صوری ہوگی جیسا کہ
خود ان کے فعل سے مروی ہو کما تقدم فی الحدیث الرابع (۴) **اقول** بہت زور شور سے جمع
کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گنے جاتے ہیں وسیأتی بعض روایاتہ فی الحدیث الاول

والباقی فی الفصل الثالث ان شاء اللہ تعالٰی حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مغرب و عشا کو سفر میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا کما سیأتی فی اٰخر الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالٰی ظاہر ہے کہ وہ بار حجۃ الوداع کی شب مزدلفہ تھی تو ضرور وہی جمع صوری منظور جیسا کہ اُن کی روایات صریحہ نے واضح کردیا جس کا بسط حدیث اول میں گزرا (۵) **اقول** لطف یہ کہ ان عبداللہ بن عمر سے وقعہ صفیہ بنت ابی عبید میں عشائین کا جمع جو مروی ہوا اُس کے جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کہ اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے صراحۃً فرماچکے کہ حضرت عبداللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات ساتھ ہونا وہیں حدیث بخاری سے ظاہر ہوچکا قلت لہ الصلٰوۃ قال سر الحدیث تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے لاجرم روایات مفسرہ نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہٖ تعالٰی بہت سے خیالات مخالفین کا علاج کافی ہوگا (۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث الثانی اور اُن کی حدیث ان شاء اللہ تعالٰی آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلی فوت ہوجاتی ہے (۷) یوہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی جمع ہیں کما یجیئ فی الحدیث الخامس اور اُن کی حدیث بھی بمشیئۃ اللہ تعالٰی آنے والی ہے کہ نماز میں تفریط یہ ہے کہ دوسری کا وقت آنے تک پہلی کی تاخیر کرے افاد ھذین الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار **افادۂ ثالثہ** اب کہ ملاجی نے پیٹ بھر کر رد احادیث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی فرماتے ہیں۔ جمع صوری سفر میں ازراہِ عقل کے بھی واہی ہے کہ جمع رخصت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جزء اور اول جزء نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن چہ جائے عوام **اقول** ملاجی بیچارے جو شامتِ اعمال سے مقابلہ شیران حنفیہ میں آپھنسے وہ چوکڑی بھولے ہیں کہ اپنی اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوش تھے کہ ابوحنیفہ و شافعی کی تقلید بدعت حرام شرک یا اب جا بجا ایک ایک مقلد مالکی شافعی کے ٹھیٹ مقلد بنے ہیں رطب یابس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کا مل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پوچ اور ضعیف ہو اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھتے بے سمجھے بوجھے ایمان لے آتے ہیں۔ یہ اعتراض بھی حضرت نے بعض مالکیہ و شافعیہ

کی تقلید جامد کے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخ چشمی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح اُس کی دھجیاں اڑا چکے اُن
سے ایک کان گونگا ایک بہرا کر لیا اور پھر اُسی رد شدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کر دیا۔ بہادری تو جب
تھی کہ اُن قاہر جوابوں کے جواب دیتے پھر واہی تباہی جو چاہتے فرما لیتے خیر اب بعض جوابات مع تازہ
افاضات لیجئے وباللہ التوفیق **اولاً** اللہ عزوجل نے نماز خواص و عوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے
لئے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لئے اول و آخر بتلائے اور اُن پر واضح و عام فہم نشان بنائے کہ اُن کا
ادراک ہر خاص و عام کو آسان ہو جائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ
چاہی ماجعل علیکم فی الدین من حرج یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر تو ہر وقت کے
اول و آخر شرعی کا پہچاننا خواص و عوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں افق سامنے اور صاف میدان
جو نہ دیکھے اور توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آن واحد و جزء لایتجزی
ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصہ انبیاء و اولیاء عامہ بشر کی طاقت سے ورا ہے مگر نہ اُس کے ادراک کی
تکلیف نہ اُس پر جمع صوری کی توقیف **ثانیاً اقول** اول و آخر کا پہچاننا تو شاید تم بھی فرض جانتے
ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالاجماع مبطل و حرام ہے کیا اللہ عزوجل نے امر محال کی تکلیف دی لایکلف
اللہ نفسا الا وسعہا فافہم **ثالثاً اقول** تحقیق تام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لئے پانچ
حالتیں ہیں وقت اول پر یقین اُس پر ظن دونوں میں شک آخر کا ظن اُس کا یقین فقہیات میں ظن ملتحق
بیقین ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تو بین الوقتین حکماً بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلہ تسحر و مسئلہ
صلاۃ الفجر فی آخر الوقت وغیرہما میں تصریحات علماء دیکھیے **رابعاً اقول** کس نے کہا کہ جمع صوری میں
وصل حقیقی بے فصل آنی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بروایت صحیح بخاری و حدیث امیر
المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بروایت ابی داود دیکھیے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت
پر نثار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو یہ طرز ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا
پھر عشا پڑھی یا بین الصلاتین کھانا ملاحظہ فرمایا اور لطف الٰہی یہ کہ تمام احادیث جمع میں اگر منقول ہے
تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل۔ اس کے اُمت کو بھی ارشاد کہ جسے ضرورت ہو ایسا ہی

کھلے اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت کہ دونمازوں کے بیچ میں قدرے انتظار فرمایا تو آپ کے جہل کا خود رخصت عطا فرمانے والے رؤف رحیم خبیر علیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لحاظ کر لیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ کو شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اترنے چڑھنے وضو نماز کا جدا جدا سامان کرنے سے یہ بہت آسان ہے کہ ایک بار اتر کر دفعۃً دونوں نمازوں سے فارغ ہولے اول قریب آخر پڑھے اور ایک لطیف انتظار کے بعد آخر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکابرہ ہے ہاں یہ کہیئے کہ وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو اور آسانی ہے **اقول** دن ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہو جائے تو پوری چھٹی رخصت میں آسانی درکار ہے پوری آسانی کس نے مانی **خامسا** احمد، بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی طحاوی وغیرہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی وھذا لفظ مسلم قال صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا قلت یا ابا الشعثاء اظنہ اخر الظھر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء قال وانا اظن ذلك مالک احمد مسلم ابوداود ترمذی نسائی طحاوی وغیرہم اسی جناب سے بطرق شتّٰی والفاظ عدیدہ راوی وھذا حدیث مسلم بطریق زھیر نا ابو الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظھر والعصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف ولا سفر قال ابو الزبیر فسألت سعیدا لم فعل ذلك فقال سألت ابن عباس کما سألتنی فقال اراد ان لا یحرج احد من امتہ وفی اخری لہ وللترمذی بطریق حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء بالمدینۃ فی غیر خوف ولا مطر وللطحاوی عن صالح مولی التوأمۃ عن ابن عباس فی غیر سفر ولا مطر وفی لفظ للنسائی **اخبرنا** قتیبۃ **ثنا** سفیان عن عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمدینہ ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا اخر الظھر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء فی

لفظہ عن عمرو بن ھرم عن جابر بن زید عن ابن عباس انہ صلی بالبصرۃ الاولی والعصر لیس بینھما شیئ و المغرب والعشاء لیس بینھما شیئ فعل ذلک من شغل وزعم ابن عباس انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمدینۃ الاولٰی والعصر ثمان سجدات لیس بینھما شیئ ولمسلم بطریق الزبیر بن الخریت عن عبد اللہ بن شقیق ان التاخیر کان لاجل خطبۃ خطبھا ولہ بطریق عمران بن جدیر عن عبد اللہ المذکور عن ابن عباس فی القصہ قال کنا نجمع بین الصلاتین علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وللطحاوی من ھذا الوجہ قد کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربما جمع بینھما بالمدینۃ ان روایات صحاح سے واضح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلا عذر خاص مدینہ طیبہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا بجماعت جمع فرمائیں سفر و خطر و مطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر ملجی کی نفی سوق بیان سے صاف مستفاد معہذا جب نمازیں جماعت سے تھیں تو سب کا مریض و معذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا اسی بنا پر صرف طول خطبہ کے سبب تاخیر مغرب و استناد بجمع مذکور انتفائے اعذار پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کے لئے بے عذر جمع وقتی ملا جی بھی حرام جانتے ہیں حدیث مسلم انما التفریط علی من لم یصل الصلاۃ حتی یجیئ وقت الصلوۃ الاخری کے جواب میں فرمائیں گے، یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے حدیث امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر کے جواب میں کہہ چکے ہیں، منع کرنا عمر کا جمع بین الصلاتین سے حالت اقامت میں بلا عذر تھا جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ ومن بعد ہم کا اوپر عدم جواز جمع بلا عذر کے تو اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں جمع فعلی مراد لینے سے چارہ نہیں اور خود ملا جی نے امام ابن حجر شافعی اور ان کے توسط سے امام قرطبی و امام الحرمین و ابن الماجشون و ابن سید الناس وغیرہم سے یہاں ارادۂ جمع فعلی کی تقویت و ترجیح نقل کی معہذا قطع نظر اس سے کہ روایت صحیحین میں حضرت ابن عباس کے تلامذہ و راویان حدیث جابر بن زید و عمرو بن دینار نے ظناً حدیث کا یہی محمل مانا قال ابن سید الناس!

درراوی الحدیث ادری بالمراد من غیرہ روایت نسائی میں خود ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اس جمع کے جمع فعلی ہونے کی تصریح فرمادی کہ ظہر و مغرب میں دیر کی اور عصر و عشا میں جلدی یہ خاص جمع صوری ہے اب کسی کو محل سخن نہ رہا تمہارے امام شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار میں کہا مما یدل علی تعیین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس (وذکر لفظہ قال) فھذا ابن عباس راوی حدیث الباب قد صرح بان مارواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری شوکانی نے اس ارادہ کے اور چند مؤیدات بھی بیان کئے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم باطل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملاحظہ کر لیجئے بالجملہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد جمع صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی تصریح موجود ہے کہ یہ جمع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنظر رحمت و آسانی اُمت کی تھی ملاجی اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے سادساً عجب تر یہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعث مشقت و منافی رخصت مانا خود اسی حدیث ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کما افاد الامام الزیلعی وغیرہ یہ صریح منافقت ہے **اقول** ملاجی تو تقلید جامد کا جامہ پہنے بیٹھے ہیں اس تناقض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ عنقریب آتی ہے حضرت اُس کے جواب میں ان کہی بول لیتے ہیں کہ اس میں کیفیت اُس جمع کی ہے جو قیام میں بلاعذر آنحضرت نے جمع کی تھی جیساکہ روایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرت[عہ] نے حالت قیام میں مدینہ میں جمع صوری کی تھی ملاجی ذرا آنکھ ملا کر بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رأفت کیونکر ہوگئی سابعاً حدیث حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی احمد و ابوداود و ترمذی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنانِ مستحاضہ کے لئے جمع صوری پسند فرمائی ہے ملاجی کو وہاں بھی یہی عذر معمولی پیش آیا کہ وہ مقیم تھی پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے **اقول** ملاجی جمع صوری تو عوام کیا خواص کو بھی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھلے میدانوں میں اب کیا دنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنانِ[۱]

---

[۱] یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کے لئے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنانِ ناقصات العقل کو جمع صوری میسر ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

[عہ] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

نافضات العقل کے لئے گھڑی چار دیواریوں میں ممکن ہوگئی **ثامنا** عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی قال قال عبداللہ جمع لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقیما غیر مسافر بین الظہر والعصر والمغرب والعشاء فقال رجل لابن عمر لم ترے النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعل ذلك قال لان لاتحرج امتہ ان جمع رجل ابن جریر اُس جناب سے بایں لفظ راوی خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان یؤخر الظہر ویعجل العصر فیجمع بینہما ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینھما نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں اُسی جناب سے یوں ہے اذا ابادر احدکم الحاجۃ فشاء ان یؤخر المغرب ویعجل العشاء ثم یصلیہما جمیعا فعل ان حدیثوں سے بھی ظاہر کہ جمع صوری میں بیشک آسانی ورحمت اور وقت حاجت عام لوگوں کو اس کی اجازت **تاسعا** عبدالرزاق صفوان بن سلیم سے راوی قال جمع عمر بن الخطاب بین الظہر والعصر فی یوم مطیر یعنی امیر المؤمنین فاروق اعظم نے مینہ کے سبب ظہر و عصر جمع کی **اقول** ظاہر ہے کہ امیر المومنین کے نزدیک جمع وقتی حرام وگناہ کبیرہ ہے جس کا بیان ان شاء اللہ المنان فصل چہارم میں آتا ہے لاجرم جمع صوری فرمائی **عاشرا** طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء یؤخر ھذہ فی اٰخر وقتہا ویعجل ھذہ فی اول وقتہا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مغرب و عشا کو جمع فرماتے مغرب کو اُس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشا کو اُس کے اول وقت میں)، یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملاجی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کارد ان شاء اللہ العزیز آئندہ آتا ہے۔ غرض شاباش ہے تمہارے جگرے کو کہ صحیح حدیثوں کے ردو ابطال کو کوئی دقیقہ مغالطۂ جاہلین ومکابرۂ عالمین وتقلید مقلدین کا اٹھا نہ رکھو اور پھر عمل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے۔ ع چوں وضوئے محکم بی بی تمیز **افادۂ رابعہ** الحمدللہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہرنیمروز وماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہوگئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و عشا کو جمع فرمایا یا عصر و عشا سے ملانے کو ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی وامثال ذالک کسی میں مخالف کے لئے اصلا حجت

نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہونگی اور استدلال مخالف احتمالِ موافق سے مطرود و مخذول مثل حدیث[۱] بخاری و مسلم و مالک و دارمی و نسائی و طحاوی و بیہقی بطریق سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم و مسلم و مالک و نسائی و طحاوی بطریق نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جد به السیر و فی لفظ لمسلم والنسائی من طریق سالم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجله السیر فی السفر یؤخر صلٰوۃ المغرب حتی یجمع بینهما و بین صلاۃ العشاء یہ معنی مجمل بروایات سالم و نافع مستفیض ہیں فرواہ البخاری عن ابی الیمان[۱] والنسائی عن بقیۃ[۲] و عثمان[۳] کلهم عن شعیب بن ابی حمزۃ و مسلم عن ابن وهب عن یونس[۴] والبخاری عن علی[۵] بن المدینی و مسلم عن یحیی[۶] بن یحیی و قتیبۃ[۷] بن سعید و ابی[۸] بکر بن ابی شیبۃ و عمرو[۹] والناقد والدارمی عن محمد[۱۰] بن یوسف والنسائی عن محمد[۱۱] بن منصور والطحاوی عن الحمانی[۱۲] ثمانیتهم عن سفیان بن عیینۃ ثلثتهم اعنی شعیبا و یونس و سفین عن الزهری عن سالم و مسلم عن یحیی[۱۳] بن یحیی والنسائی عن قتیبۃ[۱۴] والطحاوی عن ابن وهب[۱۵] کلهم عن مالک والنسائی بطریق عبد الرزاق ثنا معمر عن موسٰی[۱۶] بن عقبۃ والطحاوی عن لیث[۱۷] والبیهقی فی الخلافیات من طریق یزید بن هارون عن یحیی[۱۸] بن سعید اربعتهم نافع کلاهما عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما حدیث[۲] معلق بخاری و وصله البیهقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یجمع بین صلاۃ الظهر والعصر اذا کان علی ظهر سیر و یجمع بین المغرب والعشاء وهو عند مسلم و آخرین بذکر غزوۃ تبوک ولابن ماجۃ من طریق ابراهیم بن اسمٰعیل عن عبد الکریم عن مجاهد و سعید بن جبیر و عطاء بن ابی رباح و طاؤس اخبرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما انه اخبرهم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یعجله شیئ ولا یطلبه عدو ولا یخاف شیئا قلت ابراهیم هذا هو ابن اسمٰعیل بن مجمع الانصاری ضعیف و عبد الکریم ان لم یکن ابن مالک الجزری فابن ابی المخارق وهو اضعف و اضعف والمعروف حدیثه فی الجمع بالمدینۃ

رواه الشيخان وجماعة كما قدمناه بطرقها والفاظها عما قريب وحديث بخاري تعليقا ووصلاً
وطحاوي وصلا عن انس رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجمع
بين هاتين الصلاتين في السفر يعني المغرب والعشاء وحديث مالك وشافعي ودارمي و
مسلم وابوداؤد وترمذي ونسائي وابن ماجه وطحاوي مطولاً ومختصراً عن عامر بن واثلة ابي الطفيل عن
معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنهم قال جمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في
غزوة تبوك بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء قال فقلت ما حمله على ذلك قال فقال
اراد ان لا يحرج امته هذا لفظ مسلم في الصلوة ومثله للطحاوي وعند الترمذي صدره فقط
وهو احد لفظي الطحاوي ولمالك ومن طريقه عند مسلم في الفضائل خرجنا مع رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم عام غزوة تبوك فكان يجمع الصلاة فصلى الظهر والعصر جميعا والمغرب والعشاء جميعا حتى اذا كان يوما
اخر الصلوة ثم خرج فصلى الظهر والعصر جميعا ثم دخل ثم خرج بعد ذلك فصلى المغرب والعشاء جميعا الحديث بطوله وهو بهذا
القدر من دون زيادة عند ابي داؤد وحديث مالك مرسلا ومسندا من طريق داود بن الحصين عن الاعرج
عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجمع
بين الظهر والعصر في سفره الى تبوك هكذا روى عن يحيى مسندا وهو عند محمد وجمهور
رواة الموطا عن عبد الرحمن بن هرمز مرسلا وعبد الرحمن هو الاعرج وهو عند البزار
عن عطاء بن يسار عن ابي هريرة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجمع بين الصلاتين
وحديث احمد وابن ابي شيبة بطريق حجاج بن ارطاة مختلف فيه عن عمرو بن شعيب عن
ابيه عن جده وهو عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما قال جمع رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم بين الصلاتين في غزوة بني المصطلق وحديث ترمذي
في كتاب العلل حدثنا ابو السائب عن الجريري عن ابي عثمان عن اسامة بن زيد
رضي الله تعالى عنهما قال كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جد به السير
جمع بين الظهر والعصر والمغرب والعشاء قال الترمذي سألت محمدا يعني البخاري

عن ھذا الحدیث فقال الصحیح ھو موقوف عن اسامۃ بن زید و **حدیث** احمد بطریق ابن لھیعۃ عن ابی الزبیر قال سألت جابراً رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھل جمع رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بین المغرب و العشاء قال نعم عام غزونا بنی المصطلق و **حدیث** ابن ابی شیبہ و ابو جعفر طحاوی اما الاول فبطریق ابن ابی لیلی عن ھذیل و اما الآخر فعن ابی قیس الاودی عن ھذیل بن شرحبیل عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع ولفظ الآخر کان یجمع بین الصلاتین فی السفر وللطبرانی فی معجمیہ الکبیر والاوسط عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جمع رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و وسلم بین الظھر والعصر والمغرب والعشاء فقیل لہ فی ذلک فقال صنعت ذلک لئلا تحرج امتی و **حدیث** طبرانی فی المعجم الاوسط عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر **حدیث** مرسل وبلاغ مالک انہ بلغہ عن علی بن حسین ھو ابن علی رضی اللہ تعالےٰ عنھما انہ کان یقول کان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومہ جمع بین الظھر والعصر واذا اراد ان یسیر لیلہ جمع بین المغرب والعشاء ولہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤطا شریف میں حدیث پنجم روایت کرکے فرماتے ہیں بھذا ناخذ والجمع بین الصلاتین ان تؤخر الاولیٰ منھما فتصلی فی اٰخر وقتھا و تعجل الثانیہ فتصلی فی اول وقتھا یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر جمع فرماتے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع صوری ہیں) ملاجی تو ایک ہوشیار ان احادیث اور ان کے امثال کو محتمل و بے سود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور اغوائے عوام کے لئے یوں گول اور پردہ کہہ گئے کہ

جمع بین الصلاتین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے، پھر بندرہ ۱۵ صحابہ کرام کے اسمائے طیبہ گنا کر خود ہی کہا۔ لاکن مجموعہ روایات میں بعضی ایسی ہیں کہ ان میں فقط جمع کرنا رسول اللہ کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی ہیں حنفی لوگ ان

حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع صوری ہے اس لئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیت کو بھی انہیں احادیث مبینۃ الکیفیت پر محمول سمجھیں اھ ملخصا **اقول** بالفرض اگر جمع صوری ثابت نہ ہوتی تاہم محتمل تھی اور احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع صوری کا احادیث صحیحہ سے ثبوت ظاہر تو اب براہ تلبیس پندرہ صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور جا بجا عوام کو دہشت دلانے کے لئے کہیں چودہ کہیں پندرہ سنانا کیا مقتضائے ملائیت اب تو ملاجی کی تحریر خود اُن پر بازگشتی تبر ہوئی کہ جب احادیث صحیحہ صریحہ سے جمع صوری ثابت تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیۃ کو بھی انہیں احادیث مبینۃ الکیفیۃ پر محمول سمجھیں رہے وہ صحابہ جن کی روایات اپنے زعم میں صریح سمجھ کر لائے اور نص مفسر نا قابل تاویل کہتے ناظرین نقاد کا خوف نہ لائے وہ صرف چار ہیں دو جمع تقدیم دو جمع تاخیر میں اُن روایات کا حال بھی عنقریب ان شاء اللہ القریب المجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہوگا کہ دعوے کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتے تین ہاتھ بیرا ناہے۔ وللہ الحجۃ السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم

واضح ہو کہ جمع تقدیم غایت درجہ ضعف وسقوط میں ہے یعنی کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہ ہوئی مگر ملاجی اپنی ملائیت کے بھروسے بیڑا اٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے ؎ چلا تو ہے وہ بت سیم تن شب وعدہ ؛ اگر حجاب نہ روکے حیا نہ یاد آئے ؛ جمع تقدیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں ابھی سن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں پھر بعد ذکر احادیث فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جواز جمع پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح اور قدح کو دخل نہیں آخر کتاب میں فرمایا نصوص قاطعہ تاویل اس سے اوپر لکھا احادیث صحاح جو جمع بین الصلاتین

پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتی ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ٭ جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

حضرت بکمال عرق ریزی دو حدیثیں تلاش کر کے لائے وہ بھی ثمرۂ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید جامد سے **حدیث اول** بعض طرق حدیث سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اس جناب سے روایت صحیحہ معروفہ مشہورہ مرویۂ کبار ائمہ تو وہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چہارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جماہیر ائمہ و حفاظ نے اُسے یوں ہی روایت کیا رواہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ جماعۃ من الحفاظ منھم سفیان الثوری وقرۃ بن خالد ومالک بن انس وآخرون اما سفیان فعند ابن ماجۃ واما قرۃ فعنہ خالد بن الحارث عند مسلم وعبد الرحمٰن بن مھدی عند الطحاوی واما مالک فعنہ الشافعی فی مسندہ وابن وھب عند الطحاوی وابو القاسم عند النسائی وابو علی الحنفی عند الدارمی وعن الدارمی مسلم فی صحیحہ یہی اہل علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک روایت غریبہ شاذہ بطریق لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل یوں آئی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان فی غزوۃ تبوک اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظھر حتی یجمعھا الی العصر فیصلیھما جمیعا واذا ارتحل بعد زیغ الشمس صلی الظھر والعصر جمیعا ثم سار وکان اذا ارتحل قبل المغرب اخر المغرب حتی یصلیھا مع العشاء واذا ارتحل بعد المغرب عجل فصلاھا مع المغرب رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم والدارقطنی والبیھقی زاد الترمذی بعد قولہ اذا ارتحل بعد زیغ الشمس عجل العصر الی الظھر وصلی الظھر والعصر جمیعا الحدیث یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کوچ فرماتے تو عصر میں تعجیل کرتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کوچ کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشا کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کوچ فرماتے تو عشا میں تعجیل کرتے

اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی الزبیر ہے حیث قال حدیث اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل عن معاذ حدیث غریب والمعروف عند اھل العلم حدیث معاذ من حدیث ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم جمع فی غزوۃ تبوک بین الظھر والعصر و بین المغرب والعشاء رواہ قرۃ بن خالد و سفیٰن الثوری ومالک وغیر واحد عن ابی الزبیر المکی پھر ائمہ شان مثل ابوداؤد و ترمذی و ابوسعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سوا قتیبہ بن سعید کے کسی نے روایت نہ کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا کما نقلہ الامام البدر فی العمدۃ والشوکانی الظاھری فی شرح المنتقی عن الحافظ ابی سعید بن ابی یونس امام ابوداود نے منکر کہا کما فی البدر المنیر وعنہ فی النیل بلکہ رئیس الناقدین امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث نے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر ان سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہ مکر و حیلہ شیوخ پر اُن کی ناشنیدہ روایتیں داخل کر دیتا لاجرم حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں علمائے حنفیہ مثل امام زیلعی شارح کنز و امام بدر عینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ کے سوا شافعیہ و مالکیہ ظاہریہ قائلان جمع بین الصلاتین مثل امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زرقانی مالکی شارح مؤطا و مواہب و شوکانی ظاہری شارح منتقی وغیرہم نے امام ابن یونس و امام ابوعبداللہ حاکم و امام المحدثین بخاری سے نقل کیں بلکہ انہیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدر منیر وغیرہ نے امام ابوداود سے حکم منکر نقل کیا کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابل استناد نہیں کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی تو باوصف تصریحات ائمہ شان خصوصاً بخاری کے پھر ملاجی کا اس روایت کی تصحیح میں عرق ریزی بے حاصل اور توثیق لیث و قتیبہ وغیرہما رواۃ و قبول تفرد ثقہ کے اثبات میں تطویل لاطائل کرنا کیسی جہالت فاحشہ ہے کس نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی حبیب یا معاذ اللہ حضرت ابوالطفیل

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف ہیں ملاجی بایں پیرانہ سالی وو عوائے محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اُس کیلئے کچھ ضعف راوی ضرور نہیں بلکہ با وصف وثاقت و عدالت رواۃ حدیث میں علت قادحہ ہوتی ہے کہ اُس کا رد واجب کرتی ہے جیسے بخاری وابوداود وغیرہما سے ناقدین پہچانتے ہیں۔ بخاری وابوسعید وحاکم نے بھی تو قتیبہ پر جرح نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ اُنہیں دھوکا دیا گیا غلط میں پڑ گئے پھر اس سے عدالت قتیبہ کو کیا نقصان پہنچا وثاقت قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا ہاں یہ دفتر توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیر مقلد لامذہب کو سنائیے جس خبیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رد میں سیدنا ابوالطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذاً باللہ مقدوح و مجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقلد شوکانی نے نقل کیا۔ غیر مقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رد پر آتے ہیں خوف خدا و شرم دنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے صحیح بخاری شریف کی صحیح متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ جیدہ کو رد کرنے کے آپ نے سیکھے ہیں کما تقدم ومن یشبہ اباءہ فما ظلم **ثم اقول** وتحسین الترمذی یرجع الی حدیث معاذ لقولہ حدیث معاذ حدیث حسن غریب واذا اتی علی ہذہ الروایۃ لم یحسنہ انما قال وحدیث اللیث عن یزید غریب وافاد انہ خلاف المعروف فقال والمعروف عند اہل العلم حدیث معاذ الخ واما ابن حبان فلا نعلم لہ فضلا علی ابی سعید بن یونس فانہ ایضا ثقۃ ثبت حافظ امام من ائمۃ الشان کلاہما من الاقران من تلامذۃ الامام النسائی ابی عبد الرحمن وابن یونس لنزاہۃ من نفس فلسیف احب الی الناس من ابن حبان وقد قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی طبقات الشافعیۃ ربما غلط الغلط الفاحش فی تصرفاتہ کما نقلہ الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ فانی یدانی اباداود فضلا ان یوازیہ فضلا عن یباریہ فضلا عن ذاک الجبل الجلیل محمد بن اسماعیل وقد عرف بالتساہل فی باب التصحیح بل والتحسین ہو والترمذی کما نص علیہ الائمۃ وحققناہ فی رسالتنا

مدارج طبقات الحدیث ۱۳۱۳ھ علٰی ان الجراح مقدم فی مثل المقام فان من اثبت فانما نظر الی ثقۃ الرواۃ ولم یطلع علی ما اطلع علیہ غیرہ من العلۃ ومن یعلم قاض علٰی من لایعلم واللہ اعلم من کل اعلم۔ **ثم اقول** اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام علماء طویل ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے نظر تحقیق کو رخصت تدقیق دیجئے تو اس روایت کا کونسا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اُس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کوچ ہوتا تو راہ میں اُتر کر ورنہ منزل ہی پہلی صورت میں جمع بعد سیر ہوتی اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا خلاف کیا ہوا حدیث کا کونسا لفظ حقیقی کی تعیین کر رہا ہے اذا ارتحل بعد زیغ الشمس میں خواہی نخواہی بعدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزا صلی شمار ہے بلکہ الفاظ اخر الظہر وعجل العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر دیر کرکے پڑھی عصر جلد پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم ومتبادر ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عصر اپنے شروع وقت میں نہ یہ کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر میں ولہذا علمائے کرام مثل امام اجل طحاوی وابو الفتح ابن سید الناس وغیرہما بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاخیر و تعجیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا شرح منتقی میں کہا مما یدل علی تعیین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس بلفظ صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظہر والعصر جمیعا والمغرب والعشاء جمیعا اخر الظہر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء وھذا ابن عباس راوی حدیث الباب قد صرح بان ما رواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری اُسی میں ہے ومن المؤیدات للحمل علی الجمع الصوری ایضا ما اخرجہ ابن جریر عن ابن عمر قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان یؤخر الظہر ویعجل العصر فیجمع بینہما ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینہما وھذا ھو الجمع الصوری معنٰی ظہر و مغرب کا جب وقت کھو دینا ظہر اور عصر و عشا میں جلدی کلب ہے کی اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لی جائیں ہاں جمع صوری اُن کی تعجیل ہی سے ممکن

توحدیث اُسی طرف ناظر بالجملہ شک نہیں کہ یہ روایت بھی انہیں احادیث مجملۃ الکیفیۃ سے ہے جسے ملاجی نے خواہی نخواہی جمع حقیقی میں نص مفسر ناقابل تاویل مان لیا، الحمد للہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ نے ظاہر کیا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی۔ فرماتے ہیں (جمع بین الظھر والعصر) ای فی المنزل بان اخر الظھر الی اٰخر وقتہ وعجل العصر فی اول وقتہ پھر فرمایا (جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل کما سبق **حدیث دوم** اور تم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وہ حدیث جسے جمع صلاتین سے اصلا علاقہ نہیں جس میں اثبات جمع کا نشان نہیں بو نہیں گمان نہیں خود قائلین جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا ہاں بعض علمائے شافعیہ نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شراح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کرجاتے ہیں لکھدیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے ملاجی چار طرف ٹٹول میں تھے ہی تقلید جامد شافعیہ کی لاٹھی پکڑے آنکھیں بند کئے پہنچے فیہ دلیل پر ہاتھ پڑا الحکم لکل ساقطۃ لاقطۃ جھٹ خوش خوش اٹھالائے اور معرکہ مناظرہ جمادی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ خرج علینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء فتوضأ فصلی لنا الظھر والعصر ولفظ البخاری خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ فصلی بالبطحاء الظھر رکعتین والعصر رکعتین سچ تو ہے ملاجی کی داد نہ فریاد اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل بلکہ صاف صریح ناصالح تاویل بتانا کن کھلی آنکھوں کا کام ہے سبحان اللہ حدیث کا مفاد صرف اتنا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوپہر کو یا ظہر کے اول وقت یا عصر سے پہلے خیمہ اقدس سے برآمد ہو کر وضو کیا اور ظہر و عصر اسی موضع بطحا میں ادا فرمائیں اس میں تو مطلق جمع بھی نہ نکلی نہ کہ جمع حقیقی میں نص ہو ملاجی تو آپ جانیں ایک ہوشیار ہیں خود سمجھے کہ حدیث مطلب سے محض بے علاقہ ہے لہذا یہ نامندمل زخم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی بولے اور یوں اپنی نحودانی کے پردے کھولے کہ ہاجرہ خروج و وضو و صلاۃ سب کی ظرف ہے اور فا ترتیب بے مہلت کے لئے تو بمقتضائے فا معنے یہ ہوئے کہ یہ سب کام ہاجرہ ہی میں ہو لئے ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی نارو ا علاوہ بریں عصر ظہر پر معطوف اور صلّے توضأ سے بے مہلت مربوط

تو معطوف معمول کو جدا کر لینا کیونکر جائز اھ ملخصا۔ھذا یا مترجما اس پر بہت وجوہ سے رد ہیں مثلاً
اول فاکو ترتیب ذکری کافی مسلم الثبوت میں ہے الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو
فی الذکر **ثانی** عدم مہلت ہر جگہ اُس کے لائق ہوتی ہے کما فی فواتح الرحموت تزوج فولد لہ
میں کون کہے گا کہ نکاح کرتے ہی اُسی آن میں بچہ پیدا ہوا تو جیسے وہاں تقریباً ایک سال کا فاصلہ
منافی مقتضائے فا نہیں ظہر و عصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا **ثالث** ہاجرہ
ظرف خروج ہے ممکن کہ خروج آخر ہاجرہ میں ہو کہ وضو و نماز ظہر تک تمام ہو جائے اور نماز عصر بلا مہلت
اُس کے بعد ہو ہاجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک سارے وقت ظہر کو بھی شامل ہے
کما فی القاموس تو مخالفت ظاہر کا ادعا بھی محض باطل **رابع** حدیث مروی بالمعنے ہے اور شاہ ولی اللہ
صاحب نے تصریح کی کہ ایسی حدیث کے فا و واو وغیرہا سے استدلال صحیح نہیں کما فی الحجۃ البالغۃ
یہ تلخیص و تہذیب اجوبہ ہے وقد ترکنا مثلہا فی العدد **وانا اقول** وبحول اللّٰہ اصول **خامس**
ہاجرہ کو ظرف افعال ثلثہ کہنا محض ادعائے بے دلیل ہے فا تعقیب چاہتی ہے اتحاد زمانہ نہیں
چاہتی نہیں بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں **سادس** ظرفیت ثلاثہ
فا سے ثابت یا خارج سے اول بداہۃً باطل کما علمت برتقدیر ثانی حدیث فالغو محض ہے کہ عصر
فی الہاجرہ اُسی قدر سے ثابت پھر باوصف لغویت اُسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فا یہ معنے ہوئے
اور عجیب تر **سابع** ذرا صفت حجۃ الوداع میں حدیث طویل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما
صحیح مسلم وغیرہ میں ملاحظہ فرماتے ہیں فلما کان یوم الترویۃ توجھوا الی منی فاھلوا بالحج ورکب رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فصلی بہا الظہر والعصر والمغرب والعشاء والفجر جب آٹھویں
ذی الحجہ کی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم حج کا احرام باندھ کر منٰی کو چلے اور حضور پر نور صلے اللہ تعالی
علیہ وسلم سوار ہوئے تو منٰی میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء و فجر پانچوں نمازیں پڑھیں) ملاجی وہی فا ہے وہی
ترتیب وہی عطف وہی ترکیب، اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معًا بے مہلت پانچوں نمازیں
ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنے صلی الظہر والعصر الخ کے یہاں ہیں وہی وہاں اور یہ قطعاً محاورہ عامہ

شائعہ سائغہ ہے کہ اصلا مفید وصل صلوات نہیں ہوتا دمن ادعی فعلیہ البیان **ثامن** کلام متناقض ہے کہ اول کلام میں حکم وصل سے عصر کا فصل خلاف ظاہر مانا یہ دلیل صحت ہے آخر میں کیونکر جائز کہا یہ دلیل فساد **تاسع** تاویل کے لئے قطعیت مانع ضروری جاننا عجب جہل ہے کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنے متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحیح اُس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو نقل کرنا سہل ہے محل ومقام ومقصد کلام کا سمجھنا نصیب اعدا **عاشر** آپ جو اپنی نصرت خیالات کو احادیث صحیحہ میں جابجا تاویلات رکیکہ باردہ کرتے ہیں اُن کے جواز کا فتوے کہاں سے پایا مجتہدات میں قاطع کہاں مثلاً مسئلہ وقت ظہر یک مثل کے بنانے کو جو حدیث صحیح صریح صحیح بخاری حتی ساوی الظل التلول کے معنی بگاڑے جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے اُس کا عذر کیا معقول ارشاد ہوتا ہے منشا تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہنا ثابت ہیں پس جمعاً بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں اب خدا جانے یہ قطعیت مانع یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوئیں مخالفت ظاہر کے باعث سلفہ کیوں نہ ہو گئیں **حادی عشر** طرفہ نزاکت صدر کلام میں یہ بیڑا اٹھا کر چلے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل مخالف کو دخل نہیں ذکر کرتے ہیں اور یہاں ایسے گرے کہ صرف ظاہر سے سند لائے تاویل خود ہی مان گئے **ثانی عشر** آپ کی فضولیات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی دھجیاں لیجئے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھیے جن میں فا سے بھی نکالی مگر یہی حدیث انہیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ ثم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطریق شعبۃ عن الحکم قال سمعت ابا جحیفہ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء فتوضأ ثم صلی الظھر رکعتین والعصر رکعتین نیز باب مذکور بطریق مالک بن مغول عن عون عن ابیہ وفیہ خرج بلال فنادی بالصلوٰۃ ثم دخل فاخرج فضل وضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوقع الناس علیہ یأخذون منہ ثم دخل فاخرج العنزۃ وخرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کانی انظرالی وبیص ساقیہ فرکز العنزۃ ثم صلے الظہر رکعتین والعصر رکعتین چلے کہاں کو ان دو
نے تو آپ کی تعقیب ہی بگاڑی ہے تیسرا اور نہ لئے جاؤ جو خود ظہر و عصر میں فاصلہ کر دکھائے صحیح
مسلم شریف بطریق سفین نا عون بن ابی جحیفۃ عن ابیہ وفیہ فخرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فتوضأ واذن بلال ثم رکزت العنزۃ فتقدم فصلی الظہر رکعتین ثم صلی العصر رکعتین
ثم لم یزل یصلی رکعتین حتی رجع الی المدینۃ ملاجی اب مزاج کا حال بتائیے ع حفظت شیئا و
غابت عنك اشیاء۔ الحمد للہ اس فصل کی بھی اصل کلام نے وصل ختام بر وجہ احسن پایا۔ اب
حسب فصل اول چند افاضات لیجئے افضۂ اولیٰ ہمارے اجلۂ ائمۂ حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور ملاجی کے
امام ظاہریہ سب بالاتفاق اپنی کتب میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابوداود صاحب سنن نے فرمایا لیس
فی تقدیم الوقت حدیث قائم جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں امام زیلعی فرماتے ہیں قال
ابوداود ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم امام بدر محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری
میں فرماتے ہیں قلت حکی عن ابی داود انہ انکر ھذا الحدیث وحکی عنہ ایضا انہ قال لیس
فی تقدیم الوقت حدیث قائم اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری
مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں حکی عن ابی داود انہ قال لیس فی تقدیم الوقت حدیث
قائم نقلہ میرك فھذا شھادۃ بضعف الحدیث وعدم قیام الحجۃ للشافعیۃ امام احمد
قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قد قال ابوداود ولیس فی تقدیم الوقت
حدیث قائم بعینہ اسی طرح علامہ زرقانی مالکی نے شرح موطائے امام مالک و نیز شرح مواہب لدنیہ
و منح محمدیہ میں فرمایا شوکانی غیر مقلد کی نیل الاوطار میں ہے قال ابوداود وھذا حدیث منکر ولیس
فی جمع التقدیم حدیث قائم بھلا ابوداود سا امام جلیل الشان یہ تصریح فرمایا جسے علمائے مابعد حتی کہ
قائلان جمع بھی بلانکیر و انکار نقل فرماتے آئے نہ آج تک کوئی اُس کا پتہ دے سکا اب ملاجی چاہیں کہ میں
حدیث صحیحین سے ثابت کر دوں یہ کیونکر بنی مگر قیامت لطیفہ دلہ یا کھسیانی ادا یہ ہے کہ جھنجھلائی
نظروں سے جل کر فرمایا کچھ غیرت آوے تو نشان دہی کریں کہ ابوداود نے کونسی کتاب میں یہ قول کہا ہے

یعنی نقول ثقات عدول محض مردود و نامقبول جب تک قائل خود اپنی کتاب میں تصریح نہ کرے اُس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی **اقول** ملاجی ان جھنجلاہٹوں میں حق بجانب تمہارے ہے تم دلی کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھلانے کے قابل تھے یہ حنفی لوگ عبث تمہیں چھیڑ کر لو کھلائے دیتے ہیں بھلا **اولاً** اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمہ جرح و تعدیل و تصحیح و تضعیف وغیرہم ایسے گزرے جن کی کوئی کتاب تصنیف نہیں اُن سے نقل معتبر ہونے کا کیا ذریعہ ہوگا **ثانیاً** آپ جو اپنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے رواۃ میں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چنیں کسی کو چناں کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے اُن میں کسی کا زمانہ تک نہ پایا صدہا سال بعد پیدا ہوئے انہیں دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیر ناظر میں یہی کلام ہوگا اب رہی دیکھنے والوں سے نقل سوا مواضع عدیدہ کے ثبوت تو دیجیے کہ ناظرین مبصرین نے اپنی کس کتاب میں اُن کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں **ثالثاً** آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں نقول سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متاخرین کے اعتقاد پر نقل کر لائے اور ان سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھتے ہو تو نشان دہی کرو کہ وہ باتیں منقول عنہم نے کس کتاب میں لکھی ہیں مگر یہ کہیئے کہ یجوز للوھابی مالا یجوز لغیرہ **افضۂ ثانیہ** رہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مروی احمد و شافعی و عبدالرزاق و بیہقی وھذا حدیث احمد اذ یقول حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی حسین بن عبد اللّٰہ بن عبید اللّٰہ بن عباس عن عکرمۃ وکریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال الا اخبرکم عن صلوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی السفر قلنا بلی قال کان اذا زاغت الشمس فی منزلہ جمع بین الظھر والعصر قبل ان یرکب واذا لم تزغ لہ فی منزلہ سار حتی اذا کانت العصر نزل فجمع بین الظھر والعصر واشار الیہ ابوداود تعلیقا فقال رواہ ھشام بن عروۃ عن حسین بن عبد اللہ عن کریب عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسلم یذکر لفظہ خود قائلان جمع اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لئے کچھ سوچ سمجھ کر ملاجی بھی اُس کا ذکر زبان پہ نہ لائے لہذا اُس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اُس کے راوی حسین مذکور ائمہ شان کے نزدیک ضعیف ہیں یحیی نے فرمایا ضعیف ابوحاتم رازی نے فرمایا

ضعیف یکتب حدیثہ ولایحتج بہ ابوزرعہ وغیرہ نے کہا لیس بقوی جوزجانی نے کہا لا یشتغل بہ ابن حبان نے کہا یقلب الاسانید و یرفع المراسیل محمد بن سعد نے کہا کان کثیر الحدیث ولم ارھم یحتجون بحدیثہ یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا متروک الحدیث امام بخاری نے فرمایا علی بن مدینی نے کہا ترکت حدیثہ لاجرم حافظ نے تقریب میں کہا ضعیف اس حدیث کی تضعیف شرح بخاری قسطلانی شافعی و شرح مؤطا زرقانی مالکی و شرح منتقی شوکانی ظاہری میں دیکھیے ارشاد میں فتح الباری سے ہے لکن لہ شاھد من طریق حماد عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابن عباس لا اعلمہ الا مرفوعا انہ کان اذا نزل نزلا فی السفر داجبۃ اقام فیہ حتی یجمع بین الظھر والعصر ثم یرتحل فاذا لم یتھیأ لہ المنزل مد فی السیر فسار حتی ینزل فیجمع بین الظھر والعصر اخرجہ البیہقی ورجالہ ثقات الا انہ مشکوک فی رفعہ والمحفوظ انہ موقوف وقد اخرجہ من وجہ اٰخر مجزوما بوقفہ علی ابن عباس ولفظہ اذا کنتم سائرین فذکر نحوہ شرح مؤطا میں اسے ذکر کرکے فرمایا وفد قال ابوداود ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم **اقول** وہ ضعیف اور اُس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض صحیح و مرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ اُن کا حاصل تو یہ کہ جو منزل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پسند آتی اور دوپہر وہیں ہوجاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہوکر سوار ہوتے اس میں عصر کا بیش از وقت پڑھ لینا کہاں نکلا بعینہٖ اسی بیان سے شاہد کا سار حتی ینزل فیجمع جمع حقیقی پر اصلاً شاہد نہیں اور کانت العصر کا جواب بعونہٖ تعالٰی بیانات آئندہ سے لیجئے وباللہ التوفیق اگر کہیے روایت شافعی یوں ہے **اخبرنی** ابن ابی یحیی عن حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس عن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فذکر الحدیث وفیہ جمع بین الظھر والعصر فی الزوال **اقول** اس کی سند میں ابن ابی یحیی رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع ہے امام اجل یحیی بن سعید قطان و امام اجل یحیی بن معین و امام اجل علی بن مدینی و امام یزید بن ہارون و امام ابوداؤد وغیرہم اکابر نے فرمایا کذاب تھا امام احمد نے فرمایا ساری بلائیں اس میں تھیں امام مالک نے فرمایا وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام بخاری وغیرہ نے فرمایا ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے

ابراهيم بن ابی یحیی احد العلماء الضعفاء قال یحیی بن سعید سألت مالکا عنه اکان ثقة فی الحدیث قال لا ولا فی دینه وقال یحیی بن معین سمعت القطان یقول ابراهیم بن ابی یحیی کذاب وروی ابوطالب عن احمد بن حنبل قال تركوا احدیثه قدری معتزلی یروی احادیث لیس لها اصل وقال البخاری ترکه ابن المبارك والناس وروی عبد الله بن احمد عن ابیه قال قدری جهمی کل بلاء فیه ترك الناس حدیثه وروی عباس عن ابن معین کذاب رافضی وقال محمد بن عثمان بن ابی شیبه سمعت علیا یقول ابراهیم بن ابی یحیی کذاب وقال النسائی والدار قطنی وغیرهما متروك اُسی میں ہے قال ابن حبان کان یکذب فی الحدیث اُسی میں ہے۔ قال ابومحمد الدارمی سمعت یزید بن هارون یکذب ابراهیم ابن ابی یحیی تذہیب التہذیب میں ہے عن الزهری وصالح مولی التوأمة وعنه الشافعی وآخرون قال عبد الله بن احمد عن ابیه کان قدریا معتزلیا جهمیا کل بلاء فیه قال ابوطالب عن احمد بن حنبل ترك الناس حدیثه وکان یأخذ احادیث الناس فیضعها فی کتبه وقال یحیی القطان کذاب وقال احمد بن سعید بن ابی مریم قلت لیحیی بن معین فابن ابی یحیی قال کذاب تذکرۃ الحفاظ میں ہے قال ابن معین وابوداود رافضی کذاب لاجرم تقریب میں ہے متروك اھ الکل باختصار یہاں تک کہ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا اُس کے ضعف پر اجماع ہے کما نقله فی المیزان فی ترجمة عبدالکریم بن ابی المخارق واللہ تعالٰی اعلم **افضیا ثالثۃ** یوہیں حدیث دارقطنی حدثنا احمد بن محمد بن سعید ثنا المنذر بن محمد ثنا ابی ثنا ابی ثنا محمد بن الحسین بن علی بن الحسین ثنی ابی عن ابیه عن جده عن علی رضی الله تعالٰی عنه قال کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا ارتحل حین تزول الشمس جمع بین الظهر والعصر فاذا جدبه السیر اخر الظهر وعجل العصر ثم جمع بینهما اس میں سوا عترت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں عمدۃ القاری میں فرمایا لا یصح اسنادہ شیخ الدارقطنی هو ابوالعباس بن عقدة احد الحفاظ لکنه شیعی **قلت** بل نص فی موضع اٰخر من المیزان فیه وفی ابن خراش ان فیهما رفضا وبدعة فقد تکلم فیه الدارقطنی وحمزة السهمی وغیرهما

وشیخہ المنذر بن محمد بن المنذر لیس بالقوی ایضا قالہ الدارقطنی ایضا وابوہ وجدہ یحتاج الی معرفتہما **اقول** وہ صحیح ہی سہی تو انصافاً صاف صاف ہمارے مفید و موافق ہے اُس کا صریح مفاد یہ کہ سورج ڈھلنے ہی کوچ ہوتا تو ظہرین جمع فرماتے پُر ظاہر کہ زوال ہوتے ہی کوچ اور جمع تقدیم کا جمع محال۔ کیا بیش از زوال ظہر و عصر پڑھ لیتے لاجرم وہی جمع مراد جس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے یہی جمع صوری ہے کما لایخفی **افضـــاء ابصر** حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ ان شاء اللہ العزیز جمع تاخیر میں آتی ہے اُس میں معروف و محفوظ و مروی جماہیر ائمۂ ثقات و عدول مذکور صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داود و سنن نسائی و مصنف طحاوی وغیرہا عامۂ دواوین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اگر دوپہر ڈھلنے سے کوچ فرماتے ظہر میں عصر تک تاخیر کرکے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر منزل ہی پر وقت ظہر آجاتا صلی الظہر ثم رکب ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے جس سے بحکم مقابلہ وسکوت فی معرض البیان صاف ظاہر کہ تنہا ظہر پڑھتے عصر اُس کے ساتھ نہ ملاتے ولہذا نافیان جمع تقدیم نے اس سے تمسک کیا کما فی عمدۃ القاری وارشاد الساری وغیرہما مگر بعض روایات غریبہ میں آیا کہ ظہر و عصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے حاکم نے اربعین میں بطریق ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق الصاغانی عن حسان بن عبد اللہ عن المفضل بن فضالۃ عن عقیل عن ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کی فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر والعصر ثم رکب جعفر فریابی نے بتفرد خود اسحٰق بن راہویہ سے روایت کی عن شبابۃ بن سوار عن اللیث عن عقیل عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزالت الشمس صلی الظہر والعصر جمیعا ثم ارتحل اوسط طبرانی میں ہے حدثنا محمد بن ابراہیم بن نصر بن سنید الاصبہانی ثنا ہارون بن عبد اللہ الجمال ثنا یعقوب بن محمد الزہری ثنا محمد بن سعد ان ثنا ابن عجلان عن عبد اللہ بن الفضل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا کان فی سفر فزاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر والعصر جمیعا روایت اسحاق پر امام ابوداود نے

انکار کیا اسماعیلی نے اُسے معلول بتایا کما فی العمدۃ وغیرہا **اقول** الامام اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لاکلام فی جلالۃ قدرہ وعظمۃ فخرہ لکن نص الامام ابوداود انہ کان تغیر قبل موتہ باشھر
قال وسمعت منہ فی تلک الایام فرمیت بہ کمافی التھذیب وذکر الحافظ المزی حدیثہ الذی
زاد فیہ علی اصحاب السفیان فقال قیل اسحٰق اختلط فی اٰخر عمرہ کمافی المیزان ولاشك انہ
رحمہ اللہ تعالیٰ کان کثیر التحدیث عن ظھر قلبہ املی المسند کلہ من حفظہ کمافی التھذیب
قال قال احمد بن اسحٰق الضبعی سمعت ابراھیم بن ابی طالب یقول فذکرہ فلاغروان یعتر
بہ خطؤ فی حدیث او حدیثین ومن المعصوم عن مثل ذلك فی سعۃ ماروی وکثرتہ لاجرم امام
ذہبی شافعی نے اس حدیث کو منکر کہا اور امام اسحاق کی لغزش حفظ و اشتباہ سے گنا حیث قال وکذا
حدیث رواہ جعفر الفریابی ثنا اسحٰق بن راھویہ ثنا شبابۃ عن اللیث عن عقیل عن ابن شہاب
عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزالت
الشمس صلی الظھر والعصر ثم ارتحل فھذا علی نبل رواتہ منکر فقد رواہ مسلم عن الناقد
عن شبابۃ (وذکر لفظہ) تابعہ الزعفرانی عن شبابۃ واخرجہ خ م من حدیث عقیل
عن ابن شھاب عن انس (وذکر لفظہ ای ولیس فی شیئ منھا والعصر قال) ولاریب ان اسحاق
کان یحدث الناس من حفظہ فلعلہ اشتبہ علیہ اس کے بعد ہمیں شبابہ بن سوار میں کلام کی حاجت
نہیں کہ وہ اگرچہ رجال جماعہ وموثقین ابنائے معین وسعد وابی شیبہ سے ہے مگر مبتدع مکلب تھا
امام احمد نے اُسے ترک کیا امام ابوحاتم رازی نے درجۂ حجیت سے ساقط بتایا تہذیب امام
ابن حجر عسقلانی میں ہے شبابۃ بن سوار الفزاری قال احمد بن حنبل ترکتہ لم اکتب عنہ للارجاء
قیل لہ یا ابا عبداللہ وابومعویۃ قال شبابۃ کان داعیۃ وقال زکریا الساجی صدوق یدعو
الی الارجاء کان احمد یحمل علیہ اُسی میں ہے قال ابوحاتم صدوق یکتب حدیثہ ولایحتج
بہ اُسی میں ہے قال ابوبکر الاثرم عن احمد بن حنبل کان یدعو الی الارجاء وحکی عنہ قول اخبث
من ھذہ الاقاویل قال اذا قال فقد عمل بجارحتہ وھذا قول خبیث ماسمعت احدا یقولہ

اُسی میں ہے قال ابوبکر محمد بن ابی الثلج حدثنی ابو علی بن سختی المدائنی حدثنی رجل معروف من اھل المدائن قال رأیت فی المنام رجلا نظیف الثوب حسن الھیأۃ فقال لی من این انت قلت من اھل المدائن قال من اھل الجانب الذی فیہ شرابۃ قلت نعم قال فانی ادعو اللہ فامن علی دعائی اللّٰھم ان کان شبابۃ یبغض اھل بیت نبیک فاضربہ الساعۃ بفالج قال فانتبھت وجئت الی المدائن وقت الظھر واذا الناس فی ھرج فقلت ماللناس فقالوا فلج شبابۃ فی السحر ومات الساعۃ روایت حاکم وطبرانی کو خود ملاجی بھی ضعیف مان چکے فرماتے ہیں مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابوداؤد جس کے راوی میں ضعف تھا ایک روایت معجم اوسط طبرانی ایک روایت حاکم نقل کر کے اُن پر طعن کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداول تھیں، نقل کر کے اُن کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے اور کیا مردانگی کہ بخاری ومسلم چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور اُن سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے اُن کا جواب دیا۔ لہٰذا ہمیں اُن کے باب میں تفصیل کلام کی حاجت نہ رہی ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ خیر یہ تو ملاجی سے خدا جانے کس مجبوری نے کہلوا چھوڑا اگر ستم لطیفہ اس مافات کی تلافی یہ ہے کہ جب یہ روایتیں ناقابل احتجاج نکل گئیں خود روایت صحیحین میں لفظ والعصر بڑھا دیا فرماتے ہیں روایت کی بخاری اور مسلم نے انس سے (الی قولہ) فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظھر والعصر ثم رکب **اقول** ملاجی حنفیہ کی مرضی تو بحمد اللہ آپ نے دیکھ لی اور بعونہٖ تعالیٰ اور دیکھیے گا یہاں تک کہ آپ کی سب ہوسوں کی تسکین ہو جائے مگر دینداری ومردانگی اس کا نام ہوگا کہ مشہور ومتداول کتب میں تحریف کیجیے مردانہ پن کا دعوٰے ہے تو صحیحین میں اس عبارت کا نشان دیجیے ایک زمانہ میں آپ کو خبط کفری جاگا تھا کہ زمین کے طبقات زیریں میں حضور پُر نور منزہ عن المثل والنظیر صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معاذ اللہ چھ مثل موجود ہیں یہ بخاری مسلم شاید انھیں طبقات کی ہونگی **ثم اقول** وباللہ التوفیق یہ سب کلام بالائی تھا فرض کیجیے کہ یہ روایت صحیحہ بلکہ خود صحیحین میں موجود سہی پھر تمھیں کیا نفع اور ہمیں کیا ضرر اُس کا نوا تنا حاصل کہ سورج منزل ہی میں ڈھل جاتا تو ظہر وعصر دونوں سے فارغ

ہو کر سوار ہوتے اس سے عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں سے نکلا **اولاً** واو مطلق جمع کے لئے ہے نہ معیت و تعقیب کے واسطے جمیعا بھی اسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے نہ[1] خواہی نخواہی اجتماع فی الوقت آیۂ کریمہ وتوبوا الی اللّٰہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون ○ نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکم توبہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معًا توبہ کریں **ثانیا** اجتماع فی الوقت کہ بذریعہ قربت اجتماع فی الحکم مفاد ہو یا خود اُس کے لئے بھی وضع مانو اس وقت سے وقت نماز مراد نہیں ہو سکتا کہ وضع الفاظ تعیین اوقات نماز سے مقدم ہے لفظ جمیعا اپنے معنی لغوی پر اہل جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اُس کے وقت سے تو لاجرم اس تقدیر پر اُس کا مفاد اتحاد زمانۂ وقوع و مقارنت فی الصدور ہوگا وہ دو نماز فرض میں ناممکن اور اتصال بروجہ تعقیب اس معنے جمیعا کا فرد نہیں بلکہ صریح مباین لاجرم پھر اُسی معنے واضح و روشن واقل متیقن یعنی اجتماع فی الحکم کی طرف رجوع لازم کہ تا صحت حقیقت مجاز کی طرف مصیر نا مجاز خصوصًا امستدلال کو **ثالثا** تعقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوئی صلّے جمیعا یوں بھی صادق اور ادعائے تقدیم باطل و زاہق ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ ولی التوفیق بحمد اللّٰہ آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بُو بھی نہیں ملا جی کا قطعی و مفسر کہہ دینا خدا جانے کس نشہ کی ترنگ تھی سبحان اللّٰہ کیا ایسی ہی ہوسوں پر توقیت منصوص قرآن و نصوص اور پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجماع امت ترک کر دیے جائیں گے اور خدا و رسول جل جلالہ و صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کے باندھے ہوئے اوقات الٹ پلٹ ہو سکیں گے۔ یہ اچھا عمل بالحدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ دعوے بلند اور قرآن عظیم و حدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم وصلے اللّٰہ تعالٰی علٰی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؕ

---

[1] بیضاوی شریف میں زیر آیہ کریمہ قلنا اھبطوا منہا جمیعا ہے جمیعا حال فی اللفظ تاکید فی المعنی کانہ قیل اھبطوا انتم اجمعون ولذلک لایستدعی اجتماعھم علی الھبوط فی زمان واحد کقولک جاؤا جمیعا۔ اھ ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر

الحمدللہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغ تام ملا اب جمع تاخیر کی طرف چلیئے ملاجی بہ ہزار کاوش و کاہش یہاں بھی دو ہی حدیثیں چھانٹ پائے جن کے الفاظ متعددہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں یہ دو حدیثیں وہی احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہم مذکورۂ صدر فصل اول و افاضۂ ثالثہ ہیں جن کے بعض طرق و الفاظ حدیث اول جمع صوری و حدیث اول و دوم احادیث مجملہ میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق کو ملاجی جمع حقیقی میں نص صریح سمجھ کر لائے اور بزعم خود بہت چمک چمک کر دعوے فرمائے ادھر کے متکلمین نے اکثر افادات علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانح جدیدہ سے اُن کے جوابوں میں کلام طویل کیے فقیر غفرلہ المولی القدیر کا یہ مختصر جواب نقل اقاویل و جمع ماقال و قیل کے لئے نہیں لہٰذا بعونہ تعالٰی وہ افاضات تازہ سنیئے کہ فیض مولائے اجل سے قلب عبد اذل پر فائض ہوئے اہل نظر اگر مقابلہ کریں جلیل و عظیم فرق پر خود ہی مطلع ہونگے ذالک فضل اللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم **فاقول** وبحول اللہ اصول **حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما** کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیش نظر فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض مجمل جن میں سے اٹھارہ کی طرف ہم نے احادیث مجملہ میں اشارہ کیا ہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کر رہے ہیں جن میں بکثرت روایات بخاری و ابوداؤد و نسائی وغیرہم سے اوپر مذکور ہوئے ہاں بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بعد غروب شفق جمع کرنا مذکور ان میں بھی بعض محض موقوف مثل روایت موطائے امام محمد **اخبرنا** مالک عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حین جمع بین المغرب والعشاء سار حتی غاب الشفق اور بعض میں رفع ہے تو بالفاظ اجمال یعنی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نظر بحال اسی قدر منقول کہ جمع فرمائی قدر مرفوع میں غیبت شفق پر تنصیص نہیں مثل روایت بخاری

حدثنا سعید بن ابی مریم اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید هو ابن اسلم عن ابیه قال کنت مع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما بطریق مکة فبلغه عن صفیة بنت ابی عبید شدة وجع فاسرع السیر حتی اذا کان بعد غروب الشفق ثم نزل فصلی المغرب والعتمة یجمع بینهما فقال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا جد به السیر اخر المغرب وجمع بینهما اور روایت مسلم حدثنا محمد بن مثنی نا یحیی عن عبید اللہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء بعد ان یغیب الشفق ویقول ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء رواه الطحاوی فقال حدثنا ابن ابی داود ثنا مسدد ثنا یحیی به سندا ومتنا اور روایت ابی داؤد حدثنا سلیمن بن داود العتکی نا حماد نا ایوب عن نافع ان ابن عمر استصرخ علی صفیة وهو بمکة فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم فقال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان اذا عجل به امر فی سفر جمع بین هاتین الصلاتین فسار حتی غاب الشمس فنزل فجمع بینهما ضمیر سار ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما کی طرف ہے بدلیل روایت طحاوی حدثنا ابن مرزوق ثنا عارم بن الفضل ثنا حماد بن زید عن ایوب عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما استصرخ علی صفیة بنت ابی عبید وهو بمکة فاقبل الی المدینة فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم وکان رجل یصحبه یقول الصلوٰة الصلوٰة وقال له سالم الصلاة فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان اذا عجل به السیر فی سفر جمع بین هاتین الصلاتین وانی ارید ان اجمع بینهما فسار حتی غاب الشفق ثم نزل فجمع بینهما و لہٰذا امام اجل ابو جعفر اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں انما اخبر بذلك من فعل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما وذکر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الجمع ولم یذکر کیف جمع البتہ غیر صحیحین کی بعض روایات میں فعل مکیّف کی طرف اشارہ کرکے رفع ہے وہ یہ ہیں روایت ابی داود حدثنا عبد الملك بن شعیب نا ابن وهب عن اللیث قال قال ربیعة یعنی کتب الیه حدثنی عبد اللہ بن دینار قال غابت الشمس

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وانا عند عبد اللہ بن عمر فسرنا فلما رأیناہ قد امسی قلنا الصلوۃ فسار حتی غاب الشفق وتصوبت النجوم ثم انہ نزل فصلی صلاتین جمیعا ثم قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جد بہ السیر صلی صلاتی ھذہ یقول یجمع بینھما بعد لیل روایت ۴ ترمذی حدثنا ھناد ثنا عبدۃ عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ استغیث علی بعض اھلہ فجد بہ السیر واخر المغرب حتی غاب الشفق ثم نزل فجمع بینھما ثم اخبرھم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یفعل ذالک اذا جد بہ السیر قال ابو عیسٰی ھذا حدیث حسن صحیح حدیث نسائی اخبرنا اسحاق بن ابراھیم ثنا سفین عن ابن نجیح عن اسمعیل بن عبد الرحمن شیخ من قریش قال صحبت ابن عمر الی الحمی فلما غربت الشمس ھبت ان اقول لہ الصلاۃ فسار حتی ذھب بیاض الافق وفحمۃ العشاء ثم نزل فصلی المغرب ثلث رکعات ثم صلی رکعتین علی اثرھا قال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل بظاہر زیادہ مستحق جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر بعون الملک القدیر عزوجل وہ جوابات شافیہ وکافیہ وتقریرات صافیہ وصافیہ بیان کرے کہ یہ ساتوں طرق اور ان کے سوا اور بھی کچھ ہو تو سب کو بحول اللہ کفایت کریں **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ العروج علی ادرج التحقیق،

جواب اوّل اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقاً ہم نے ذکر کئے صاف وواشگاف بآواز بلند تصریحات قاہرہ فرمارہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نماز مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور عشا غروب شفق کے بعد اور اسی کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ان روایات صحاح وحسان جلیلۃ الشان پر پھر نگاہ تازہ کیجئے امام سالم صاحبزادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اپنی روایات مرویہ صحیح بخاری وسنن نسائی وصحیح اسمٰعیلی وغیرہا میں فرمارہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اُتر کر مغرب پڑھی پھر ٹھہر کر عشا۔ عبداللہ بن واقد شاگرد حضرت ابن عمر اپنی روایات مرویہ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروب شفق سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر منتظر رہے یہاں تک کہ شفق ڈوب گیا

اس وقت عشا پڑھی۔ طرفہ یہ کہ وہی امام نافع تلمیذ خاص و رفیق سفر و حضر ابن عمر کہ ان غروب شفق والی سات روایتوں میں چار انھیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہا میں یوں ہیں واضح و جلی تر فرما رہے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہرگز نہ ڈوبی تھی۔ بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمانا پڑا جب ڈوب گئی اس وقت عشا کی تکبیر کہی اور اول تا آخر ان سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے بلکہ حدیث امام سالم میں یوں ہے کہ حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے للہ الانصاف ان صاف الفاظ مفسرہ نصوص میں کہیں بھی گنجائش تاویل و تبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصۂ صفیہ زوجۂ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بار تھا بلکہ انہیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عمر بھر میں صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سفر میں اُنہیں جمع کرتے نہیں دیکھا سنن ابی داؤد میں بطریق امام ایوب سختیانی مذکور انہ لم یر ابن عمر جمع بینھما قط الا تلک اللیلۃ یعنی لیلۃ استصرخ علی صفیۃ اھ اما ماقال ورد ی من حدیث مکحول عن نافع انہ رأی ابن عمر فعل ذلک مرۃ اومرتین اھ فاقول فیہ شک والشک لایعارض الجزم حدیث نسائی و طحاوی میں انھیں امام نافع سے گزرا کہ میں نے ان کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے حدیث کتاب الحج میں انہیں نافع سے تھا کہ ابن عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لئے اُترتے اس بار دیر لگائی روایت نسائی و طحاوی و حج میں تھا ہمیں گمان ہوا کہ اس وقت نماز اُنہیں یاد نہ رہی یہ سب اُسی قول نافع کے مؤید ہیں مع ھذا شک نہیں کہ اصل عدم تعدد ہے تو جب تک صراحۃً تعدد ثابت نہ ہوتا اُس کے ادعا کی طرف راہ نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفع تعارض کے لئے اُس کا اختیار اُس وقت کام دیتا کہ خود قصۂ صفیہ میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب و بعد غروب موجود نہ ہوتیں فسقط ما التجأ الیہ بعض المتأخرین من العلماء المخالفین فی المسألۃ تلنا منہ انہ یندرؤ بہ التعارض وما کان لیندرئ بہ ناچار خود ملاجی کو بھی ماننا پڑا کہ یہ سب طرق و روایات ایک ہی واقعے کی حکایات ہیں قصۂ صفیہ میں

حدیث سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بطریق کثیر بن قاروندا مروی سنن نسائی پر براہ عیاری بھی جب کوئی طعن نہ گڑھ سکے تو اُسے مخالف حدیث شیخین ٹھہرا کر رد کر دیا کہ اس میں مغرب کا بین الوقتین پڑھنا ہے اور ان میں بعد غروب شفق لہٰذا یہ شاذ و مردود ہے جس کی نقل لطیفۂ ہفتم افادۂ یکم میں گزری حالانکہ حدیث مسلم کے لفظ ابھی سُن چکے اُس میں قصۂ صفیہ کا کہیں ذکر نہیں تو جب تک روایت مطلقہ بھی اسی قصۂ صفیہ پر محمول نہ ہو حدیث قصۂ صفیہ کو مخالف روایت شیخین کہنا یعنی چہ بالجملہ اس حدیث کی اتنی روایات کثیرہ میں یہ تصریح صریح ہے کہ مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور اسی کی اُن روایات میں یہ کہ شفق ڈوبے پر پڑھی اور دونوں جانب طرق صحاح وحسان ہیں جن کے رد کی طرف کوئی سبیل نہیں تو اب یہ دیکھنا واجب ہوا کہ ان میں کونسا نص مفسر ناقابل تاویل ہے جسے چار و ناچار معتمد رکھیں اور کونسا محتمل کہ اُسے مفسر کی طرف پھیر کر رفع تعارض کریں ہر عاقل جانتا ہے کہ ہماری طرف کے نصوص اصلا احتمال معنے خلاف نہیں رکھتے شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی اتنے ہی لفظ کے یہ معنی کسی طرح نہ ہو سکتے کہ جب شفق ڈوب گئی اُس وقت پڑھی نہ کہ جب اُس کے ساتھ یہ تصریحات جلیہ ہوں کہ پھر مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس کے بعد عشا پڑھی ان لفظوں کو کوئی نیم مجنون بھی مغرب بعدِ شفق پڑھنے پر حمل نہ کر سکے گا ہاں پورے پاگل میں کلام نہیں مگر اُدھر کے نصوص کہ چلے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی پھر مغرب پڑھی یا جمع کی یا بعد غروب شفق اُتر کر جمع کی یہ اچھے خاصے محتمل و صالح تاویل ہیں جن کا اُن نصوص صریحہ مفسرہ سے موافق و مطابق ہو جانا بہت آسان عربی فارسی اردو سب کا محاورۂ عامۂ مشہورہ واضحہ ہے کہ قرب وقت کو اُس وقت سے تعبیر کرتے ہیں عصر کے اخیر وقت کہتے ہیں شام ہو گئی حالانکہ ہنوز سورج باقی ہے کسی سے اول وقت آنے کا وعدہ تھا وہ اس وقت آئے تو کہتے ہیں اب سورج چھپے آئے قریب طلوع تک کوئی سوتا ہو تو اُسے اٹھانے میں کہیں گے سورج نکل آیا شروع چاشت کے وقت کسی کام کو کہا تھا اموسنے قریب نصف النہار آغاز کیا تو کہیے گا اب دوپہر ڈھلے کر بیٹھے ان کی صدہا مثالیں ہیں کہ خود ملاجی اور اُن کے موافقین بھی اپنے کلاموں میں رات دن اُن کا استعمال کرتے ہوں گے۔ بعینہ اسی طرح

یہ محاورے زبان مبارک عرب و خود قرآن عظیم و احادیث میں شائع وذائع ہیں قال اللہ تعالٰی واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب اُنہیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روک لو یعنی رجعت کر لو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ کہ بے قصد مراجعت عدت بڑھانے کے لئے رجعت نہ کرو۔ وقال اللہ تعالٰی فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار تو بالیقین قرب وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اس وقت تک تمہیں رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے یہ مثالیں تو آیات قرآنیہ سے ہوئیں جنہیں امام طحاوی وغیرہ علما مسئلۂ وقت ظہر اور نیز اس مسئلہ میں افادہ فرما چکے فقیر غفرلہ المولی القدیر احادیث سے بھی مثالیں اور علمائے قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ کی تصریحیں ذکر کرے **فاقول** وباللہ التوفیق

حدیث **۱** جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نے صبح اسرا بعد فرضیت نماز اوقات نماز معین کرنے اور اُن کا اول آخر بتانے کے لئے دو روز حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امامت کی پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اول وقت اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت اُس کے بعد گزارش کی الوقت ما بین ھذین الوقتین وقت ان دونوں وقتوں کے بیچ میں ہے اس حدیث میں ابوداؤد و ترمذی و شافعی و طحاوی و ابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صلی بی العصر حین کان ظلہ مثلہ فلما کان الغد صلے بی الظھر حین کان ظلہ مثلہ ترمذی کے لفظ یوں ہیں صلی المرۃ الثانیۃ الظھر حین کان ظل کل شیئ مثلہ لوقت العصر بالامس شافعی کے لفظ یہ ہیں ثم صلے المرۃ الاخری الظھر حین کان کل شیئ قدر ظلہ قدر العصر بالامس حدیث **۲** نسائی و طحاوی و حاکم و بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ھذا جبریل

جاءکم یعلمکم دینکم وفیہ ثم صلی العصر حین رأی الظل مثلہ ثم جاءہ الغد ثم صلی بہ الظھر حین کان الظل مثلہ بزار کے لفظ یوں ہیں جاءنی فصلی بی العصر حین کان فیٔ مثلی ثم جاءنی من الغد فصلی بی الظھر حین کان الفیٔ مثلی **حدیث ۳** نیز نسائی وامام احمد واسحاق بن راہویہ وابن حبان وحاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین کان الظل مثل شخصہ فصلی العصر ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصلی الظھر **حدیث ۴** امام اسحاق بن راہویہ اپنی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بطریق حدثنا بشر بن عمر والزھرانی ثنی مسلمۃ بن بلال ثنا یحیی بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو بن حزم عن ابی مسعود الانصاری اور بیہقی کتاب المعرفۃ میں بطریق ایوب بن عتبۃ ثنا ابوبکر بن عمرو بن حزم عن عروۃ بن الزبیر عن ابی مسعود عن ابیہ راوی اور یہ لفظ حدیث اسحٰق ہیں قال جبریل الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال قم فصل وذلک لدلوک الشمس حین مالت فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی الظھر اربعا ثم اتاہ حین کان ظلہ مثلہ فقال قم فصل فقام فصلی العصر اربعا ثم اتاہ من الغد حین کان ظلہ مثلہ فقال لہ قم فصل فقام فصلی الظھر اربعا **حدیث ۵** ابن راہویہ مسند میں عبد الرزاق سے اور عبد الرزاق مصنف میں بطریق **اخبرنا معمر** عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال جاء جبریل فصلی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالناس حین زالت الشمس الظھر ثم صلی العصر حین کان ظلہ مثلہ قال ثم جاء جبریل من الغد فصلی الظھر بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالناس الظھر حین کان ظلہ مثلہ **حدیث ۶** دارقطنی سنن اور طبرانی معجم کبیر اور ابن عبد البر تمہید میں بطریق ایوب بن عتبۃ عن ابی بکر بن حزم عن عروۃ بن الزبیر حضرت ابو مسعود انصاری وبشیر بن ابی مسعود دونوں صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ان جبریل جاء الی النبی صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم حین دلکت الشمس فقال یا محمد صل الظھر فصلی ثم جاء حین کان ظل
کل شیئ مثلہ فقال یا محمد صل العصر فصلی ثم جاءہ الغد حین کان ظل کل شیئ مثلہ
فقال صل الظھر الحدیث والکل مختصرا ان سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ
جب سایہ ایک مثل ہوا نماز پڑھائی اور بعینہ یہی لفظ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہوا پڑھائی
اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ آج کی ظہر اس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی
حالانکہ مقصود اوقات کی تمیز اور ہر نماز کا اول و آخر وقت جدا جدا بتانا ہے لاجرم امام ابو جعفر وغیرہ
نے ظہر امروزہ میں ان لفظوں کے یہی معنے لئے کہ جب سایہ ایک مثل کے قریب آیا پڑھائی معانی الآثار
میں فرمایا احتمل ان یکون ذلک علی قرب ان یصیر ظل کل شیئ مثلہ وھذا جائز فی اللغۃ قال
اللہ عزوجل فذکر الاٰیۃ وشرح المراد وافاد واجاد **حدیث ۷** سائل نے جو خدمت اقدس
حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اوقات نماز پوچھے اور حضور والا نے ارشاد فرمایا
ہے کہ دو دن حاضر رہ کر ہمارے پیچھے نماز پڑھو، پہلے دن ہر نماز اپنے اول وقت اور دوسرے دن
ہر نماز آخر وقت پڑھا کر ارشاد ہوا ہے الوقت بین ھذین وقت ان دونوں وقتوں کے
درمیان ہے اس حدیث میں نسائی وطحاوی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سأل رجل
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن مواقیت الصلاۃ فقال صل معی فصلی الظھر حین
زاغت الشمس والعصر حین کان فیئ کل شیئ مثلہ قال ثم صلی الظھر حین کان فیئ الانسان مثلہ
اس حدیث میں بھی عصر دیروز و ظہر امروز کا وہی حال اور علما کے وہی مقال **حدیث ۸**۔ سنن ابی داود
میں بسند صحیح[1] ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث سائل یوں ہے ان سائلا سأل النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یرد علیہ شیئا حتی امر بلالا فاقام الفجر حین انشق الفجر وفیہ فلما

---

[1] حیث قال (حدثنا مسدد) ثقۃ حافظ من رجال البخاری (نا عبداللہ بن داود) ھو ابن عامر الھمدانی ثقۃ عابد من رجال البخاری والاربعۃ دون الواسطی الذی لیس الامن رجال الترمذی (نا بدر بن عثمان) ثقۃ من رجال مسلم (نا ابو بکر بن ابی موسٰی) ثقۃ من رجال الستۃ (عن ابی موسی) الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ
۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کان من الغد اقام الظھر فی وقت العصر الذی کان قبلہ وصلے العصر وقد اصفرت الشمس او قال امسے اس حدیث سے دو فائدہ زائدہ حاصل ہوئے **اولاً** اس میں صاف تصریح ہے کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی حالانکہ یہی حدیث ابی موسیٰ اسی طریق بدر بن عثمان نا ابوبکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ سے مسلم و نسائی و ابن ابان و طحاوی کے یہاں ان لفظوں سے ہے ثم اخر الظھر حتے کان قریبا من وقت العصر بالامس ولفظ النسائی الی قریب پھر ظہر کی تاخیر فرمائی یہاں تک کہ وقت عصر دیروزہ سے قریب ہوگئی) ثابت ہوا کہ وہاں بھی قرب ہی مراد ہے اور قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر در کنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی یہ فائدہ یاد رکھنے کا ہے **ثانیاً** اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہوگیا تھا یا کہا شام ہوگئی یہ بھی قطعاً قرب شام پر محمول **حدیث ۹**۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وقت الظھر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ مالم یحضر العصر ظہر کا وقت اُس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور سایہ آدمی کا اُس کے قد کی برابر ہو جائے جب تک عصر کا وقت نہ آئے **حدیث ۱۰**۔ امام طحاوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث امامت جبریل میں راوی حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ نے فرمایا صلے الظھر فی کل شیئ مثلہ اُس وقت پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اُس کے برابر ہوگیا) جن کے نزدیک ایک مثل کے بعد وقت ظہر نہیں رہتا ان حدیثوں میں ایک مثل ہونے کو ایک مثل کے قریب پہنچنے پر حمل کرتے ہیں **حدیث ۱۱**۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک روز نماز عصر کو بہت اخیر کرنا اور عروہ بن زبیر کا آکر حدیث امامت جبریل سنانا کہ صحیحین وغیرہما میں مروی اس میں طبرانی کی روایت یوں ہے دعا المؤذن لصلاۃ العصر فامسے عمر بن عبد العزیز قبل ان یصلیھا یعنی عمر نے شام کر دی اور ہنوز نماز عصر نہ پڑھی امام قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح بخاری اور علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں محمول علی انہ قارب المساء لا انہ دخل فیہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب

آئی نہ یہ کہ شام ہو ہی گئی خود صحیح بخاری کتاب بدء الخلق میں ہے اخر العصر شیئا عصر میں کچھ تاخیر کی افادہ الحافظ فی فتح الباری **حدیث ۲** حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ سحری کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دے اس پر صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے قال کان رجلا لاینادی حتی یقال لہ اصبحت اصبحت وہ اذان نہ دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اُن سے کہا جاتا نہیں صبح ہو گئی صبح ہو گئی) اگر اُن کی اذان سے پہلے صبح ہو چکی تھی تو اس ارشاد کے کیا معنی کہ جب تک وہ اذان نہ دیں کھاتے پیتے رہو لہذا قسطلانی شافعی ارشاد اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں واللفظ للارشاد المعنے قاربت الصبح علی حد قولہ تعالیٰ فاذا بلغن اجلھن یعنی لوگوں کے اس قول کے کہ صبح ہو گئی صبح ہو گئی یہ معنی ہیں کہ صبح قریب آ گئی قریب آئی جیسے آیت میں فرمایا کہ عورتیں میعاد کو پہنچیں یعنی قریب میعاد۔ نیز اسی حدیث میں ارشاد اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے فانہ لایؤذن حتی یطلع الفجر ابن ام مکتوم اذان نہیں دیتے یہاں تک کہ فجر طلوع کرے) ارشاد شافعی کتاب الصیام میں ہے ای حتی یقارب طلوع الفجر یعنی یہاں تک کہ طلوع فجر قریب آئے بالجملہ اس محاورہ کے شیوع تمام سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اگر بالفرض وہ روایات صحیحہ جلیلہ صریحہ صلاۃ مغرب پیش از غروب شفق میں نہ بھی آتیں تاہم جبکہ ہر نماز کے لئے جُدا وقت کی تعیین اور پیش از وقت یا وقت فوت کر کے نماز پڑھنے کی تحریم یقینی قطعی اجماعی تھی ان روایات میں یہ مطلب بنظر محاورہ عمدہ محتمل اور استدلال مستدل بتطرق احتمال باطل و مختل اور آیات و احادیث تعیین اوقات کا ان سے معارضہ غلط و مہمل ہوتا نہ کہ خود اسی حدیث میں بالخصوص وہ صاف صریح مفسر نصوص اور انہیں بزور زبان بخاری و مسلم سب بالائے طاق رکھ کر مردود واہیات بتایئے یا اُلٹا اُن محتملات کے معارض بنا کر شاذ و مردود ٹھہرایئے۔ یہ کیا مقتضائے انصاف و دیانت ہے۔ یہ کیا محدثی کی شان نزاکت ہے اب تو بحمد اللہ سب حیل کھل گیا حق و باطل میزان نظر میں تُل گیا اور واضح ہوا کہ یہ ساتوں روایتیں بھی انہیں محاورات سے ہیں جن میں دو آیتیں اور بارہ حدیثیں ہم نے نقل کیں ان سات سے مل کر اکیس ۲۱ مثالیں ہوئیں و باللہ التوفیق **جواب دوم** جانے دو اُن میں قبل ان میں بعد ہونا ہیں سمجھو

پھر ہمیں کیا مضر اور تمہیں کیا مفید شفقین ڈوبیں احمر و ابیض اُن روایات قبل میں سپید مراد ہے ان روایات بعد میں سرخ یوں بھی تعارض مندفع اور سب طرق مجتمع ہو گئے حاصل یہ نکلا کہ شفق احمر ڈوبنے کے بعد شفق ابیض میں نماز مغرب پڑھی اور انتظار فرمایا جب سپیدی ڈوبی عشا پڑھی یہ بعینہ ہمارا مذہب مہذب اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طور پر جمع صوری ہے حقیقی تو جب ہوتی کہ مغرب بعد غروب سپیدی پڑھی جاتی اس کا ثبوت تم ہرگز نہ دے سکے یہ جواب بنگاہ اولیں ذہن فقیر میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام ابن الہمام قدس سرہ نے یہی افادہ فرمایا رہی روایت ہفتم سادسًا ذھب بیاض الافق وفحمۃ العشا جس میں افق کی سپیدی جانے کے بعد نزول ہے **اقول** وباللہ استعین اولًا یہ بھی کب رہی اس میں بھی وہی تقریر جاری جیسے غاب الشفق بمعنے کاد ان یغیب یوہیں ذھب البیاض بمعنے کاد ان یذھب **ثانیًا** حدیث میں بیاض افق ہے نہ بیاض شفق کنارہ شرقی بھی افق ہے بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اٹھتی اور اُس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس جسے قرآن عظیم میں حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر فرمایا جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیط اسود جاتا رہتا ہے یوہیں جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اُس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فحمۂ عشا جانے کا ذکر کیا فحمۂ عشا سر شام کا دھندلکا ہے کہ موسم گرما میں تیزی نور شمس کے سبب بعد غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے سے تاریکی میں آکر کچھ دیر سخت ظلمت معلوم ہوتی پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے زہر الربے میں ہے فحمۃ العشاء ھی اقبال اللیل واول سوادہ شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے ھی شدۃ سواد اللیل فی اولہ حتی اذا سکن فورہ قلت بظھور النجوم وبسط نورھا ولان العین اذا نظرت الی الظلمۃ ابتداء لاتکاد تری شیئا ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاض شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاض شفق جانا بیان کر کے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی ہے ہاں بیاض شرقی اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنے صحیح پر فحمۂ عشا کا ذکر عبث ولغو نہ ہوگا **ثالثًا** یہی حدیث اسی طریق مذکور

سفیان سے امام طحاوی نے یوں روایت فرمائی حدثنا فہد ثنا الحمانی ثنا ابن عیینہ عن ابن ابی نجیح عن اسماعیل بن ابی ذویب قال کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فلما غربت الشمس ھبنا ان نقول الصلٰوۃ فسار حتی ذھبت فحمۃ العشاء ورأینا بیاض الافق فنزل فصلی ثلثا المغرب واثنتین العشاء وقال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سرشام کا دھندلکا جاتا رہا اور ہمیں افق کی سپیدی نظر آئی. اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا۔ سبحان اللہ ملاجی آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض تور دکرتے آئے بخاری ومسلم کے رجال ناحق مردود الروایہ بنائے اب اپنے لئے یہ روایت حجت بنائی جو آپ کے مقبولہ اصول محدثین پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہوسکتی اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار ومعتمد میں مردود ونامستند ہے انسی آپ کی مبلغ علم تقریب میں ہے۔ عبداللہ بن ابی نجیح یسار المکی ابو یسار الثقفی مولاھم ثقۃ رمی بالقدر وربما دلس وہ قسم مرسل سے ہے تقریب وتدریب میں ہے الصحیح التفصیل فمارواہ بلفظ محتمل لم یبین فیہ السماع فمرسل لا یقبل ومابین فیہ کسمعت وحدثنا واخبرنا وشبھہا فمقبول یحتج بہ اور مرسل کی نسبت آپ خود فرماچکے روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہا وجمہور محدثین کے یہ آپ نے اس حدیث صحیح متصل کو مردود ومرسل بنا کر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفہ دہم میں گزرا۔ جھوٹے ادعائے ارسال پر تو یہ جوش وخروش اور سچے ارسال میں یوں گنگ وخاموش یہ کیا مقتضائے حیا ودانش ہے

جواب سوم حدیث مذکور کے اصلا کسی طریق میں نہیں کہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد غروب شفق ابیض نماز مغرب پڑھی نہ ہرگز ہرگز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعذر سفر وقت حقیقۃً قضا کرکے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقت مغرب شفق احمر تک ہے الدارقطنی عن ابن عمر رفعہ والصحیح وقفہ افادہ البیہقی والنووی انہ قال الشفق الحمرۃ اور ہمارے نزدیک شفق ابیض

تک ہے ھو الصحیح روایۃ والترجیح درایۃ وتفصیۃ الدلیل فعلیہ التاویل ہمارا مذہب اجلائے صحابہ مثل افضل الخلق بعد الرسل صدیق اکبر وام المومنین صدیقہ و امام العلماء معاذ بن جبل و سید القراء اُبی بن کعب و سید الحفاظ ابو ہریرہ و عبداللہ بن زبیر وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم و اکابر تابعین مثل امام اجل محمد باقر و امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز و اجلائے تبع تابعین مثل امام الشام اوزاعی و امام الفقہاء والمحدثین والصالحین عبداللہ بن مبارک و زفر بن الہذیل و ائمہ لغت مثل مبرد و ثعلب و فراء و بعض کبرائے شافعیہ مثل ابو سلیمان خطابی و امام مزنی تلمیذ خاص امام شافعی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے منقول کما فی عمدۃ القاری وعینۃ المتملی وغیرھما۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صراحۃً ثابت بھی ہو کہ انہوں نے بعد غروب ابیض مغرب پڑھی تو صاف محتمل کہ انہوں نے کسی سفر میں سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بعد شفق احمر شفق ابیض میں مغرب اور اُس کے بعد عشا پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے وقت قضا کرکے جمع فرمائی اب چاہے ابن عمر سے ثابت ہو جائے کہ انہوں نے پہر رات گئے بلکہ آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی یہ ان کے اپنے مذہب پر مبنی ہوگا کہ جب وقت قضا ہوگیا تو گھڑی اور پہر سب یکساں مگر ہم پر حجت نہ ہو سکے گا کہ ہمارے مذہب پر وہ جمع صوری ہی تھی جسے جمع صوری سے اصلا علاقہ نہ تھا۔ یہ تقریر بحمد اللہ وافی و کافی اور مخالف کے تمام دلائل و شبہات کی دافع و نافی ہے اگر ہمت ہے تو کوئی حدیث صحیح صریح ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حقیقۃً شفق ابیض گزار کر وقت اجماعی عشا میں مغرب پڑھی یا اس طور پر پڑھنے کا حکم فرمایا مگر بحول اللہ تعالٰی قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دکھا سکو گے بلکہ احادیث صحیحہ صریحہ جن میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جمع فرمانا اور اُس کا حکم دینا آیا وہ صراحۃً ہمارے موافق اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی احتمالی باتوں مذبذب خیالوں پر عمل کریں اور اُن کے سبب نمازوں کی تعیین و تخصیص اوقات کہ نصوص قاطعہ قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے چھوڑ دیں ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی بطریق عقیل بن خالد عن ابن شہاب

عن انس جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک تاخیر فرماتے الشیخان وابو داود و
النسأی حدثنا قتیبۃ زاد ابو داود و ابن موھب المعنے قالا نا المفضل ح و البخاری وحدہ
حدثنا حسان الواسطی وھذا لفظہ ثنا المفضل بن فضالۃ عن عقیل عن ابن شہاب عن انس
بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر
الظہر الی وقت العصر ثم یجمع بینھما واذا زاغت صلے الظہر ثم رکب ولفظ قتیبۃ ثم نزل
فجمع بینھما فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر ثم رکب دوسرے لفظ میں ہے ظہر کو
مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت داخل ہوتا پھر جمع کرتے مسلم حدثنی عمرو الناقد
نا شبابۃ بن سوار المدائنی نا لیث بن سعد عن عقیل فذکرہ وفیہ اخر الظہر حتے یدخل اول وقت
العصر ثم یجمع بینھما تیسرے لفظ میں یہ لفظ زائد ہے کہ مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے
کے وقت اُسے اور عشا کو ملاتے یا انہیں جمع فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی مسلم حدثنی ابو الطاھر
وعمرو بن السواد قالا انا وھب ثنی جابر بن اسمٰعیل عن عقیل وفیہ یؤخر المغرب حتی یجمع بینھا و
بین العشاء حین یغیب الشفق ورواہ النسأی قال اخبرنی عمرو بن الاسود بن عمرو وابو داود
مختصرا قال حدثنا سلیمان بن داود المھدی کلاھما عن ابن وھب بہ ورواہ الطحاوی حدثنا
یونس قال انا ابن وھب وفیہ حتی یغیب الشفق غیبت شفق کے جوابات شافیہ تو بحمد اللہ اوپر گزرے
ملاجی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرما کر جمع کرتے اُس پر حتٰے کے معنی
میں لا طائل تحوبت بگھار کر فرماتے ہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ منتہی تاخیر
کا اول وقت عصر کا ہوتا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ عصر کا وقت آجاتا ان معنے سے کسی کو انکار نہیں مگر
محرفین للنصوص کو اول وقت عصر کا منتہے تاخیر کا ہے نہ نماز ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو ثم یجمع بینھما کے کچھ معنے نہیں
بنتے کہ بعد ہو چکنے ظہر کے اول وقت عصر تک پھر جمع کرنا ساتھ عصر کے کس طرح ہوا اھ ملخصا مھذبا
ان لنترانیوں کا جواب تو بہت واضح ہے عصر یا وقت عصر یا اول وقت عصر یا دخول وقت عصر
تک ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنی ممکن کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہوا یونہیں یہ کلی

منصور کہ ظہر میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے ختم ہوتے ہی وقت عصر آگیا خود علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فرمایا باب تاخیر الظھر الی العصر امام عسقلانی شافعی نے فتح الباری پھر قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری میں اُس کی شرح فرمائی باب تاخیر الظھر الی اول وقت العصر بحیث انہ اذا فرغ منہا یدخل وقت تالیہا لا انہ یجمع بینہما فی وقت واحد حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں المراد انہ عند فراغہ منہا دخل وقت العصر کما سیاتی عن ابی الشعثاء الخ اور اس سے فارغ ہوتے ہی جو عصر اپنے شروع وقت میں پڑھی جائے گی بداہۃً دونوں نمازیں مجتمع ہو جائیں گی تو اس معنی کو تحریف یا جمع بینہما کے مخالف کہنا صریح جہالت ہے **اقول** و باللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ یؤخر الظھر میں ظہر سے صلاۃ ظہر سے مراد ہونا تو بدیہی نماز ہی قابل تاخیر و تعجیل ہے نہ وقت جس کی تاخیر و تعجیل مقدوراتِ عباد میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقۃً تکبیر تحریمہ سے سلام تک مجموع افعال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزء نماز ہے اور ایسے حقائق میں جزء شے شے نہیں جو اسم کسی مرکب مجموع الاجزائے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موضوع ہو بنظر حقیقت اُس کا صدق جزء آخر کے ساتھ ہوگا نہ اس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموع جدران وسقف وغیرہا کا نام ہے تو جب نیو بھری گئی یا پہلی اینٹ جنائی کی رکھی گئی مکان نہ کہیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جسے شرع مطہر نماز گنے اور معتبر رکھے متحقق نہیں تو بحکم حقیقت انتہائے تاخیر نماز عین وقت فراغ پر ہے نہ وقت تکبیر کہ ہنوز زمانۂ عدم صدق اسم باقی ہے۔ اب حدیث کے الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہا ابتدائے وقت عصر پر بتائی گئی ہے اور اُس کی انتہا فراغ پر تھی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے فراغ وقت ظہر کے جزء اخیر میں ہوا یہی بعینہٖ ہمارا مقصود ہے اگر معنے وہ لئے جائیں جو ملاجی بناتے ہیں کہ اول وقت عصر میں نماز ظہر شروع کی تو تاخیر ظہر اول وقت عصر پر منتہی نہ ہوئی بلکہ اوسط وقت تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث ہے تو بلحاظ حقیقت تغییر معنی حدیث وہی ہیں جنہیں ملاجی تحریف نصوص بتارہے ہیں ہاں مجازاً آغاز نماز پر بھی اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور ملاجی کے معنے میں وہی فرق ہے جو حقیقت و مجاز میں، بحمد اللہ اس بیان جلی البرہان سے واضح ہوگیا کہ ملاجی کا منتہائے تاخیر و منتہائے نماز ظہر میں تفرقہ پر حکم جہالت تھا ملاجی نے اتنا سچ کہا کہ

منتہے تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا آگے جو یہ حاشیہ چڑھایا کہ یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھنے کہ وقت عصر آ
نرا ادعائے بے دلیل ہے طرفہ یہ کہ خود بھی حضرت نے انہیں لفظوں سے تعبیر کی جن میں دونوں معنی
محتمل مگر عقل و وہابیت تو باہم اقصے طرفین نقیض پر ہیں وللہ الحمد **ثم اقول** بحول اللہ اصول ظہر کی
وقت عصر تک تاخیر درکنار اگر صاف یہ لفظ آتے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑھی مدعائے مخالف میں
نص نہ تھی ظہرین و عشائین میں آخر وقت اول و اول وقت آخر آن واحد فصل مشترک بین الزمانین ہے۔
اور صلاۃ بمعنی ابتدائے صلاۃ اور فراغ عن الصلاۃ دونوں مستعمل تو بحکم مقدمہ اولے جس نماز کے فراغ پر اس
کا وقت ختم ہو جائے اُسے جس طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے جزء اخیر میں تمام ہوئی یوں ہیں
یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جزء اول میں اُس سے فراغ ہوا اور بحکم مقدمہ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان لفظوں سے
بھی ادا کر سکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فراغ عن الصلاۃ تھا اور فراغ عن الصلاۃ آخر
وقت میں ہوا اور آخر وقت ماضی اول وقت آتی ہے ولہذا ساتوں احادیث مذکورۂ امامت جبریل و
و سوال سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی و ظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت
عند الترمذی و حدیث سائل عند ابی داؤد میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی
خود امام شافعی و جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے اُن میں صلاۃ عصر دیروزہ کو ابتدائے نماز اور
صلاۃ ظہر امروزہ کو فراغ نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرمائی تھی اور آج کی ظہر ختم
اسی کو یوں تعبیر فرمایا گیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی امام اجل ابو زکریا نووی شافعی رحمہ اللہ
تعالٰی شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتم الظہر فانہ وقت الی ان یحضر العصر فرماتے ہیں
احتج الشافعی والاکثرون بظاہر الحدیث الذی نحن فیہ واجابوا عن حدیث جبریل علیہ السلام
بان معناہ فرغ من الظہر حین صار ظل کل شیئ مثلہ وشرع فی العصر فی الیوم الاول حین صار
ظل کل شیئ مثلہ فلا اشتراک بینہما مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے فی روایۃ حین کان ظل کل
شیئ مثلہ کوقت العصر بالامس ای فرغ من الظہر حینئذ کما شرع فی العصر فی الیوم الاول حینئذ قال الشافعی
وبہ یندفع اشتراکہما فی وقت واحد **ثم اقول** ہاں ہیں علماء سے کیوں نقل کروں خود ملاجی اپنے ہی

لکھے کو نہ روئیں اقرأ کتابك كفى بنفسك اليوم عليك شهيدا[1] مسئلہ وقت ظہر میں جو ایک مثل کا اثبات پیش نظر تھا پاؤں تلے کی سوجھی آگا پیچھا بے سوچے سمجھے صاف صاف انہیں معنے کا اقرار کر گئے یہ کیا خبر تھی کہ دو قدم چل کر یہ اقرار جان کا آزار ہو جائے گا حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کرکے فرماتے ہیں معنے اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سایہ ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے یہ معنی نہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اُسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی اھ ملخصا کیوں ملاجی جب صلاۃ بمعنی فراغ عن الصلوٰۃ آپ خود لے رہے ہیں تو اُخّر الظہر کے معنے اخر الفراغ عن الظہر لینا کیوں تحریف نصوص ہو گیا ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمہارے گھر کی ہے اپنے لئے تحریف تبدیل انکار تکذیب جو چاہو حلال کر لو ہمزہ یہ ہے کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لاج کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی نقل کی اور ابوداود کے لفظ چھوڑ کر خاص ترمذی ہی روایت لی جس میں صاف نقل کیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی اور بکمال خوش طالعی اسے بھی لکھ دیا کہ معنے اس کے بھی وہی ہیں جو حدیث نسائی کے بیان کئے گئے یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل پر، ملاجی جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنے لے رہے ہیں کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اُس سے فراغ دوسری کے ابتدائے وقت پر ہوا تو اب کس منہ سے یہ حدیثیں اثبات جمع میں پیش کرتے اور انہیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہو ان میں تو تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنی بنا رہے ہو اُن کے بدرجہ اولٰے بنیں گے اور اول تا آخر تمہارے سب دعوے قل موتوا بغیظکم سنیں گے انصاف ہو تو ایک یہی حرف تمہاری ساری محنت کو پہلی منزل پہنچانے کے لئے بس ہے وللہ الحمد یہ کلام تو ملاجی کی جہالتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الوہاب اُسی طرز صواب پر لیجئے و باللہ التوفیق **جواب اول** دخول عصر سے قرب عصر مراد ہے جس کی

---

[1] اقتباس ومناسب المقام ههنا الشهادة لا الحساب۔ ۱۲ منہ۔

اکیس مثالیں آیات واحادیث سے اوپر گزریں خصوصاً حدیث ہشتم میں ہم نے روایت صحیحہ صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی سے روشن ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھنے کو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی الی ھذا الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی حیث قال قد یحتمل ان یکون قولہ الی اول وقت العصر الی قرب اول وقت العصر **جواب ثانی اقول** وقت ظہر دو مثل سمجھو، خواہ ایک اُس کی حقیقت واقعیہ کا ادراک طاقت بشری سے خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی ہموار تاہم پیمائش اقدام یا کوئی چیز زمین میں کھڑی کرکے ناپنا تو ہرگز غایت تخمین مقدور تک بھی بالغ نہیں نہایت تصحیح عمل امثال دائرہ ہندیہ ہے وہ بھی حقیقت امر ہرگز نہیں بتا سکتا **اولاً** دائرے کی صحت سطح کا استوا سطح دائرۃ الافق سے اُس کی پوری موازات مقیاس کا سطح دائرہ نصف النہار سے ذرہ بھر مائل نہ ہونا مدخل ومخرج کے نقاط نامتجزیہ کی صحیح تعیین قوس محصورہ کی ٹھیک تنصیف پھر ظل کا خط نامتجزی پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثلین کی بے کمی بیشی زیادت ان میں سے کسی پر جزم متیسر نہیں۔ **ثانیاً** بالفرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر صحیح بھی ہو جائیں تاہم خط نصف النہار کا سطح عظیمہ نصف النہار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت ومعلوم ہے کہ شمس بوجہ تقاطع معدل ومنطقہ اپنی سیر خاص سے لحہ بھر بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منتصف مابین المدخل والمخرج ہمیشہ خط نصف النہار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ دائرۃ الزوال پر مرکز نیر کا انطباق اور احد الانقلابین میں حلول آن واحد میں ہوا اور وہ نہایت نادر ہے **ثالثاً** اس نادر کو بھی فرض کیجئے تاہم علم کی طرف اصلاً سبیل نہیں کہ حلول انقلاب یا وصول دائرہ جاننے کے طرق جو زیجات میں موضوع ہیں سب ظنی وتخمینی ہیں کسی کوکب کی تقویم حقیقی معلوم کرنا نہ حساب کا کام ہے نہ ارصاد کا جداول حیوب وظلال ومیول واوساط وتعادیل مراکز ومواضع اوجات وتفاوت ایام حقیقیہ وسطیہ وفصل مابین المرکزین وعروض واطوال بلاد ودرج واجزائے استوائیہ وطوالع ومطالع بلدیہ وغیرہا امور کہ اس ادراک کے ذرائع ہیں سب فی انفسہا محض تخمین ہیں اور اس پر اثبات زیجات بہ رفع واسقاط حصص کسرات تخمین بالائے تخمین پاکی ہے اُسے جس نے ہر نقیر وقطمیر میں عجز وجہل

بشر نو ظاہر کیا اور ذرہ ذرہ عالم سے اپنے کمال علم وقدرت کو جلوہ دیا سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ولہذا ملتقی وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عامۂ خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اسی میں نظر ناظر کبھی حالت شک میں رہتی ہے کبھی بقائے وقت اول کبھی دخول وقت آخر گمان کرتی ہے اور واقع وہ ہے جو رب العزۃ جل وعلا کے علم میں ہے صاحب وحی خصوصا عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب بحکم نبأنی العلیم الخبیر عین وقت حقیقی پر مطلع ہو کر نماز ظہر ایسے اخیر وقت میں ادا فرمائے اور سلام پھیرتے ہی معًا وقت عصر کی ابتدائے حقیقی ہو نا ص علم الٰہی میں منتہی شروع ہو جائے اور دیگر ناظرین کہ وحی سے بہرہ نہیں رکھتے براہ اشتباہ اُسے وقت آخر میں گمان کریں اصلا محل تعجب نہیں نہ معاذ اللہ اس میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کسر شان کہ علوم خاصۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حضور کا شریک ہونا کچھ منافی صحابیت نہیں بلکہ واجب ولازم ہے فقیر غفرلہ المولی القدیر احادیث کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی نظیریں پیش کرسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسے وقت نمازیں پڑھیں یا سحری تناول فرمائی کہ ناظرین کو بقائے وقت میں شک یا خروج وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلۂ حذاق صحابہ کی تمیز ومعرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوئے علم محمدی تو علم محمدی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلا **حدیث ۱:** حدیث سائل کہ صحیح مسلم وسنن ابوداؤد وسنن نسائی ومسند امام احمد وحجج امام ابن ابان ومصنف طحاوی میں سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اس میں ظہر روز اول کی نسبت مسلم ونسائی کی روایت یوں ہے۔ اقام بالظھر حین زالت الشمس والقائل یقول قد انتصف النھار وھو کان اعلم منھم ظہر سورج ڈھلتے ہی قائم فرمائی اس حال میں کہ کہنے والا کہے ٹھیک دوپہر ہے اور حضور اُن سے زیادہ جانتے تھے ابوداؤد کے یہ لفظ ہیں حتی قال القائل انتصف النھار وھو اعلم یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا دوپہر ہوا اور حضور کو حقیقت امر کی خوب خبر تھی۔ احمد وعینی وطحاوی کے لفظ یوں ہیں والقائل یقول انتصف النھار اولم وکان اعلم منھم کہنے والا کہتا دوپہر ہے یا ابھی دوپہر بھی نہ ہوا اور حضور کے علم سے اُن کے علموں کو کیا نسبت تھی **حدیث ۲:** صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وکتاب طحاوی میں بارہ حدیث

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارۂ انکار جمع بین الصلاتین کہ عنقریب ان شاء اللہ القریب المجیب مذکور ہو گی یہ ہے صلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا ابوداؤد کے لفظ یوں ہیں صلی صلوٰۃ الصبح من الغد قبل وقتہا طحاوی کی روایت یوں ہے صلی الفجر یومئذ لغیر میقاتہا یعنی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ مزدلفہ میں صبح کی نماز اُس کے وقت سے پہلے پڑھی بے وقت پڑھی) امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں **قولہ** قبل میقاتہا بان قدم علی وقت ظہور طلوع الصبح للعامۃ وقد ظہر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طلوعہ اما بالوحی اولغیرہ یعنے قبل وقت پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اور لوگوں پر صبح کا طلوع کرنا ظاہر نہ ہوا تھا حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو وحی وغیرہ سے معلوم ہوگیا **حدیث ۳** صحیح بخاری شریف میں عبدالرحمٰن بن یزید نخعی سے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت ہے ثم صلے الفجر حین طلع الفجر قائل یقول طلع الفجر وقائل یقول لم یطلع الفجر واولہ قال خرجنا مع عبداللہ الی مکۃ ثم قدمنا جمعا الحدیث یعنی ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ حج کو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبداللہ نے نماز فجر طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کہتا فجر ہو گئی ہے کوئی کہتا ابھی نہیں **حدیث ۴** امام ابوجعفر طحاوی انہیں عبدالرحمٰن نخعی سے راوی قال صلی عبداللہ باصحابہ صلوٰۃ المغرب فقام اصحابہ یتراؤن الشمس فقال ما تنظرون قالوا ننظر اغابت الشمس فقال عبداللہ ھذا واللہ الذی لا الٰہ الا ھو وقت ھذہ الصلوٰۃ الحدیث یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز مغرب پڑھائی اُن کے اصحاب اُٹھ کر سورج دیکھنے لگے فرمایا کیا دیکھتے ہو عرض کی یہ دیکھتے ہیں کہ سورج ڈوبا یا نہیں فرمایا قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس نماز کا ہے) نماز سے فارغ ہو کر بھی اُن کے اصحاب کو شبہ تھا کہ سورج اَب بھی غروب ہوا یا نہیں فان صلے حقیقۃ فی الفعل دون الارادۃ والفاء للتعقیب **حدیث ۵** بخاری و مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی بطریق انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال تسحرنا مع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلاۃ قلت کم کان قدر ما بینہما قال خمسین اٰیۃ

ہم نے حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز فجر کے لئے کھڑے ہو گئے میں نے پوچھا بیچ میں کتنا فاصلہ دیا کہا پچاس آیت پڑھنے کا **حدیث ۶** بخاری ونسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ان نبی اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم وزید بن ثابت تسحرا فلما فرغا من سحورھما قام نبی اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الصلوٰۃ فصلے قلت لانس کم کان بین فراغھما من سحورھما ودخولھما فی الصلاۃ قال قدر مایقرؤ الرجل خمسین اٰیۃ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے فارغ ہوئے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح کے لئے کھڑے ہو گئے نماز پڑھ لی میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا سحری سے فارغ اور نماز میں داخل ہونے میں کتنا فصل ہوا کہا اس قدر کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے، امام طورپشتی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں ھذا التقدیر لایجوز لعموم المؤمنین الاخذ بہ وانما اخذہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاطلاع اللہ تعالیٰ ایاہ وکان صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوما عن الخطأ فی الدین یہ اندازہ وہ ہے کہ عام امت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے اس لئے اختیار فرمایا کہ رب العزۃ جل وعلا نے حضور کو وقت حقیقی پر اطلاع فرمائی تھی اور حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے **حدیث ۷** نسائی وطحاوی زر بن جیش سے راوی قال قلنا لحذیفۃ ای ساعۃ تسحرت مع رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ھو النھار الا ان الشمس لم تطلع ہم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی کہا دن ہی تھا مگر یہ کہ سورج نہ چمکا تھا امام طحاوی کی روایت میں یوں صاف تر ہے قلت بعد الصبح قال بعد الصبح غیر ان الشمس لم تطلع میں نے کہا بعد صبح کے کہا ہاں بعد صبح کے مگر آفتاب نہ نکلا تھا) رائے فقیر میں ان روایات کا عمدہ محمل یہی ہے کہ سید المرسلین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت کے مطابق حقیقی منتہائے لیل پر سحری تناول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی۔ حذیفہ رضی اللہ تعالے عنہ کو گمان ہوا کہ سحری دن میں کھائی

بعد صبح اور رو افض جو شخص سحری کا پچھلا نوالہ کھا کر آسمان پر نظر اٹھائے تو صبح طالع پائے وہ سوا اس کے کیا گمان کرسکتا ہے **حدیث ۸** ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب وضع کیا باب المسافر یصلی وھو یشک فی الوقت اور اس میں انہیں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جن کی حدیث میں ہم یہاں کلام کررہے ہیں روایت کی قال کنا اذا کنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی السفر فقلنا زالت الشمس او لم تزل صلی الظھر ثم ارتحل جب ہم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب سفر میں ہوتے ہم کہتے سورج ڈھلا یا ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت نماز ظہر پڑھ کر کوچ فرما دیتے **حدیث ۹** ابوداؤد اسی باب میں اور نیز نسائی و طحاوی انہیں انس رضی اللہ عنہ سے راوی کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا نزل منزلا لم یرتحل حتی یصلی الظھر فقال لہ رجل وان کان نصف النھار قال وان کان نصف النھار یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی منزل میں اُترتے بے ظہر پڑھے کوچ نہ فرماتے کسی نے کہا اگرچہ دوپہر کو فرمایا اگرچہ دوپہر کو) نسائی کے لفظ یوں ہیں فقال رجل وان کانت بنصف النھار قال وان کانت بنصف النھار یعنی کسی نے پوچھا اگرچہ وہ نماز دوپہر میں ہوتی فرمایا اگرچہ دوپہر میں ہوتی **لطیفہ اقول** ملاجی کو تو یہ منظور رہے کہ جہاں جیسے بنے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہ وقت عصر کا آغاز ہوجاتا ایسی تحقیق یقینی پر حمل کیا جس میں اصلا گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب علمائے حنفیہ نے حدیث صحیح جلیل صحیح بخاری شریف سے استدلال کیا کہ ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ایک سفر میں ہم حاضر رکاب سعادت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ تھے مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی فرمایا وقت ٹھنڈا کر دیر کے بعد انہوں نے پھر اذان کا قصد کیا پھر فرمایا وقت ٹھنڈا کر ایک دیر کے بعد اُنہوں نے پھر ارادہ کیا فرمایا وقت ٹھنڈا کر حتی ساوی الظل التلول یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر ہوگیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان شدۃ الحر من فیح جھنم گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے تو اُس میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر خصوصا موسم گرما میں کہ وہی زمانہ ابراد ہے ٹیلوں کا سایہ اصلا نہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے

امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں التلول منبطحۃ غیر منتصبۃ ولایصیر لہا فیٔ فی العادۃ الابعد زوال الشمس بکثیر ٹیلے زمین پر پھیلے ہوتے ہیں نہ بلند عادۃً اُن کا سایہ نہیں پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد۔ امام ابن اثیر جزری شافعی نہایہ میں فرماتے ہیں ھی منبطحۃ لایظہر لہا ظل الا اذا ذھب اکثر وقت الظھر ٹیلے پست ہوتے ہیں اُن کے لئے سایہ ظاہر ہی نہیں ہوتا مگر جب ظہر کا اکثر وقت جاتا رہے، جب خود ائمہ شافعیہ کی شہادت سے ثابت اور نیز مشاہدہ و عقل و قواعد علم ظل شاہد کہ ٹیلوں کے سائے کی ابتدا زوال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر اُس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا حکم فرمایا اور اس کے بعد مؤذن کو اجازت عطا ہوئی تو بلاشبہہ دوسرے مثل میں وقت ظہر باقی رہنا ثابت ہوا جیسا کہ ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔ یہ دلیل ساطع بحمد اللہ تعالٰی لاجواب تھی یہاں ملاجی حالت اضطراب میں فرما گئے کہ،

مساوی کہنا راوی یعنی سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سایہ ٹیلوں کو ظاہر ہے کہ تخمیناً اور تقریباً ہے نہ بایں طور کہ گز رکھ کر ناپ لیا تھا کیوں حضرت، سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تو گز رکھ کر نہ ناپا تھا یوہیں تخمیناً مساوات بتادی مگر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا گز رکھ کر ناپ لینا آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا آخر دخول وقت عصر یوہیں تو معلوم ہوگا کہ اس مقدار کو پہنچ جائے اُس کا علم بے ناپے کیونکر ہوا بلکہ یہاں تو غالباً دو ناپوں کی ضرورت ہے ایک وقت نصف النہار کہ سایۂ اصلی کی مقدار ناپیں دوسری اس وقت کہ سایہ بعد ظل اصلی مقدار مطلوب کو پہنچا یا نہیں جب انہوں نے ایک ناپ نہ کی یوہیں تخمیناً فرما دیا انہوں نے دو ناپیں کاہے کو کی ہونگی یوہیں تخمیناً فرما دیا ہوگا کہ عصر کا اول وقت داخل ہو گیا جیسے آپ وہاں احتمال نکالا چاہتے ہیں کہ واقع میں مساوی نہ ہوا ہوگا اور ظہر ایک مثل کے اندر ہوئی یہاں بھی وہی احتمال پیدا ہے کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر اپنے ہی وقت پر ہوئی یہ کیا حیاداری و مکابرہ ہے کہ بیجا بیجا باتیں خود اختیار کرتے جاؤ دوسرا کرے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصوص بتاؤ اس تحکم کی کوئی حد ہے **لطیفہ ۲ اقول** خدا انصاف دے تو یہاں تخمینہ میں اتنی ہی غلطی ہوگی جتنی دیر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھی جائیں اور حدیث

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سخت فاحش غلطی ماننی پڑے گی جسے اُن کی طرف بے دلیل نسبت کردینا صراحۃً
سوئے ادب خود امام شافعی المذہب کی تصریح سے واضح ہوا کہ سایۂ تلول کی ابتدا اُس وقت ہوتی ہے
جب بلند چیزوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ٹیلوں کا سایہ
ابھی نصف مثل تک بھی نہ پہنچے گا کہ اور چیزوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزر جائے گا کہ اول
تو جس طرح ظہور ظل میں تفاوت شدید ہے کہ اتنی دیر کے بعد ان کا سایہ پیدا ہوتا ہے یونہیں زیادت ظل
میں فرق رہے گا بلند چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر جتنی دیر میں جتنا بڑھے گا ٹیلوں کا سایہ اپنی نسبت میں
اُس سے کم بڑھے گا کما لا یخفی علی العارف بقواعد الفن تو لاجرم جس وقت ٹیلوں کا سایہ پیدا ہوا اور
بلندیوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلندیوں کا سایہ نصف مثل
سے کم بڑھ کر ایک مثل ظل اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیلوں کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہوگا اور اس
تحفظ نسبت تفاوت کو نہ بھی مانیے تو خیر کم از نصف ہی جانیے پھر بہر حال اس سے اتنی دیر اور بڑھا لیجئے
جس میں اذان کا حکم ہوا اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر اُس وقت ٹیلوں
کا سایہ کوئی چہارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرما دینا کہ سایہ برابر ہوگیا تھا کس قدر
بعید و ناقابل قبول ہے۔ کیا اچھا انصاف ہے کہ یا تو تخمین میں اُتنی غلطی ناممنوع کہ جس میں دو رکعتیں پڑھ
لی جائیں یا اپنے داؤں کو یہ بھاری غلطی مقبول کہ سیر میں پسیری کا دھوکا بحمد اللہ تعالیٰ اس تقریر سے بھی واضح ہوگیا
کہ وہاں تخمین سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا **لطیفہ ۳ اقول** وہاں ایک ستم خوش ادائی یہ کی ہے کہ

وہ تخمینا برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایۂ اصلی الگ کرکے وھذا لا یخفی علی من لہ ادنیٰ عقل

تو در اصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمینا آدھی مثل ہوگا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم میں اتنی دیر ہوگی
کہ نجوبی فارغ ہوئے ہوں گے۔ ملاجی ذرا کچھ دنوں جنگل کی ہوا کھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے
وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کہ آنکھوں کے نیور ٹھکانے آئیں علما تو فرما رہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی
نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے ملاجی اُن کے لئے ٹھیک دوپہر کا سایہ بتاتے
ہیں اور وہ بھی تھوڑا نہ بہت آدھی مثل جبھی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہو کر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہو جاتی ہے

لطیفہ ۴۔ **اقول** اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود تھے اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہو گیا پس برابر ہو گیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں، اس جواب کی قدر ملاجی اپنے ہی ایمان سے بتا دیں وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہو گیا اگرچہ وہ دس گز ہوں یہ جو برابر اسے سبحان اللہ! اسے کیوں تحریف نصوص کہیے گا کہ یہ تو مطلب کی گڑھت ہے ایسا لقب تو خاص بیچارے حنفیہ کا خلعت ہے ملاجی اگر کوئی کہے کہ میں ملاجی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی داڑھی بانس برابر ہو گئی تو اس کے یہ معنی ہوں گے نہ کہ ملاجی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملاجی کی داڑھی معدوم جب رواں کچھ کچھ چمکتے ہی بانس برابر ہو گیا کہ اب بانس بھی موجود بال بھی موجود ؏ مرغک از بیضہ برون آید و دانہ طلبد لطیفہ ۵ **اقول** یہ نکتہ چراغی و تحریف صریح قابل ملاحظہ کہ خود ہی حنفیہ و شافعیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں شافعیہ سے حجت لاتے کو فتح الباری امام عسقلانی سے یہ عبارت نقل کی کہ یحتمل ان یراد بھذہ المساواۃ ظھور الظل بجنب التل بعد ان لم یکن ظاھرا جس میں ٹیلوں کے لئے سایۂ اصلی ہونے کی صاف نفی تھی حضرت تو وہ دعوے کر چکے تھے کہ ان کا سایۂ اصلی آدھے مثل کے قریب ہوتا ہے لاجرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور اسے فتح الباری کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہا فتح الباری میں ویحتمل ان یراد الخ ملاجی دھرم سے کہنا یہ تحریف تو نہیں۔ لطیفہ ۶ **اقول** فتح الباری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ اصلا نہ تھا دیر فرمائی یہاں تک کہ موجود ہوا اگرچہ ٹیلوں سے سایہ مساوی ہونے کے ہرگز یہ معنے نہیں مگر آپ اپنی خبر لیجئے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو ظہور و وجود میں برابری صبح سے شام تک دن بھر رہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا معنے کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر ہو گیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں یہ آپ کی نری من گھڑت ہے تاویل گڑھی مساوات فی الظہور تفریع کی مساوات فی الوجود اور مفرع علیہ وجود شرقی کیا جب تک وجود غربی شمالی تھا مساوات فی الوجود نہ تھی اب کہ وجود شرقی

ملا مساوات ہوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو **لطیفہ ۷۔ اقول** ملاجی جب آپ کے دھرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا تو زوال ہوتے ہی قطعاً معاً شرقی ہوا تو یہ مساوات خاص آغاز وقت ظہر پر ہوئی اور حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادۂ اذان کیا ہر بار حکم ابراد و تاخیر ملا یہاں تک کہ سایہ مساوی ہوا کیا یہ ارادہ ہائے اذان و حکمہائے ابراد سب پیش از زوال ہولئے تھے شاید بہر دن چڑھے ظہر کا وقت ہو جاتا ہوگا، ملاجی تحریف بقصوص اسے کہتے ہیں ع چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر؟

لطیفہ ۸۔ اقول جب کچھ نہ بنی تو ہارے درجے یہ تیسری نزاکت اس حدیث کے جواب میں فرمائی کہ یہ تاخیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس سفر پر حضر کو قیاس مع الفارق ہے، ملاجی ایمان سے کہنا یہ حدیث ابراد ظہر کی ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا یا تفویت ظہر کی کہ وقت کھو کر پڑھنا حدیث میں علت حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدت گرمی جوش جہنم سے ہے تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کر دیا یہ کہ ابھی اذان نہ کہو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے، ملاجی اس حدیث کی شرح میں خود علمائے شافعیہ کا کلام سنو کہ معنی ابراد میں آپ کی یہ گڑھت بھی ٹوٹے اور سفر و حضر سے فرق کی بھی قسمت پھوٹے ارشاد الساری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابراد بالظہر فی السفر میں اسی حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نیچے ہے (قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سفر قیدہ هنا بالسفر واطلقه فی السابقة مشیرا بذلك الی ان تلك الروایة المطلقة محمولة علی هذه المقیدة لان المراد من الابراد التسهیل المشقة فلا تفاوت بین السفر والحضر اسی میں ہے (فقال له ابرد حتی رأینا فیئ التلول) غایة الابراد حتی یصیر الظل ذراعا بعد ظل الزوال او ربع قامة او ثلثها او نصفها وقیل غیر ذلك ویختلف باختلاف الاوقات لکن یشترط ان لا یمتد الی اٰخر الوقت ہاں خوب یاد آیا علمائے شافعیہ کی کیوں سنیے آپ اپنے ہی لکھے کو نہ دیکھیے مسئلہ وقت مستحب ظہر میں فرما گئے۔ اگر ابراد اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہو جائے یا قریب آجائے حدیث میں ابراد کی علما میں اختلاف ہے لیکن یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ تک کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو نہ پہنچ جاوے کما فتح الباری میں اختلف العلماء فی غایة الابراد لکن یشترط

ان لایمتد الی آخر الوقت جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم و شرط ابراد ہے تو حکم ابراد کو لزوماً وقت پر حمل کرنا کیسا عذر بارد ہے ملاجی ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لئے صراحۃً نص شرع کی تحریف حدیث صحیح کا رد۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض تفنن طبع کے لئے ہیں ورنہ مذاہب مقررہ ہو چکے علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں فقد اجاب الحافظ ابن حجر عن ذلك وعن غيره من ادلة المانعين وهي عشرة بما يطول ذكره مع انه لا كبير فائدة فيه اذ المذاهب تقررت انا هو تشحيذ اذهان آپ اپنی خبر لیجئے آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد ہیں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تحریفیں کر رہے ہے دعوے باطلۂ عمل بالحدیث کے چھلکے اُتر رہے ہیں ع شرم بادت از خدا و از رسول ﴿ **لطیفہ ۹۔ اقول** ملاجی خود جانتے تھے کہ یہ تاویلیں نہیں محض مہمل پوچ تقریریں سے جیسے بنے حدیث کو رد کرنا ہے لہٰذا عذر بدتر از گناہ کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔

منشا تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر نہیں ہے ثابت ہیں پس جمعاً بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں، ان تاویلوں کو حقہ کہنا تو دل میں خوب جانتے ہو گے کہ جھوٹ کہہ رہے ہو خاک حقہ تھیں کہ ایک دم میں سلفہ ہو گئیں مگر اس ڈھٹائی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث، بخاری شریف کو بحیلۂ جمع بین الادلہ یوں دانستہ بگاڑ دیے حالانکہ نہ قصہ واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر در بارۂ غیبت شفق میں باوصف اتحاد قصہ جمع بین الادلہ حرام اور رد احادیث صحاح واجب الالتزام۔ **لطیفہ ۱۰۔ اقول** جمع تقدیم کی نامندمل جراحت بھرنے کو حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وہ لن ترانیاں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مانع قطعی نہ ہو اب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہیں بحمد اللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہو لیا کہ جمع بین الادلہ کے لئے ایسی رکیک و پوچ و لچر تاویلات تک روا ہیں تو یہ صاف و نظیف و شائع و لطیف معانی و محامل کہ ہم نے جمعاً بین الادلہ احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختیار کئے ان میں اپنی چون وچرا کی گلی آپ نے خود بند کر لی وللہ الحمد۔ ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ﴿ طرفہ یہ کہ آپ مستدل ہیں اور ہم خصم جب آپ کو ایسے لچر بات نفع دیں گے ہمیں یہ واضحات بدرجۂ اولیٰ نافع اور آپ کے تمام ہواجس و وساوس کے قاطع ہوں گے

فائدہ عائدہ سنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہوسکے فقیر نے کلام فریقین میں اس سے استناداً جواباً اصلاً تعرض نہ دیکھا ملاجی بہت دور دور کے چکر لگا آئے جہاں کچھ بھی لگتی پائی بلکہ نری بے لگاؤ بھی جمع کر لائے سنن کچھ دور نہ تھیں اُس کے آس پاس گھوما کئے مگر اس سے دہنے بائیں کترائے اسی سے اُس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر مگر شاید اب کسی نئے متوہم یا خود حضرت ہی کو تازہ وہم جاگے لہٰذا اُس سے تعرض کر دینا مناسب ففی سنن ابی داود حدثنا احمد بن صالح نا یحیی بن محمد الجاری وفی سنن النسائی اخبرنا علی بن عبدالرحمن ثنا نعیم بن حماد قالا نا عبدالعزیز بن محمد (زاد نعیم الدراوردی) عن مالک عن ابی الزبیر عن جابر ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم غابت له الشمس بمکة فجمع بینهما بسرف (زاد نعیم) یعنی الصلوٰة ولفظ المؤمل غابت الشمس ورسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بمکة فجمع بین الصلاتین بسرف قال ابوداؤد حدثنا محمد بن هشام جار احمد بن حنبل نا جعفر بن عون عن هشام بن سعد قال بینهما عشرة امیال یعنی بین مکة وسرف یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں آفتاب ڈوبا پس مغرب وعشا موضع سَرِف میں جمع فرمائیں ابوداود نے ہشام بن سعد سے (کہ ملاجی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے تقریب میں کہا صدوق له اوهام ورمی بالتشیع) نقل کی کہ مکہ و سرف میں دس میل کا فاصلہ ہے **اقول** وباللہ التوفیق اصول حدیث ونیز اصول محدثہ ملاجی پر یہ حدیث ہرگز قابل حجیت نہیں اصول حدیث پر اُس کی سند ضعیف اور اصول ملائیہ پر تو ضعف در ضعف کیا جانیئے کتنے ضعفوں کی طومار اور نری مردود و متروک ہے **اولاً** دو طریق پیشین میں یحیی بن محمد جاری ہے تقریب میں کہا صدوق یخطئ امام بخاری نے فرمایا یتکلمون فیه ائمہ محدثین اس پر طعن کرتے ہیں) میزان میں یہی حدیث اُس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعفا میں زیر ترجمہ ضعفا اُن کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ طریق دوم میں مؤمل بن اہاب ہے تقریب میں کہا صدوق له اوهام طریق ثالث میں نعیم بن حماد ہے یہ اگرچہ فقیہہ و فرائض دان تھا مگر حدیثی حالت میں یحیی سے بھی بدتر ہے تقریب میں کہا صدوق یخطئ کثیرا یہاں تک کہ ابوالفتح ازدی نے کہا حدیثیں

اپنے جی سے گڑھتا اور امام ابوحنیفہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازفات ازدی سے ہو مگر ذہبی نے طبقات الحفاظ و میزان الاعتدال دونوں میں اُس کے حق میں قول اخیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف امامت منکر الحدیث ہے قابل احتجاج نہیں جامع صحیح میں اُس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت امام جلال الدین سیوطی لآلی میں اُس کی حدیث اذا اراد اللّٰہ ان ینزل الی السماء الدنیا نزل عن عرشہ بذاتہ ذکر کرکے فرماتے ہیں اتعبنا نعیم بن حماد من کثرۃ مایاتی بھذہ الطامات وکونہ روٗعنہ وعن الطرطوسی الراوی عنہ فلا ادری البلاء فی الحدیث منہ اومن شیخہ نعیم اھ ملخصا یعنی نعیم بن حماد اس کثرت سے یہ طامات روایتیں لاتا ہے کہ ہم تھک گئے کہاں تک اُس کا اور اُس کے شاگرد طرطوسی کا بچاؤ کریں مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں بلا اُس کی طرف سے اُٹھی یا اُس کے اُستاد نعیم سے ثانیاً پھر ان سب طرق میں عبدالعزیز بن محمد دراوردی ہے تقریب میں کہا صدوق کان یحدث من کتب غیرہ فیخطئ تو ہر طریق میں دراوردی صدوق یخطئ ہوئے خصوصاً ثالث میں تو ایک کثیر الخطاء اور ثانی میں تیسرا صدوق لہ اوھام اور ملاجی کے اصول پر ایسے رواۃ کی حدیثیں مردود و متروک و واہیات ہیں ثالثاً مدار حدیث ابوالزبیر عن جابر پر ہے ابوالزبیر کی نسبت خود ملاجی کہہ گئے کہ وہ فقط صدوق ہے اور اُس کے ساتھ مدلس قال فی التقریب صدوق الا انہ یدلس اور یہاں اُن سے راوی لیث بن سعد نہیں اور روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنۂ مدلس اصول محدثین پر نامقبول رابعاً میلوں کی گنتی حدیث میں نہیں نہ زید و عمرو کی ایسی حکایات پر وہ اعتماد ضرور جس کے سبب توقیت صلاۃ کا حکم معروف و مشہور ثابت بالقرآن العظیم والاحادیث الصحاح چھوڑ دیا جائے خصوصاً ملاجی کے نزدیک تو یہ دس میل بتلانے والا رافضی متروک ہے زمینوں کا ناپنا میلوں کا گننا ان حملۂ روایت کا کام نہ تھا بلکہ سرے سے اُن اعصار و امصار میں اس طریقہ کا اصلا نام نہ تھا یونہیں ہر شخص اپنے تخمینہ سے یا کسی اور کی سنی سنائی بتا دیتا ولہذا اشعار میں اس قدر شدت سے اختلاف پڑتا ہے کہ ان گنتیوں سے امان اٹھائے دیتا ہے

۱؎ قید بھذا لان الراوی عنہ اذا کان اللیث زال ما یخشٰی من تدلیسہ کما افادہ فی فتح المغیث وغیرہ فلیحفظ فانہ فائدۃ نفیسۃ وقد بین السبب فی ذلک فی المیزان فراجعہ۔ ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

ذوالحلیفہ کہ مکہ معظمہ کے راستے پر مدینہ طیبہ کے قریب ایک مشہور و معروف مقام ہے اس کے اختلاف دیکھئے امام اجل رافعی احد شیخین مذہب شافعی اور اُن سے پہلے امام ابو المحاسن عبد الواحد بن اسمٰعیل بن احمد شافعی معاصر امام غزالی اور اُن سے بھی پہلے امام ابو نصر عبد السید بن محمد شافعی نے فرمایا مدینہ سے ایک میل ہے امام قسطلانی شافعی نے فرمایا یہ وہم ہے بشہادت مشاہدہ مردود؛ بعض نے کہا دو ایک میل امام عینی نے فرمایا چار میل، امام حجۃ الاسلام شافعی نے فرمایا چھ میل ہے اسی طرح امام مجد شافعی نے قاموس میں کہا امام اجل ابو زکریا نووی شافعی نے فرمایا یہی صحیح ہے بعض علماء نے کہا سات میل امام جمال اسنوی شافعی نے فرمایا حق یہ کہ تین میل ہے یا کچھ قدرے قلیل زیادہ ہو مشاہد اس پر گواہ ہے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے بعدہ من المدینۃ میل کما عند الرافعی لکن فی البسیط انھا علی ستۃ امیال و صححہ فی المجموع وھو الذی قالہ فی القاموس وقیل سبعۃ و فی المھمات الصواب المعروف بالمشاھدۃ انھا علی ثلثۃ امیال او تزید قلیلا اُسی میں ہے وقول من قال کابن الصباغ فی الشامل والرویانی فی البحر انہ علی میل من المدینۃ وھم یردہ الحس عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے من المدینۃ علی اربعۃ امیال ومن مکۃ علی مائتی میل غیر میلین وقیل بینھا وبین المدینۃ میل او میلان دیکھیے ایسے معروف مقام میں کہ شارع نے اُسے اہل مدینہ طیبہ کے لئے میقات احرام مقرر فرمایا ایسے اجلہ ائمہ میں ایسے شدید اختلاف ہیں جنہیں ترازوئے تخمینہ کی جھونک کسی طرح نہیں سہار سکتی ایک [۱] دو [۲] تین [۳] چار [۴] چھ [۶] سات [۷] میل تک اقوال مختلف پھر تصحیحوں میں بھی دونا دون کا تفاوت ایک فرمائے چھ میل صحیح ہے دوسری فرمائے تین میل حق ہے موطائے امام مالک میں بسند صحیح علی شرط الشیخین ہے عن یحیی بن سعید انہ قال لسالم بن عبد اللہ ما اشد ما رأیت اباک اخر المغرب فی السفر فقال سالم غربت الشمس و نحن بذات الجیش فصلی المغرب بالعقیق یعنی یحیی بن سعید انصاری نے امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاخیر زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجیش میں ہمیں سورج ڈوبا اور مغرب عقیق میں پڑھی) اب رواۃ موطا تلامذہ امام مالک ہیں ان دونوں مقاموں کے فاصلہ میں

اختلاف بڑا یحیٰی کی روایت میں ہے دو میل یا کچھ زائد عبداللہ بن وہب نے کہا چھ میل محمد بن وضاح اندلسی
تلمیذ التلمیذ امام مالک نے کہا سات میل عبدالرحمن بن قاسم نے کہا دس میل علامہ زرقانی نے جزم کیا کہ بارہ میل
شرح مؤطا میں فرمایا بینہما اثنا عشر میلا وقال ابن وضاح سبعۃ امیال وقال ابن وہب ستۃ وقال
القعنبی ذات الجیش علی بریدین من المدینۃ وقال البونی فی روایۃ یحیی وبینہما میلان او
اکثر قلیلا وفی روایۃ ابن القاسم عشرۃ امیال ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو میل کہاں بارہ میل
خامسا یہ واقعہ عین ہے اور وقائع عین مساغ ہرگونہ احتمالات سرعت سیر کے لئے کوئی حد محدود نہیں
کہ اس سے زائد نا متصور ہو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا سہ منزلہ کرنا اوپر گزرا ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ
تعالٰی عنہا کی حدیث میں ہے اصبح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بملل ثم راح وتعشی بسرف
سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ملل میں صبح ہوئی پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرف
میں تناول فرمایا) فصل اول میں گزر چکا کہ ملل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے اور یہیں کلام امام بدر محمود
عینی سے منقول ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل سرف کے نکال
لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکہتر میل راہ طے ہوئی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عشا تک کہ ہنوز
بقدر تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہوجانا کیا جائے عجب ہے خصوصًا اواخر
جوزا و اوائل سرطان میں کہ ان دنوں حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب[1] کما بیش ڈیڑھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ آئے
تو آزما دیکھئے کہ عمدہ گھوڑے تیز رفتار ڈیڑھ چھوڑ ایک ہی گھنٹے میں دس میل بلکہ زائد قطع کرلیں گے حدیث
مؤطا میں کہ ابھی مذکور ہوئی جزم علامہ زرقانی اور نیز روایت ابن القاسم تلمیذ امام مالک پر اس کی نظیر نہیں

---

[1] اقول، لکن الشمس عند دخول العشاء فی اول السرطان میلہ کج لہ تمام عرض مکۃ المکرمۃ سح ک غایۃ الانحطاط بالتقریب یق
محدد جیبہ مح ک الدظل عرض مکۃ الجم ماح لج × ظل المیل الو آلہ الہ لاانحطاط ی ح ک الجیب تعدیل النہار قوسہ
طمنہ الج مند = فضلہ لرنصف قوس اللیل سہمہ مط لطالر × جیب انحطاط الوقت ح لب الج = ئہ کمہ الد ح سو نہ مک
الد = کامدح مط لطالر = انرند مط سہم فضل الدائر قوسہ نرجر و ح علر = الت الد ح ک دائر × ع ق = آ الطالع ہذا
تقریب ووجوہ التدقیق تعلم ان شاء اللہ تعالٰی من کتابنا تزییج الاوقات الصوم والصلوات وفقنا اللہ لاکمالہ و
نفعنا والمسلمین باعمالہ آمین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

پیش نظر اور پر ثابت ہوچکا کہ سالم قائل جمع نہیں وہ تصریحًا فرماچکے کہ اُن کے والد ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ فرمائی تولاجرم غروب آفتاب کے بعد دس بارہ میل چلے اور مغرب وقت میں پڑھی ولہذا ابوالولید باجی مالکی نے اس حدیث کی شرح میں کہا اراد ان یعرف اٰخر وقتہا المختار یحیی بن سعید انصاری کا اس سوال سے یہ ارادہ تھا کہ مغرب کا آخر وقت مختار معلوم کریں۔ منتقی میں کہا وحمل ذٰلک علی المعروف من سیرمن جد خروج وقت پر پڑھنا ہوتا تو کوشش سیر پر حمل کی کیا حاجت تھی بالجملہ حدیث بر تقدیر صحت بھی اصلاً جمع حقیقی کی مفید نہ جمع صوری سے جدا و بعید والحمد للہ العلی المجید الحمد للہ کلام اپنے ذروۂ اقصٰے کو پہنچا اور جمع تقدیم و تاخیر دونوں میں ملاجی کا ہاتھ بالکل خالی رہ گیا ایک حدیث سے بھی جمع حقیقی اصلاً ثابت نہ ہوسکی وللہ الحجۃ السامیۃ، امید کرتا ہوں کہ اس فصل بلکہ تمام رسالہ میں ایسا کلام شافی و متین وکافی ومبین برکات قدسیہ رشح زکیہ طیبہ علیۂ امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم و اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حصۂ خاصۂ فقیر مہین ہو والحمد للہ رب العالمین۔

فصل چہارم نصوص نفی جمع وہدایت التزام اوقات میں

یہ نصوص دو قسم ہیں۔ اول عامہ جن میں تعیین اوقات کا بیان یا اُن کی محافظت کی ترغیب یا اُن کی مخالفت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لئے شرع مطہر نے جدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے ہوسکے نہ اُسے کھو کر دوسرے وقت پر اُٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیئے دوم خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے (**قسم اول نصوص عامہ (الاٰیات**) رب العزۃ تبارک وتعالٰی نے محافظت والتزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا بقرہ، نساء، انعام، مریم، مؤمنون، معارج، ماعون۔ **آیت ۱** قال بناعزمن قائل ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا ۰ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا، کہ نہ وقت سے پہلے صحیح

لہ ھذا الاختلاف فیہ بین العلماء، لا شئ روی عن ابی موسی الاشعری وعن بعض التابعین اجمع العلماء علی خلافہ ولا وجہ لذکرہ ھھنا لانہ لا یصح عنہم ولو صح عن ابی موسی لوفہ مما وافق الجماعۃ فصار اتفاقا صحیحا اھ عمدۃ القاری ۱۲۰ منہ

نہ وقت کے بعد تاخیر روا بلکہ فرض ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر ادا ہو میں یہاں معنی آیت میں کلام علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود ملاجی کی شہادت دلاؤں مسئلۂ وقت ظہر میں ایک مثل تک تمامی وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کہا اللہ تعالیٰ نے ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قولہ تعالیٰ کتابا موقوتا یقتضی لکون لکل صلاۃ وقتا علیحدۃ تو مقتضا آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری **آیت ۲** قال مولینا جل وعلا حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین ٥ محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے) محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے بیچ والی نماز نماز عصر ہے اُس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لئے اُس کی خاص تاکید فرمائی بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے حافظوا علی الصلوات بالاداء لوقتھا والمداومۃ علیھا مدارک شریف میں ہے حافظوا علی الصلوات داوموا علیھا المواقیتھا ارشاد العقل السلیم میں ہے حافظوا علی الصلوات ای داوموا علی اداءھا لاوقاتھا من غیر اخلال بشئ منھا **آیت ۳** قال العلی الاعلی تبارک وتعالیٰ والذین ھم علی صلاتھم یحافظون ٥ اولئک ھم الوارثون ٥ الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون ٥ اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگاہ داشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں) معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے، یحافظون ای یداومون علی حفظھا ویراعون اوقاتھا کرر ذکر الصلاۃ لیتبین ان المحافظۃ علیھا واجبۃ **آیت ۴** قال المولی الاجل عزوجل والذین ھم علی صلاتھم یحافظون ٥ اولئک فی جنات مکرمون ٥ اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کئے جائینگے جلالین شریف امام جلال الملۃ والدین شافعی میں ہے یحافظون باداءھا فی اوقاتھا تفسیر نسفی شریف میں ہے المحافظۃ علیھا ان لا تضیع عن مواقیتھا **آیت ۵** قال المولی تقدس وتعالیٰ والذین یؤمنون بالاخرۃ

یؤمنون بہ وھم علی صلاتھم یحافظون ٥ اور جنہیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں' اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں) کہ وقت سے باہر نہ ہوجائیں تفسیر کبیر میں ہے ' المراد بالمحافظۃ التعھد لشروطھا من وقت وطھارۃ وغیرھما والقیام علی ارکانھا واتمامھا حتی یکون ذلک دابۃ فی کل وقت محافظت وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے حنفیہ کے سوا اس آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ **آیت ۱۰** قال رب العلیٰ عزوعلا فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ پھر آئے اُن کے بعد وہ بُرے پسماندے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اخروھا عن مواقیتھا وصلوھا لغیر وقتھا یہ لوگ جن کی مذمت اس آیہ کریمہ میں فرمائی گئی وہ ہیں جو نمازوں کو اُن کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں ذکرہ الامام البدر فی عمدۃ القاری باب تضییع الصلوات عن وقتھا والامام البغوی فی المعالم افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ ھو ان لا یصلی الظھر حتی یاتی العصر نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا اثرہ محی السنۃ تفسیر انوار التنزیل میں ہے اضاعوا الصلوٰۃ ترکوھا او اخروھا عن وقتھا **آیت ۱۱** قال سبحانہ ما اعظم شانہ فویل للمصلین ٥ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ٥ خرابی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں) کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں۔ تفسیر جلالین میں ہے ساھون غافلون یؤخرونھا عن وقتھا تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے ساھون یفید امرین اخراجھا عن الوقت و کون الانسان غافلا فیھا اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر خود حدیث میں وارد ہوئی کما سیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ

(الاحادیث) اقول وباللہ التوفیق ملّاجی نے تو جھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیث جمع چودہ صحابیوں سے مروی ہیں جنہیں خود بھی نہ گنا سکے بلکہ صراحۃً تسلیم کر گئے کہ اُن میں اکثر کی روایات اُن کے لئے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالیٰ واضح ہوگیا کہ اصلاً انہیں مفید نہ تھیں اب فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس مبحث میں ہمارے مفید حدیثیں جو اس وقت نظر میں جلوہ فرما ہیں چالیس سے

زائد ہیں کہ تیئیس[۲۳] صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہوئیں۔ عمر[۱] فاروق علی[۲] مرتضی سعد[۳] بن ابی وقاص عبد[۴] اللہ بن مسعود عبد[۵] اللہ بن عباس عبد[۶] اللہ بن عمر عبد[۷] اللہ بن عمرو جابر[۸] بن عبداللہ ابوذر[۹] غفاری ابوقتادہ[۱۰] انصاری ابوالدرداء[۱۱] ابوسعید[۱۲] خدری ابومسعود[۱۳] بدری بشیر[۱۴] بن عقبہ بن عمرو مدنی ابوموسٰی[۱۵] اشعری بریدہ[۱۶] اسلمی عبادہ[۱۷] بن صامت کعب[۱۸] بن عجرہ فضالہ[۱۹] زہرانی حنظلہ[۲۰] بن الربیع انس[۲۱] بن مالک ابوہریرہ[۲۲] ام المومنین صدیقہ[۲۳] بنت الصدیق صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا وابیہا وعلیہا وعلیہم اجمعین وبارک وسلم؛ ان میں سات حدیثیں اور مولی المسلمین ومحبوب سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں باقی اکیس صحابہ سے چھتیس[۳۶] حدیثیں بتوفیقہ تعالٰی یہاں سنیئے ملاجی کی طرح اگر مجملات کو بھی شامل کرلیجئے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بروجہ حق وصحیح حاصل تو معاذ[۲۴] بن جبل و اسامہ[۲۵] بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم کو ملاکر عدد صحابہ پچیس[۲۵] اور احادیث مجملہ شامل کرکے شمار احادیث پچاس سے زائد ہوگا۔ خیر یہاں جو حدیثیں ہمیں لکھنی ہیں وہ چند نوع ہیں **نوع اول** احادیث محافظت وقت اور اُس کی ترغیب اور اُس کے ترک سے ترہیب **حدیث ۱**: امام احمد بسند صحیح حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من حافظ علی الصلوات الخمس رکوعھن وسجودھن ومواقیتھن وعلم انھن حق من عند اللہ دخل الجنۃ او قال وجبت لہ الجنۃ او قال حرم علی النار یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی ان کے رکوع وسجود و اوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ عزوجل وعلا کی طرف سے ہیں جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لئے واجب ہوجائے یا فرمایا دوزخ پر حرام ہوجائے **حدیث ۲**: ابوداؤد سنن اور طبرانی معجم میں بسند جید ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں خمس من جاء بھن مع ایمان دخل الجنۃ من حافظ علی الصلوات الخمس علی وضوئھن ورکوعھن وسجودھن ومواقیتھن الحدیث[۱] پانچ چیزیں ہیں کہ جو انہیں ایمان کے ساتھ لائے گا جنت میں جائے گا جو پنجگانہ نمازوں کی اُن کے وضو اُن کے رکوع اُن کے سجود اُن کے اوقات پر محافظت

---

[۱] تمامہ وصام رمضان وحج البیت ان استطاع الیہ سبیلا۔ واعطی الزکوٰۃ طیبۃ بہا نفسہ وادی الامانۃ قالوا یا ابا الدرداء ما اداء الامانۃ قال الغسل من الجنابۃ، ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

کرے اور روزہ و حج و زکوٰۃ و غسل جنابت بجالائے حدیث ۳ امام مالک و ابوداود و نسائی و ابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں خمس صلوات افترضھن اللہ تعالٰی من احسن وضوءھن وصلاھن لوقتھن واتم رکوعھن وخشوعھن کان لہ علی اللہ عہد ان یغفر لہ ومن لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عہد ان شاء غفر لہ وان شاء عذبہ پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے فرض کی ہیں جو اُن کا وضو اچھی طرح کرے، اور انہیں اُن کے وقت پر پڑھے اور اُن کا رکوع و خشوع پورا کرے اُس کے لئے اللہ عزوجل پر عہد ہے کہ اُسے بخش دے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالٰی پر کچھ عہد نہیں چاہے بخشے چاہے عذاب کرے ھذا لفظ ابی داود[1] حدیث ۴ ابوداود و طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے انی فرضت علی امتک خمس صلوات وعھدت عندی عھدا انہ من جاء یحافظ علیھن لوقتھن ادخلتہ الجنۃ ومن لم یحافظ علیھن فلا عھد لہ عندی میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے پاس عہد مقرر کر لیا کہ جو اُن کے وقتوں پر اُن کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اُس کے لئے میرے پاس کچھ عہد نہیں حدیث ۵ دارمی حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے من صلی الصلوٰۃ لوقتھا فاقام حدھا کان لہ علی عھد ادخلہ الجنۃ ومن لم یصل الصلاۃ لوقتھا ولم یقم حدھا لم یکن لہ عندی عھد ان شئت ادخلتہ النار وان شئت ادخلتہ الجنۃ جو نماز اس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنت میں داخل فرماؤں اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اُسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنت میں حدیث ۶۔ طبرانی بسند صالح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] واوردہ المنذری عنہ فزاد وسجودھن بعد قولہ رکوعھن ولیس فی شیئ من نسخ السنن التی عندی وقد قال العلامۃ ابراھیم الحلبی فی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مانصہ اما لفظ وسجودھن بعد رکوعھن فغیر ثابت الخ ۱۲۔ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

سے راوی ایک دن حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے عرض کی خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے عرض کی خدا ورسول خوب دانا ہیں فرمایا جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے عرض کی خدا و رسول خوب دانا ہیں فرمایا تمہارا رب جل وعلا فرماتا ہے وعزتی وجلالی لایصلیہا احد لوقتہا الا ادخلتہ الجنۃ ومن صلاھا لغیر وقتہا ان شئت رحمتہ وان شئت عذبتہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اُس پر رحم کروں چاہوں عذاب **حدیث ۷** نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلے الصلوات لوقتہا واسبغ لہا وضوءھا واتم لہا قیامہا وخشوعہا ورکوعہا وسجودھا خرجت وھی بیضاء سفرۃ تقول حفظک اللہ کما حفظتنی ومن صلاھا لغیر وقتہا ولم یسبغ لہا وضوءھا ولم یتم خشوعہا ولا رکوعہا ولا سجودھا خرجت سوداء مظلمۃ تقول ضیعک اللہ کما ضیعتنی حتی اذا کانت حیث شاء اللہ لفت کما یلف الثوب الخلق ثم ضرب بہا وجھہ جو پانچوں نمازیں اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو وقیام وخشوع ورکوع وسجود پورا کرے وہ نماز سفید روشن ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو وخشوع ورکوع وسجود پورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے پرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین) **حدیث ۸** ابوداؤد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال علمنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان فیما علمنی وحافظ علے الصلوات الخمس مجھے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائل دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی حفاظت کر۔ **حدیث ۹** بخاری مسلم ترمذی نسائی دارمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال سألت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلوۃ علے وقتہا میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا سب

میں زیادہ کیا عمل اللہ عزوجل کو پیارا ہے فرمایا نماز اُس کے وقت پر ادا کرنا **حدیث ۱۰** بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال جاء رجل فقال یا رسول اللہ ای شیئ احب الی اللہ فی الاسلام قال الصلوۃ لوقتہا ومن ترک الصلوۃ فلا دین لہ والصلاۃ عماد الدین ایک شخص نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے فرمایا نماز وقت پر پڑھنی جس نے نماز چھوڑی اس کے لئے دین نہ رہا۔ نماز دین کا ستون ہے **حدیث ۱۱** طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلث من حفظهن فهو ولی حقا ومن ضیعهن فهو عدو حقا الصلوۃ والصیام والجنابة تین چیزیں ہیں کہ جو اُن کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن۔ نماز اور روزے اور غسل جنابت **حدیث ۱۲**۔ امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عُمّالہ ان اھم امرکم عندی الصلوۃ فمن حفظها وحافظ علیها حفظ دینه ومن ضیعها فهو لما سواها اضیع الحدیث امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے تمام کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اُسے حفظ اور اُس پر محافظت کرے اُس نے اپنے دین کی حفاظت کرلی اور جس نے اُسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔ (**نوع آخر**) حدیث امامت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جدا وقت معین کیا **حدیث ۱۳** بخاری ومسلم صحاح اور امام مالک وامام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو محمد عبد اللہ دارمی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیین اوقات عرض کی بھذا امرت اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے۔ ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں عن ابن شہاب انه سمع عروۃ بن الزبیر یحدث عمر بن عبد العزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغیرۃ بن شعبة اخر الصلاۃ فدخل علیه ابو مسعود فقال ان جبریل نزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فصلے وصلی وصلے وصلی وصلے ثم صلے ثم صلی ثم صلی ثم صلے ثم صلی ثم قال ھکذا امرت یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیین اوقات کرکے عرض کی کہ ایسا ہی حضور کو حکم ہے) مسند امام ابن راہویہ میں مطول ومفصل ہے فی آخرہ ثم قال جبریل ما بین ھذین

وقت صلاۃ پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے **حدیث ۱۴**: دارقطنی وطبرانی
وابوعمر بن عبدالبر ابومسعود وبشیر بن ابومسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے
عرض کی مابین ھذین وقت یعنی امس والیوم کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے
حدیث ۱۵: ابوداود ترمذی شافعی طحاوی ابن حبان حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
راوی جبریل نے گزارش کی الوقت مابین ھذین الوقتین وقت وہ ہے جو ان دونوں وقتوں کے
درمیان ہے **حدیث ۱۶**: نسائی وطحاوی وحاکم وبزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے عرض کی الصلوۃ مابین صلاتک امس وصلوتک الیوم۔
نماز دیروزہ وامروزہ کے بیچ میں نماز ہے۔ بزار کے یہاں ہے ثم قال مابین ھذین وقت ان دو کے
اندر وقت ہے **حدیث ۱۷**: نسائی واحمد واسحاق وابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے راوی جبریل نے گزارش کی مابین ھاتین الصلاتین وقت، ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے۔ **حدیث ۱۸**:
طحاوی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے گزارش
کی الصلوۃ فیما بین ھذین الوقتین نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے (**نوع آخر**) حدیث سائل
جسے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامتیں فرما کر ہر نماز کا اول وآخر وقت بتایا **حدیث ۱۹**: مسلم
ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا وقت صلوتکم مابین ما رأیتم تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا۔ مسلم
کے دوسرے طریق میں ہے مابین ما رأیت وقت اے سائل جو تو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے ترمذی
کے یہاں یوں ہے مواقیت الصلوۃ کما بین ھذین نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان
حدیث ۲۰: مسلم ابی داؤد نسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الوقت بین ھذین وقت ان دو کے درمیان ہے **حدیث ۲۱**: طحاوی
بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام عیسیٰ بن ابان بلفظ عن
عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راوی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا مابین صلاتی فی ھذین الوقتین وقت کلہ جن دو وقتوں پر میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے ولفظ الحجۃ ثم قال مابینہما وقت ان دو کے درمیان وقت ہے **حدیث ۲۲** مالک ونسائی وبزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ مابین ھذین وقت ان دو کے درمیان وقت ہے وفیہ الاقتصار علٰی ذکر الفجر فکانہ مختصر **قلت** فقد رواہ الدارقطنی فی سننہ من حدیث قتادۃ عن انس مطولا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(نوع آخر) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشین گوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم ان کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر وحضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی **حدیث ۲۳** مسلم ابوداؤد ترمذی، نسائی احمد دارمی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیت فی قوم یؤخرون الصلاۃ عن وقتہا قال قلت ما تامرنی قال صل الصلاۃ لوقتہا الحدیث حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کرینگے میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تو وقت پر پڑھ لینا **حدیث ۲۴**۔ احمد ابوداؤد ابن ماجہ بسند صحیح عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ستکون علیکم بعدی امراء تشغلہم اشیاء عن الصلوٰۃ لوقتہا حتی یذھب وقتہا فصلوا الصلاۃ لوقتہا، الحدیث میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہونگے کہ ان کے کام وقت پر انہیں نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا۔ تم وقت پر نماز پڑھنا۔ **حدیث ۲۵**۔ ابوداود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال قال لی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف بکم اذا اتت علیکم امراء یصلون الصلوٰۃ لغیر میقاتہا قلت فما تأمرنی اذا ادرکنی ذلک یارسول اللہ قال صل الصلاۃ لمیقاتہا واجعل صلوٰتک معہم سبحۃ مجھ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ حکام آئینگے کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے، میں نے عرض کی یارسول اللہ جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور ان کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہوجا **(نوع آخر)** ارشاد صریح

کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا وقت جاتا رہا قضا ہوگئی اور اس کی ممانعت و مذمت **حدیث ۲۶** مسلم و ابوداؤد و نسائی و عیسیٰ بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وقت الظھر مالم یحضر العصر و وقت المغرب مالم یسقط ثور الشفق ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا وقت نہ آئے اور مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق نہ ڈوبے۔ ھذا مختصر **حدیث ۲۷**، ترمذی و طحاوی بسند صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للصلوۃ اولا و اٰخرا وان اول وقت صلوۃ الظھر حین تزول الشمس و اٰخر وقتھا حین یدخل وقت العصر و فیہ ان اول وقت المغرب حین تغرب الشمس و ان اٰخر وقتھا حین یغیب الشفق بیشک نماز کے لئے اول و آخر ہے اور بے شک آغاز وقت ظہر کا سورج ڈھلے سے اور ختم وقت ظہر کا وقت عصر آنے پر ہے اور بیشک ابتداء وقت مغرب کی سورج چھپے ہے اور بیشک انتہا اُس کے وقت کی شفق ڈوبے۔ **حدیث ۲۸** مسلم و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و طحاوی و ابن حبان حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان تؤخر صلوۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخری سوتے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگتے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے) یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی، حین فاتتھم صلوۃ الصبح لیلۃ التعریس وھو عند ابی داؤد و ابن ماجۃ من دون قولہ ان تؤخر یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تقصیر و گناہ ہے، **حدیث ۲۹**۔ بزار و محی السنۃ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ عزوجل الذین ھم عن صلوتھم ساھون ہ قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا میں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے خرابی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو اُس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں، بغوی کی روایت یوں ہے۔ اخبرنا احمد

بن عبد اللہ الصالحی (نساق بسندہ) عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الذین ہم فی صلاتہم ساھون قال اضاعۃ الوقت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا فرمایا اس سے مراد وقت کھونا ہے **حدیث ۳۰**۔ امام ابن ابان حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال وقت الظہر الی وقت العصر ووقت العصر الی المغرب ووقت المغرب الی العشاء والعشاء الی الفجر ظہر کا وقت عصر تک ہے، اور عصر کا وقت مغرب تک اور مغرب کا عشا اور عشا کا فجر تک **حدیث ۳۱**۔ امام طحاوی شرح معانی الآثار میں راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا ما التفریط فی الصلٰوۃ نماز میں تفریط کیا ہے فرمایا ان تؤخر حتی یجیٔ وقت الاخرٰی یہ کہ تو ایک نماز کی تاخیر کرے یہانتک دوسری کا وقت آجائے۔ **حدیث ۳۲**۔ نیز اُسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال لاتفوت صلٰوۃ حتی یجیٔ وقت الاخرٰی نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دوسری کا وقت نہ آجائے یعنی جب دوسری کا وقت آیا پہلی قضا ہوگئی۔ **تنبیہ** ان آیات واحادیث سے جواب میں قائلین جمع کی غایت سعی ادعائے تخصیص ہے جسے ملاجی نے کئی ورق کی طولانی تقریر میں بہت ہی چمک کر بیان کیا جس کا مآل یہ کہ اگرچہ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ ہر نماز کے لئے جدا وقت بتا رہی ہیں محافظت وقت کی نہایت تاکید شدید فرمارہی ہیں وقت ضائع کرنے کو گناہ عظیم وموجب عذاب الیم ٹھہرا رہی ہیں مگر ہمیں سفر وغیرہ حالات میں ظہر و عصر ومغرب وعشا چار نمازوں کی پابندیٔ وقت کچھ ضرور نہیں چاہیں وقت سے پہلے پڑھ لیں چاہیں وقت کھو کر پڑھیں اصلاً محذور نہیں کہ دو چار روایتیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مخالف آگئیں وہ ہمیں بے قیدی بتا گئی ہیں۔ یہاں ملاجی نے بہت کچھ ابحاث اصول کو خرچ کیا ہے جس کا جواب ایسا ہی عریض وطویل دیا گیا ہے، وانا **اقول** ثبت العرش ثم انقش ارشادات صریحہ قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مقابل ایسا ہی سامان جمع کر لیا ہوتا تو اُن کے مقابلہ کا نام لینا تھا۔ سبحان اللہ! چند محتمل روایات جن میں روایۃً درایۃً سَو احتمالات نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُن کے ثبوت ہی پر یقین نہ بعد تسلیم ثبوت خواہی نخواہی معنی جمع حقیقی کی تعیین، احتمالی باتوں پر خدا اور رسول کے صریح احکام کیونکر اٹھادیئے جائیں ایسے حکموں کے

مقابلہ کو اُنہیں کے پایہ کا جلی و اضح ثبوت درکار تھا نہ یہ کہ بزورِ زبان ابتداءً کہہ دیجئے، وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالفت کی دخل نہیں انتہاءً لکھ دیجئے، احادیث صحاح جو جمع پر قطعاً و یقیناً دلالت کرتی ہیں اور بس آپ کے فرمائے سے وہ نصوص قاطعہ یقینیہ مفسّر ہوگئیں، ملاجی بس اسی ایک نکتہ پر بحث کا فیصلہ ہے۔ ان روایات کا اثبات جمع حقیقی تقدیم و تاخیر میں نص قطعی یقینی مفسّر ناقابل تاویل ہونا ثابت کردیجئے یا قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل نری زبان زوریوں سے کام نکالنے کا اقرار کیجئے۔ میں صرف نصوص قرآن و حدیث کا نام لیتا ہوں آپ حضرت نمازوں کی توقیت اُن کے لئے اوقات کی تعیین تو ضروریات دین سے ہے اور ہمارا آپ کا تمام اُمتِ مرحومہ کا اجماع قائم کہ وقت سے پہلے نماز باطل اور عمداً قضا کردینا وقت کھو دینا حرام تو اب ظنیت و قطعیت عمومات کی بحث سے کچھ علاقہ نہ رہا اس فصل جمع کا جو حاصل ہے یعنی نماز پیش از وقت یا تفویت وقت اُس کی حرمت پر تو ہم اور آپ سب متفق ہولئے اب آپ مدعی ہیں کہ اُس حرام قطعی کی یہ صورت خالص حلال ہے جیسا وہ حرام قطعی ہے ویسا ہی قطعی ثبوت اس کی حلت کا دیجئے ورنہ یقینی کے حضور ظنی محتمل کا نام نہ لیجئے خدا کی شان اور نہ تو اور جمع تقدیم میں بھی یہی جرأت کے ادعا کہ تاویل کو دخل نہیں احادیث صحاح قطعاً دلالت کرتی ہیں حالانکہ مفسّر و یقینی ہونا درکنار ابوداؤد سا امام جلیل الشان تصریح فرما گیا کہ اُس کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث صحیح بھی نہ ہوئی مگر ہاں یہ کہیئے کہ اپنی زبان اپنا دعوٰی بے ثبوت مانگنے والے کا کچھ دینا دھرا یا ہے فلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم لطیفہ ملاجی نے ایک مثل پر انتہائے ظہر کے اثبات میں حدیث مسائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ و حدیث امامت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام سے استدلال کیا جن میں تھا کہ پہلے دن کی ظہر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی اور دوسرے دن کی اُس وقت کہ سایہ ایک مثل کو پہنچ گیا۔ اس تمسک پر اعتراض ہوتا تھا کہ ان حدیثوں میں کل کی عصر بھی تو اسی وقت پڑھنی آئی ہے تو ایک مثل پر وقت ظہر ختم ہوجانا نہ نکلا بلکہ بعد مثل ظہر و عصر دونوں نمازوں میں وقت مشترک ہونا مستفاد ہوا۔ ملاجی اس کے دفع میں فرماتے ہیں روایت نسائی کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہولئے یہ معنے نہیں کہ کچھ وقت بقدر چار رکعت دونوں نمازوں میں مشترک ہے دلیل مرجح باعث اختیار کرنے معنی اول کی یہ ہے کہ روایت کی ہے مسلم نے عبداللہ بن عمرو سے

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال وقت الظھر الی ان یحضر العصر اور کہا اللہ تعالٰی نے ان الصلوٰۃ کانت
علی المؤمنین کتابا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے اسی واسطے فرمایا آنحضرت نے انما التفریط
علی من لم یصل حتی یجیئ وقت الصلوٰۃ الاخری رواہ مسلم وغیرہ تو مقتضا احادیث اور اس آیت کا
یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی پھر اگر حدیث جابر میں معنی وہ نہ کریں جو ہم نے
کئے ہیں کہ پڑھ چکے ایک مثل میں بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل ہوئی تو تعارض ہوگا درمیان ان
احادیث کے جن سے امتیاز اوقات ہر نماز کی معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک
نکلتے ہیں اور وقت تعارض موافقت کرنی چاہیئے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی اور شاہد
اس کی حدیث جبریل ہے معنی اس کے بھی وہی ہیں بعینہٖ اُسی دلیل سے جو گزری حدیث نسائی میں اھ ملخصا
الحمد للہ یہ تو آیۂ کریمہ اور ہماری حدیثوں سے حدیث ۲۶ و ۲۸ کی نسبت ملاجی کی شہادت ہے کہ مقتضے احادیث
و آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری ادا نہیں ہوسکتی مگر مجھے یہاں ملاجی کا ظلم ظاہر کرنا ہے

فاقول وباللہ التوفیق اولا حدیث جبریل وحدیث سائل میں یہ معنے کہ ملاجی نے شافعیہ کی تقلید جامد سے سیکھ
کر جمائے ہرگز نہیں جتنے حدیث جبریل بروایت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں نسائی کے یہاں یوں ہے ان جبریل
اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین کان الظل مثل شخصہ فصلی العصر ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین
کان ظل الرجل مثل شخصہ فصلی الظھر دوسری روایت میں ہے ثم مکث حتی اذا کان فیئ الرجل
مثلہ جاءہ للعصر فقال قم یا محمد فصل العصر ثم جاءہ من الغد حین کان فیئ الرجل مثلہ فقال قم
یا محمد فصل فصلی الظھر مسند اسحاق میں بروایت ابی مسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں ہے اتاہ حین کان
ظلہ مثلہ فقال قم فصل فقام فصلی العصر اربعا ثم اتاہ من الغد حین کان ظلہ مثلہ فقال لہ قم فصل فقام
فصلی الظھر اربعا دارقطنی وطبرانی وابوعمر کے یہاں بروایت عقبہ بن عمرو وبشیر بن عقبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں ہے
جاءہ حین کان ظل کل شیئ مثلہ فقال یا محمد صل العصر فصلی ثم جاءہ الغد حین کان ظل کل
شیئ مثلہ فقال صل الظھر فصلی یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روح امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ظہر کے
لئے حاضر اُس وقت ہوئے جب سایہ ایک مثل کو پہنچ چکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لئے عرض کی اور

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھی اس کے معنے یہ کیونکر ممکن کہ ختم مثل تک نماز سے فارغ ہو لئے تھے۔ حدیث سائل بروایت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ابوداؤد کے یہاں یوں ہے امر بلالا فاقام الفجر حین انشق (الی قولہ) فاقام الظھر فی وقت العصر الذی کان قبلہ اس میں تصریح ہے کہ ایک مثل ہونے پر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ظہر کی تکبیر کہی تو مثل تک فراغ کیسا **ثانیاً** آیہ کریمہ تو آپ کے نزدیک عام ہے اور احادیث جبریل و سائل خاص اور آپ کے اصول میں عام و خاص متعارض نہیں بلکہ عام اس خاص سے مخصص ہو جائے گا و لہٰذا خود بھی یہاں معارضہ صرف احادیث میں مانا نہ آیت و حدیث میں پھر اُن کے مقابل آیت کا پیش کرنا کیا معنی کیا آپ کے داؤں کو آیت عام نہیں رہتی تخصیص حرام ہو جاتی ہے۔ **ثالثاً** احادیث میں دفع معارضہ یوں بھی ممکن کہ حدیث تفریط میں وقت الصلوٰۃ الاخری سے اُس کا وقت خاص مراد لیجئے یعنی نماز قضا جب ہوتی ہے کہ دوسری نماز کا وقت خاص آجائے جب تک وقت مشترک باقی ہے قضا نہ ہوئی اور حدیث عبداللہ بن عمرو میں ظہر خواہ عصر دونوں سے جس میں چاہیے وقت خاص لے لیجئے اور دوسری میں وقت مطلق یعنی ظہر کا وقت خاص وقت عصر آنے تک ہے جب عصر کا وقت آیا ظہر کا خاص وقت نہ رہا اگرچہ مشترک باقی ہو یا ظہر کا وقت عصر کے وقت خاص آنے تک ہے کہ اُس کے بعد ظہر کا وقت خاص خواہ مشترک اصلاً نہیں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمال اشتراک[1] کو دفع کر سکیں۔ ملاجی مدعی بننا آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عہدوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح **ظلم** و ناانصافی کو دیکھئے کہ مسئلہ وقت ظہر میں آیت و احادیث توقیت کے عموم و ظواہر پر وہ ایمان کہ نہ آیت اصالح تخصیص نہ یہ حدیثیں لائق تاویل نہ ان کے مقابل صحاح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ وہ حدیثیں تاویلوں کی گڑھت سے موافق کر لی جائیں اگرچہ وہ اُس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہرگز تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے دقت اُسے جگہ دیتی ہوں اور جب مسئلہ جمع کی باری آئے فوراً نگاہ پلٹ جائے

[1] اقول ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلہ جمع میں قائل جمع کو اصلاً نافع نہیں جمع تقدیم سے تو اُسے فائدہ ہی نہیں اور جمع تاخیر بھی اُس کے قائل کے نزدیک صرف آغاز و ابتدائے وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص نہیں معہذا جب وقت مشترک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہوئی اور اس کے بعد دوسری بھی اپنے وقت میں یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک نماز اپنے وقت سے خارج ہو کر دوسری کے وقت میں پڑھی جائے۔ کما لا یخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اب آیت و احادیث واجب التخصیص اور اُن کے مقابل نرمی احتمالی چند روایات واجب الاعتماد وقطعی التخصیص اور ان کے لئے آیات واحادیث کے مطابق صاف نہ تطبیق محامل مردود و باطل غرض شریعت اپنے گھر کی ہے۔ اجتہاد کی کوٹھری ذرا سی در کی ہے دیانت کا ٹھوڑ دونوں بانگوں کستا ہے تو رب کی سڑک میں بہ بھم کا رستہ ہے ع گر میں گیا ادھر سے اُدھر سے نکل گیا **لطیفہ** حدیث بست و ہشتم مروی صحیح مسلم شریف کے جواب میں ملاجی کی نزاکتیں قابل تماشا **اولاً** یہ حدیث اُسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر ناخیر کرے نہ اُس کے حق میں جو مسافر ہو۔ یہ وہی دعوے باطلہ تخصیص بے مخصص ہے **ثانیا** سبب حدیث خود نماز سفر کا سوتے میں قضا ہو جانا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اُس وقت سفر ہی میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا طرفہ جہالت ہے **ثالثاً** عذر بدتر از گناہ سُنیئے فرماتے ہیں۔ اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہوگا تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی باعث اور قرینہ اُس کی تعمیم یا تخصیص پر نہیں ہوتی۔ **اقول**، ملاجی کسی پڑھے لکھے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ نہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز سفر کا قضا ہونا سبب ارشاد ہوا تو خود سبب نص حکم نص سے کیونکر جدا رہے گا کیا ظلم ہے کہ نص کا خاص جس مورد میں ۓ وہی خارج و نامقصود اور نص اُس کے مباین پر مقصور و محدود **رابعاً**، قیامت دلربا نزاکت کی توبہ کی کہ فرماتے ہیں اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرتؐ نے وقت نماز فجر کے اور فوت ہو جانے نماز فجر کے بعد فرمایا تھا پس حکم سفر فجر ہی کا بیان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ ظہر و عصر مغرب عشا سفر کی کا۔ **اقول**، بھئی یہ تو خوب ہی کیا ہاں ملاجی حدیث میں کا ہے کا ارشاد ہو رہا ہے فجر سفر کی کا نہ اور نماز دن سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اُسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سورج نکلے پہر دن چڑھے ٹھیک دوپہر ہو جب تک نماز فجر اٹھا رکھیے کچھ تقصیر نہیں جب ظہر کا وقت آئے اُس وقت تقصیر ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ملاجی دلی میں تو اچھے اچھے حکیم سُنے گئے ہیں لکھنے چلے تھے تو پہلے دماغ کی نبض دکھائی ہوتی۔ نمازیں پانچ ہیں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر جدا سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تغلیب یہ کلمہ صحیح جیسا کہ حدیث ۳۱ و ۳۲ میں اقوال حضرت ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے گزرا نہ کہ خاص فجر کا حکم ان لفظوں سے ارشاد ہو کہ جب تک ظہر نہ آئے

لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں **خامسا اقول** ملاجی اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تو اخراج ظہر و عصر و مغرب و عشا کے کیا معنے یہ کیا ستم جہالت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص و شمول مورد سے تمسک کرے آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کردیں یا وہ بے نمکی کہ دخول مورد سے رأسًا انکار یا یہ شوراشوری کہ اسی پر انقطاع اسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار **سادسا** اب اور آنکھیں کھلیں تو علاوہ کی پوٹ باندھی کہ مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہلی نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے جس نے ارادہ نہ کیا اس کی جمع درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد و محمل حدیث کا ہوگا **اقول** یہ ایسا ویسا تم کہہ رہے ہو یا حدیث ارشاد فرما رہی ہے حدیث میں تو ایسے ویسے کی کہیں بو بھی نہیں کیا اپنی ہوائے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالحدیث ہے **سابعا اقول** خود مسافر کو شامل کہہ رہے ہو نہ مسافر سے خاص تو لاجرم حدیث وہ حکم فرما رہی ہے جو مسافر و مقیم سب کو شامل کیا بھلا جبکہ مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیت کر رکھے کہ یہ نماز وقت گزرجانے کے بعد پڑھ لوں گا تو تقصیر نہیں کھلا کھلا رافضیوں کا مذہب کیوں نہیں لکھ دیتے آور بعد خرابی بصرہ نہیں بلکہ تباہی کوفہ اگر حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت ایام سے وہی آپ کا عذر معمولی جا بجا ہے پھر اُسے علاوہ کس منہ سے کہہ رہے ہو۔ ملاجی کبھی کسی کتے سے پالا نہ پڑا ہوگا کہ عمل بالحدیث کا دعوے بھلا دیتا۔ سبحان اللہ تحریف احادیث اور اُس کا نام عمل بالحدیث اسم طیبٌ وَعَمَلٌ خبیث ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (**قسم دوم نصوص خصوص حدیث ۳۱**۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی میں بطریق عدیدہ و الفاظ مجملہ و مفصلہ مختصرہ و مطولہ مروی وھذا لفظ البخاری حدثنا عمر بن حفص بن غیاث ثنا ابی ثنا الاعمش ثنی عمارۃ عن عبد الرحمن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال مارأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلٰوۃ لغیر میقاتھا الاصلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا ولمسلم حدثنا یحیی بن یحیی وابوبکر بن ابی شیبۃ وابوکریب جمیعا عن ابی معاویۃ قال یحیی اخبرنا ابومعاویۃ عن الاعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمن بن یزید عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال مارأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ الا لمیقاتھا الا صلاتین صلاۃ المغرب والعشاء بجمع وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا

وحدثنا عثمان بن ابی شیبۃ و اسحاق بن ابراھیم جمیعا عن جریر عن الاعمش بھذا الاسناد قال قبل وقتھا بغلس یعنی حضرت حاضرِ سفر و حضر و مصاحب و ملازم جلوت و خلوتِ سید البشر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سابقین اولین فی الاسلام و ملازمین خاص حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے ہیں بوجہ کمال قرب بارگاہ اہل بیت[1] رسالت سے سمجھے جاتے اور سفر و حضر میں خدمت[2] والا منزلت منزلت بستر گستری و مسواک و مطہرہ داری و کفش برداری محبوب باری صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معزز و ممتاز رہتے ارشاد فرماتے ہیں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک اُن میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشا کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی۔ حدیث ۴۳ سنن ابی داود میں ہے حدثنا قتیبۃ نا عبداللہ بن نافع عن ابی مودود عن سلیمان بن ابی یحیی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال ما جمع رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الامرۃ، یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب و عشا ملا کر نہ پڑھی سوا ایک بار کے (ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجۃ الوداع ہے کہ شب نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔ اقول اس حدیث کی سند جیّد ہے قتیبہ تو قتیبہ ہیں ثقہ ثبت رجال ستہ سے اور عبداللہ بن نافع ثقہ صحیح الکتاب رجال صحیح مسلم سے اور سلیمٰن بن ابی یحیی لاباس بہ ابن حبان نے انہیں ثقات

[1] بخاری مسلم ترمذی نسائی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال قدمت انا واخی من الیمن فمکثنا حینا ما نری الا ان عبداللہ بن مسعود رجل من اھل بیت النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما نری من دخولہ ودخول امہ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک ہم سمجھا کئے کہ عبداللہ بن مسعود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہیں اُنہیں اور اُن کی ماں کو جو بکثرت کاشانہ رسالت میں آتے جاتے دیکھتے تھے ۱۲ منہ [2] صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ سے مروی میں ملک شام میں گیا دو رکعت پڑھ کر دعا مانگی الٰہی مجھے کوئی نیک ہمنشیں میسر فرما پھر ایک قوم کی طرف گیا اُن کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے میرے برابر آکر بیٹھ گئے میں نے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی تھی کہ کوئی نیک ہمنشین مجھے میسر کرے اللہ تعالیٰ نے آپ ملادیئے فرمایا تم کون ہو میں نے کہا اہل کوفہ سے فرمایا اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمطھرۃ کیا تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود نہیں ہیں وہ نعلین و مسند خواب و ظرف وضو و طہارت والے) یعنی جن کے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین اٹھاکر رکھیں اُٹھتے وقت سامنے کریں سوتے وقت بچھونا بچھائیں اوقات نماز پر پانی حاضر لائیں ظاہر ہے کہ انہیں خلوت و جلوت ہر حالت میں کیسی ملازمت اقدس کی دولت عطا ہوئی پھر اُن کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے، قالہ القاضی کما نقلہ فی المرقاۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تابعین میں ذکر کیا ہے ابو مودود وہ عبد العزیز بن ابی سلیمان مدنی ہذلی مقبول ہیں کما فی التقریب حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا سلیمان بن ابی یحیی حجازی روی عن ابی ھریرۃ و ابن عمر و عنه ابن عجلان و داود بن قیس وابو مودود وعبد العزیز بن ابی سلیمان قال ابو حاتم ما بحدیثه باس وذکرہ ابن حبان فی الثقات روی له ابو داود وحدیثا واحدا فی الجمع بین المغرب والعشاء **ثم اقول** بعد نظافت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ لم یر ابن عمر جمع بینهما قط الا تلك اللیلة مروی ہونا کچھ مضر نہیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کریں کیا منافات ہے خصوصاً بروی عن ایوب معضل ہے اور معضل ملاجی کے نزدیک محض مردود و مہمل اور وہ بھی بصیغہ مجہول کہ غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلیق حدیث مسند متصل کے کب معارض ہوسکتی ہے، **حدیث ۳۵** موطائے امام محمد میں ہے قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه انه کتب فی الآفاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلاۃ واخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر اخبرنا بذلك الثقات عن العلاء بن الحارث عن مکحول یعنی امیر المؤمنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے) الحمد للہ امام عادل فاروق الحق والباطل نے حق واضح فرمادیا اور اُن کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آگے گویا مسئلے کو درجۂ اجماع تک مترقی کیا **اقول** یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے۔ علاء بن الحارث تابعی صدوق فقیہ رجال صحیح مسلم وسنن اربعہ سے ہیں، واختلاطه لایضر عندنا ما لم یثبت الاخذ بعدہ فقد ذکر المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الشھید حدیث احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمة ثنا عطاء بن السائب ومعلوم ان عطاء بن السائب ممن اختلط فقال ارجو ان حماد بن سلمة ممن اخذ منه قبل التغیر ثم ذکر الدلیل علیه ثم قال وعلی الابھام لاینزل عن الحسن اور امام مکحول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم و اربعہ سے ہیں والمرسل حجة عندنا وعند الجمھور اما ابھام شیوخ محمد فتوثیق المبھم مقبول عندنا کما فی المسلم وغیرہ لاسیما من مثل الامام

محمد ومع قطع النظر عنه فلقائل ان یقول قد انجبر بالتعدد فی فتح المغیث فی ذکر المقلوب رویناها فی مشائخ البخاری لاحمد بن عدی قال سمعت عدة مشائخ یحکون وذکرها ومن طریق ابن عدی رواها الخطیب فی تاریخه وغیره ولا یضر جہالة شیوخ ابن عدی فیها فانهم عدد ینجبر به جهالتهم، **حدیث ۴۳** - امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آثار ماثورہ کتاب الحج عیسٰی بن ابان میں روایت فرماتے ہیں **اخبرنا** اسمٰعیل بن ابراھیم البصری عن خالد الحذاء عن حمید بن ھلال عن ابی قتادة العدوی قال سمعت قراءة کتاب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاتین والفرار من الزحف والنھبة یعنی حضرت ابوقتادہ عدوی کہ اجلۂ اکابر وثقات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انہیں صحابہ سے گنا۔ فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شقہ وفرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹ لینا) **اقول** یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسمٰعیل بن ابراہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں وللہ الحمد، **لطیفہ** حدیث موطا کے جواب میں تو ملاجی کو وہی اُن کا عذر تحویلی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں ہوا عذر تھا **اقول** اگر ہرجگہ ایسی ہی تخصیص تراشی لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی ملے جہاں چاہیں کہدیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کے لئے ہے حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا **اول** انکار جمع اُس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں، اس جواب کی حکایت خود اُس کے رد میں کفایت ہے اُس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع کہ مابعد الا ہمارے نزدیک مسکوت عنہ ہے انکار جمع تو اُس کا صریح منطوق ومدلول مطابقی ومنصوص عبارۃ النص ہے **اقول اولاً** اُس کی نسبت اگر بعض اجلۂ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا تو ملا مدعی اجتہاد وحرمت تقلید ابوحنیفہ وشافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم رد کرنے کے لئے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید رد احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز وصحیح ہوگا۔ اب نہ اُس میں شائبہ نصرانیت ہے نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کی آفت کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ٥

ثانیاً بفرضِ غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلّم کہ حنفیہ اُس کے قائل نہیں حنفیہ صرف عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں اُس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ ومن بعدھم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف معتبر ہے کما نص علیہ فی تحریر الاصول والنھر الفائق والدر المختار وغیرھا من الاسفار وقد ذکرنا نصوصھا فی رسالتنا القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعۃ الثانیہ ۱۳۱۳ھ **دوم** ایک رام پوری ملا سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے مسند ابی یعلٰی میں یہ روایت بھی ہے کہ کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجمع بین الصلاتین فی السفر تو موجہ ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلٰی کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائے گا۔ **اقول اولاً** ملاجی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلٰی کو طبقہ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح حسن غریب معروف شاذ منکر مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے، پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہا اس کتاب کی حدیث بدوں تصحیح کسی محدث کے یا بیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے، یہ کتاب اس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مختلط ہیں، یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لئے ایک رام پوری ملا کی تقلید سے حلال بتاؤ اتخذوا احبارھم ورھبانھم **ثانیاً اقول** ملاجی کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمہیں صریح ومجمل ومتعین ومحتمل کا فرق سکھائے حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابو یعلٰی حقیقی جمع کا اصلا پتہ نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتارہی ہیں تمہاری ذی ہوشی کہ نص ومحتمل کو لڑا کر اختلاف محامل سے راہ توفیق ڈھونڈھتے ہو **لطیفہ اقول** ملاجی کا اضطراب قابل تماشا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتلاتے ہیں کہیں نافی جمع سمجھ کر چودہ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احدی الروایتین اب رامپوری ملا کی تقلید سے وہ احدی الروایتین بھی گئی ابن مسعود خاصے مثبتان جمع میں ٹھہر گئے **سوم** جسے ملاجی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں اُن دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اُردو میں جھک رہے ہیں کہ اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا کہ جمع بین الظہر والعصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود کے سے تو نفی

جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے پس جو تم جواب رکھتے ہو اُسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا
ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور
تھی کیونکہ چودہ صحابی سوا ابن مسعود کے اُس کے ناقل ہیں تو اسی واسطے ابن مسعود نے اُس کا استثنا نہ کیا اور
اب محمل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقائسہ
سے وعلیٰ ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے، اس جواب کو ملاجی نے گل سرسبد بنا کر سب سے اول ذکر
کیا اُن دو کی تو امام نووی و سلام اللہ رام پوری کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کرکے بلا نقل و نسبت اپنے
نامۂ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت جمع عرفات سے
جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علمائے اعلام حنفیہ کرام نے افادہ فرمایا اُس کا نفیس و جلیل
مطلب ملاجی کی فہم تنگ میں اصلا نہ دھسا اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کسا۔ اب فقیر
غفرلہ المولیٰ القدیر سے تحقیق حق سنیئے **فاقول** وبحول ربی اصول **اولاً** ملاجی جواب علما کا یہ مطلب سمجھے کہ سیدنا ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں مگر دو ذکر کیں مغرب و صبح مزدلفہ اور تیسری یعنی عصر کو بوجہ شہرت
ذکر نہ فرمایا۔ جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی اس ادعائے باطل کا لفافہ
تو بحمد اللہ اوپر کھل چکا کہ شہرت درکنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں۔ حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ
ہی دس سے دست بردار ہوئے چار باقی ماندہ میں دو اپنی نری بے علاقہ اُتر گئیں رہے دو وہاں بعونہ تعالیٰ
وہ قاہر باہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہوگا اگر بالفرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ
میں شہرت ہے۔ مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت انہیں دو کو ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا انہیں دو کو صلاتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا
نام نہ لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع۔ قال اللہ عزوجل وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر
خود انہیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا
عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے فرمایا لا الا جمع نہ مگر مزدلفہ میں کما قدمنا عن سنن النسائی

ملاجی یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرۃً چھوڑ دیا ہے اور سنیئے امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں العمل علی ھذا عند اھل العلم ان لا یجمع بین الصلاتین الا فی السفر او بعرفۃ ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثنا کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا تو ہے یہ کہ یہ دونوں جمعیں متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دوسری کا یقیناً مذکر خصوصاً نماز عرفہ کہ اظہر و اشہر تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نحر وہ مستعار عبدالٰہ کا نہ کا افادہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں اور بلاشبہ اجماع امت ہے کہ فجر حقیقۃً وقت سے پہلے نہ تھی نہ ہرگز کہیں کبھی اُس کا جواز اور خود اسی حدیث ابو مسعود کے لفظ مسلم نے یہاں بروایت جریر عن الاعمش قال قبل وقتھا بغلس اُس پر شاہد اگر رات میں پڑھی جاتی ذکر غلس کے کیا معنی تھے اصح صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی اذ قال حدثنا عبد اللہ بن رجاء ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن عبد الرحمن بن یزید قال خرجنا مع عبد اللہ الی مکۃ ثم قدمنا جمعا (وفیہ) ثم صلی الفجر حین طلع الفجر الحدیث وقال حدثنا عمرو بن خالد ثنا زھیر ثنا ابو اسحق سمعت عبد الرحمن بن یزید یقول حج عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فاتینا المزدلفۃ (وفیہ) فلما طلع الفجر قال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یصلی ھذہ الساعۃ الا ھذہ الصلوۃ فی ھذا المکان من ھذا الیوم الحدیث اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ حقیقۃً غیر وقت میں پڑھیں تو فجر نحر و مغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انھیں کے ساتھ خاص اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ممکن خصوصاً ملاجی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر و متبادر وہی معنی ہیں جو اُن عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجر اُن صلاتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلاتین سے یہی عصر و مغرب مراد تو اُن میں اصلا کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں ہاں تفصیل میں پیتے کے لئے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار دوسری کا ذکر مطوی کیا بحمد اللہ یہ معنی ہیں جواب علماء کے جس سے ملاجی کی فہم بمیس اور ناحق آنچہ النسان میکند کی ہوس ملاجی اب اُس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہیئے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھیئے خدا کی شان سے

او گماں بردہ کہ من کردم چو او ؎ فرق را کے بیند آں استیزہ جو ؎ **فائدہ** یہ معنے نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے

قلب فقیر پر القا ہوئے پھر ارکان اربعہ ملک العلما بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہٖ یہی معنی افادہ فرمائے ہیں والحمد للہ علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وایضا خبر الجمع انما نقلوا فی غزوۃ تبوک وکان فی تلک الغزوۃ الاف من الرجال وکان کل صلوا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یخبر منہم الا واحد او اثنان ولم یشتہر ولم یروہ غیرہ بل بعض الحاضرین انکروا ذلک حتی قال ابن مسعود ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتہا الا صلوتین جمع بین المغرب والعشاء بجمع وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی فنفی ابن مسعود الذی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمسکوا بعہد ابن ام عبد تقدیم صلوۃ عن الوقت وتاخیرہا واخبر بانہ لم یقع الا فی صلاتین بین احدہما وھو المغرب بجمع اخرہا الی وقت العشاء ولم یبین الاخر وھو العصر یوم عرفۃ بتقدیمہ فی وقت الظہر لشہرتہ ولیعلم بالمقایسۃ واخبر خبرا اخر ھو تقدیم الفجر عن الوقت المسنون المعتاد عندہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واذا کان حال خبر الجمع ما ذکرنا وجب ردہ او تاویلہ اور اُس کے مطالعہ سے بحمد اللہ تعالٰی ایک اور توارد حسن معلوم ہوا فقیر غفر اللہ لہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اُس محتمل کو اُن نصوص صریحہ مفسّرہ کی طرف رد کیا اور قصّہ مرویہ ابن عمر کو واحد بتایا تھا بعینہٖ یہی مسلک ملک العلماء نے اختیار فرمایا۔ فرماتے ہیں۔ المراد بغروب الشفق قرب غروبہ لان القصۃ واحدۃ وما ذکرنا من قبل مفسر لا یقبل التاویل فیأوّل بقرب غروب الشفق او یقال ھذا من وھم بعض الرواۃ واما ما ذکرنا اولا فھو مطابق للامر المتقرر فی الشرع من تعیین الاوقات بحمد اللہ تعالٰی تیسر توارد اور واضح ہوا۔ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ میں کلام فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کونسا حرف جمع حقیقی میں نص ہے الخ بعینہٖ یہی طریقہ مع شیئ زائد مولانا بحر قدس سرہ چلے بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں اما جمع التقدیم فلم یرو الا فی روایات شاذۃ لا اعتداد بہا عند سطوع شمس القاطع ثم لیس فی روایۃ ابی داؤد عن معاذ ما یدل علی تقدیم العصر عن وقتہا وانما فیہ اذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل جمع بین الظہر والعصر ویجوز ان یکون الجمع بان یؤخر الظہر الی اٰخر وقتہا ویعجل العصر اول وقتہا و

او ان المراد بالجمع الجمع فی نزول واحد وان کانتا ادیتا فی وقتیہما فافہم ھکذا ینبغی ان یفہم المقام،
اور واقعی بحمد اللہ تعالٰی یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جواہر غالیہ ہیں جن کی قدر اہل انصاف ہی جانیں گے علامہ بحر
قدس سرہ سا فاضل جامع اجل واغزر دقیق النظر اگر ایک بیان مسلسل مجمل مختصر میں اُنہیں افادہ فرما جائے اُن کی
شان تدقیق سے کیا مستبعد پھر بھی ایک رنگ افتخار اُن کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں ھکذا ینبغی ان یفہم
المقام مگر فقیر حقیر قاصر فاتر پر ان جلائل قدسیہ زاہرہ اور اُن کے ساتھ اور دقائق وحقائق باہرہ مذکورہ کثیرہ وافرہ کا
افادہ محض عطیہ علیہ حضرت وہاب جواد بے سبقت استحقاق وتقدم استعداد ہے ذلک فضل اللہ علینا وعلی الناس
ولکن اکثر الناس لایشکرون ہ ربی لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک وکمال الائک ووفور نعمائک صل وسلم
وبارک علٰی اکرم انبیائک محمد والہ وسائر اصفیائک اٰمین مولانا قدس سرہ ان نفائس عزیزہ کو بیان کرکے
فرماتے ہیں انظروا ادق نظر ائمتنا حیث لاتفوت عنھم دقیقۃ دیکھو تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم
کی نظر کیسی دقیق ہے کہ کوئی دقیقہ اُن سے فروگذاشت نہیں ہوتا، فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے ائمہ اور کیا جانا
کیسے مالکان ازمہ وکاشفان غمہ ایسے ہی دقیق النظر وعالی مدارک وشاہان بزم وشیران معارک ہیں کہ منازل دقیق اجتہاد
میں اوروں کے مساعی جمیلہ اُن کے توسن برق رفتار کی گرد کو نہ پہنچے اور کیوں نہ ہو کہ آخر وہ وہی ہیں کہ اگر ایمان وعلم
ثریا پر معلق ہوتا لے آتے آجکل کے کوران بے بصر اُن کے محامد علیہ سے بے خبر اگر آئینہ عالمتاب میں اپنا منہ
دیکھ کر طعن وتشنیع سے پیش آئیں کیا کیجئے ؎ مہ فشاند نور وسگ عوعو کند؛ ہر کسے بر خلقت خود مے تند؛
ان حضرات کی طویل وعریض ہذیانوں کا نمونہ نہیں دیکھیے لیجئے مسئلہ جمع میں ملاجی کے دعوے تھے کہ وہ دلائل قطعیہ
سے ثابت ہے اور اُس کا خلاف کسی حدیث سے ثابت نہیں نہ جمع صوری پر اصلاً کوئی دلیل حنفیہ کے پاس
ہے اب بحول وقوت رب قدیر سب اہل انصاف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ لن ترانی کس برتے پر تتا پانی ولاحول
ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **ثانیاً اقول** وباللہ التوفیق اگر نظر تتبع کو رخصت جولاں دیجئے تو بعونہ تعالٰی واضح
ہو کہ یہ جواب علماً محض تنزلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جمع عرفات بھی
ذکر فرماچکے ہیں حدیث سنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ میں یوں ہے اخبرنا
اسمٰعیل بن مسعود عن خالد عن شعبۃ عن سلیمان عن عمارۃ بن عمیر عن عبدالرحمٰن بن یزید عن عبداللہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلوۃ لوقتہا الا بجمع وعرفات
یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اُس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے
مگر مزدلفہ وعرفات میں) ملاجی اب کہئے مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا۔ ملاجی ابھی آپ کی نازک چھاتی پر دلی کی پہاڑی
آئی ہے سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سنبھل جائیے کہ عنقریب مکہ کا پہاڑ ابوقبیس آتا ہے ملاجی دعوے
اجتہاد پر اُدھار کھائے پھرتے ہو اور علم حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنی صحیحین وغیرہما صحاح وسنن
مسانید ومعاجیم وجوامع واجزاء وغیرہا میں دیکھئے صدہا مثالیں اس کی پائیے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی
کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح جمع طرق
سے پوری بات کا پتا چلتا ہے ولہذا امام الشان ابوحاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم جب تک حدیث
کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اُس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ یہاں بھی مخرج حدیث اعمش عن عمارۃ عن عبدالرحمٰن
عن عبداللہ ہے اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی اُن سے حفص بن غیاث وابومعاویہ وابوعوانہ وعبدالواحد
بن زیاد وجریر وسفیان وداود وشعبہ وغیرہم اجلہ نے روایت کی یہ روایتیں الفاظ واطوار وبسط واختصار وذکر واقتصار
میں طرق شتے پر آئیں کسی میں مغرب وفجر کا ذکر ہے ظہر وعرفہ مذکور نہیں کروایۃ الصحیحین، کسی میں ظہر عرفہ ومغرب کا
بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں کروایۃ النسأی کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر وفجر وصیغۂ ما رأیت وغیرہ کچھ مسطور
نہیں لحدیث النسأی ایضا فی المناسک باب جمع الصلاتین بالمزدلفۃ اخبرنا القاسم بن زکریا ثنا
مصعب بن المقدام عن داود عن الاعمش عن عمارۃ عن عبدالرحمن بن یزید عن ابن مسعود ان
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع بین المغرب والعشاء بجمع اکثر میں نماز فجر پیش از وقت مذکور ہے
وھو بطریق کل من ذکرنا من رواۃ الاعمش ما خلا جریرا کسی میں لفظ بغلس مفید واضح ومصرح مرام کی
تصریح ہے کما لمسلم من حدیث الضبی ان تنوعات سے نہ وہ حدیثیں متعدد ہو جائیں گی نہ ایک طریق
دوسرے کا نافی ومنافی ہوگا بلکہ اُن کے اجتماع سے جو حاصل ہو وہ حدیث تام قرار پائے گا اب خواہ یہ اختلاف
رواۃ اعمش کی روایت بالمعنی سے ناشی ہوا خواہ خود اعمش نے مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت بالمعنی
کی اور ہر راوی نے اپنی مسموع پہنچائی چاہے یہ تنویع اعمش نے خود کی چاہے عمارہ یا عبدالرحمٰن سے ہوئی اور وہ

سب اعمش نے سنی یا اعمش کو پہنچی خواہ اصل منتہائے سند سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اوقات عدیدہ میں حسب حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شب مزدلفہ راہ مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب وفجر کا مسئلہ ارشاد کرنے کے لئے صرف انہیں دو کا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کر چکے تھے اُس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلاتین کا مسئلہ پیش ہو وہاں ذکر فجر کی حاجت نہ تھی عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوا ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب وعشائے مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں سنت کیا ہے اُس وقت یہ پچھلی حدیث مختصر تر افادہ کی **تم اقول** لطف یہ کہ یہی **حدیث** ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسرے مخرج مروی صحیح بخاری وسنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار سرور کتاب الحج میں بسند جلیل وصحیح جس کے سب رواۃ اجلہ ثقات وائمہ اثبات ورجال صحیحین بلکہ صحاح ستہ سے ہیں یوں روایت فرمائی **اخبرنا** سلام بن سلیمن الحنفی عن ابی اسحاق السبیعی عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ بن قیس والاسود بن یزید قال کان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول لاجمع بین الصلاتین الا بعرفۃ الظہر والعصر یعنے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے جمع بین الصلاتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر وعصر) کیوں ملاجی اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات نہ دیکھی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہر گز نہ اس سے اعراض نہ اُس پر اعتراض بلکہ ہر محل وموقع کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتصار ہے یہاں مسافر کے جمع بین الظہر والعصر کا ذکر ہوگا اس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف روز عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا ناجائز ولہذا الصلاتین معرف بلام فرمایا جس میں اصل عہد ہے۔ ملاجی کتب حدیث آنکھ کھول کر دیکھو روایات بالمعنی کے یہی انداز آتے ہیں خصوصاً امام بخاری تو بذات خود اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بقدر حاجت پارہ پارہ کر کے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رد نہیں کرتا بلکہ وہ مجموع حدیث کامل ٹھہرتی ہے۔ **پس** بحمد اللہ تعالٰی واضح وآشکار ہوا کہ یہ حدیث بھی تمام وکمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی مگر صرف عصر عرفہ وقت ظہر اور مغرب مزدلفہ وقت عشا اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون ومعمول سے پہلے طلوع فجر کے بعد ہی

تاریکی میں پڑھ لیا تھا۔ اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا الحمد للہ کہ آفتاب حق و صواب بے پردہ و حجاب
رابعۃ النہار پر پہنچا۔ اب اس حدیث نسائی جامع ذکر عرفہ و مزدلفہ پر ملاجی نے بکمال مکابرہ جو جو چوٹیں کی ہیں اُن کی
خدمت گزاری کیجئے اور راہ ضیا پناہ رسالہ کو باذنہ تعالیٰ شب تمام کا مژدہ دیجئے واللہ المعین و نستعین لطیفہ ۶
یارب جہل جاہلین سے تیری پناہ ملاجی تو رد احادیث و جرح ثقات و قدح صحاح کے دھنی ہیں عمل بالحدیث
کے ادعائی راج میں انہیں مکابروں کی دیواریں چنی ہیں حدیث صحیح نسائی شریف کو دیکھا کہ انہیں پر مصیبت کا پہاڑ
توڑے گی حضرت کے گل سر سبد کو گل تہ گلخن بنا چھوڑے گی لہذا نیام حیلہ سے تیغ ادا نکالی اور احادیث صحاح
میں تکمیل مضمون فریقاً تکذبون و فریقاً تقتلون کی یوں بنا ڈالی حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک
ہے دو راوی اس کے مجروح ہیں ایک سلیمان بن ارقم کہ اُس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ ضعیف کہا اُس کو
کہا تقریب میں سلیمان بن ارقم ضعیف اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث افراد
کا کہا تقریب میں خالد بن مخلد صدوق متشیع ولہ افراد **اقول اولاً** وہی ملاجی کی قدیمی سفاہت تشیع و رفض کے
فرق سے جہالت **ثانیاً** صحیحین سے وہی پرانی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری و مسلم وغیرہما
جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص اُستاذ اور مسلم وغیرہ کا اُستاذ الاستاذ **ثالثاً** ملاجی تم نے
تو علم حدیث کی الف بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یوں بے وقت جڑھی ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف
و متشیع و صاحب افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو متشیع و صاحب افراد ہونا تو اصلا موجب ضعف
نہیں صحیحین دیکھئے اُن کے رواۃ میں کتنے متشیع[1] موجود ہیں اور لہ افراد[2] والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حواشی فصل اول میں
بکثرت لہ اوہام، یہم، ربما وہم، یخطئ، یخطی کثیرا، کثیر الخطا، کثیر الغلط وغیرہا والے ذکر
کر آئے رہا ضعیف اُس میں اور متروک میں بھی زمین و آسمان کا بل ہے ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور
متابعات و شواہد میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متروک اس معنی اور اس کے متعلقات کی تحقیقات جلیلہ
فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ **الہاد الکاف فی حکم الضعاف** میں مطالعہ کیجئے اور سر دست

---

[1] مثل ابان بن یزید العطار، زید بن ابی انیسۃ، عبد الرحمن بن غزوان وغیرہم ۱۲ منہ

[2] جن میں تیس سے زیادہ حواشی فصل اول پر مذکور ہوئے۔ ۱۲ منہ

اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھئے کہ ضعیف درجۂ ثامنہ اور متروک اس کے دو پایہ نیچے درجۂ عاشرہ میں ہے خود[1]
بعض ضعفاء رجال شیخین میں اگرچہ متابعتاً یا یوں بھی واقع جس سے اُن کا نام متروک ہوتا وانخ را بعاً یہ سب کلام ملاجی
کی غلبی پول علیبی احکام مان کر تھا حضرت کی اندرونی حالت دیکھئے تو بمجبر حسب عادت جو رواۃ حدیث بے
نسب وے نسبت پاتے اُن میں جہاں تحریف و تصرف کا موقع ملا وہی تبدیل کا رنگ لائے سند میں تھا عن
شعبۃ عن سلیمٰن اب ملاجی اپنی مبلغ علم تقریب کھول کر بیٹھے رواۃ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر
پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو۔ لہذا وہاں بس نہ چلا سلیمان کو دیکھیں تو پہلی بسم اللہ یہی سلیمان بن ارقم ضعیف
نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود، ملاجی تمہیں اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا یہ جبروتی حکم آپ
نے کس دلیل سے جمایا کیا اسی کا نام محدثی ہے سچے ہو تو برہان لاؤ ورنہ اپنے کذب و عیب رجم بالغیب پر
ایمان قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین حق طلبان حق نیوش کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث
اعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمن عن عبد اللہ ہے بخاری مسلم ابوداود نسائی وغیرہم سب کے یہاں
حدیث عمارہ بطریق امام اعمش ہی مذکور صحیحین کی تین سندیں بطریق حفص بن غیاث و ابی معاویہ و جریر کلھم
عن الاعمش عن عمارۃ صدر کلام میں گزریں اور ایک سند نسائی بطریق داود عن الاعمش عن عمارۃ اُس کے بعد
سن چکے بنجم نسائی کتاب الصلوٰۃ میں ہے اخبرنا قتیبۃ ثنا سفیان ثنا الاعمش عن عمارۃ الخ ششم

---

[1] مثل اسید بن زید اسباط ابو الیسع عبد الکریم بن ابی المخارق بشیر بن سوار زمعۃ بن صالح محمد بن یزید الرفاعی محمد بن عبد الرحمن مولیٰ بنی زہرہ احمد بن یزید الحرانی ابی بن عباس وغیرھم قال فی التقریب فی الخمسۃ الاول ضعیف و السادس لین بالقوی والسابع مجہول والثامن ضعفہ ابوحاتم والتاسع فیہ ضعف وعبد الکریم عدلہ المزی فی التھذیب خت وتبعہ فی المیزان فقال اخرج لہ خ تعلیقا ومتابعۃ وکذا تابعہ الحافظ فی رموز التقریب ثم نبہ ان الصواب خ حیث ذکر ما لہ فی الجامع الصحیح ثم قال ھذا موصول ولیس معلقا وقال فی الرفاعی ذکرہ ابن عدی فی شیوخ البخاری وجزم الخطیب بان البخاری روی عنہ لکن قد قال البخاری رأیتھم مجمعین علی ضعفہ اھ قلت المثبت اثبت فلذا اعلمنا علیہ خ داخرناھا عن لمکان تردد الحافظ والانصاف ان فیھا وعبادا وامثالھا ایضا ضعیفا والعذر ما افادہ الامام ابن الصلاح وتبعہ النووی وغیرہ فارجع واعرف، واللہ تعالیٰ اعلم۔

"اللھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ"

نسائی مناسک باب الوقت الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ **اخبرنا** محمد بن العلاء **ثنا** ابو معاویۃ عن الاعمش
عن عمارۃ الخ ہفتم سنن ابی داؤد **حدثنا** مسدد ان عبد الواحد بن زیاد و ابا عوانۃ و ابا معاویۃ
حدثوھم عن الاعمش عن عمارۃ الخ ہشتم امام طحاوی **حدثنا** حسین بن نصر ثنا قبیصۃ بن عقبۃ
والفریابی قالا حدثنا سفین عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر الخ یہ امام اعمش امام اجل ثقہ ثبت حجت حافظ
ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلۂ ائمۂ تابعین و رجال صحاح ستہ سے ہیں جن کی وثاقت عدالت جلالت آفتاب
نیمروز سے روشن تر ان کا اسم مبارک سلیمٰن ہے وہی یہاں مراد کاش تضعیف ابن ارقم دیکھ پاتے کی خوشی ملاجی کی
آنکھیں بند نہ کردیتی تو آگے سوجھتا کہ دنیا میں ایک یہی سلیمان نہیں دو ورق لوٹتے تو اسی تقریب میں تھا سلیمٰن
بن مھران الاعمش ثقۃ حافظ عارف بالقراءۃ ورع جن حضرات کا جوشِ تمیز اس حد تک پہنچا ہو اُن سے
کیا کہا جائے کہ ان سلیمان سے راوی بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج جنہیں التزام
تھا کہ ضعیف لوگوں سے حدیث روایت نہ کریں گے جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ **منیر العین فی حکم
تقبیل الابھامین** میں مذکور وہ اور ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے ان باتوں کی کیا شکایت،
خامسا حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اُسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی نے
فرمایا تھا **اخبرنا** اسمعیل بن مسعود عن خالد عن شعبۃ بے دھڑک حکم لگا دیا کہ اس سے مراد خالد بن
مخلد رافضی ہے ملاجی پانچ پیسے کی شیرینی تو ہم بھی چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص مراد ہے ملاجی
تم کیا جانو کہ ائمہ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے مجرد نام بے ذکر ممیز پر اکتفا کرتے ہیں ملاجی صحابہ کرام میں
عبد اللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلہ خمسہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبد اللہ کہے تو
عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہونگے اور کوفی کہے تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم پھر رواۃ مابعد میں تو عبد اللہ
صدہا ہیں مگر جب سوید کہیں حدثنا عبد اللہ تو خواہ مخواہ ابن المبارک ہیں محمدین کا شمار کون کر سکتا ہے مگر
جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا و علٰی ھذا القیاس صدہا مثالیں
ایسی ہیں جنہیں ادنٰے ادنٰے خدام حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں ملاجی یہ خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ
جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے مخلص تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود

بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں اسماعیل بن مسعود کو اُن سے اور اُنہیں شعبہ سے اکثار روایت بدرجہ غایت ہے اسی سنن نسائی میں اسماعیل کی بیسیوں روایات اُن سے موجود اُن میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمٰعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسماعیل نے نسب خالد مصرحا بیان کیا ہے بہت جگہ انہوں نے حسب عادت مطلق چھوڑا امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سابق ولاحق بیانوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے ہیں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں (طریق شعبہ) (۱) کتاب الافتتاح باب التطبیق اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ عن سلیمٰن الخ، (۲) کتاب الطہارۃ باب النضح اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ (۳) کتاب المواقیت الرخصۃ فی الصلاۃ بعد العصر اخبرنا اسماعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ (۴) کتاب الامامۃ الجماعۃ اذا کانوا اثنین اخبرنا اسماعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ (۵) کتاب السہو باب التحری اخبرنا اسماعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ (تصریح اسمعیل سوے مامر) (۶) کتاب الامامۃ الرخصۃ للامام فی التطویل اخبرنا اسماعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ (۷) کتاب قیام اللیل باب قدر رکعتی الفجر اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث الخ (۸) کتاب الزکوۃ عطیۃ المرأۃ بغیر اذن زوجہا اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ (۹) المزارعۃ احادیث النہی عن کری الارض بالثلث والربع اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث الخ (۱۰) القسامۃ والقود باب عقل الاصابع اخبرنا اسماعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث الخ (تصریح النسائی) (۱۱) کتاب بدء الحیض مضاجعۃ الحائض اخبرنا اسماعیل بن مسعود حدثنا خالد وھو ابن الحارث (۱۲) قبیل کتاب الجمعۃ باب اذا قیل للرجل ھل صلیت اخبرنا اسمعیل بن مسعود ومحمد بن عبد الاعلی قالا حدثنا خالد ھو ابن الحارث الخ (۱۳) کتاب الصیام التقدیم قبل شہر رمضان اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد وھو ابن الحارث (۱۴) المزارعۃ من الاحادیث المذکورۃ اخبرنا

اسمٰعیل بن مسعود ثنا خالد وھو ابن الحارث الخ (۵۱) کتاب الاشیربہ الترخیص فی انتباذ الیسر اخبرنا اسماعیل بن مسعود ثنا خالد یعنی ابن الحارث الخ کیوں ملاجی یہ کیا دین ودیانت ہے کہ صحیح حدیثیں رد کرنے کو ایسے جھوٹے فقرے بناؤ اور بے لگان جزم کرتے ہوئے پاک تک نہ جھپکاؤ وہ تو خدا نے خبر کر لی کہ امام نسائی نے اسمٰعیل بن مسعود کہہ دیا تھا کہیں نرا اسماعیل ہوتا تو ملاجی کو کہنے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنت کے نزدیک سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمٰعیل دہلوی موجود ملاجی صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات علم حدیث کی کھلی کھلی باتوں سے یہ جاہلانہ مخالفات، اگر دیدہ ودانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق وتلمیع باطل وتلبیس عامی واغوائے جاہل طوائف طائفہ کا ہمیشہ داب رہا ہے اور اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدارا خدا اور رسول سے حیا کیجئے اپنے دین دھرم پر دیا کیجئے یہ مونہہ اور اجتہاد کی لپک یہ لیاقت اور مجتہدین پہ ہمک عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجئے حدیث کے متون وشروح واصول ورجال کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں، ہنسنے دو ہنسنے ہی گھر بسنے ہیں اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب بھی شہادت بشرط صحت ایمان وحسن نیت واللّٰہ الهادی لقلب اخبت الحمد للّٰہ مہر حق منجلی ہوا اور آفتاب صواب متجلی جن جن احادیث سے جمع بین الصلاتین کا ثبوت نہ سہل ثبوت بلکہ قطعی ثبوت زعم کیا گیا تھا واضح ہوا کہ ان میں ایک حرف مثبت مقال نہیں مذہب حنفی اثبات صوری ونفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتا دیا تھا روشن ہوا کہ قرآن وحدیث اسی کے موافق دلائل ساطعہ اسی پر ناطق جن میں رد وانکار کی اصلا مجال نہیں اور بعونہٖ تعالیٰ بطفیل مسئلہ وہ تازہ مجہلہ کہنہ مشغلہ ادعائے عمل بالحدیث کا اشغلا اس کا بھرم بھی من مانتا کھلا کہ ہوا سے غرض ہوس سے کام اور اتباع حدیث کا نام بدنام پرانے پر لنے حد کے سیلنے جب اپنی سخن پروری پر آئیں صحیح حدیثوں کو مردود بتائیں ثقہ ائمہ کو مطعون بنائیں بخاری ومسلم کو پس پشت ڈالیں ان کے رواۃ واسانید میں نشاختسانے نکالیں ہزار چھل کریں سو ہزار پیچ جیسے بنے صحیح حدیثیں ہیچ امام مالک وامام شافعی کی تقلید حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پیغام مگر جب حنفیہ کے مقابل دم پر بنے مجتہد چھوٹے مقلدوں کی تقلید سے گاڑھی چھنے اب ایک ایک شافعی مالکی کو جھک جھک کر سلام اس کے پاؤں پکڑ اس کا دامن تھام یہ بڑا پیشوا وہ بھاری امام ان میں جس کا کلام کسی ہاتھ لگ گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتنا ہی سخیف بس خضر مل گئے غنچے کھل گئے آنار کے جی کے کواڑ کھل گئے

سب کوفت سوخت کے غبار دھل گئے وحی مل گئی ایمان لے آئے اتنی سے خفیہ پر حجت لائے اب خبردار کوئی پیچھے نہ پڑو احبارو رہبان کی آیت نہ پڑھو چھٹکارے کی گھڑی بچاؤ کا وقت ہے شرک بلا سے ہوا بتو ٹکٹ ہے مسلمانو حضرات کے یہ انداز دیکھے بھالے اپنا ایمان بچائے سنبھالے فریب میں نہ آنا یہ زہر در جام ہیں قہوکا نہ نہ کھانا سبزہ بردام ہیں بے مہاروں کی چال ہر حال بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے بے راہ روی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا۔ اتباع ائمہ راہ ھُدیٰ ہے راہ ھُدیٰ کا والی خدا ہے للہ الحمد ولی الهدایة منه البدایة والیه النهایة خلاصۃ الکلام وحسن الختام الحمد للہ سخن اپنے ذروۂ اقصٰے کو پہنچا اب ملخص کلام وحاصل مرام چند باتیں یاد رکھیے اولاً جمع صوری بدلائل صحیحہ روشن ثبوت سے بے پردہ وحجاب اور اُس کا انکار انکار آفتاب ثانیاً کسی حدیث صحیح میں جمع تقدیم کا نام کو بھی اصلا پتہ نہیں اُس کی نسبت ادعائے قطعی ثبوت محض نسج العنکبوت ثالثاً جمع تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیح صریح جیسا ادعا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا صحاح ومناکیر ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محتمل اور محتملات سے ہوس اثبات مہمل ومختل رابعاً جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین نا قابل تاویل قائم تو محتملات خصوصاً حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا اسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدۂ ارجاع محتمل بہ متعین ہے نہ عکس کہ سراسر نحس خامساً نماز بعد شہادتین اہم فرائض واعظم ارکان اسلام ہے اور اُس میں رعایت وقت کی فرضیت اظہر ضروریات دین سے جسے مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے یونہیں اوقات خمسہ غایت شہرت و استفاضہ پر بالغ حد تواتر ہیں اگر حضور پر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حالت سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لئے اوقات مشہورہ معلومہ معروفہ کے سوا قولاً یا فعلاً کوئی اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرت جلیلہ کے ساتھ اوقات خمسہ منقول ہوئے اُسی طرح یہ نیا وقت بھی نقل کیا جاتا نہ آخر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فعل کسی خلوت میں نہ کیا غزوۂ تبوک میں ہزارہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمراہ رکاب سعادت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے بلاشبہ وہ سب کے سب دیکھتے اور کثرت رواۃ سے اسے بھی مشہور کر چھوڑتے نہ یہ کیا کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم بیان ایسی صریح تبدیل ایسے مجمع کثیر کے سامنے واقع ہو اور اُسے یہی دو ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہ یہاں

جمع صوری فرمائی جس میں نہ وقت بدلا نہ کسی حکم میں تغیر نے راہ پائی کہ اس کے اشتہار پر دواعی متوفر ہوتے نظر انصاف صاف ہو تو صرف ایک یہی کلام تمام دلائل خلاف کو بس ہے کہ جب باوصف توفر دواعی نقل احاد ہے تو لاجرم جمع صوری پر محمول کہ توفر مجبور اور نہ بالفرض کوئی روایت مفسر ناقابل تاویل ملے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ اتحاد رہنا عقل سے دور سادہ نمازوں کے لئے تعیین و تخصیص اوقات و آیات قرآن عظیم و احادیث حضور سید العالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کہیں اس کا خلاف مانیے تو وہ بھی ویسا ہی قطعی چاہیئے جیسے عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضمحل سا ہوا بالفرض اگر مثل مانع دلائل جمع بھی قائل سمع سلیم کیجئے تاہم ترجیح منع کو ہے کہ جب حاظر و مبیح مجتمع ہوں تو حاظر مقدم ہے ثامنًا جانب جمع صرف نقل فعل ہے قول اگر ہے تو جمع صوری میں اور جانب منع دلائل قولیہ و فعلیہ دونوں موجود اور قول فعل پر مرجح تو مجموع قول و فعل محض نقل فعل پر بدرجہ اولیٰ تاسعًا افقہیت راوی اور مرجح منع ہے کہ ابن عمر و انس میں کسی کو فقاہت جلیلہ عبد اللہ بن مسعود تک رسائی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے حضور پر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمسکوا بعھد ابن ام عبد اُن کے عہد کو لازم پکڑو۔ رواہ الترمذی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرقاۃ میں ہے اسی لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی روایت و قول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب ستر رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ان اشبہ الناس دلا وسمتا وھدیا برسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابن ام عبد بیشک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ عبد اللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ البخاری والترمذی والنسائی یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے کنیف ملئ علما، ایک گٹھڑی ہیں علم سے بھری ہوئی) نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمالیا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود اُس کے لئے پسند کریں) رواہ الحاکم بسند صحیح لاجرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقاہت میں زائد ہیں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے، ھو

عند ائمتنا افقه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة عشرا[1] اگر بالفرض براہین منع و ادلہ جمع کانٹے کی تول برابر ہی سہی تاہم منع ہی کو ترجیح رہے گی کہ اس میں احتیاط زائد ہے اگر عند اللہ جمع درست بھی ہوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالاجماع گناہ نہیں بلکہ بالاتفاق اس کا ترک ہی افضل ہے اور اگر عند اللہ نادرست ہے تو جمع تاخیر میں نماز دانستہ قضا کرنی ہوگی، اور جمع تقدیم میں سرے سے ادا ہی نہ ہوگی فرض گردن پر رہے گا تو ایسی بات جس کا ایک پہلو خلاف اولیٰ اور دوسری جانب حرام و گناہ کبیرہ ہو عاقل کا کام یہی ہے کہ اُس سے احتراز کرے یہاں جو ملاجی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر کہہ گئے ہیں کہ ٹٹلکتک مٹی کو راُس صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلل بدلائل ہو اور صورت اختلاف کی ہو جالانکہ مسئلہ جمع میں مانعین کا دعوے بے دلیل ہے اور ناجائز کہنا اُن کا خلاف ہے اختلاف نہیں پس اگر صحت میں عمل مدلل بدلائل کے قول بے دلیل شک ڈال دیا کرے تو سیکڑوں اعمال باطل ہو جائیں اور حق و باطل میں کچھ تمیز نہ رہے۔ ان جھوٹی بالاخوانیوں سے سینہ زوری کی لن ترانیوں کا کچا چھٹا بعونہ تعالیٰ سب کھل چکا مگر حیا کا بھلا ہو جس کے آسرے جیتے ہیں یو ہیں تو آفتاب پر خاک اڑاکر اندھوں کو سوجھا دیا کرتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب بے دلیل و خلاف حدیث ہے۔ خدا کی شان قرآن عظیم و احادیث رسول کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی اُن قاہرہ دلیلوں کو جنہیں سنکر جگر تک دھمک پہنچی ہوگی بے دلیل ٹھہراؤ اور اپنے ضعیف و بے ثبوت قول کو قطعی یقینی مدلل بتاؤ اور عمل بالحدیث و دین و دیانت کا نام لیتے نہ شرماؤ انا للہ وانا الیہ راجعون ع آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتہاد۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے یہ چند اوراق کہ بنظر اتفاق حق لکھے مولیٰ تعالیٰ عزوجل اپنے کرم سے قبول کرے شر حسّاد و شامت ذنوب سے محفوظ رکھے وجہ ثبات و استقامت مقلدین کرام بنائے یہ اُمید تو ان شاء اللہ تعالیٰ القریب المجیب نقد وقت ہے مگر دشمنان حنفیت کو ہدایت ملنے عناد حنفیہ کی راہ نہ چلنے کی طرف سے یاس سخت ہے کہ کھلے مکابرں میں جن صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں جو چڑھی ہیں اُنہیں آئندہ ایسی اور ان سے بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے تحریف تعصب مکابرے تحکم کا علاج کیا ہے سوا اس کے کہ شر شریر ان سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور بتوسل روح اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے عرض کروں رب انی اعوذبك

[1] یعنی نصوص منقول و قواعد اصول سے قطع نظر کرکے بہ مقتضائے عقول ہے۔ ۱۲

من ھمزات الشیاطین واعوذبک رب انی ان یحضرون ہ وصلی اللہ تعالٰی علی الھادی الامین الامان المامون محمد وآلہ وصحبہ الکرام والذین ھم بھم یاھم یھتدون الحمدللہ کہ یہ مبارک رسالہ نفیس عجالہ پانزدہم ماہ رجب مرجب ۱۳۱۳ھ ہجریہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کو تمام اور بلحاظ تاریخ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین نام ہوا، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین، سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۸۷) ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نابینا نے صبح کی نماز پڑھاتے وقت ایسی بڑی صورت پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اس وقت سورج نہیں نکلا تھا اور جب سلام پھیرا تو سورج نکل آیا یہ نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں التحیات پڑھی جائے نہ بیٹھنے پایا کہ سورج کی کرن چمکی تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمہ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا تو بالاتفاق ہوگئی مثلاً جب تک پہلی بار لفظ السلام کہا تھا سورج نہ نکلا تھا السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا کہ علیکم ورحمۃ اللہ سورج نکلنے میں کہا تو نماز صحیح ہوگئی کہ فقط السلام کہنا تحریمہ نماز سے باہر کردیتا ہے الا من علیہ سھو بشرط ان یأتی بالسجود اور اگر طلوع شمس دونوں امر کے بیچ میں ہوا یعنی قعدہ بقدر تشہد کرچکا اور ہنوز تحریمہ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہوا تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جاتی رہی یعنی یہ فرض نفل ہو کر رہ گئے فرضوں کی قضا ذمہ پر رہی فی الدرالمختار ولو وجد المنافی بلا صنعہ قبل القعود بطلت اتفاقا ولو بعدہ بطلت عندہ کطلوع الشمس فی الفجر ولا تنقلب الصلوٰۃ نفلا الا فیما اذا طلعت والخ اھ

ملتقطا وفی ش عن الرحمتی عن التجنیس الامام اذا فرغ من صلاتہ فلما قال السلام جاء رجل واقتدی بہ قبل ان یقول علیکم لایصیر داخلا فی صلوٰتہ لان ھذا سلام الاتری انہ لو اراد ان یسلم علی احد فی صلاتہ ساھیا فقال السلام ثم علم فسکت تفسد صلوٰتہ مقتدیوں کو چاہیے کہ اپنے اس نابینا امام کو پیش از شروع متنبہ کر دیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے پھر بھی اگر تطویل سے باز نہ آئے اور یونہی نماز کھوئے تو آپ ہی امامت سے معزولی کا مستحق ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۸۸): از جبل پور عقب کوتوالی مرسلہ مولوی برہان الحق صاحب سلمہ سلخ شعبان ۱۳۳۵ھ

حضور پُر نور بعد سلام نیاز گزارش ضحوۂ کبرٰی نکالنے کا کیا قاعدہ ہے۔ ایک بار پہلے ارشاد ہوا تھا مگر غلام بھول گیا۔

الجواب: نور دیدۂ سعادت مولانا المکرم جعلہ المولٰی تعالٰی کاسمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ، خیریت مزاج جناب مولینا المکرم اکرمہم السلام وسلمہ سے اطلاع دیجئے اور میرے لئے بھی طلب دعا کیجئے ابھی ایک ہفتہ میں تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں ضعف قوی ہے اور قوٰی ضعیف وحسبنا المولی الکریم اللطیف جس دن کا ضحوۂ کبرٰی نکالنا منظور ہو اُس دن کے وقت صبح و وقت غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں اور اس پر چھ گھنٹے بڑھائیں یہ وقت ضحوۂ کبرٰی ہوگا اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک نماز مکروہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم ۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے مثلاً کل روز پنجشنبہ بحساب قواعد البشر طرر ویت یکم ماہِ مبارک ہے اوقات یہ ہیں ——

	″	′	ت
ختم سحری	۶	۳۷	۳
+ افطار	۷	۱۶	۷
	۳۳	۵۳	۱۰
+ =۲″	۴۶،۵	۲۶	۶
+ =	۴۶،۵	۲۶	۱۱
ختم سحری	۵۷	۵۲	۳
+ افطار	۲۹	۱۳	۷
	۳۶	۶	۱۱
	۱۸	۳۳	۵۶
	۱۸	۳۳	۰۱۱

نقشے میں تمام اوقات ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے، جن کے رفع اسقاط کے سبب ۲ر یعنی تفاوت آیا۔

مثال دوم ۳۰ ماہ مبارک کو

آنس علیہ السلام، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۸۹) :۔ از سہسرام مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس اول مدرسہ مذکور ۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

بحضور اعلیحضرت عظیم البرکت قبلہ و کعبہ دام ظلہم الاقدس ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خاکسار حضور والا کے قواعدِ فرمودہ کے مطابق برابر وقت نکالا کرتا تھا مگر اس دفعہ جب میں مدراس گیا وہاں مولوی عبد اللہ صاحب کی احقر سے ملاقات ہوئی وہ برابر وقت مدراس شائع کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک تختہ جس پر سال تمام شمسی کے اوقات انہوں نے استخراج کر کے شائع کیا ہے مجھے دیا اور یہ کہا کہ یہ پرچہ میں نے بریلی بھی روانہ کیا ہے تاکہ وہ حضرت امیری غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں اس کی طرف توجہ فرمایئے جناب کو بھی میں اسی غرض سے دیتا ہوں چنانچہ وہ پرچہ لیتا ہوا میں یہاں آیا ۲۲ رجون ۱۹۱۷ء سے میں نے جانچ شروع کیا وقت غروب میرے قاعدہ کے مطابق ۶ بجکر ۷ منٹ ۲۵ سکنڈ اور طلوع ۵ بجکر ۴ منٹ ۱۹ سکنڈ ہوا اور اس نقشہ میں غروب ۶ بجکر ۴۳ اور طلوع ۵ بجکر ۸ منٹ لکھا ہے غرض ۳ ۔ ۴ منٹ کا فرق ہے عشا کا وقت نقشہ میں ۷ بجکر ۵۶ منٹ لکھا ہے میں پریشان ہوا کہ آخر فن کا جاننے والا اس قدر غلطی کیا کرے گا لاجرم میں نے اپنے ہی مستخرج وقت کو غلط سمجھ کر اس غلطی کی جستجو میں ہوا تو سوا اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں بوجہ موافق الجہۃ ہونے کے عرض بلد اور میل سے تفریق کر کے حاصل فرق کو جمع کر کے عمل کیا ہے اور جگہ کے لئے میل کو عرض بلد سے کم کر کے حاصل فرق آلہ الوخ میل سے عمل کرنا ہوتا ہے اور یہاں عرض بلد بہت کم ہونے کی وجہ سے میل کو عرض بلد سے کم کیا گیا ہے اس کے بعد یہ خیال ہوا کہ یہ وقت تو اخیر پنجاب قریب کشمیر کا ہونا چاہیئے۔

تخریج عرض
ی الب ؟

جہاں کا عرض لہ مط مح ہو کہ آلہ الوخ کو اس کو تفریق کر کے ی الب ؟ بچتا ہے اب پریشانی ہے کہ یہاں کا عمل کس طرح ہوگا اگرچہ قاعدہ کے یہ لفظ (اگر موافق الجہۃ ہو تفاضل لیں) اس کو بھی عام ہے اس لئے اس کا قاعدہ ارشاد ہو کہ جب عرض میل سے کم ہوگا تو کیا کیا جائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب :۔ ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین المتین آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبد اللہ صاحب کا کوئی تختہ اوقاتِ مدراس یہاں نہ آیا صرف ایک چھوٹے رسالہ تحفۃ المصلی کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے۔ وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض و میل متفق الجہۃ

ہوں تفاضل لیا جائے گا یعنی اُن میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے گا عرض ہو خواہ میل تو مدراس جس کا عرض یح ر ہے اُس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل میلِ کلی کح ا ر یح یح لح ہوا۔ نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی لح ح ہو اُس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی یح لح ہوگا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اُس شہر میں جنوبی دونوں نصف اور اُن کی جیبیں اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا مثلاً صبح وعشا بحر راس السرطان بہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجموعۂ اربعہ ۸۵۹۲۷۸۶ ر ۹ ہوا اور وقت عشا ۴۶ ۴ ۷ آیا اور اس شہر میں مجموعہ ۹۶۱۹۴۸۲۹ ر ۹ ہوا اور وقت عشا ۳۱ ۵۶ ۸ ایک گھنٹہ دس منٹ سے زیادہ فرق ہوگیا طلوع وغروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس پرچہ مؤامرۂ مرسلہ سے ظاہر یہ حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۴۳ ر ۴ ۱ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۴۳ ر ۴۳ ۱۰ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہوگا غروب ۳۱ ر ۴ ۶۲۶۵ طلوع ۹ ر ۷ ۵۳۳۵ یہ وقت غروب وہی ہے جو آپ نے نکالا تین سکنڈ $+\frac{۴۳ ر ۴۳ ۱۰}{۶۳۷۲۸ ر ۵۵}+$

$+\frac{۴۳ ر ۴۳ ۱۰}{۱۳ ر ۴۰ ر ۵۴۳}$ کا تفاوت اُن فرقوں سے ہوا کہ آپ نے میل کح الونح لیا جو ۲۲ جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تھا اور میں نے کح ا ر کو باسقاطِ خفیف ثوانی میلِ کلی ہے پھر آپ نے بُعدِ سمتی افق مطلق حسب دستورِ سابق کہ میرے یہاں معمول تھا حصہ لب نالیا ہوگا اور اب میں حصہ لدمہ رکھتا ہوں البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۲ ۵ لی جو ۲۳ جون کی تعدیل مرصدی ہے اور ۹ منٹ فصل طول ملکہ ۵۲ ۱۰ دونوں وقتِ حقیقی غروب و طلوع پر زائد کئے دلیل یہ کہ آپ کے یہاں معدّل بتعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵ ۷ ۳ ۶ اور طلوع ۱۹ ۴ ۴ ۵

اس کا تمام ۵۲۲۳۵ ۔ تمام غروب $\frac{۵۲۲۳۵}{۲۱۴۴}$

۱۰۵۲ نصف

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۲ ۲۶ ۶ آیا اور طلوع ۲۷ ۲۳ ۵ تو آپ کے اور یہاں کے محسوب میں ۲۱ سکنڈ کا تفاوت ہے خیر ایسا کثیر نہیں۔ مدراسی صاحب کا حساب یقیناً وجہ صحت

وہی منٹ سکنڈ آگئے جو تعدیل مرصدی ۲۳ جون کے تھے

نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

انھوں نے طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع و غروب نجومی حقیقی مرکزی لے کر اُن میں تعدیل ریلوے ملادی ظِلّ تمیل راس السرطان ۹٫۶۳۷۲۶۴۶

اس جیب کی قوس تقریباً ۳۰ ح ہے جس کا وقت + ظلّ عرض مدراس ۹٫۳۶۵۶۶۴۱
۹٫۰۰۲۹۲۸۷

الحرح = غروب نجومی وت ۱ ثم ح	اور دقائق
طلوع نجومی ۵ لو نب	تعدیل بھی

اُنہوں نے لوظاہر وہی ی قح نب لئے ہیں۔ والحرح ہ لو نب یہ اُن کا + منشا غلط ہے۔ رہا وقت عشا

+ ی نب + ی نب
= ولدہا = مرمد
غروب طلوع
۶۲۴ ۵۴۸

وہ انہوں نے صحیح دیا ہے یہ پچ حساب ملاحظہ ہو۔
وقت حقیقی ۴ ۴۶ ت یہ وقت ہوا
+ تعدیل ریلوے ۴۴ ۱۰۲۴ سکنڈ و منٹ بیس و بس
۵۶۲۸ ت

مؤامرات

(دیکھئے صفحہ نمبر ۳۴۹)

مسئلہ ۲۹۰ و ۲۹۱: از شہر جامع مسجد مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب بخاری طالب علم منظر اسلام
شخصے در نماز فجر بود کہ ناگاہ بشنید کہ گویندہ میگفت کہ آفتاب برآمد الحال ایں کس در نماز است نماز را بگذارد یا بازو اپس اعادہ کند یا سلام بدہد بعد از طلوع آفتاب بخواند۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز تمام کند و باز اگر صدق قائل دریا بد اعادہ نماید ایں زمان بسیارے از مردم وقت نمی شناسند و بقرب طلوع بانگ برآرند کہ آفتاب برآمد۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال دوم: چہ میفرمایند علمائے دین کہ امام نماز صبح را ایں قدر تاخیر میکند کہ از برآمدن آفتاب پنج دقیقہ یا دہ دقیقہ میماند کہ سلام میدہد ایں طور نماز بغیر کراہت ادا می شود یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب: در بحرالرائق وغیرہ تصریح فرمودہ اند کہ وقت فجر و وقت ظہر اول تا آخر ہیچ کراہت ندارد یعنی بخلاف باقی اوقات کہ آخر آنہا مکروہ است پس ہر کہ در وقت شناسی دستگاہ کافی دارد بایں طور نماز او بلا شبہہ بے کراہت است کہ بوئے از کراہت ندارد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ تا ۱۹۶: از جڑودہ ضلع میرٹھ مسئولہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ
(۱) فجر کی نماز کا مستحب وقت کونسا ہے اور جس جگہ اُفق صاف نظر آتا ہو وہاں طلوع کی کیا پہچان ہے۔ (۲) ظہر کا اول وقت کے بجے ہوتا ہے اور ضلع میرٹھ میں کے بجے سے کے بجے تک رہتا ہے اور جماعت کے بجے ہونا چاہیئے موسم گرما اور موسم سرما کب سے کب تک مانے جاتے ہیں اور ان میں ظہر کے مستحب اوقات کیا ہیں (۳) عصر کا مستحب کونسا ہے جماعت کے بجے ہونا چاہیئے۔ (۴) جس جگہ افق نظر آتا ہو وہاں غروب کی کیا پہچان ہے اور غروب سے کتنی دیر بعد مغرب کی اذان اور جماعت ہونا چاہیئے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے (۵) عشا کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد ہوتا ہے۔

الجواب الملفوظ: ۱۔ و ۵۔ فجر کا مستحب وقت اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مثلاً اگر آج ایک گھنٹہ بیس منٹ کی صبح ہو تو اس وقت کے طلوع شمس میں چالیس منٹ باقی رہیں اور افضل یہ ہے کہ ایسے وقت ۴۰ یا ۶۰ آیتوں سے پڑھی جائے کہ اگر فساد نماز ثابت ہو تو پھر طلوع سے پہلے یونہیں اعادہ ہوسکے اس کا لحاظ رکھ کر جتنی بھی تاخیر کی جائے افضل ہے جب افق صاف نظر آتا ہے اور بیچ میں

درخت وغیرہ کچھ حائل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ پچھلی کرن نگاہ سے غائب ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۲۔ ظہر کا اول وقت آفتاب نصف النہار سے ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض بلاد ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ۱۲ بجے بھی وقت ظہر شروع ہوگا اور بعض یعنی بعض ایام میں ۱۱ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہوجائے گا یہ تعدیل ایام واختلافات طول معلوم ہونے پر موقوف ہے جماعت گرمی میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور جاڑوں میں نصف اول میں۔ میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقت ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہوجاتا ہے اس میں بیانات کا اختلاف ہے اصل تقسیم اہل ہیئت نے یہ کی ہے کہ راس الحمل سے ختم جوزا تک بہار اور راس السرطان سے ختم سنبلہ تک گرما اور راس المیزان سے ختم قوس تک خریف اور راس الجدی سے ختم حوت تک سرما مگر یہ یہاں کی فصلوں سے مطابق نہیں آتی علامہ صاحب بحر نے ربیع کو گرما سے ملحق کیا ہے اور یہ بھی قرین قیاس کہ آخر ستمبر سے دو ثلث مارچ تک سرما سمجھنا چاہیئے۔ اور باقی گرما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۳۔ عصر کا وقت مستحب ہمیشہ اُس کے وقت کا نصف اخیر ہے مگر روز ابر تعجیل چاہیئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۴۔ غروب کا جس وقت یقین ہوجائے اصلا دیر اذان وافطار میں نہ کی جائے اس اذان وجماعت میں فاصلہ نہیں۔ مغرب کا وقت میرٹھ کم از کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۹۷) ۶: از موضع سراں ڈاکخانہ بٹ سندور تحصیل وضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

بخدمت جناب فیض مآب سرتاج حنفیاں حضرت احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰی کے بعد بہزار آداب التماس کہ ہم حنفیاں کو بڑا فخر ہے کہ آپ جیسے مجتہد فقیہ خلیفۂ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی وامام اعظم اس زمانے کے آپ موجود ہیں ان مسئلوں مفصلہ ذیل کی سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر بتحقیق عمیق وتدقیق مایلیق ارشاد فرمادیں عنداللہ ماجور ہونگے۔ اما مسئلہ اولی فی الزوال کی تو

اور شناخت وقت ظہر کی سخت ضرورت ہے، میں اس میں بہت حیران ہوں بعض اوقات مجمع عام میں نماز ظہر جو
بدخول وقت اول ہی پڑھی جاتی ہے مگر مجھے یقین دخول وقت کا بھی نہیں ہوتا آپ یہ تحریر فرماویں کہ بارہ بجے کے
بعد ایک ڈومنٹ پر وقت ظہر داخل ہوتا ہے یا نہیں اور جن دیہات میں حساب گھڑی کا نہ ہو تو مسجد کے دروازہ
سے اگر سایہ باہر ایک دو انگشت نکلے تو ظہر داخل ہے یا نہ پھر جب سایہ بڑھنے میں ہو تو وقت ظہر داخل ہے یا نہ
قبل قیام ظہیرہ نصف نہار کے سایہ گھٹتا رہتا ہے نصف نہار کو کھڑا ہوتا ہے پھر بڑھنے لگتا ہے جب سایہ بڑھ لے
میں ہو تو ظہر داخل ہے یا نہ اور سایہ اصلی ظہر کے واسطے نکالا جاتا ہے یا نہ۔ شناخت ظہر سفر حضر میں کس طرح ہوتی ہے
اور سایہ اصل قبل زوال یا وقت زوال یا بعد زوال کیا ہوتا ہے اور سایہ اصلی بوقت دوپہر بطرف شمال ہوتا ہے، پس
عصر کے واسطے مقیاس کی بیخ سے سایہ اصلی خارج بطرف مشرق کیا جاتا ہے یا کہ بطرف شمال خارج کر کے پھر دو چند
کیا جائے فرائد سنیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بطرف شمال سایہ اصل کو چھوڑ کر دو چند کیا جائے عبارت
فرائد سنیہ کی یہ ہے معرفۃ فیٔ الزوال یغرز خشبۃ مستویۃ فی ارض مستویۃ قبل الزوال فالظل ینقص فاذا وقف لم ینقص
ولم یزد فہو قیام الظہیرۃ فاذا اخذ فی الزیادۃ فقد زالت الشمس فخط علی راس الزیادۃ خطا فیکون من راس الخط الی العود
فیٔ الزوال فاذا صار ظل العود مثلہ او مثلیہ من راس الخط لا من موضع غرز العود خرج وقت الظہر ودخل وقت العصر
وفیٔ الزوال یکون الی الشمال، اس مسئلہ کی مجھے سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر اس میں اچھی غور فرما کر پھر ان میں
جو جو میرے سوالات ہیں جن کے سبب میں غلطی میں پڑا ہوں اُن کو بنور سواد منور فرماویں۔

الجواب:۔ نصف النہار وفیٔ الزوال کی یہ کافی پہچان ہے جو آپ نے فرائد سنیہ سے نقل کی ہموار زمین میں
سیدھی لکڑی عمودی حالت پر قائم کی جائے اور وقتاً فوقتاً سایہ کو دیکھتے رہیں جب تک سایہ گھٹنے میں ہے دوپہر نہیں ہوا
اور جب ٹھہر گیا نصف النہار ہو گیا اس وقت کا سایہ ٹھیک نقطۂ شمال کی جانب ہوگا اسے ناپ رکھا جائے کہ یہی
فیٔ الزوال ہے اس سے پہلے سایہ مغرب کی طرف تھا جب سایہ بڑھنے لگا دوپہر ڈھل گیا اب سایہ مشرق کی
طرف ہو جائے گا جب لکڑی کا سایہ مشرق وشمال کے گوشہ میں اُس فیٔ الزوال کی مقدار اور لکڑی کے دو مثل کو
پہنچ گیا مثلاً آج ٹھیک دوپہر کو لکڑی کا سایہ اُس کے نصف مثل تھا اور اُس وقت خاص نقطۂ شمال کو تھا اب وقتاً
فوقتاً بڑھے گا اور مشرق کی طرف جھکے گا جب لکڑی کا ڈھائی مثل ہو جائے عصر ہو گیا اور اس سے زیادہ صحیح
طریقہ یہ ہے کہ صحیح کمپاس سے نہایت ہموار زمین میں سیدھا خط جانب قطب کھینچ لیجئے اور اس خط کے جنوبی
کنارے پر وہ لکڑی عمودًا قائم کیجئے لکڑی کا سایہ جب تک اس خط سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہوا جب سایہ

اس خط پر منطبق ہو جائے ٹھیک دوپہر ہے اور اُسی وقت کا سایہ فیئ الزوال ہے جب سایہ اس خط سے مشرق کو ہٹے دوپہر ڈھل گیا مسجد کی مشرقی دیوار اگر سیدھی ہموار اور ٹھیک لقطتین جنوب و شمال کو ہے اور اس کے دونوں پہلو پر زمین ہموار ہے تو اس سے بھی شناخت ہو سکتی ہے دیوار کا سایہ جب تک اُس سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہوا اور جب مشرق کو پڑے دوپہر ڈھل گیا اور جب دونوں پہلوؤں پر سایہ نہ ہو تو ٹھیک دوپہر ہے گھڑیوں کے بارہ سے اس کی شناخت تعدیل الایام و فصل طول جاننے پر منحصر ہے اصل بلدی وقت سے دوپہر کبھی سوا بارہ بجے بھی نہیں ہوتا اور کبھی پونے گیارہ بجے وقت ظہر ہو جاتا ہے اور جبکہ گھڑیاں مقامی وقت پر نہ چلیں بلکہ دوسری جگہ کے وقت پر جیسے ہندوستان میں شرق سے غرب تک ساری گھڑیاں وسط ہند کے وقت پر جاری ہیں جس کا طول ۸۲ درجے ۳۰ دقیقے ہے جب تو بہت کثیر تفاوت ہو جائے گا مثلاً جہلم میں ۱۱ فروری کو ۱۲ بج کر انچاس منٹ تک بھی دوپہر نہ ہوگا اور کلکتہ میں نومبر کی چوتھی کو ۱۱ بجکر بیس منٹ پر وقت ظہر ہو جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۹۸) :- از منٹگمری لاہور، مرسلہ ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب و امام جامع مسجد ملک سردار خاں مرحوم ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اوقات نماز جو شارع علیہ السلام نے معین فرمائے ہیں ان کے بیچ میں کسی نماز کا خاص وقت مقرر کرنا جائز ہے یا حرام۔

الجواب :- حدیث میں سنتِ اقدس یوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہو جاتے اور تاخیر فرماتے یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظار طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے درِ اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے اُس کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو۔ نمازوں کے لئے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے اگر کوئی وقت معین کر لیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار کرنا نہ پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا حرمین طیبین میں اب معمول ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۹۹) :- از مرادآباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب، ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اس وقت دلاوے کہ اُس شہر کی سب مساجد میں یقیناً نماز ہوچکی ہو مثلاً ۲۰ منٹ کے بعد اور اپنے پیر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بیس منٹ قبل قصداً ایسا کرے اور ساتھ ہی اس کے جو سجود وقعود کروہ عادتاً کرتا تھا اپنے پیر کی موجودگی میں اُس سے سہ گنے وقت میں ادا کرے تو یہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر دال ہے۔

الجواب:۔ اذان مغرب میں بلا وجہ شرعی تاخیر خلاف سنت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلافِ سُنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اُس کے موجود ہونے سے تاثر بھی ممکن اور مسلمان کا فعل حتی الامکان محمل حسن پر محمول کرنا واجب اور بدگمانی ریا سے کچھ کم حرام نہیں ہاں اگر رکوع و سجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو تو ضرور گناہگار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

سوال دوم:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اسی طرح پر ظہر کی سُنت بے پڑھے امامت کرسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا،

الجواب:۔ طلوع کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہوسکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے اگر وقت بقدر فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سُنتیں چھوڑے گا۔ پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سُنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابلِ امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سُنتِ قبلیہ کا ترک گناہ ہے اور اُس کی امامت مکروہ ہے

وَاللہُ تعالیٰ اَعْلَم،

(۳۰۱) مسئلہ از موضع باکڑی ضلع گوڑگانوہ ڈاکخانہ ڈھنیہ مسئولہ محمد لسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف عشا سے لے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نماز عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں بغیر عذر کے فقط

الجواب

الملفوظ

نماز عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے۔ اُن کو چاہیئے عشا پڑھ کر مجلس شریف پڑھا کریں۔

وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۰۲) از جے پور بیرون اجمیری دروازہ کوٹھی حاجی عبدالواجد علی خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز مغرب اور افطار کا حکم ایسے وقت دینا کہ چند حضار مسلمانوں کو غروب میں کلام ہوگیا ہے اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا اور اس کی شناخت کیا ہے (۲) نماز مغرب اور اذان عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے کیا جس جگہ بحساب دھوپ گھڑی قریب سوا سات بجے شام کو اذان مغرب ہوتی ہو وہاں آٹھ بجے فرض عشا پڑھ سکتے ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹہ پچیس منٹ کا فاصلہ اذان مغرب و اذان عشا میں ہونا چاہیئے اس کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین یعنی پورا ظن غالب ہو جائے اُس وقت افطار کیا جائے اُس کے بعد دیر لگانا نہ چاہیئے یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں اور جو عالم مقتدا ہو اور علم توقیت جانتا ہو اور اسے قرائن صحیحہ سے غروب کا یقین ہوگیا ہو، وہ افطار کا فتوٰی دے سکتا ہے اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردد ہو کما دل علیہ حدیث انزل فاجدح لنا واللہ تعالٰی اعلم (۲) یہ فاصلے باختلاف عرض بلد مختلف ہوتے ہیں ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ کا فاصلہ ہے سوا سات پر آفتاب ڈوبے اور پون گھنٹے بعد عشا ہو جائے ایسا تمام جہان میں کہیں نہیں جس زمانے میں سوا سات کے قریب ہوتا ہے اذان مغرب و عشا کا فاصلہ اور بھی بہت زائد ہو جاتا ہے مثلاً ان بلاد میں ایک گھنٹہ چھتیس منٹ اور پون گھنٹے کا فاصلہ تو ان بلاد میں کسی طرح مذہب صاحبین پر بھی صحیح نہیں تو وہ نماز عشا از روئے مذہب حنفی بالکل باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۰۳) چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ فرائض داخل نماز در ہر صلاۃ فرضیت او یکساں سنت یا فرض در منازفرض۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تکبیر تحریمہ در ہر نماز مطلقا حتی صلاۃ الجنازہ و رکوع و سجود و قرأت و قعود در ہر نماز مطلق اگرچہ نافلہ باشد و قیام در ہر نماز فرض و واجب و نیز در سنت فجر علی الاصح و خروج بصنع خود علی تخریج البرذعی بخلاف الکرخی این ہمہ فرض است و تعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جا شرط است اخرس را بتکبیر و قرأت و مریض مومی را بہ رکوع و سجود تکلیف ندہند و فی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح للعلامۃ الشرنبلالی الاحدب اذا بلغت حدبتہ الرکوع یشیر براسہ للرکوع لانہ عاجز عما ہو اعلی اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۰۴):۔ نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اِن دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع مرئی کنارۂ شمس سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے واحترزت بذلک عن النہار النجومی فانہ من انطباق مرکز الشمس علی دائرۃ الافق من قبل المشرق ای انطباقہ علیہا فی جہۃ المغرب فیکون العرفی اکبر من النجومی ابداً بقدر ما یطلع نصف کرۃ الشمس ویغرب النصف کما لایخفٰی ویقدر ما یقتضیہ الانکسار الافقی فی الجانبین وھو قدر اربع وثلثین دقیقۃ من دقائق فلک البروج فی کل جانب اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ جو تحویل حمل کا دن ہے کہ آفتاب بریلی اور اس کے قریب مواضع میں چھ بجے نکلا اور چھ بجکر چودہ (۱۴) منٹ پر ڈوبا اور تقریباً پونے پانچ بجے صبح صادق چمکی تو اُس دن نہار شرعی ساڑھے تیرہ (۱۳) گھنٹے کا ہے جس کا آدھا چھ (۶) گھنٹے پینتالیس (۴۵) منٹ اسی مقدار کو پونے پانچ پر بڑھایا تو ساڑھے گیارہ بجے کا وقت آیا اسی کو ضحوۂ کبرٰی کہتے ہیں۔ اس وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزہ کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار حقیقی تک کہ روز تحویل حمل یعنی بئیس (۲۱) اکیس مارچ کو تقریباً بارہ (۱۲) بجے سات (۷) منٹ پر ہوتا ہے سارا وقت سینتیس (۳۷) منٹ کا وقت استوا ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع ہے۔ اور بظاہر کہ یہ مقداریں اختلاف موسم سے گھٹتی بڑھتی رہینگی یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتوی دیا۔ ردالمحتار میں ہے۔ عـہ عزا فی القہستانی القول بان المراد انتصاف النہار العرفی الی ائمۃ ماوراء النہر وبان المراد انتصاف النہار الشرعی وھو الضحوۃ الکبرٰی ای الزوال وبھنا ابحاث ستورد ہا انشاء اللہ تعالٰی فی غیر ھذا التحریر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۰۵):۔ مسئولہ حافظ علی بخش ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی محلہ گنج مسجد خلیفان ۲۵ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) کہ ۴ اگست کو دھوپ گھڑی سے ۱۱ بجکر ۷ امنٹ پر اور مدراس ٹائم سے ۱۱ بجکر ۳۳ منٹ سے ضحوۂ کبرٰی شروع ہوا اور دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے اور ریلوے ٹائم سے ۱۲ بجکر ۱۶ منٹ پر تمام ہوا تو ضحوۂ کبرٰی سے لے کر حقیقی نصف النہار تک کوئی نماز مثل عیدین و جنازہ درست ہے یا نہیں (۲) مدراسی ٹائم شرعی وقت سے جنوری فروری میں ۲۰ منٹ آگے ہوتا ہے جبکہ شرعی وقت میں ۱۲ بجتے ہیں تو مدراسی ٹائم میں ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ آتے ہیں اگر کسی مسجد میں مدراسی ٹائم سے گھڑی ہو اسی حساب سے

عـہ بیاض فی الاصل بخط الناسخ ختمہ علی لفظ التی فبدلناہ بالتحریر ۱۲ مصحح فقیر حامد رضاخاں عفرلہ

۱۲ بجکر ۱۰ منٹ پر اذان جمعہ کہدی جائے تو جائز ہوگی یا نہیں کیونکہ دھوپ گھڑی کے حساب سے ۱۲ بجنے میں ۱۰ منٹ باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے مانا جائیگا یا مدراسی ٹائم سے اور یوم جمعہ کو زوال ہوتا ہے یا نہیں :-

الجواب :- (۱) اصح و احسن یہی ہے کہ ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں ہاں جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لتادیھا کما وجبت (۲) ہمارے مذہب میں بروز جمعہ بھی وقت استوا پر وہی احکام ہیں جسے لوگ وقت زوال بولتے ہیں۔ زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراس وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں جو اذان زوال سے پہلے ہوئی ناجائز ہوئی۔ زوال آنے پر پھر کہی جائے کما ھو حکم کل اذان اذن قبل الوقت، اب ریلوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسط ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول ساڑھے بیاسی درجے یعنی ساڑھے پانچ گھنٹے کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نو منٹ زائد کردی گئی ہیں اس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں میں ۱۲ بجکر بتیس (۳۲) منٹ سے پہلے زوال ہے ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں اتنا اور اتنے سے زائد آنولہ میں ۱۲ بجکر ۶ ۲ منٹ تک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (۳۰۶) :- مسئولہ عبد اللہ دو کاندار مقام درو ضلع نینی تال روز سہ شنبہ ۱۶ ۔ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ صبح کاذب اور صبح صادق کی مجھے قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر یا کم و بیش۔ مجھے نفلوں میں شک رہتا ہے اور بارھوں مہینے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر مہینہ کی علیحدہ علیحدہ میعاد لگادیجئے تاکہ تسکین ہو (۲) تہجد کے وقت بیس (۲۰) رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوع آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینہ میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اخیر جون میں ایک گھنٹہ بینتیس منٹ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی۔ پھر گھٹتا جاتا ہے اخیر ستمبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے۔ چوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر بڑھتا ہے۔ ۲۲۔ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۸ منٹ ہو جاتا ہے جاڑے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا پھر گھٹتا

شروع ہوتا ہے۔ مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے انہیں ۱۶ منٹ کے اندر دورہ کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ (۲) قضا کہ تنہا پڑھے اس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہیئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا۔ واللہ تعالےٰ اعلم،

مسئلہ (۳۰۷): مسئولہ محمد یوسف از فتح پور ڈاکخانہ سیلور ضلع بھاگلپور بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقات نماز کو مقرر کرنا چاہیئے یا جس وقت خاص لوگ آئیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: عادت کریمہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہو جاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آجکل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لئے تاخیر نہ چاہیئے مگر چند صورتوں میں، اول وہ کہ امام معین ہو دوم عالم دین سوم حاکم اسلام چہارم پابند جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر کی وجہ سے اُسے دیر ہو جائے پنجم سر برآوردہ شریر جس کا انتظار نہ کرنے سے ایذا کا خوف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (۳۰۸): از مقام آہور ملک مارواڑ متصل ایرنپورا پیر محمد امیر الدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

بعد نماز عصر کے قرآن شریف پڑھنا دیکھ کر یا زبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: بعد نماز عصر تلاوت قرآن عظیم جائز ہے دیکھ کر ہو خواہ یاد پر مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور وقت کراہت آئے اُس وقت تلاوت ملتوی کی جائے اور اذکار الٰہیہ کئے جائیں کہ آفتاب نکلتے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز اور تلاوت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (۳۰۹): بعد نماز عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے مگر جب عصر میں وقت کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدہ شکر تو بعد نماز فجر وعصر مطلقاً مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے وکرہ تحریما وکل

مالایجوز مکروہ صلاۃ مطلقا ولو قضاء او واجبۃ او نفلا او علی جنازۃ و سجدۃ تلاوۃ و سہو مع شروق واستواء وغروب ردالمحتار میں ہے یکرہ ان یسجد شکرا بعد الصلاۃ فی الوقت الذی یکرہ فیہ ولا یکرہ فی غیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۰):۔ از سہاور ضلع ایٹہ مسئولہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زید نے نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے شروع کی اور اس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہوئی یا نہیں (۲) نماز مغرب غروب آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی آفتاب غروب ہوگیا تو نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ نماز فجر میں سلام سے پہلے اگر ایک ذرا سا کنارہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔ (۲) اگر ایک نقطہ بھر کنارہ شمس غروب کو باقی ہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریمہ کہی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۱): مسئولہ منشی عبدالرحمٰن صاحب اعظمی از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ ۴ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز جو اصحاب حنفیہ کے یہاں اسفار میں ہے وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے کتنے پہ نماز ختم ہونی چاہیے۔ اس کی کیا مقدار ہے اور بعد اختتام نماز فجر طلوع آفتاب کو باقی رہنا چاہئیں مفصل طور پر بیان فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ آج صبح کا جتنا وقت ہے اُس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے۔ کما فی البحر الرائق وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہو افضل ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ مگر نہ اس قدر کہ طلوع میں شبہ پڑ جائے۔ اتنا وقت رہنا اولیٰ کہ اگر نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہوسکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (۳۱۲):۔ مرسلہ ولی احمد قلعی گر رانی کھیت صدر بازار۔ ۱۸۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

جناب پیر صاحب قبلہ، السلام علیکم بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت جاڑے کے دنوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہ مہربانی اطلاع دیجئے اور عصر کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے۔ یہ بھی اطلاع دیجئے ایک شخص اعتراض کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے آپ کو تکلیف دی۔ فقط والسلام،

الجواب: جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایۂ اصل کے سوا دو مثل کو پہنچے جمعہ و ظہر دونوں کا وقت باقی رہتا ہے۔ بریلی میں ریلوے وقت سے جاڑوں میں کم از کم ۳ بجکر ۴۰ منٹ تک رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے ۷ منٹ تک عصر کا وقت غروب تک ہے اور اُس سے تقریباً بیس۲۰ منٹ پہلے وقت کراہت شروع ہو جاتا ہے غروب جاڑوں میں ۵ بجکر ساڑھے ۱۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بجکے چودہ منٹ پر، وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۱۳): ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: ناجائز ہے قال اللہ تعالٰی ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھنا روا بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان تؤخر الصلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخرٰی (سونے میں کچھ تقصیر نہیں۔ تقصیر تو جاگنے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا مؤخر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے) یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی، رواہ مسلم واحمد وابوداود والطحاوی وابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ سفر و حضر میں حاضر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رہا کرتے تھے صاف صریح انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کبھی دو۲ نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاج کے لئے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے، نویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر پھر نویں شب مزدلفہ میں مغرب و عشا ملا کر پڑھتے صحیح بخاری صحیح مسلم وسنن ابی داود وسنن نسائی وشرح معانی الآثار امام طحاوی میں اُس جناب سے ہے: قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتھا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا وفی لفظ للنسائی کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یصلی الصلوٰۃ لوقتھا الا بجمع وعرفات سیدنا امام محمد موطا شریف میں بسند صحیح امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی انہ کتب فی الآفاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلاتین ویخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر یعنی اُس جناب خلافت مآب ناطق بالحق والصواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرما بھیجے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرے اور اُن میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے) مخالفین کے جمع حقیقی پر قرآن وحدیث سے اصلا کوئی دلیل نہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح ہے یعنی ظہر یا مغرب کو اس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت آجائے پھر وقت ہوتے ہی معاً عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر ہوئی مگر دیکھنے میں مل گئیں ایسی جمع مریض ومسافر کے لئے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہی ثابت ہے یا محض مجمل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلا بو نہیں یا صاف محتمل کہ احادیث جمع صوری سے بہت اچھے طور پر متفق ہوسکتی ہے غرض کوئی حدیث صحیح وصریح مفسر اُن کے ہاتھ میں اصلا نہیں بعونہٖ تعالیٰ اس کا نہایت شافی ووافی بیان فقیر نے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ میں لکھا کہ اس سوال کے آنے پر تحریر کیا جسے تحقیق حق منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے۔ وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۴) مرسلہ جناب مولانا مولوی سید شاہ عبدالغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم معسکر بنگلور

مولانا المولوی جناب مولوی احمد رضا خانصاحب قادری الحنفی البرکاتی البریلوی ادام برکاتکم والطافکم السلام علیکم وعلی من لدیکم حضرت قاضی مفتی ارتضا علی خانصاحب جو وقت اخراج کے اس طور سے کہ پہلے ایک تختہ اصطرلاب اپنے سامنے رکھتے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کرکے اصطرلاب پر شاقول پھرائے اور دائرہ ہندیہ پر نظر کرکے ایسا ایک ہی کامل محنت کرکے یہ رسالہ لکھے ہیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مدراس تیرہ درجہ پر واقع ہے اور یہ معسکر بنگلور دو سو سترہ میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے

ہم اس حساب سے ۵ لحظہ بڑھا کر لیتے ہیں اس رسالہ میں جو ۵ الحظہ دیری کرنا لکھے ہیں حاجت نہیں ریلوے حساب سے مدراس اور یہاں دو لحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریلی شہر اس حساب کے موافق ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اغلباً شاید چودہ درجہ پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اختلاف اوقات بہ تقدم وتاخر تو ضرور تبدیل طول بلد سے ہو جاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جزء میں سات بجے پر ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جزء مذکور میں سات ہی بجے ہوگا بلا تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات پہلے بجیں گے اور غربی میں بعد ہاں اختلاف عرض موجب تزاید وتناقص وتغیر حساب ہوتا ہے کہ اُس کے باعث تعدیل النہار و مطالع البروج وقوس النہار وقوس اللیل وارتفاع وغایت انخفاض وغیرہا امور جن پر ابتنائے حساب اوقات ہے متبدل ہو جاتے ہیں مدراس بنگلور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر معتد بہ دے مدراس تیرہ درجے پانچ دقیقہ پر ہے اور بنگلور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول بارہ ۱۲ درجے اونسٹھ ۵۹ دقیقہ اور علی قول آخر بارہ ۱۲ درجے پچپن ۵۵ دقیقے پر ہے یہ چھ ۶ یا دس دقیقے کا تفاوت چنداں مغیر اوقات نہ ہوگا با ہنح دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمائے کثیر ہیں بریلی کا عرض اٹھائیس درجے اکیس ۲۱ دقیقے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۵):۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھے اور اور لوگوں کو اُسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کہے بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص سچا ہے یا نہیں اور وہ نماز اُس کی مستحب وقت ہوئی یا نہیں، اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اُس کی طلوع اول کنارہ شمس ہے اور ہمارے علما کے نزدیک مردوں کو دواماً ہر زمان وہر مکان میں اسفار فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سُنت ہے سوا یوم النحر کے کہ حجاج کو

اس روز مزدلفہ میں تغلیس چاہیئے صرح بہ فی عامۃ کتبھم اور اس میں احادیث صریحہ معتبرہ وارد ترمذی
ابوداؤد و نسائی دارمی ابن حبان طبرانی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول
اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر یعنی صبح کو خوب
روشن کرو کہ اسفار میں اجر زیادہ ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ولفظ الطبرانی
فکلما اسفرتم بالفجر فانہ اعظم للاجر ولفظ ابن حبان کلما اصبحتم بالصبح فانہ اعظم
لاجورکم ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفار میں مبالغہ کروگے ثواب زیادہ پاؤگے،
اور طبرانی و ابن عدی نے انہیں صحابی سے روایت کیا قال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لبلال یا بلال ناد بصلاۃ الصبح الفجر حتی یبصر القوم مواقع نبلھم من الاسفار رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال سے ارشاد فرمایا اے بلال فجر کی اذان اُس وقت دیا کرو جب
لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب روشنی کے اور ظاہر کہ یہ بات اس وقت حاصل
ہوگی جب صبح خوب روشن ہو جائے گی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی تو نماز تو اس سے بھی
زیادہ روشنی میں ہوگی۔ ابن خزیمہ اپنی صحیح اور امام طحاوی شرح معانی الآثار میں بسند صحیح حضرت
ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم علی شیئ کما اجتمعوا علی التنویر اصحاب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ایسا کسی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنویر و اسفار پر۔ حدیث صحیحین سے ثابت کہ نماز فجر اول وقت پڑھنا سید
المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے مزدلفہ میں حضور کے مغرب کو وقت عشا اور فجر کو اول وقت پڑھنے کی نسبت فرمایا ان ھاتین
الصلاتین حولتا عن وقتیھما فی ھذا المکان یعنی یہ دونوں نمازیں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں
اس مکان میں بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں ہے صلی الفجر قبل وقتھا بغلس صبح کی نماز پڑھی
تھی اُس کے وقت کے تاریکی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے
معہذا حدیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہو چکی تھی تو بالضرور قبل از وقت معہود مقصود ہے وہو المطلوب

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں حضر و سفر میں ملازمت والا سے مشرف رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لئے استیذان معاف تھا کل ذلک ثابت بالاحادیث تو اُن کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوا ان دو نمازوں کے اس مضمون کا اور مؤکد و مؤید ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب و محبوب اور تغلیس میں تقلیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ اسی لئے امام کو تخفیف صلاۃ اور کبیر و ضعیف و مریض و حاجت مند کی مراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں قرات طویل پڑھی لوگ شاکی ہوئے ارشاد ہوا یامعاذ افتان انت یامعاذ افتان انت قالہ ثلثا اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم بھی کر لی جائے تاہم دفع مفاسد جلب مصالح سے اہم واقدام ہے آخر نہ دیکھا کہ تطویل قراءت پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے۔ معہذا نماز فجر کے بعد تا بہ اشراق ذکر الٰہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار اب رہا یہ کہ حد اسفار کی کیا ہے بدائع و سراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کئے جائیں حصہ اول تغلیس اور آخر میں اسفار ہے اور امام حلوانی و قاضی امام ابو علی نسفی وغیرہما عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت شروع کرے کہ نماز بقراءت مسنونہ ترتیل و اطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعدہ نسیان حدث پر متنبہ ہو تو وضو کرکے پھر اسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہیئے کہ فساد موہوم ہے اور اسفار مستحب، مستحب کو موہوم کے لئے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالاجماع مکروہ ففی غنیۃ المستملی للعلامۃ الحلبی اثرا عن البدائع وحدہ (ای التغلیس) ما دام فی النصف الاول من الوقت وفیہا عن الفتاوی الخانیۃ وحد التنویر ما قال شمس الائمۃ الحلوانی والقاضی الامام ابو علی النسفی انہ یبدؤ الصلوۃ بعد انتشار البیاض فی وقت لو صلی الفجر بقراءۃ مسنونۃ ما بین اربعین اٰیۃ الی ستین اٰیۃ ویرتل القراءۃ فاذا فرغ

من الصلوۃ ثم ظہر لہ سہو فی طہارتہ یمکنہ ان یتوضأ ویعید الصلاۃ قبل طلوع الشمس کما فعل ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعلیٰ ھذا ما فی محیط رضی الدین والخلاصۃ والکافی وغیرھا انتہی قلت ومثلہ فی فتاوی قاضیخان ونحوہ فی الفتاوے العالمگیریۃ عن التبیین وقیل یؤخرھا جدا لان الفساد موھوم فلا یترک المستحب لاجلہ وقیل حدہ ان یری مواضع النبل ثم کما فی محیط رضی الدین وغیرھا لا یؤخرھا تاخیرا یقع الشک فی طلوع الشمس انتہی ملخصا وفی البحر الرائق قالوا یسفر بہا بحیث لو ظہر فساد صلاتہ یمکنہ ان یعیدھا فی الوقت بقراءۃ مستحبۃ وقیل یؤخرھا جدا لان الفساد موھوم فلا یترک المستحب لاجلہ وھو ظاھر اطلاق الکتاب (یعنی الکنز حیث قال وندب تاخیر الفجر ولم یقید بشیئ) لکن یؤخرھا بحیث یقع الشک فی طلوع الشمس وفی السراج الوھاج حد الاسفار ان یصلی فی النصف الثانی ولا یخفی ان الحاج بمزدلفۃ لا یؤخرھا وفی المبتغی بالغین المعجمۃ الافضل للمرأۃ فی الفجر الغلس وفی غیرھا الانتظار الی فراغ الرجال عن الجماعۃ انتہی ما فی البحر وفی الدر المختار والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ھو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد وقیل یؤخر جدا لان الفساد موھوم الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقا، اس شخص کا اول وقت اندھیری میں نماز پڑھنا سنت کی مخالفت کرنا ہے اور اُن کو اس کی تاکید کرنی مخالفت سُنّت کی طرف بلانا ہے اور یہ کہنا کہ روشنی میں نماز مکروہ ہوتی ہے سُنّت کو مکروہ کہنا اور شریعت مطہرہ پر بہتان اٹھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت مستحب ظہر کا گرما میں کیا ہے اور جو شخص موسم مذکور میں بعد زوال اول وقت نماز ظہر پڑھے اور لوگوں کو بھی تاکید کرے کہ وقت اولیٰ یہی ہے۔ آیا وہ شخص حق پر ہے یا ناحق پر؟ بینوا توجروا۔

الجواب: موسم گرما میں ظہر کا ابراد کرکے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہ معنی مصرح

اور اول وقت پڑھنا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اقدس سے عدول حضور فرماتے ہیں اذا اشتد الحر فابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جھنم متفق علیہ جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرو کہ شدت گرمی وسعت دم دوزخ سے ہے آور بخاری ونسائی انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی واللفظ للنسائی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان الحر ابرد بالصلوٰۃ واذا کان البرد عجل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی نماز ٹھنڈی کرتے اور جب سردی ہوتی تعجیل فرماتے اور بخاری مسلم ابوداؤد وابن ماجہ نے سیدنا ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی قال اذن مؤذن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر فقال ابرد ابرد او قال انتظر انتظر وقال شدۃ الحر من فیح جھنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ حتے رأینا فیئ التلول یعنی مؤذن نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان ظہر دی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ٹھنڈا کر ٹھنڈا کر یا فرمایا انتظار کر انتظار کر اور فرمایا سختی گرما جہنم کی وسعت نفس سے ہے تو جب گرمی زائد ہو نماز ٹھنڈی کرو یہاں تک کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ دوسرے طریق میں ہے کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر فاراد المؤذن ان یؤذن الظہر فقال النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی رأینا فیئ التلول الحدیث، ہم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور نے ارشاد فرمایا ٹھنڈا کر پھر چاہا کہ اذان دے پھر فرمایا ٹھنڈا کر یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے اور مسلم میں ابراہیم کے دوسرے طریق میں شعبہ سے مؤذن کا تین بار ارادہ اور حضور کا یہی حکم فرمانا وارد ہوا قلت ومسلم ثقۃ فزیادتہ مقبولۃ **اقول** اب یہاں سے مبالغہ تاخیر کا اندازہ کرنا چاہیئے کہ مؤذن نے تین بار اذان کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ ابراد کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ ضرور تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور وہ وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تعمیل حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بھی دیر میں ہوئی ہو گی علما فرماتے ہیں ٹیلے غالباً بسیط اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اُن کا سایہ دوپہر کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا بخلاف

اشیائے مستطیلہ مانند منارہ و دیوار وغیرہما امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں ٹیلوں کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا مگر جب اکثر وقت ظہر کا جاتا رہے۔ ابوداؤد و نسائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں قال کان قدر صلٰوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلثۃ اقدام الی خمسۃ اقدام گرمی میں نماز حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تک تھی یعنی جب سایہ ہر چیز کا اُس کے ساتویں حصے کے تین یا پانچ مثل ہو جاتا تو حضور پرنور نماز ادا فرماتے اور معلوم ہے کہ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالٰی شرفاً میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ نہایت دیر میں واقع ہوگا کہ وہاں سایۂ اصلی اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں انگل دو انگل سے زائد نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی جب آفتاب سمت الراس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا یہ بات وہاں اُس وقت ہوتی ہے جب آفتاب بست ششم جوزا یا بست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۱۴ جولائی اخرج ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امنی جبریل عند البیت مرتین فصلے بی الظہر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراک الحدیث وفی البحر الرائق عن المبسوط واعلم ان لکل شیئ ظلا وقت الزوال الا بمکۃ والمدینۃ فی اطول ایام السنۃ لان الشمس فیہما تاخذ الحیطان الاربعۃ اھ **اقول** وکانہ رحمہ اللہ تعالٰی اطلق العدم واراد القلۃ والا فالمدینۃ الطیبۃ عرضہا الکثر زائدا علی المیل الکلی بدرجۃ وثلث وثلاثین دقیقۃ فکیف ینعدم فیہا الظل ومکۃ عرضہا کما اقل من المیل الاعظم بدرجۃ و سبع واربعین دقیقۃ فلا ینعدم فیہا الظل فی اطول الایام بل یکون جنوبیا وانما ینعدم حیث ذکرنا واللہ تعالٰی اعلم اور حد ابراد فعل شریف رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باحادیث سیدنا ابی ذر و سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما معلوم ہو چکی مگر سایہ کا حال اختلاف بلاد سے مختلف ہوتا ہے۔ اور فقہ میں اُس کی یہ حد ذکر کی گئی کہ سائے سائے میں مسجد تک چلا آئے۔ فی الدر المختار وتاخیر الصیف بحیث یمشی فی الظل اور اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہوا اور بحر الرائق میں ہے کہ قبل اس کے کہ سایہ

ایک مثل کو پہنچے ادا کرے حیث قال وحدہ ان یصلی قبل المثل شاید یہ اس پر مبنی ہے کہ انتہائے وقت ظہر میں علما مختلف ہیں۔ امام کے نزدیک دو مثل اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل معتبر ہے تو بہتر یہ کہ ایک مثل تک ادا ہو جائے ورنہ ہدایہ میں تصریح کرتے ہیں کہ ظہر میں ابراد کا حکم ہے اور حرمین شریفین میں جب سایہ ایک مثل کو پہنچتا ہے عین اشتداد گرمی کا وقت ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی اماکن الصلوٰۃ

مسئلہ (۳۱۷) :- از مقام چتور گڑھ علاقہ ادیپور مسئولہ مولوی عبد الکریم صاحب بتاریخ ۶ ربیع الاول شریف بروز شنبہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ دور دور تک زمین تر اور ناپاک ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہو کر ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں کہ نیچے بچھا کر اُس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ ورکوع سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کر کے سوال کرنا وبال لاتا ہے اور کبھی اُسے مشکل میں مبتلا کر دیتا ہے حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نقل المسائل رہا سوال کا جواب وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا فاتقوا اللہ ما استطعتم ما جعل علیکم فی الدین من حرج، نماز کھڑے اشارہ سے پڑھے، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (۳۱۸) :- مسئولہ محمد خاں منبردار پڑوہ ڈاکخانہ پنڈراول ضلع بلند شہر یک شنبہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع پڑوہ ضلع بلند شہر میں کوئی عیدگاہ نہیں ہے عرصہ تخمیناً ۸ سال کا ہوا جب میں نے آبادی دیہہ جانب اُتر جنگل اور سر ملکیت خود میں نے ایک چبوترہ خام واسطے عیدگاہ کے بنوایا تھا جس کی بنیاد جناب مولانا بہاؤالدین شاہ صاحب ساکن مرشد آباد نے رکھی تھی اس جنگل اور سر میں جگہ عیدگاہ و متصل چبوترہ عیدگاہ اہل ہنود کے مُردے جلا کرتے تھے جب چبوترہ عیدگاہ قائم ہو گیا تو اہل ہنود نے دوسری جگہ مُردے جلانے شروع کر دیئے اب بعض اشخاص اس بات پر اعتراض

کرتے ہیں کہ مرگھٹ قبر کی تعریف میں نہیں آتا کیونکہ ہوا و بارش سے ہڈیاں وخاک بہہ جاتی ہے اور قبر کے اندر مردہ دفن ہوتا ہے امید کہ جواب سے معزز فرمایا جائے۔

الجواب:- اگر چبوترہ ایسی مٹی سے بنایا گیا جس میں مردہ ہندوؤں کی نجاست نہ تھی یا اس زمین کی مٹی جہاں تک ان کی نجاستیں تھیں کھود کر پھینکوا دی پھر اس زمین کو نماز کے لئے کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مسجد مدینہ طیبہ بنا فرمائی وہ ایک نخلستان تھا جس میں مشرکین دفن ہوتے تھے فامر بقبور المشرکین حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکوں کی قبریں کھود کر وہ نجس مٹی پھینک دی گئی پھر وہاں مسجد کریم تعمیر فرمائی۔ کما فی صحیح البخاری وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۹):- مسئولہ شمشیر خاں درگاہ جیلانی موضع بڑودہ ضلع بلند شہر معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب محمود آبادی سہ شنبہ ۲۲ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ کو جس میں ہڈیاں تک مشرکین کی نظر آتی ہیں اُسے چھوڑ کر جدید عیدگاہ میں نماز ادا کرنے سے خاطی و گنہگار تو نہ ہوں گے اختلاف اُس چبوترہ پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو ہے بلکہ کئی سال ہوئے جب سے چبوترہ بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے تھے اس سال سبھوں نے مل کر عیدگاہ پختہ بنوانا شروع کر دی۔ جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- ۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چبوترہ کی مٹی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر اُن نجاستوں سے پاک کر دی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اُسمیں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اُس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۰):- از ندی پار بستی علاقہ ریاست گوالیار گونا بار ریلوے ڈاکخانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشدنا مولوی احمد رضا خانصاحب دام اقبالہ بعد السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں۔ اوّل یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شراب پیئے اُس میں نماز پڑھنا چاہیئے یا نہیں دوسرے

یہ کہ جائے نماز برابر کسی شخص کی چارپائی کے بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اس صورت میں کہ اُس چارپائی پر وہ شخص سوتا ہو یا بیٹھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ۱۔ مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اگر وہ شخص وہاں اُس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں نہ وہاں شراب کی نجاست ہے تو ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے تو بلا ضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خوار پر بحکم احادیث صحیحہ لعنت الٰہی اُترتی ہے اور محل نزول لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے اس لئے سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم ثمود کی جائے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا۔ نیز شراب پینے وقت شیطان حاضر اور اُس کا غلبہ واستیلا ظاہر ہے اور محل غلبۂ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے اسی لئے حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب تعریس جب نماز فجر سوتے میں قضا ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ یہاں سے آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا حالانکہ وہ فوت قصدی نہ تھا سوتے سے آنکھ بحکمت الٰہی نہ کھلی تھی اور اگر وہ مکان ہی شراب خواری کا ہو کہ فساق فجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجۂ اولیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع وماوائے شیاطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماویٰ ہے۔ کما فی ردالمحتار وغیرہ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اُس طرف اُس کی پیٹھ ہے تو اُس کے پیچھے جانماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر اُس طرف پیٹھ کئے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اُس طرف کروٹ لے اور ادھر اُس کا منہ ہو جائے دوسرے محتمل ہے کہ سوتے میں اُس سے کوئی ایسی شئے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجانے کا اندیشہ ہو۔ المسألۃ فی ردالمحتار عن الغنیۃ والوجہ الاول مما زدتہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۱): از موضع منڈنپور تھانہ ڈاکخانہ میرگنج ضلع بریلی مرسلہ غلام ربانی صاحب زمیندار یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور

نماز کا وقت ہو گیا تو وہ کھیت یا بنجر ملکیت غیر میں نماز پڑھ لے تو نماز ہو گی یا نہیں؟ اور ٹانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب: دوسرے کی کھیتی میں نماز پڑھنا ممنوع ہے بے اُس کی اجازت صریح کے گنہگار ہوگا مگر نماز ادا ہو جائے گی اور بنجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یونہیں وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ٹانڈ پر نماز نہیں ہو سکتی مگر اُس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے ہو مثلاً لکڑیاں باندھ کر اُن پر تختے رکھ لئے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا سخت بنا ہوا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے۔ زور کرنے سے زیادہ نیچا نہ جھکے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۲): از مین پوری مکان مولوی محمد محسن صاحب وکیل۔ مرسلہ شیخ انوار الحسن صاحب ابن مولوی صاحب مذکور۔ ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چارپائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی امتوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے کے سبب بندر ہو گئے۔ یہ بات ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اُس پر مستقر ہو جائے یعنی اس کا دبنا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر مبالغہ کریں اُس سے زائد نہ دبے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چارپائی ہو یا زمین پر رکھا ہوا گاڑی کا کھٹولا یا کوئی شے اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ کچھ لوگ اگلی اُمتوں میں چارپائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہو گئے محض غلط و باطل ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں ضابطہ ان لایتسفل بالتسفیل فحینئذ جاز سجودہ علیہ رد المحتار میں ہے تفسیرہ ان الساجد لو بالغ لایتسفل رأسہ ابلغ من ذلک فصح علی طنفسۃ وحصیر وحنطۃ وشعیر وسریر وعجلۃ ان کانت علی الارض نظر کیجئے تو یہ خاص مسئلہ کا جزئیہ ہے زبان عرب میں سریر تخت و چارپائی دونوں کو شامل ہے کما لایخفی علی من طالع الاحادیث الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۳): از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ جناب سید فخر الحسن صاحب نبیرہ مولوی نبی بخش صاحب مرحوم مفتی خیرآباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسائل (۱) حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحت حدیث شریف الارض کلہا مساجد الا المقبرۃ اھ تحریر فرمایا ہے (امامقبرہ از جہت آنکہ غالب در وے قذرات و اختلاط تربت اوست بانچہ جدا گردد از دواز مرد ہا را بنجاست واگر مکان طاہر و نظیف باشد پس ہیچ باکے نیست و کراہتے نہ و بعض برانند کہ نماز در مقبرہ مکروہ است از جہت ظاہر ایں حدیث) اور کتاب حصہ دوم سرور عزیزی ترجمۂ فتاوی عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے (حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہیئے اور اُس کی شرح میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اُس میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے۔ اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور حنفیہ کی کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر داہنے یا بائیں جانب ہو تو اس سے کم مکروہ ہے اور اگر نمازی کے پیچھے ہو تو یہ اُس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے اور علما کا عمل اسی پر ہے۔ اور شافعیہ کے فقہاء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے تو یہ صحیح نہیں ہے) حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرما رہے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ عمل علمائے حنفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتہ کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جائے مگر شاہ صاحب موصوف کے فتوے کی زور دار عبارت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرات علمائے حنفیہ کے خلاف اور علمائے شافعیہ کے مطابق ہے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر اصح ہے اور اپنا اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اُس کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں (اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس ہیچ باکے نیست و کراہتے نہ) اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بحوالہ کتب فقہ حنفیہ تحریر فرمایا جائے کہ جس سے تناقض اقوال حضرت شیخ علیہ الرحمہ و شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالے کا بخوبی فیصلہ ہو کہ آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالف کو از روئے دلیل نقلی انکار کا موقع نہ مل سکے

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کس مقام سے مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کئے جاتے ہیں یا اگر اب دفن نہیں کئے جاتے مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے بلا نیچے کسی درخت کے کوئی میت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتفاقیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے دفن کر دیئے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبر اتفاقیہ ہے اور اصطلاح عام میں وہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چہار مقامات متذکرہ بالا کی نسبت کیا کیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکم مقبرہ ہیں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل نہیں ہیں۔ (۳) بموجب فتوے جناب شاہ عبد العزیز صاحب اگر یمیناً و شمالاً و خلفاً قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو ضرور ہوا کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو جگہ نماز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر اتفاقیہ کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اُس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتب فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافق قول اصح اور موافق عمل حضرات علمائے حنفیہ ہو تحریر فرمایا جائے۔

الجواب:۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں عالمگیری میں ہے، یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت اھ وقد حققناہ فی اھلاک الوھابیین اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اُس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دور آگے بڑھتی ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرھا فتح بحر بحر پھر فتح اللہ المعین میں ہے یکرہ ان یطأ القبر او یجلس او ینام علیہ او یصلی علیہ او الیہ جنائز حلبہ بحر جنائز رد المحتار میں ہے تکرہ الصلوٰۃ علیہ والیہ لورود النھی عن ذلک فتاوی ہندیہ میں ہے، ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالو کان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لا یکرہ فھنا ایضا لا یکرہ کذا فی التتارخانیۃ، درمختار میں ہے ولا یفسدھا مرور مار فی الصحراء او بمسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ وان

ائم الماراھ اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلا موجب کراہت نہیں۔ جامع المضمرات پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح و ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے لا تکرہ الصلاۃ الی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد تحریر فرماتے ہیں قال ابن الملک انما حرم اتخاذ المساجد علیہا لان فی الصلوٰۃ فیہا استنانا بسنۃ الیھود اھ وقید علیہا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبہا لا بأس بہ ویدل علیہ قولہ علیہ السلام لعن اللہ الیھود والنصاری الذین اتخذوا قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد، اھ بلکہ اگر مزارات اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواح طیبہ سے استمداد کے لئے اُن کی قبور کریمہ کے پاس دہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجب برکت ہے امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں کانت الیھود والنصاری یسجدون لقبور انبیائھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذلک لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذلک اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ وقصد الاستظہار بروحہ او وصول اثر ما من اثر عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الا تری ان مرقد اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ۔ علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد کانوا یجعلونھا قبلۃ یسجدون الیھا فی الصلوٰۃ کالوثن واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ قاصدا بہ الاستظہار بروحہ او وصول اثر ما من آثار عبادتہ الیہ لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج فیہ الا یری ان مرقد اسمٰعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلوٰۃ فیہ افضل قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا التعظیم ولا التوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور اھ امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث اتخذوا قبور انبیائھم مساجد

فرماتے ہیں ہو مخرج علی وجہین احدھما انھم کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لھم وقصد العبادۃ فی ذلک وثانیھما انھم کانوا یتحرون الصلوٰۃ فی مدافن الانبیاء والتوجہ الی قبورھم فی حالۃ الصلوٰۃ وکلا الطریقین غیر مرضیۃ فاما اذا وجد بقربھا موضع بنی للصلوٰۃ او مکان یسلم المصلی فیہ عن التوجہ الی القبور فانہ فی فسحۃ من الامر وکذلک اذا صلی فی موضع قد اشتھر بان فیہ مدفن نبی ولم یر فیہ القبر علما ولم یکن قصدہ ماذکرناہ من الشرک الخفی اذ قد تواطأت اخبار الامم علی ان مدفن اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم وھذا المسجد افضل مکان یتحری الصلوٰۃ فیہ اھ مختصرًا شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں وفی شرح الشیخ ایضا مثلہ حیث قال وخرج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوٰۃ عند قبرہ لا لتعظیمہ والتوجہ نحوہ بل لحصول مدد منہ حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلک الروح الطاھرۃ فلا حرج فی ذلک لما ورد ان قبر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب وان فی الحطیم بین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا ولم ینہ احد عن الصلوٰۃ فیہ اھ وکلام الشارحین متطابق فی ذلک امام اجل برہان الدین فرغانی حنفی صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں قال ابو یوسف ان کان موازیا للکعبۃ تکرہ صلاتہ وان کان عن یمینہ ویسارہ لاتکرہ حاوی پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے ان کانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار ما لو کان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لایکرہ فھھنا ایضا لایکرہ اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی ردالمحتار میں ہے زیر قول درمختار واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظہر الکراھۃ تحریر فرماتے ہیں وفی البحر قالوا واشدھا کراھۃ مایکون علی القبلۃ امام المصلی ثم مایکون فوق راسہ ثم مایکون عن یمینہ ویسارہ علی الحائط ثم مایکون خلفہ علی الجدار او الستر اھ جامع الرموز میں ہے انما خص الصورۃ لانہ لایکرہ فی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ کما فی جنائز المضمرات امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا فرمایا قبر قبر وہ سمجھے نہیں آگے بڑھ گئے، اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا

کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ اور سمت۔ صحیح بخاری شریف میں ہے ورأی عمر رضی
اللہ تعالٰی عنہ انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ یصلی عند قبر فقال القبر القبر ولم یامرہ
بالاعادۃ۔ امام علامہ عینی اُس کی شرح عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں ھذا التعلیق رواہ وکیع بن الجراح
فی مصنفہ فیما حکاہ ابن حزم عن سفین بن سعید عن حمید عن انس قال رأنی عمر رضی اللہ
تعالٰی عنہ اصلی الی قبر فنہانی فقال القبر امامک قال وعن معمر عن ثابت عن انس قال
رأنی عمر اصلی عند قبر فقال لی القبر لاتصل الیہ قال ثابت فکان انس یاخذ بیدی اذا اراد
ان یصلی فیتنحی عن القبور ورواہ ابو نعیم شیخ البخاری عن حریث بن السائب قال سمعت
الحسن یقول بینا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یصلی الی قبر ناداہ عمر القبر القبر وظن
انہ یعنی القمر فلما رای انہ یعنی القبر تقدم وصلی وجاز القبر اھ **اقول** وبہ ظھر
ان معنی عند قبر فی تعلیق البخاری الی قبر وبمثلہ صنع العینی اذ قال بعد ما نقلنا عنہ
قولہ القبر القبر ای اتصلی عند القبر اھ بل فی نفس حدیث انس بروایۃ ثابت رأنی
اصلی عند قبر فقال لاتصل الیہ کما سمعت وبہ انضح ما فی الملتقی یکرہ وطء القبر
والجلوس والنوم علیہ والصلٰوۃ عندہ اھ فافھموا استقیموا۔ مسئلہ تو قبر کا ٹھہرا مقبرہ اُس
میں بھی اصل منشائے کراہت قبر ہے اور اُس کی تعلیلیں ہمارے علمائے حنفیہ ہی نے تین طور پر
کی ہیں ایک تشبہ اہل کتاب دوسرے یہ کہ عبادت اصنام اسی طرح پیدا ہوئی، تیسرے محل
نجاسات ہونا جیسے شیخ محقق نے اختیار فرمایا۔ حلیہ پھر رد المحتار میں ہے واختلف فی علتہ فقیل
لان فیہا عظام الموتی وصدیدھم وھو نجس وفیہ نظر وقیل لان اصل عبادۃ الاصنام
اتخاذ قبور الصالحین مساجد وقیل لانہ تشبہ بالیہود وعلیہ مشی فی الخانیۃ۔ ظاہر ہے
کہ پہلی دو تعلیلیں صرف اُس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ نہ دہنے بائیں
یا قبر کو پیچھے لے کر نہ شبہہ عبادت ہے نہ تشبہ یہود۔ خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ
مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے۔ انتہی۔ وبہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے
لمعات التنقیح میں زیر حدیث اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوھا قبورا فرمایا ای
ولا تکونوا فی البیوت کالمیت الذی لا تعمل او لا تکونوا نائمین فتکونوا مشابھین للاموات

لان النوم اخر الموت غیر مشتغلین بالعبادة ثم ان علماءهم اختلفوا فی الصلوٰة فی المقبرة فکرهها جماعة وان کان المکان طاهرا فتارة احتجوا بهذا الحدیث لانه یدل علی ان الصلوٰة لاتکون فی المقبرة لانه جعل کونها قبورا کنایة عن عدم الصلاة فیها فیفهم ان صلوٰة فیها وهذا ضعیف لما ذکرنا من معناه علی انه ان دل فانما یدل علی عدم الصلوٰة فی القبر لافی المقبرة فافهم وتارة بالحدیث السابق (ای قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم) لعن اللّٰه الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءهم مساجد) وهوایضا لایتم لما علم من المراد به (ای ما قدمناه عنه عن التوربشتی وغیره من الشراح فانه انما یدل علی منع التوجه الی القبر لاالصلاة فی المقبرة مطلقا) ومنهم من ذهب الی ان الصلاة فیها جائزة ان کانت التربة طاهرة والمکان طیبا ولم یکن من صدید الموتی وماینفصل عنهم من النجاسات اھ وانا

اقول وباللّٰه التوفیق تحقیق یہ ہے کہ عامۂ مقابر میں ہرجگہ مظنۂ قبر ہے مگر یہ کہ کوئی محل ابتدا سے دفن ہونے سے محفوظ رہا ہو اور معلوم ہو کہ یہاں دفن واقع نہ ہوا ولہٰذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ مقبرہ میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اُس میں چلنا حرام ہے کہ قبور مسلمین کی بے ادبی ہوگی طحطاوی ورد المحتار فصل استنجا میں زیر قول ماتن یکرہ بول فی مقابر فرماتی ہیں لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی والظاہر انھا تحریمیة لانھم نصوا علی ان المرور فی سکة حادثة فیھا حرام فھذا اولٰی۔ پھر قبریں کھودنے میں بطن زمین کی مٹی اوپر آتی ہے اور وہ اکثر وہی ہوتی ہے جو پہلے گلے ہوئے اجسام کی نجاسات سے متنجس ہوچکی اور بند کرنے میں سب مٹی صرف نہیں ہوجاتی تو جا بجا متنجس مٹی کا پھیلا ہونا مظنون ہوتا ہے اور مظنۂ قبر ومظنۂ نجاست دونوں کراہت تنزیہہ کے لئے کافی ہیں بلکہ ظن اگر غالب ہوتا جو فقہیات میں ملتحق بیقین ہے تو بوجہ علت اول حکم کراہت تحریم ہوتا اور بوجہ علت ثانی بغیر کچھ بچھائے بطلان نماز کا حکم دیا جاتا از انجا کہ ظن اس حد کا نہیں صرف کراہت تنزیہ رہی اور اب یہ حکم حکم صلاة علی القبر اور الی القبر سے جدا پیدا ہوا کہ اس میں پیچھے یا آگے کسی قبر کا معلوم ہونا ضرور نہیں قبور معلوم اگرچہ دہنے بائیں یا پیچھے ہوں جبکہ یہ زمین ایسی ہے جس میں قبر ونجاست کا مظنہ ہے حکم کراہت دیا جائیگا یہی محمل ہے اس کلام کا جو علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول شرنبلالی تکرہ الصلاة فی المقبرة نقل فرمایا سواء کانت فوقه اوخلفه اوتحت ماھو

واقف علیہ الخ اور یہی منشا ہے اطلاق متون کا ورنہ اگر مقبرہ میں کوئی جگہ صاف و پاک ہو کہ نہ اس میں قبر ہو نہ مصلی کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہرگز مکروہ نہیں۔ خانیہ و منیہ و زاد الفقیر امام ابن الہمام و حلیہ و غنیہ و بحر الرائق و شرنبلالی علی الدرر و حلبی و طحطاوی و رد المحتار وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے لا باس بالصلوٰۃ فیہا اذا کان فیہا موضع اعد للصلاۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ زاد الفقیر کی عبارت یہ ہے الصلاۃ فی المقبرۃ الا ان یکون فیہا موضع اعد للصلاۃ لا نجاسۃ فیہ ولا قذر اس تحقیق سے پہلے تین سوالوں کا جواب ظاہر ہو گیا کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی جبکہ قبر موضع سجود میں مطلقاً یا گھر یا مسجد صغیر میں جانب قبلہ بلا حائل ہو اور اس کے لئے کچھ بہت سے قبور ہونا درکار نہیں تنہا ایک ہی قبر ہو جب بھی یہی حکم ہے اور قبر دہنے یا بائیں یا پیچھے ہو اور زمین جہاں نماز پڑھتا ہے پاک و صاف ہو تو اصلا کراہت نہیں یہ حکم حضرت شیخ محقق نے نہ اپنی طرف سے لکھا نہ علمائے حنفیہ کے قول کے خلاف بلکہ عامہ کتب حنفیہ میں اس کی صاف تصریح ہے جیسا کہ گزرا اور جب اس میں کراہت ہی نہیں تو سترہ کی کیا حاجت اور مقابر میں جہاں مردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں اور ان میں قبر یا نجاست کا مظنہ ہے نماز مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ قبور معلومہ پیچھے ہی ہوں مگر اس صورت میں کہ کوئی زمین پاک صاف معلوم ہو اور اس کے قبلہ میں قبر بلا حائل بمعنی مذکور نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاذان والاقامۃ

مسئلہ (۳۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلاۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دیکر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے صلاۃ کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر مثلاً کسی سے

کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اُس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل تنویر الابصار و وقایہ و نقایہ و غرر الاحکام و کنز و غرر الاذکار و وافی و ملتقی و اصلاح و نور الایضاح و شروح مانند درمختار و ردالمحتار و طحطاوی و عنایہ و نہایہ و غنیہ شرح منیہ و صغیری و بحر الرائق و نہر الفائق و تبیین الحقائق و برجندی و قہستانی و درر و ابن ملک و کافی و مجتبیٰ و ایضاح و امداد الفتاح و مراقی الفلاح و حاشیہ مراقی للعلامۃ الطحطاوی و فتاوی مثل ظہیریہ و خانیہ و خلاصہ و خزانۃ للمفتیین و جواہر اخلاطی و عالمگیری وغیرہا مالا مال ہیں وھو الذی علیہ عامۃ الائمۃ المتاخرین و الخلاف خلاف زمان لا برھان مختصر الوقایہ میں ہے۔ التثویب حسن فی کل صلاۃ متن علامہ غزی تمرتاشی میں ہے یثوب الافی المغرب شرح محقق علائی میں ہے یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ الخ وحاشیہ آفندی محمد بن عابدین میں ہے۔ قولہ یثوب التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام درر قولہ فی الکل ای کل الصلوات لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ قولہ بما تعارفوہ کتنحنح او قامت قامت او الصلوٰۃ الصلاۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلک جاز نھر عن المجتبیٰ اھ ملتقطا شرح الوافی للامام المصنف العلام حافظ الدین ابی البرکات النسفی میں ہے تثویب کل بلدۃ علی ما تعارفوہ لانہ للمبالغۃ فی الاعلام وانما یحصل ذلک بما تعارفوہ اھ معضا اور ماہ مبارک رمضان سے اُس کی تخصیص بیجا نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں لہٰذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اذان فجر میں الصلاۃ خیر من النوم مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر عن سیدنا بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہدایہ میں ہے خص الفجر بہ لانہ وقت نوم و غفلۃ بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کرکے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصد شرع سے بالکل غافل ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ (۴۲۵) از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی

۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ اذان دنیا اندر مسجد کے آپ نے فرمایا تھا مکروہ ہے میں نے جہان کے لوگوں سے ذکر کیا اُن لوگوں نے کتاب کا ثبوت چاہا امید کہ نام کتاب مع بیان مقام کہ فلاں مقام پر لکھا ہے۔ تکلیف فرما کر لکھا جاوے اور یہ بھی لکھا جاوے کہ کونسا مکروہ ہے۔

الجواب: فتاوائے امام اجل قاضی خاں وفتاوائے خلاصہ وبحر الرائق شرح کنز الدقائق وشرح نقایہ للعلامۃ عبد العلی البرجندی وفتاوی علمگیریہ وحاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح وفتح القدیر شرح ہدایہ وغیرہا میں اس کی منع وکراہت کی تصریح فرمائی امام فخر الملۃ والدین اوزجندی فرماتے ہیں ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد امام طاہر بن احمد بخاری فرماتے ہیں لایؤذن فی المسجد علامہ زین بن نجیم وعلامہ عبد العلی برجندی نے ان سے او فتاوائے ہندیہ میں امام قاضی خاں سے عبارات مذکورہ نقل فرما کر مقرر رکھیں علامہ سید احمد مصری نے فرمایا یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم امام اجل کمال الدین محمد بن الہمام فرماتے ہیں الاقامۃ فی المسجد ولا بد منہ واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد ولا یؤذن فی المسجد اور اس مسئلہ میں نوع کراہت کی تصریح کلمات علماء سے اس وقت نظر فقیر میں نہیں ہاں صیغۂ لاتفعل سے متبادر کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہراً مشیر ممانعت وعدم اباحت ہوتی ہے علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج نے حلیہ میں فرمایا قول المصنف لا یزید یشیر الی عدم اباحۃ الزیادۃ نظیر اس کی لایفعل ولایقول ہے کہ ظاہراً مفید وجوب ہے۔ کما نص علیہ ایضا فیہا یونہیں عبارت نظم میں لفظ یکرہ کہ غالباً کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے کما فی الدر المختار ورد المحتار وغیرہما من الاسفار ویؤیدہ منع رفع الصوت فی المساجد کما فی حدیث ابن ماجہ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وسل سیوفکم ورفع اصواتکم وقد نہوا عن رفع الصوت بحضرۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحذروا علی ذلک عن حبط الاعمال والحضرۃ الالٰہیۃ احق بالادب کما تری یوم القیمۃ وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ہمسا وبہذا یضعف ما یظن ان لیس فیہ الا خلاف السنۃ فلا یکرہ الا تنزیہا علی ان التحقیق ان خلاف السنۃ المتوسطۃ متوسط بین کراہتی التنزیہ والتحریم وہو المعبر بالاساءۃ کما سیظہر لمن لہ المام بخدمۃ العلمین الشریفین

الفقہ والحدیث فلیراجع ولیحرر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۲۶) ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع وقت پنجگانہ نماز میں بعد اذان کے لازم پکڑنا مؤذن کا ہر نمازی کو آواز بلانا اور نمازیوں کا اسی لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے بلانے سے آنا اس صورت میں بلانا مؤذن کا بعد اذان کے چاہئے یا نہیں دوسرے یہ کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں اور فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض کے مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب نمازی اذان سے آجاتے ہوں تو بلاوجہ بعد اذان ہر شخص کو جدا جدا بلانے کا التزام کرنا جس سے انہیں اذان پر آنے کی عادت جاتی رہے نہ چاہئے فان فیہ علی ھذا التقدیر اخلاء للاذان عما یقصد بہ اور وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر وتحصیل فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اُس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہوا تنا ہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نماز ہی میں لکھا جائے گا۔ وقد صح عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم انتظار النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرھم علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ ما انتظرتم الصلاۃ ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو۔ فی الدر المختار عن المنتقی للامام الحاکم الشہید ان تاخیر المؤذن وتطویل القرأۃ لادراک بعض الناس حرام ھذا اذا کان لاھل الدنیا تطویلا وتاخیرا یشق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اھل الخیر غیر مکروہ ولاباس بان ینتظر الامام انتظارا وسطا اور سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں۔ یعنی فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع وناجائز ہے لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاصلاۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۲۲) ازکلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے۔ یا نہیں در صورت عدم جواز بدون اجازت مؤذن سائل حدیث شریف سے سند چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے بینوا توجروا۔

الجواب: ناجائز نہیں ہاں خلاف ادب ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اُسے گراں گزرے ورنہ اتنا بھی نہیں مسند امام احمد وسنن اربعہ وشرح معانی الآثار میں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی میں نے اذان کہی تھی بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تکبیر کہنی چاہی فرمایا۔ یقیم اخو صداء فان من اذن فھو یقیم قبیلہ صدا کا بھائی اقامت کہے گا کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے فی الدر المختار اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقا وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ ردالمحتار میں ہے۔ ھذا اختیار خواھر زادہ ومشی علیہ فی الدرر والخانیۃ لکن فی الخلاصۃ ان لم یرض بہ یکرہ وجواب الروایۃ انہ لا باس بہ مطلقا اھ **قلت** وبہ صرح الامام الطحاوی فی معانی الآثار معزیا الی ائمتنا الثلثۃ وقال فی البحر ویدل علیہ اطلاق قول المجمع ولا نکرھھما من غیرہ فما فی شرح ابن ملک من انہ لو حضر ولم یرض یکرہ اتفاقا فیہ نظر لم وکذا ما یدل علیہ اطلاق الکافی معللا بان کل واحد ذکر فلا باس بان یاتی بکل واحد رجل اخر ولکن الافضل ان یکون المؤذن ھو المقیم اھ الخ **اقول** اذا حملنا الکراھۃ علی کراھۃ التنزیہ ونفیناھا علی التحریم حصل الوفاق الا تری الی قول الکافی النافی کیف یقول لا باس ولکن الافضل وکذلک عبر الامام الطحاوی وغیرہ بلا باس وقد صرحوا ان مرجعھا الی کراھۃ التنزیہ پھر یہ استمرار کا دعوی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے تھے۔ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہاں حدیث میں ایک بار کا یہ ذکر آیا ہے کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی ارشاد ہوا بلال کو سکھا دو کہ اُن کی آواز بلند تر ہے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اذان کہی جب

تکبیر کہنی چاہی عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نادم ہوئے اور عرض کی خواب تو میں نے دیکھا تھا۔ میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں فرمایا تو تمہیں کہو انہوں نے تکبیر کہی رواہ الامام احمد وابوداود والطحاوی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ حدیث کچھ ہمارے مخالف نہیں کہ کلام اُس صورت میں ہے جب مؤذن کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اذن کے بعد بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ناگواری کا کیا احتمال معہذا یہ حدیث ابتدائے امر کی ہے وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کہی گئی اور حدیث متقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے نہ کہ اقامت غیر کی ممانعت کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۴۲۸) ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دعا کرنا چاہیئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ہرگز نہ چاہیئے یہی احوط ہے رد المحتار میں ہے۔ اجابۃ الاذان حینئذ مکروہۃ نہر الفائق پھر در مختار میں ہے ینبغی ان لایجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب اُسی میں ہے۔ اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامه للصعود فلا صلاۃ ولا کلام الی تمامها وقالا لاباس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدها اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعا وعلی ھذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ والعجب ان المرقی ینھی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثه ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ اھ ملخصا ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذھب اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہ جائز ہے۔ وقد صح کلا الامرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ یہ قول مجمل ہے۔ تفصیل المقام مع نہایۃ العنایۃ وازالۃ الاوھام فی فتاوٰنا بتوفیق الملک العلام واللہ سبحنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۴۲۹) از موضع بکہ جینی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ درست ہے۔ اذ لاحظر من الشرع اذان ذکر الٰہی ہے اور بارش رحمت الٰہی اور ذکر الٰہی باعث نزول رحمت الٰہی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۱):۔ دفع وبا کے لئے اذان درست ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ درست ہے فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا۔ لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۲):۔ ۲۹۔ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہیئے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہی اور بعض کہتے ہیں بلکہ بائیں ہاتھ کو اس میں شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اذان منارہ پر کہی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرون مسجد جدھر زیادہ نافع ہو مثلاً ایک جانب کوئی موضع رفیع زائد ہے یا اس طرف مسلمانوں کی آبادی دور تک ہے تو اسی سمت ہونی چاہیئے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جاوے وہی افضل ہے باقی دہنے بائیں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں ہندیہ میں ہے۔ ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاوی قاضی خان السنۃ ان یؤذن فی موضع عال یکون اسمع لجیرانہ و یرفع صوتہ کذا فی البحر الرائق اھ معہذا کہہ سکتے ہیں کہ دونوں جانبین وہنی اور دونوں بائیں ہیں کہ جو قبلہ رو کھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ معظمہ و مسجد کی بائیں ہے اور اس کی بائیں کعبہ و مسجد کی دہنی تو جب دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۳):۔ اذان و اقامت کس جانب کو چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جس مسجد میں اذان کے لئے منارہ بنا ہو جب تو اس کی جہت خود معین ہے اس منارہ پر اذان دینا چاہیئے خواہ وہ کسی جانب ہو فی البحر الرائق تحت قولہ و یجلس بینہما السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ الخ اور جہاں نہ ہو تو نظر فقہی میں انسب یہ کہ جس طرف حاجت زائد ہو اسی جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اس طرف مکان ان کے دور ہیں

تو وہی جانب اذان کے لئے انسب ہے۔ فانہ انما شاع الاعلام فما کان ادخل فی المقصود کان احسن بل رایت ائمتنا رحمہم اللہ تعالٰی الی ھذا المعنی والیہ اشاروا من دون تعیین لجھۃ ففی البحر الرائق و ردالمحتار عن السراج ینبغی للمؤذن ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران اور اقامت کی نسبت بھی تعیین جہت کہ دہنی جانب ہو یا بائیں فقیر کی نظر سے نہ گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے فی الدرالمختار الافضل کون الامام ھوالمؤذن انتھی وفی فتح القدیر الافضل کون الامام ھوالمؤذن وھذا مذھبنا وعلیہ کان ابوحنیفۃ انتھی وفی ردالمحتار السنۃ ان یقیم المؤذن انتھی وفیہ عن السراج ان اباحنیفۃ کان یباشر الاذان والاقامۃ بنفسہ اور علما جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہے پھر جب بیان افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیص جہت کچھ نہیں کرتے فی البحر الرائق یستحب التحول للاقامۃ الی غیر موضع الاذان انتھی وفیہ لیسن الاذان فی موضع عال والاقامۃ علی الارض ہاں اسی قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذات امام پھر جانب راست مناسب تر ہی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۴) ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلب باراں کے مسجدوں میں کہنا درست ہے یا نہیں اور اس طرح سے بھی واسطے طلب باراں کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ یٰسین پڑھے اور ہر مبین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کو ہلانا اور گھمانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے کما فی فتح القدیر وغیرہ مگر اذان بغرض طلب باراں یا دفع وبا بہ نیت اذان و اعلان و طلب مرد مان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر بھی اولی یہ ہے کہ بیرون مسجد فصیل وغیرہ پر ہو اور اس میں اصلا کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکر الٰہی ہے۔ اور بارش رحمت الٰہی اور ذکر الٰہی باعث نزول رحمت الٰہی ہے یوں ہی طریقہ مذکورۂ یٰسین و اذان بھی از قبیل اعمال ہے جس کے لئے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی

حاجت نہیں کہ شرع سے اُس کی ممانعت نہیں یٰسین شریف کے لئے حدیث میں آیا یٰسین لما قرئ لہ سورہ یٰسین اُس کام کے لئے ہے جس لئے پڑھی جائے یعنی جس نیت سے پڑھی جائے اللہ تعالٰی عطا فرمائے اذان میں اونگلیاں کان میں رکھنا مسنون و مستحب ہے۔ مگر ملانا اور گھومانا حرکت فضول ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۵) ۴۔ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب:۔ جائز ہے سمجھنے کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہیئے نہیں حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے ولہذا علامہ شرنبلالی نے نظر بحدیث کراہت اختیار فرمائی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۳۶) از ریاست رام پور بزریہ ملا ظریف بنگلہ متصل مسجد مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب اسلام آبادی ۱۵۔ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

الاستفتاء ما قولکم رحمکم اللہ ربکم فی اذان رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم هل هو اذن بنفسه علیه الصلاۃ والسلام ام لا ولو کان مرۃ فی عمرہ علیہ الصلاۃ والسلام وفی ابتداء وجوب صلاۃ الجنازۃ علی المیت ای زمان کان وعلی من صلی اولا فی المدینۃ المنورۃ وجبت ام فی مکۃ المعظمۃ واول الصلاۃ صلاھا رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ای صحابی کانت وما کان اسمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قال فی الدر المختار وفی الضیاء انه علیه الصلاۃ والسلام اذن فی سفر بنفسه واقام وصلی الظهر وقد حققناہ فی الخزائن اھ قال فی رد المحتار حیث قال بعد ما هنا هذا وفی شرح البخاری لابن حجر ومما یکثر السؤال عنه هل باشر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الاذان بنفسه وقد اخرج الترمذی انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذن فی سفر وصلی باصحابه وجزم به النووی و قواہ ولکن وجد فی مسند احمد من هذا الوجه فامر بلالا فاذن فعلم ان فی روایۃ الترمذی اختصارا وان معنی قوله اذن امر بلالا کما یقال اعطی الخلیفۃ العالم الفلانی کذا وانما باشر العطاء غیرہ اھ ورأیتنی کتبت فیما علقت علی رد المحتار ما نصه اقول لکن سیأتی فی صفۃ الصلاۃ عند ذکر التشهد عن تحفۃ الامام ابن حجر المکی انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذن مرۃ فی سفر فقال فی تشهدہ

اشہد انی رسول اللہ وقد اشار ابن حجر الی صحتہ وھذا النص مفسر لا یقبل التاویل وبہ یتقوی تقویۃ
الامام النووی رحمہ اللہ تعالی اھ ما کتبت وبہ ظہر الجواب عن المسألۃ الاولی واما بدء صلاۃ
الجنازۃ فکان من لدن سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام اخرج الحاکم فی المستدرک و
الطبرانی والبیہقی فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال آخر ما کبر النبی صلی اللہ تعالی علیہ
وسلم علی الجنائز اربع تکبیرات وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر ابن عمر علی عمر اربعا وکبر الحسن بن
علی علی علی اربعا وکبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی اربعا وکبرت الملئکۃ علی آدم اربعا ولم تشرع
فی الاسلام الا فی المدینۃ المنورۃ اخرج الامام الواقدی من حدیث حکیم بن حزام رضی اللہ
تعالی عنہ فی ام المؤمنین خدیجۃ رضی اللہ تعالی عنہا انہا توفیت سنۃ عشر من البعثۃ بعد
خروج بنی ہاشم من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی حفرتہا ولم
تکن شرعت الصلاۃ علی الجنائز اھ وقال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابۃ فی ترجمۃ اسعد بن
زرارۃ رضی اللہ تعالی عنہ ذکر الواقدی انہ مات علی راس تسعۃ اشہر من الہجرۃ رواہ الحاکم
فی المستدرک وقال الواقدی کان ذلک فی شوال قال البغوی بلغنی انہ اول من مات من الصحابۃ
بعد الہجرۃ وانہ اول میت صلی علیہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اھ وبہ اتضح الجواب۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۵۲۲ از شہر کہنہ ۲۳ شوال مکرم ۱۳۱۵ ہجری۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے مسجد کے اندر زنا کیا نعوذ باللہ من ذالک
اب زید مسجد میں مؤذن رہ سکتا ہے یا نہیں اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور
حجت کرتے ہیں ان کے بارہ میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- نسأل اللہ العافیۃ اگر یہ امر ثابت ہے تو پر ظاہر کہ زید اخبث فساق وفجار سے ہے
اور فاسق کی اذان اگرچہ اقامت شعار کا کام دے مگر اعلام کہ اس کا بڑا کام ہے اس سے حاصل نہیں
ہوتا نہ فاسق کی اذان پر وقت روزہ ونماز میں اعتماد جائز ولہذا مندوب ہے کہ اگر فاسق نے اذان دی
ہو تو اس پر قناعت نہ کریں۔ بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے تو جبتک یہ شخص صدق دل سے
تائب نہ ہو اسے ہرگز مؤذن نہ رکھا جائے مسجد سے جدا کر دینا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے جزم
المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات

ردالمحتار میں ہے۔ المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلوٰۃ ثم صار من شعار الاسلام فی کل بلدۃ او ناحیۃ من البلاد الواسعۃ فمن حیث الاعلام بدخول الوقت و قبول قولہ لابد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالۃ فاذا اتصف المؤذن بھذہ الصفات یصح اذانہ والا فلا یصح من حیث الاعتماد علیہ واما من حیث اقامۃ الشعار النافیۃ للاثم عن اھل البلدۃ فیصح اذان الکل سوی الصبی الذی لا یعقل فیعاد اذان الکل ندبا علی الاصح کما قدمناہ عن القہستانی اھ ملخصا۔ اور جو اُس کی حمایت میں فضول حجت کرتے ہیں امر ناحق کے مددگار بنتے ہیں انھیں باز آنا چاہئے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تکن للخائنین خصیما خیانت کرنے والوں کا وکیل نہ بن واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۸) از نقشبندی محلہ بریلی مسئولہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارہ میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سنکر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نادرست۔

الجواب:۔ صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذان اول سنکر نہ آنا حرام ہے۔ ھو الصحیح المعتمد کما فی الدر المختار وغیرہ اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ سستی ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضروری ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذور شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از بنگالہ ضلع بابنہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب ۲ شوال ۱۳۱۶ھ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان بآواز بلند چاہئے یا اول بآواز بلند اور ثانی پست کرکے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ دونوں اذانیں پوری آواز سے خوب بلند کہی جائیں جس طرح اذان میں سنت ہے آج کل جو عوام دوسری اذان کو کہ خطبہ کے وقت ہوتی ہے۔ پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنت ادا نہیں ہوتی اصل اذان زمانہ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وزمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہما میں یہی تھی پہلی اذان امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے زاید فرمائی ہے۔ کما ثبت فی الصحیحین وغیرھما واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت اُن کے مکانوں پر جاکر فجر کی نماز کے واسطے بتاکید جگادیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں

الجواب:۔ نماز کے لئے جگانا موجب ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگائے کہ استنجا و وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر سنتیں پڑھے اور تکبیر اولی میں شامل ہو جائے واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ (۲۴۱) اذان مسجد میں صبح کاذب میں کہنا چاہیئے یا صبح صادق میں۔

الجواب:۔ ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت نہیں اگرچہ فجر کی ہو واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں صلٰوۃ پکارنا عیدین وجمعہ میں کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عیدین میں الصلاۃ جامعہ کہا جائے اور جمعہ میں تثویب حسب استحسان متاخرین جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت ومصلحت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سنکر خود جمع ہو جاتے ہیں تو تثویب ہرگز نہ کہی جائے کہ اُن سے یہ عادت حسنہ چھوڑا کر انتظار تثویب کا خوگر کردینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت اور اُس کے فعل میں مصلحت ہے وہاں کہی جائے ھذا ھو التحقیق وبہ یحصل التوفیق واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ (۲۴۲) سوائے اذان کے آواز دینا کہ چلو جماعت تیار ہے یا کسی نمازی پنجگانہ یا امام کو آواز دینا یا روز کے نمازی آنے والوں کا وقت آخر تک انتظار کرنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنی کہ وقت کراہت آجائے مطلقاً مکروہ ہے اور وقت استحباب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص منتظر مروشریر نہیں جس سے خوف ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر ثقیل ہوگا۔ تو قدر سنت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے۔ اور اگر ابھی لوگ حاضر ہی نہیں یا منتظر سے ترک انتظار میں خوف ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدر سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہیئے جب تک وقت کراہت نہ آئے انتظار مسنون جو عوام میں بقدر چار رکعت کے

مشہور ہے بے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان سنکر جسے وضو نہ ہو وضو کرے کھاتا ہو تو اس سے فارغ ہو قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے انفراغ وطہارت کے بعد حاضر مسجد ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۴۴) از مدرسہ اشاعۃ العلوم دوم جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دعوے کرتا ہے کہ جبتک کہ سب مقتدی کھڑے نہ ہولیں اور صف سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جانماز پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کہی جائے اور عمرو دعوے کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی جائے اور موذن حی علی الفلاح تک پہنچ جائے اوس وقت امام و مقتدی کھڑے ہوجائیں اور جس وقت قد قامت الصلاۃ کہے تب امام تکبیر کہے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے دیگر صورت مسئلہ یہ ہے اگر کوئی شخص نماز جمعہ میں امام کو تشہد میں پایا یا سجدۂ سہو میں اب جمعہ اسکا ادا ہوگیا یا نہیں

الجواب: عمرو حق پر ہے کھڑے ہو کر تکبیر سنا مکروہ ہے یہانتک کہ علما حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہانتک کہ مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو وقایہ میں ہے۔ یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلاۃ ویشرع عند قد قامت الصلاۃ محیط وہندیہ میں ہے۔ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ ھو الصحیح جامع المضمرات وعالمگیریہ ورد المحتار میں ہے۔ اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح اسی طرح بہت کتب میں ہے **اقول** ولا تعارض عندی بین قول الوقایۃ واتباعہا یقومون عند حی علی الصلاۃ والمحیط و المضمرات ومن معہا عند حی علی الفلاح فانا اذا حملنا الاول علی الانتھاء والاخر علی الابتداء اتحد القولان ای یقومون حین یتم المؤذن حی علی الصلاۃ ویاتی علی الفلاح وھذا ما یعطیہ قول المضمرات یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح ولعل ھذا اولی مما فی مجمع الانھر من قولہ وفی الوقایۃ ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلاۃ ای قبیلہ اھ پھر اس صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اسے آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اس وقت تک کوئی کھڑا ہو۔ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تقوموا حتی ترونی پھر جب

امام آئے اور تکبیر شروع ہو اُس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر خود امام ہی تکبیر کہے تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہولے مقتدی اصلا نہ کھڑے ہوں بلکہ اگر اُس نے تکبیر مسجد سے باہر کہی تو فراغ پر بھی نہ کھڑے ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اُس وقت قیام کریں ہندیہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے۔ فاما اذا کان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام ذلک الصف والیہ مال شمس الائمۃ الحلوانی والسرخسی و شیخ الاسلام خواہر زادہ وان کان الامام دخل المسجد من قدامہم یقومون کما رأوا الامام وان کان المؤذن والامام واحدا فان اقام فی المسجد فالقوم لا یقومون مالم یفرغ عن الاقامۃ و ان اقام خارج المسجد فمشایخنا اتفقوا علی انھم لا یقومون مالم یدخل الامام المسجد ویکبر الامام قبیل قولہ قد قامت الصلاۃ قال الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی وھو الصحیح ھکذا فی المحیط جمعہ بھی ہمارے امام کی نزدیک اس بارہ میں مثل اور نمازوں کے ہے سلام سے پہلے جو جو شریک ہو لیا اُس نے جمعہ پالیا وہی رکعت پڑھے درمختار میں ہے۔ من ادرکھا فی تشہد او سجود سھو علی القول بہ فیھا یتمھا جمعۃ خلافا لمحمد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ایک طالب علم اذان میں حی علی الصلاۃ ایک بار دہنی طرف منہ پھیر کر کہتے ہیں اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الفلاح کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الصلاۃ اور پھر بائیں طرف مونھہ پھیر حی علی الفلاح کہتے ہیں اور اس طرح پر اذان دینے کو افضل کہتے ہیں۔ اور حاشیہ ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اسمیں اس طرح ہے آیا یہ قول اُن کا درست ہے یا نہیں اور اس طرح اذان دیا کریں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب یہ محض غلط و خلاف سنت ہے عالمگیریہ و محیط سرخسی میں ہے۔ یوتب بین کلمات الاذان والاقامۃ کما شرع مسند احمد و سنن ابی داود وغیرہما میں عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے فرشتے نے کہا یوں کہا کرو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

عبداللہ بن زید نے فرمایا حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کی حضور نے فرمایا ان ھذا لرؤیا حق ان شاء اللہ تعالٰی ثم امر بالتاذین فکان بلال مولٰی ابی بکر یؤذن بذلک انشاء اللہ تعالٰی یہ خواب بیشک حق ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بلال مولی ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اذان کا حکم دیا وہ اس طور مذکور پر اذان دیا کرتے صحیح مسلم و سنن نسائی وغیرہما میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے جو حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انھیں اذان تعلیم فرمائی اس میں بھی شہادتین کے بعد یونہی ہے حی علی الصلاۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ غرض دونوں حی علی الصلاۃ ایک ساتھ پھر دونوں حی علی الفلاح ایک ساتھ پڑھنے میں کوئی شک نہیں ہاں بعض علما نے منہ پھیرنے میں یہ طریقہ رکھا ہے کہ ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الصلاۃ پھر اسی کو بائیں طرف کہے پھر ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الفلاح پھر اوسی کو بائیں طرف کہے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی مگر صحیح وہی ہے کہ دونوں بار حی علی الصلاۃ دہنی طرف کہکر دونوں بار حی علی الفلاح بائیں طرف کہے رد المحتار میں ہے "یلتفت فیہما یمینا بالصلوٰۃ ویسارا بالفلاح وھو الاصح قہستانی عن المنیۃ وھو الصحیح بحر و تبیین وقال مشایخ مرو یمنۃ ویسرۃ فی کل قال فی الفتح الثانی اوجہ وردہ الرملی بانہ خلاف الصحیح المنقول عن السلف اھ باختصار واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۴۶) ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ ہجری۔

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا بالخصوص خودی والے کو درست ہے یا نہیں

الجواب بعد اذان کے سلطان اسلام و قاضی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے مودبانہ حاضر ہونا بھی سنت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ یا جماعت تیار ہے یا مسجد کو جاتے راہ میں جو ملیں انھیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا مگر گھر پر آدمی بھیجکر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی والے متکبر کو کہ متکبر شرعاً مستحق توہین ہے نہ لائق رعایت جبکہ مظنہ فتنہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ (۳۴۷) منشی عبدالقادر صاحب میسوری یہاں یہ دستور ہے کہ نماز پنجگانہ و عیدین و نماز جنازہ میں شہروں اور قریہ وغیرہ سب جا صلاۃ صلاۃ پکار کر کہتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ و کن بزرگوں سے ابتداء جاری ہے اس کے پکارنے سے نماز میں خلل ہے یا نہیں یہاں چند صاحبان صلاۃ

پکارنا بدعت یعنی ناجائز سمجھتے ہیں از راہ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب:۔ عیدین میں الصلاۃ جامعۃ بآواز بلند دو بار پکارنا مستحب ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے یستحب ان ینادی لھا الصلوۃ جامعۃ بالاتفاق سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ درمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ ردالمحتار میں ہے۔ قولہ فی الکل ای کل الصلوت لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ قال فی العنایۃ احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ماتعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن اھ نماز جنازہ میں حرمین شریف میں دستور ہے کہ مؤذن بآواز بلند کہتے ہیں الصلوۃ علی المیت یرحمکم اللہ اور یہ سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ من احسن قولا ممن دعا الی اللہ اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ھدی فلہ اجرہ واجر من تبعہ جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اس کے لئے اس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو اور زعم بدعت کا رد ہزار ہا بار ہو چکا ہر نو پیدا بات ناجائز نہیں ورنہ خود مدرسے بنانا کتابیں تصنیف کرنا صرف ونحو وغیرہا علوم کہ زمانہ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے پڑھنا پڑھانا سب حرام ہو جائے اور اسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا خود یہ اہل بدعت ہزار ہا جدید باتیں کرتے ہیں کہ زمانۂ رسالت میں اس ہیئت کذائی سے موجود نہ تھیں بعد کو حادث ہوئیں مگر اپنے لئے جو چاہیں حلال کر لیتے ہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ (۴۴۹) از دمن خرد شملداری پرتگال مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف بآواز بلند پڑھتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جزء ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے۔ وزید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہیئے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو۔ رہا یہ زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۴۴۹) از کیمپ میرٹھ کوٹھی خان بہادر کرہ شیخ علاء الدین صاحب مرسلہ سید حسن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ باعث استفسار یہ ہے کہ اگر صبح کی اذان لوگوں کو سحری کے وقت کے اختتام سے آگاہی کے واسطے صبح صادق نکلنے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دیدی جایا کرے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز و ممنوع ہے تبیین الحقائق میں ہے۔ لایؤذن قبل الوقت ویعاد فیہ وانکارالسلف علی من یؤذن بلیل دلیل علی انہ لم یجز قبل الوقت بحرالرائق میں ہے لایجوز قبلہ ختم سحری کے لئے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کر سکتے ہیں اور وہ کبھی چار یا پانچ منٹ سے زیادہ وقت صبح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحور سنت اور اس میں برکت ہے اور زیادہ اذان سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت و خلاف شریعت ہے پھر یہ بھی اس کے لئے ہے جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ جو آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل و ضلالت ہے انھیں میں سے میرٹھ کی دوامی جنتری بھی سراپا غلط و بطالت ہے یونہیں ہمیشہ رات کا فلاں معین حصہ چھوڑنا محض نادانی و جہالت ہے ان مجمل الفاظ کی تشریح اول طبع ہو چکی اور بعض فتوائے دیگر مفصلہ سے معلوم ہوگی بعونہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۴۵۰) از ملک گجرات بھروچ محلہ گھونسواڑہ آملہ مسجد مرسلہ محمد الدین صاحب ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنت جمعہ پڑھنے کے لئے ملک گجرات کے بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے موذن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتا ہے اور بغیر صلاۃ سنت قبل الجمعہ پکارنے کے سنت قبل جمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہو کر انتظار کرتے ہیں تا موذن یہ صلاۃ سنت کی پکارے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں الفاظ یہ ہیں۔ الصلوۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلوۃ رحمکم اللہ کیا ان الفاظ سے صلاۃ کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس مجتہد نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت قبل الجمعہ

اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لیوے تو سنتیں ہو جاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرتکب گناہ کا ہوگا یا نہیں نماز جمعہ اور سنت جمعہ میں بھی نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں اور نہ کہنے والا مذہب امام اعظم کا مقلد رہتا ہے یا وہابی نجدی ہو کر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے کیا وہ بے ایمان ہو جاتا ہے کیا تثویب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اس کی کوئی اور صورت ہے مستند کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرما کر اجر عظیم پائیں مہر مع دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب:۔ تثویب جسے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب و مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام ہے اور اس کے لئے کوئی صیغہ معین نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کرلیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ تو اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے درمختار میں ہے۔ یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ الا فی المغرب ردالمحتار میں ہے۔ بما تعارفوہ کتنحنح او قامت قامت او الصلوۃ الصلوٰۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلک جاز نھر عن المجتبیٰ اوسی میں عنایہ سے ہے۔ المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن مگر اس پر اور باتیں جو اضافہ کیں بے اصل و باطل ہیں (۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنت جمعہ نہ پڑھنا (۲) مسجد میں جمع ہو کر اس پکارنے کا منتظر رہنا گویا سنت قبل الجمعہ کو اذان مؤذن کا محتاج کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ پکار کر اجازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے (۳) بغیر اس کے یہ سمجھنا کہ سنتیں نہ ہونگی (۴) نہ پکارنے کو گناہ جاننا (۵) نہ پکارنے سے نماز جمعہ میں قصور سمجھنا (۶) نہ پکارنے والے کو تقلید سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باہر خیال کرنا (۷) معاذ اللہ اسے وہابی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں انکے معتقدین پر توبہ فرض قطعی ہے اور ان ساتوں رسوم و خیالات باطلہ کا ہدم و اعدام لازم ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۱) جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ ہجری نماز جمعہ میں اذان کے بعد پھر صلاۃ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اذان کے بعد صلاۃ تثویب ہے اور تثویب کو علمائے ہر نماز میں مستحب رکھا درمختار میں ہے یثوب فی الکل للکل بما تعارفوہ الا فی المغرب عنایہ میں ہے فی جمیع الصلوات سوی المغرب درمختار

میں ہے۔ التسلیم بعد الاذان حدث فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ اوسی میں ہے یؤذن ثانیا بین یدی الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد ولا یجتمعون کما فی الجلابی و التمرتاشی ذکرہ القہستانی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵۲ اولاً شہر بہروچ لال بازار چار واڑ مرسلہ عباس میاں صاحب و مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب صدیقی **ثانیاً** از احمد آباد محلہ خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب علوی مرسلہ جناب شاہ سید احمد صاحب ابن سید غلام وجیہ الدین صاحب علوی ۱۹ جمادی الاولٰی سنہ ۱۳۳۰ھ

مرشدنا جناب مولٰنا حاجی مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیک کے طرف سے بندۂ غلام خاکسار عباس میاں کے عرض خدمت بابرکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فتنہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صلاۃ جمعہ کہے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی اس کو کہتے ہیں اور گمراہ جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خرم علی اور ترجمہ غایۃ الاوطار سے اور مائۃ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گنگوہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتوٰی جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مہر میں سنہ ۱۳۰۱ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپنے سات اعتقاد باطل و ضلال لکھے ہیں وہ ہمارا کہنا نہیں فقط اتنا ہے کہ روز جمعہ کو ندا جو معمول مدت مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لئے اول ایک رسالہ نور الشمعہ چھپ گیا ہے۔ اوسمیں لکھا ہے یہ ندا جائز بلکہ مستحسن ہے اور جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب احمد آبادی نے ایک فتوے اس ندا کے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اسکو اب یہ شخص منع کرتا اور بدعتی کہتا گناہ بتاتا ہے اور جھوٹے سوال لکھنا اور جواب منگاتا ہے غلام گناہگار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور طفیل غوث الورٰی کے میرے گناہ بخشے آمین عباس میاں ولد علی میاں خطیب

ثانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع البرکات حامی شرع مبین مولٰنا و اولٰنا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب از جانب فقیر حقیر سید احمد علوی الوجیہی بعد تبلیغ مراسم نیاز عرض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندہ نے مستشار العلما لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے ہندو تھا پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و گنگوہ میں جاکر کچھ پڑھا فی الحال

بھڑوچ میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع بھڑوچ کے گاؤں میں جاری کیا ہے۔ قبلہ عالم نفس تثویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تثویب کا ثبوت کوئی کتاب حنفیہ سے نہیں یہ بدعت مذمومہ ہے آپ نے تثویب کو اسی مستشار العلماء میں بہت اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے تثویب کو بحمد اللہ کتاب حنفیہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفس تثویب کے منکر ہو اور جو شخص پکارتا ہے اسکو بدعتی کہتے ہو تو وہ اور اس کے لواحق جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے فتوے پر عمل چاہیے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں یہ مستشار العلماء اس نے چھپوا کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کدورتیں انکے دلوں میں جم گئی ہیں آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دور فرماوے آمین۔ رقیمہ نیاز سید احمد علوی الوجیہی۔

الجواب:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم لک الحمد صل علی المصطفیٰ والہ وصحبہ وبارک وسلم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم خادمان دار الافتاء جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیا و دیانت کس درجہ تک پہنچی ہے اور ایسوں سے مخاطبہ کا کیا موقع رہا ہے اس کے بعد اصل سوال تثویب کا جواب جو بعون الوہاب اعلیٰحضرت مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا مجموعہ مبارکہ فتاوائے رضویہ سے نقل کریں وباللہ التوفیق یہاں خیانتہائے دیوبندیہ پر یہ امر یہاں داعی ہوا کہ دار الافتاء کا فتوے تثویب جمعہ جو جناب کے مرسلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دار الافتاء میں ملک گجرات شہر بھڑوچ محلہ گھو نسواڑہ مسجد آملہ سے محمد دین مجید دی نے بھیجا اور ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ کو اس کا جواب دار الافتاء سے امضا ہوا جس کی نقل فتاوائے اعلیٰحضرت کی جلد دوم کتاب الصلاۃ صفحہ ایک ہزار ستاسی پر ہے اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریفیں کیں جو کسی حیادار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ نو مسلم دیوبند و گنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب جاتا رہا۔ کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیوہ ہے لہٰذا اطلاع مسلمین کیلئے ان کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان ان صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور ان کے ضرر سے محفوظ رہیں کسی مسئلہ میں انکے شور و غل پر کبھی کان نہ رکھیں کہ کوئی عقلمند ایسی خصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلمہ پڑھتا اور اللہ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک ساعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے آیا ایسی خیانتیں اہل حق کرتے ہیں یا وہ کھلے باطل والے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آگئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اُترے کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرنا گوارا کرے گا یا انھیں کسی انسان کا قابل خطاب جانے گا۔ جو ایمان سے کچھ بھی علاقہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے اور ہٹ دھرم بے حیا کا کہیں علاج نہیں ہم پہلے فتوائے تثویب میں ان کی خیانتوں کو ذکر کرینگے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیر ذکر لائینگے کہ معلوم ہو کہ یہ خوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں ہیں ع این خانہ تمام آفتاب است۔ **پہلی خیانت** فتوائے مبارکہ میں اس عبارت کے بعد کہ اس کے لئے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت تھی بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ تو اس وجہ پر یہ کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے۔ بھلا اس کا زیر مستحب داخل ہونا انھیں کب گوارا ہوتا لہذا اسے ایک دم ہضم فرمالیا **دوسری خیانت** عبارت رد المحتار اقامت تک نقل کرکے الخ بنا دیا حالانکہ فتوائے مبارکہ میں وہ یوں تھی او قامت قامت او الصلاۃ الصلاۃ ولو احدث اعلاما مخالفا لذلک جاز نھر عن المجتبیٰ یہ عبارت اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اس وجہ پر الصلاۃ السنۃ قبل الجمعہ کہنا بھی مستحب ہوگا لہذا اسے بھی کتر لیا **تیسری خیانت** اس کے بعد فتوائے مبارکہ میں یہ عبارت تھی اسی میں عنایہ سے ہے احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وہو تثویب الفجر وما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن یہ بھی اسی جرم پر اڑا لی گئی کہ اس میں بھی اس کی دلیل کو علی حسب ما تعارفوہ موجود تھا **چوتھی خیانت** فتوائے مبارکہ میں تھا یہ پانچوں اعتقاد باطل وضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنا لیئے کہ اگر یہ پانچ اعتقاد اخیر جو مسلمانوں کی طرف نسبت کیسے ثابت نہ ہو سکیں تو اگلی دو باتوں کو بھی بزور خیانت اعتقاد میں داخل کرکے مسلمانان بھڑوچ اہل سنت کا فاسد العقیدہ ہونا بتا سکیں۔ **پانچویں خیانت** اس کے اخیر میں اعلیٰ حضرت کی مہر یہ چھاپی

محمدی سنی حنفی قادری
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

یہ مہر بھی اپنی طرف سے بنالی یہ مہر ۱۳۲۷ھ میں گم ہوگئی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۳ھ کی مہر تھی جو اصل مسئلہ کی جواب پر اخیر میں آپ ملاحظہ کرینگے اس میں یہ شعر کندہ ہے ؎

یا مصطفٰے یا رحمۃ الرحمٰن ہو یا مرتضٰی یا غوثنا الجیلانی غالباً انھیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی **چھٹی خیانت** ایک ان کی خیانتوں پر کیا تعجب عام دیوبندیوں خصوصاً اُن کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے ایک صاحب مذہباً دیوبندی مسکناً رامپوری سنی بنکر یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کے لئے فتاوائے مبارکہ کی کتاب الحظر عطا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمد گنج سے عبدالقادر خاں رام پوری نے بھیجا تھا اور اُس میں پانچ سوال تھے سوال چہارم یہ تھا تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہیئے یا سوم کی اس کا جواب اعلیحضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن باقی یہ تعیینیں عرفی ہیں جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے واللہ تعالٰے اعلم ان بزرگ نے بین السطور میں موٹے قلم سے کہ وہی اُس وقت ایک بچے سے انھیں مل سکا جہالت ہے کے بعد لفظ و بدعت اور بڑھا دیا وہ ابتک فتاوے مبارکہ میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتاوائے مبارکہ کی جلد ہشتم کتاب الحظر صفحہ ۳۱ ملاحظہ ہو لطف یہ کہ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کے بعد بڑھایا اور و بدعت عطف واو سے رکھا کہ جملہ اردو پر جملہ فارسی کا عطف ہو گیا جو ہرگز اعلیحضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں افترا کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد و بدعت بڑھایا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اُس کے مثل کا عطف واؤ سے ہوتا طرہ یہ کہ مجموعہ فتاوائے گنگوہی صاحب حصہ اول میں اُن کے حواریوں نے مجدد المائۃ الحاضرہ کا یہ فتوے مع زیادت مفتری چھاپ دیا اور اُس میں صفحہ ۱۵ پر یوں بنا دیا جہالت و بدعت ہے۔ ان کو سوجھی کہ عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی۔ **ساتویں خیانت** ظلم پر ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا۔ فتوے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تعین سوم کی جہالت اور بدعت ہونے میں حالانکہ فتوائے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں۔ ہاں دوجے یا تیجے کی گنتی ضروری جاننے کو ضرور جہالت فرمایا تھا کہاں یہ کہ خاص اس تعین کو ضروری جاننا جہالت ہے اور کہاں یہ کہ سرے سے تعین ہی جہالت و بدعت ہے اُن رام پوری دیوبندی نے خیانت لفظی کی تھی، ان دیوبندی دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نچلا اصل سوم تو جائز ہی رہا لہذا یوں اُس کے ساتھ خیانت معنوی کا گنٹھ جوڑا ملا دیا غرض سے بیباک ہو عیار ہو جو آج ہو تم ہو دُنبے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے ذرا **آٹھویں خیانت** یونہیں مجموعۂ گنگوہی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۷ پر اعلیحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کا ایک فتوے

چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شرابخوار داڑھی منڈ اگستاخی سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر ہنسنے والا ہو ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا ممبر پر تعظیماً بٹھانا ناجائز ہے یا نہیں اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ سخت کبائر اور مرتکب اشد فاسق اور مستحق نار و غضب رحمن ہے۔ اُسے منبر پر بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب اور بے وضو بھی جائز اگر نیت استخفاف کی نہ ہو اور تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہی یونہیں مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزا کفر ہے یونہیں داڑھی لکھانے کی توہین کلمۂ کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم مسلمان دیکھیں کہ اس فتوائے مبارکہ میں ایسے فاسق فاجر بے نمازی شرابخوار توہین کنندۂ شریعت کو منبر پر بٹھانے کی ممانعت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس میلاد مبارک مروجہ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر حیاداروں نے عوام کی آنکھوں پر اندھیری ڈالنے کیلئے اس کا سرنامہ یہ لکھدیا۔ فتوے درباب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاوے قلمی مولوی احمد رضا خانصاحب سچ ہے بے حیا باش وانچہ خواہی کن انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نویں خیانت حیاداروں کو اور نیز و تند چڑھی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں نے بڑھی۔ تنبیہین مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خوف کرنے کا مقام ہے کہ وہ مجالس مروجہ ممنوعہ مبتدعہ ولادت کہ جن کو خود اُن کے مقتدا حرام کیا بلکہ کفر و مستحق نار و غضب رحمن تعالےٰ شانہ لکھتے ہیں۔ مسلمانو خدارا انصاف حرام کالفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر تعظیماً بٹھانے کی نسبت تھا۔ ظلم یہ کہ مستحق نار و غضب رحمن کہ اُس تارک الصلوٰۃ شرابخوار توہین کنندہ شرع کو کہا تھا بے حیاؤں نے اسے بھی مجالس میلاد مبارک پر ڈھال دیا مسلمانو کیا اسی کو دین و دیانت کہتے ہیں ع آدمیان گم شدند ملک خیانت گرفت **دسویں خیانت** مجلس مبارک کو حرام و مستحق نار و غضب جبار ٹھہرانے پر بھی دشمنان مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جلنے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آئی اور بکمال بے ایمانی اپنی اس بکر فکر کی نسبت اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت سے کردی کہ وہ مجالس مروجہ کو کفر لکھتے ہیں۔ سچ ہے جب لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے حصّہ لیں تو پورا ہی نہ لیں سب پڑھے تو ابلیس کے لئے بھی باقی نہ چھوڑیں مسلمانو للہ انصاف کفر کا لفظ ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شریعت و سنت پر ہنسنے کی نسبت تھا یا مجالس مبارکہ کی نسبت مسلمانو للہ انصاف شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکر کرتا ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ خود اعلیٰحضرت کے یہاں اُن کے پردادا صاحب حضرت مولٰنا حافظ محمد کاظم علی خانصاحب

بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفہ حضرت مولنا شاہ انوار الحق لکھنوی رحمتہ اللہ
تعالٰی علیہ کے وقت سے بفضلہ تعالٰی آج تک کہ سو برس کامل سے زائد ہوئے مجالس میلاد شریف
کا انعقاد کمال اہتمام و اعلان عام کے ساتھ ہوتا ہے بحمدہ تعالٰی ہزاروں مسلمان حاضر آئے اور ذکر اقدس
حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فیض و شرف پائے ہیں شہر بھر میں معلوم ہے۔
کہ ربیع الاول شریف کی بارھویں خاص اعلحضرت کے دولت خانۂ فیض کاشانہ کے لئے اسی زمانہ
سے مخصوص ہے اعلیٰ حضرت کے یہاں اور بھی مجالس میلاد مبارک ہوا کرتی ہیں اگر بارھویں شریف
کا پڑھنا خصوصًا خاص ذکر ولادت اقدس روز اول سے خود حضرت بانی مجلس صاحب خانہ کا حصہ ہے
جو بعونہ تعالٰی سو برس سے آج تک ناغہ نہ ہوا سوا ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ کے کہ اس کی بارھویں
مبارک کو اعلحضرت بحمد اللہ تعالٰی سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علی مطیبھا و بارک وسلم میں شرف
آستانہ بوسی سے مشرف تھے اس سال اعلحضرت کے برادر اوسط مولوی حاجی محمد حسن رضا خاں صاحب
حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نیابت کی پھر اعلحضرت اور آپ کے والد ماجد قدس سرہ کے بنیاد
مستقل تصانیف اس مجلس مبارک کے استحباب و استحسان میں موجود ہیں معتقدین اعلحضرت اس تمام
آفتاب عالمتاب سے معاذ اللہ آنکھیں بند کر کے کوروں کی شہادت پر دیوبندیوں کی مان لیں گے کہ اعلحضرت
کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک حرام بلکہ کفر ہے تف تف ہزار تف مسلمانو دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھی
پھر دعوے دین و دیانت باقی ہے سبحن اللہ یہ مونہہ اور یہ دعوے خیر آتنی اچھی کہی کہ معتقدین اعلحضرت کیلئے
خوف کا مقام ہے الحمد للہ خوف کا مقام اولیا و علما کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوف خدا نہ شرم رسول دن
دہاڑے مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے پھرتے ہیں کہ اُن کو دھوکے دیں اُن کے عقائد کو ضرر پہنچائیں
اُن کے اکابر کی نیکنامی کو دھبہ لگائیں مگر بحمد اللہ ان کی خاک الٹی کر انھیں کے منہ اور ان کے پیشوا حضرت
گنگوہی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بحقدار رسید **گیارھویں خیانت** خیر یہ تلک
عشرۃ کاملۃ جیسی تھیں تھیں اب ان کی وہ لیجئے جس کے آگے بہادران جیسی سو خیانتیں اور ہوں تو کان
ٹیکسا دیں وہ کیا وہ رسالہ خبیثہ سیف المنقی کے کونک کہ اعلحضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ دام ظلہم العالی کے
حضرات عالیہ والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے
نام سے کتابیں تراش لیں اُن کے مطبع گڑھ لیئے صفحے دل سے بنا لیے عبارتیں خود ساختہ لکھ کر اُن کی

طرف بیدھڑک نسبت کرکے چھاپ دیں اور سر بازار اپنی حیا کی اوڑھنی اتار آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر بک دیا کہ آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد امجد و پیر و مرشد غوث اعظم فلاں فلاں کتابیں مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالانکہ دنیا میں نہ اُن کتابوں کا پتہ نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت جرات ہو تو اتنی تو ہو۔ اس کا حال العذاب البئیس وایحاث اخیرہ ورملح القہار وغیرہا میں بارہا چھاپ دیا۔ اب پیرسن لیجئے اسی رسالہ خبیثہ کے صفحہ تین پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولٰنا مولوی محمد نقی علی خانصاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گڑھ لی حالانکہ حضرت ممدوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں[1]

مسئلہ (۴۵۳) از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ محبوب گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

ایک بار اذان ہو چکی ہے کسی دوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کر دی درمیان میں کسی ہمسایہ نے اطلاع دی کہ پڑھی جا چکی ہے اب یہ شخص معاً رک جائے یا اذان کو پورا پڑھے۔

الجواب اگر مسجد مسجد محلہ ہے جہاں کیلئے امام و جماعت متعین ہے اور جماعت اولیٰ ہو چکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور اُن کو اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاً رُکجائے اور اگر مسجد عام ہے مثلاً مسجد بازار و سرا و اسٹیشن و جامع تو ہرگز نہ رُکے اذان پوری کرے ممانعت جہالت ہے اور اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اولیٰ ابھی نہ ہوئی تو اختیار ہے چاہے رُکجائے یا پوری کرے اور اتمام اولیٰ ہے۔ وذلک لان فی الاولی اعادۃ اذان لجماعۃ ثانیۃ فی مسجد محلۃ وھو لا یجوز وفی الثانیۃ اعادۃ اذان لجماعۃ اخری فی مسجد شارع وھو مسنون فلا یترک وفی الثالثۃ لا نھی ولا طلب فتخییر واتمام ذکر شرع فیہ افضل لاسیما وقد استحسنوا التثویب واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۴۵۴) از مقام کبیر کلاں ڈاکخانہ خاص علاقہ ڈبائی ضلع بلند شہر مرسلہ عطاء اللّٰہ ٹھیکیدار ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ہجری۔ اقامت صف کے دہنی جانب کہا جائے یا بائیں اس میں کوئی فضیلت دہنے بائیں کی ہے یا نہیں فقط

الجواب:۔ اقامت امام کی محاذات میں کہی جائے یہی سنت ہے ہاں جگہ نہ ملے تو دہنی طرف افضل الیمین علی الشمال ورنہ بائیں طرف لحصول المقصود بکل حال واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۴۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے

[1] یہ نہیں کہ تالیف نامکمل تھا لیکن مضمون بدلکر اس رسالہ میں چھاپ دیا ۱۲ ح

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر (۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی (۳) فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں (۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا (۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو (۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اسکے خلاف اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارۂ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث و فقہ ہوں (۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں اگر ہے تو سنت زندہ کی جائیگی یا سنت مردہ۔ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی (۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی (۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں (۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہیئے۔ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول ص۱۶۲ میں ہے

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ

تعالٰی عنہما کے زمانے میں۔ اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے (۲) جواب اول سے واضح ہوگیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے چہرۂ انوار کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیہ کیلئے درکار ہے (۳) بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے فتاوی قاضیخاں طبع مصر جلد اول صفحہ ۸۰ لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے فتاوی خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لایؤذن فی المسجد مسجد میں اذان نہ ہو خزانۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ کہیں فتاوی علمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۷۵ الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ پر یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر فتح القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱ قالوا لایؤذن فی المسجد علما نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضا باب الجمعۃ صفحہ ۴۱۴ ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ جمعہ کا خطبہ مثل اذان کے ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یوذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم یعنی نظم امام زندویستی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اب زمانۂ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۴ میں لکھتے ہیں۔ قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ہو الثانی یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب وہ تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اسکے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کر دو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اسکے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ

اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیئے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں ۔ بہرکیف اتنا اُن کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے وللہ الحمد۔

(۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیئے۔

(۵) ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اُسی سے بچنا چاہیئے نہ کہ سنت و حکم حدیث و فقہ سے۔

(۶) مکۂ معظمہ میں یہ اذان کنارۂ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰ ۔ المطاف ہو ما کان فی زمنہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مسجدا تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنےٰ رہے گی ولہذا مسجد اگر بڑھا کر کوآں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا۔ جیسے زمزم شریف حالانکہ مسجد کے اندر کوآں بنانا ہرگز جائز نہیں فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ علمگیریہ صفحہ ۷۰ یکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک لایصلی فیہ وہیں ہے۔ لایحفر فی المسجد بئر ماء ولو قدیمۃ تترک کبئر زمزم تو مکۂ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین یدیہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے مستثنےٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر و برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دیئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہ حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ نیز علما نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ کہ یہ مکبرہ کہ چار جگہ سے جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ

جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اُسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ بآواز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ بآواز دعا کرتے ہیں۔ اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ درمختار و ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۹۸ اما ما یفعلہ المؤذنون حال الخطبۃ من الترضی ونحوہ فمکروہ اتفاقا یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں* سے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علما کا کیا اختیار۔ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ و درمختار و ردالمحتار صفحہ ۲۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاوی اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے اما حرکات المکبرین وصنعہم فانا ابرؤ الی اللہ تعالیٰ منہ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں اُن سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا۔ پھر کسی عاقل کے نزدیک اُن کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علما ہیں نہ علما کے زیر حکم۔

*یہ بالاتفاق مکروہ ہے یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے چیختے ہیں۔

(۷) بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احیا سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اللھم ارزقنا رواہ السجزی فی الابانۃ والترمذی بلفظ من احب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احیا سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورہم شیئا جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجۃ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ

اجر مائۃ شہید جو فسادات کے وقت میری سنت مضبوط تھامے اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے رواہ البیہقی فی الزہد اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہوگئی اور سنت مردہ جبھی ہوگی کہ اُس کے خلاف رواج پڑ جائے

(۸) احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اُس کے لئے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب لیں اور اُس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر اُن کی مدح ہوئی نہ کہ اُلٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

(۹) حوض کہ بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور اُس کی فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے۔ لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم

(۱۰) لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اُسے گوشہ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اُسے قیام مؤذن کے لائق تراشش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔

مسلمان بھائیو۔ یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کیا ہے تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے **حضرات علمائے اہلسنت سے معروض**

حضرات احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمایئے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے آپ کے رب کا حکم ہے۔ تعاونوا علی البر و التقوٰی۔ اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمایئے اور اُس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور اُن کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی (۱۱) اشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے (۱۲) کیا محتمل صریح کا مقابل ہوسکتا ہے (۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصًا استنباط بعید یا جس کا منشا ہی غلط (۱۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے (۱۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا سب ہندی علما اسے بجالاتے ہیں یا سو میں کتنے۔ بینوا توجروا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۵۶: از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالمقتدر صاحب ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

حضرت جناب مخدوم ومحترم ومکرم ومعظم ادام اللہ تعالٰی برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ، یہ بات کہ اس اذان کا کب سے داخل مسجد ہونا معمول ومروج ہوا بقینی طور سے محقق نہیں ہوا علی الباب اذان کا مسنون ہونا اگر کسی کتب فقہ میں نظر پڑا ہو تو لکھیئے اکثر لوگ اس کے طالب ہیں فقط

الجواب: علی الباب اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں یہ دعوٰی کس کا ہے یہاں سے تو دو باتیں کہی گئی ہیں ایک یہ کہ بیرون مسجد یہ مسنون ہے دوسرے یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے۔ دونوں کی روشن سندیں کتب فقہ سے دی گئیں مسجد کریم میں زمانہ اقدس میں دروازہ شمالی خاص محاذات منبر اطہر میں تھا۔ کما فی صحیح البخاری۔ لہٰذا دروازہ مسجد پر یہ اذان ہوتی نہ یہ کہ خصوصیت باب ملحوظ تھی یہاں کے فتوے میں جواب سوال دہم ملاحظہ ہو سنیت خصوص علی الباب کا کون قائل ہے اذان اول کی سنیت پر زمانہ عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استناد کرنے والے علماء کیا اس کے قائل ہیں کہ پہلی اذان بالخصوص بازار میں ہونا سنت ہے یا ان سے یہ مطالبہ ہوسکتا ہے کہ فقہا نے اس خصوصیت بازار کو کہاں مسنون لکھا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۵۷: مسئولہ قاضی محمد عمران صاحب از بریلی شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز جمعہ بزمانہ حضرت تاج مدینہ ختم المرسلین کے اذانیں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کون کون موقع تھے۔ آیا پہلی اذان جو ہوتی ہے وہ کہاں ہوتی تھیں۔ اور دوسری جو اس زمانہ میں وقت خطبہ خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانہ میں ایک ہی اذان علٰی باب المسجد ہوتی تھی تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کس کے حکم سے شروع ہوئی اور ائمہ کرام کے نزدیک اس کی جواز کی بابت کیا حکم ہے فقط

الجواب: زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے حضور کے سامنے مواجہہ اقدس میں مسجد کریم کے دروازہ پر زمانہ اقدس میں مسجد شریف کے صرف تین دروازے تھے ایک مشرق کو جو حجرہ شریفہ کے متصل تھا جس میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر اب باب جبریل ہے دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرحمہ ہے۔ تیسرا شمال میں جو خاص محاذی

منبر اطہر تھا صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے۔ دخل رجل یوم الجمعۃ من باب کان وجاہ المنبر ورسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم قائم یخطب فاستقبل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم قائم فقال یارسول اللہ الحدیث اسی دروازے پر اذان جمعہ ہوتی تھی۔ کہ منبر کے سامنے بھی ہوئی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانہ صدیق اکبر وعمر فاروق وابتدائے خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہم میں یہی ایک اذان ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شنائی حاضری میں قدرے کسل واقع ہوا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بازار میں دلوانی شروع کی مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے اور خلاف سنت ہے یہ نہ زمانہ اقدس میں تھا نہ زمانہ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی نہ ہمارے ذمہ اس کا جاننا ضرور بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے واللہ اعلم بہر حال جبکہ زمانہ رسالت وخلفائے راشدین میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ کی تصریح ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو مسجد میں اذان مکروہ ہے تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہیئے بدعت سے بچنا چاہیئے اس تحقیقات سے کیا کام کہ سنت پہلے کس نے بدلی اللہ تعالٰے ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی سنت اور اپنے فقہائے کرام کے احکام پر عامل ہوں اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۰ از پیلی بھیت محلہ غفار خاں مرسلہ حافظ محمد صدیق امام مسجد چھیپیان ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذان جو خارج مسجد کہنا مسنون ثابت ہوا ہے اب بنظر رفع فساد پھر بدستور قدیم اذان منبر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ درصورت عدم جواز فساد اور فتنے کا احتمال قوی ہے بینوا بالصواب تجروا یوم الحساب

الجواب یہاں دو چیزیں ہیں ایک اتیان معروف واجتناب منکر دوسرے امر بالمعروف ونہی عن المنکر مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربار الٰہی کی بے ادبی ہے تو جو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفت سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وارتکاب بے ادبی دربار عزت کا مواخذہ اس کی ذات پر ہے اور جو مسجد پرائی ہے اوروں کا اس میں اختیار ہے اس کا مواخذہ ان پر ہے اس کے ذمے صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کردے اور اس میں بھی فتنہ وفساد ہو تو دل سے برا جانے پھر ان کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی وقال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا علیکم

انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کرسکتا یونہیں دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کرسکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اتباع سنت کا اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ وفساد اٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہوگا حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے اس کے ذریعہ سے بندوبست کراسکتا ہے ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی اور مفسدوں کا خوف حد مجبوری تک پہنچتا تو حالت اکراہ تھی اس وقت اس پر مواخذہ نہ ہوتا قال تعالٰی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا ان کی سرکشی وفتنہ پردازی کے وقت مطلقاً ساقط ہوجاتا ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہوگا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کرسکے اور حقیقی مجبوری ہوکر استطاعت اصلاً نہ رہے قال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا باوصف قدرت بندوبست واستعانت بحکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رورعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہوسکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین آج اس امر کے لئے کہتے ہیں کل کو اگر انہوں نے خود نماز پر فتنہ اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دے گا نہیں نہیں بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کہ اپنا مکان خالی کردو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا ہبہ نامہ لکھ دو ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں اس وقت ان کا کچھ بندوبست کرے گا، استغاثہ کرے گا، یا چپکے سے جائداد ومکان چھوڑ بیٹھے گا۔ جو جواب کرے گا وہ اب کرے اور اتباع احکام شرع کو مکان وجائداد سے ہلکا نہ جانے ہاں دوسروں کے سر چڑھنے اور فتنہ وفساد کے اٹھانے کی اجازت نہیں ہوسکتی قال تعالٰی والفتنۃ اشد من القتل وقال تعالٰی لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا وقال تعالٰی لھا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولاتسئلون عما کانوا یعملون۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۹: از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ مولوی چودھری عبدالمجید خاں صاحب رئیس ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذان ثانی جمعہ خارج مسجد صحن مسجد کے نیچے جوتے اتارنے کی جگہ اگر کہی جاوے تو اس میں کچھ حرج ہے یا باب مسجد پر ہی ہونا ضروری ہے ان دونوں میں کسی بات میں اولویت ہوگی یا مساوی حالت ہے دوم یہ کہ جو

بھی اس بارے میں باب مسجد کے قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں دیوبندی صاحب کا مقولہ ہے کہ محراب مسجد خارج مسجد کا حکم رکھتی ہے اور اسی لئے اُس میں امام کا کھڑا ہونا جائز نہیں (حالانکہ اپنے نزدیک یہ بات نہیں آئندہ جو مفتی صاحب فرمائیں) سوم یہ کہ اگر باب مسجد دالان وصحن مسجد کے بالمقابل نہ ہو بلکہ شمالاً وجنوباً واقع ہوا ور صحن مسجد مشرقی جانب حد دیوار سے ملا ہوا ہو اور اُس کے بعد کوئی جگہ خارج مسجد نہ ہو تو وہاں کیا کیا جائے اور اذان ثانی کہاں ہو اور خطیب کہاں بیٹھے تاکہ مؤذن کا مقابلہ فوت نہ ہو۔ چہارم یہ کہ اذان مذکور باب مسجد پر جو دی جائے تو وہ باب مسجد کے وسط میں کھڑے ہو کر ہو یا اُس سے پرے نیچے اتر کر یہاں تو آج وسط باب پر کہی گئی ہے آئندہ جیسا ارشاد ہو والسلام فقط

الجواب صحن مسجد کے نیچے جو جگہ خلع نعال کی ہے خارج مسجد ہے اُس میں اذان بے تکلف مطابق سنت ہے علی الباب ہونا کچھ ضرور نہیں مسجد کریم میں باب شمالی محاذی منبر اطہر تھا کما فی صحیح البخاری لہٰذا علی الباب ہوتی تھی ورنہ خصوصیت باب ملحوظ نہ تھی بلکہ صرف دو باتیں محاذات خطیب و اذان خارج مسجد۔ محراب مسجد وہ طاق ہے کہ دیوار قبلہ کے وسط میں بنتا ہے اُس میں اذان ہونے کے کوئی معنی نہیں نہ اُس میں محاذات خطیب ہو اور منتہائے درجہ جانب مشرق پر جو در بنتے ہیں یہ محراب نہیں ان کو بین الساریتین کہتے ہیں ان میں امام کا کھڑا ہونا ناجائز نہیں ہاں خلاف سنت ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ زمین مسجد نہیں بلکہ اس لیے کہ امام اور جماعت مقتدیوں کا درجہ بدلا ہوا ہونا خلاف سنت ہے۔ کما فی شرح النقایۃ شرقی جانب اگر دیوار مسجد ہے تو اُسکی نسبت فتوے میں معروض ہے کہ اُس میں طاق محراب تما محاذات منبر میں بنالیں اور اگر دیوار کسی غیر کی ہے اور وہ اجازت نہ دے تو اس کا سوال مراد آباد سے آیا تھا اس کے جواب کی نقل حاضر کرتا ہے باب مسجد ہی میں مؤذن کھڑا ہو دروازہ سے باہر ہونے کی حاجت نہیں کہ اس حکم میں مسجد کی دیواریں فصلیں دروازہ کی زمین خارج مسجد میں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئولہ جناب مشتاق احمد صاحب از شہر بریلی محلہ بہاری پور ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد متصل دفتر چھوٹی ریل۔ کی میں ہم لوگ نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں وہاں جو شخص نماز پڑھاتے ہیں وہ خطبہ کے وقت خلیفہ ہشام نے مسجد کے اندر لوگوں سے دلوانا شروع کی ہے وہ بدعت حسن ہے یعنی وہ بدعت سیئہ نہیں ہے اور بدعت حسن کے کرنے کو کسی نے بھی عالموں میں سے منع نہیں کیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیشہ اذان کا مسجد کے دروازہ پر ہونا ثابت نہیں ہے اس

وجہ سے جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلواتے ہیں اُن منع کرنا نہیں چاہیئے کیونکہ وہ بدعت حسن کرتے ہیں اور سنت مواظبہ کو نہیں چھوڑتے ہیں لہذا عرض یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر ہمیشہ ہونا اذان کا ثابت ہے یا نہیں اور سنت مواظبہ ہے یا نہیں اور اذان مسجد کے اندر دینے سے سنت چھوٹ جائے گی یا نہیں اور بدعت ہوگی یا نہیں اور بدعت ہوگی تو کونسی ہوگی بدعت حسن ہوگی یا بدعت سیئہ ہوگی اگر بدعت حسن ہوگی تو اُس کو منع کرنا چاہیئے یا نہیں اور اگر بدعت سیئہ ہوگی تو منع کرنا چاہیئے یا نہیں اور منع کرنے والا کون ہوگا اور اُس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اذان خطبہ والی کو اندر دلانا کس نے شروع کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں جو لوگ اس کا دعوی کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم پر افترا کرتے ہیں ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں البتہ پہلی اذان کے نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اُسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کرلایا۔ اور اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المؤمنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بازار میں پہلی اذان دلواتے تھے ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی رہی یہ دوسری اذان خطبہ اس کی نسبت تصریح ہے کہ ہشام نے اس میں کچھ تغیر نہ کیا اُسی حالت پر باقی رکھی جیسے زمانہ رسالت وزمانہ خلافت میں تھی امام محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر ص۲۲۵ میں فرماتے ہیں لما کان عثمٰن امر بالاذان قبلہ علی الزوراء ثم ھشام الی المسجد ای امر بفعلہ فیہ وجعل الاخر الذی بعد جلوس الخطیب علی المنبر بین یدیہ بمعنی انہ ابقاہ بالمکان الذی یفعل فیہ فلم یغیرہ بخلاف ما کان بالزوراء فحولہ الی المسجد علی المنار یعنی جب عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے اذان خطبہ سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر دلوائی پھر اس پہلی اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل کرلایا اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے وہ خطیب کے مواجہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیل نہ کی بخلاف بازار والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا تھا۔ ہاں وہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کی محاذات میں ہونا بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منارہ ہی پر ہونا سنت بتاتے ہیں اُن میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں پہلے اذان ثانی امام کے روبرو ہشام نے کہلوائی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں

اذان کبھی محاذاتِ امام میں نہ ہوتی تھی منارہ ہی پر تھی۔ پھر اس سے کیا ہوا غرض ہشام بیچارے سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اُس نے اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے برابر کہلوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی تو اُس کا قول و فعل کیا حجت تھا وہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سیدنا امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کرایا سولی دلوائی اور اُس پر یہ شدید ظلم کہ نعش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا برسوں سولی ہی پر رہی جب ہشام مرگیا تو نعش مبارک دفن ہوئی ان برسوں تک بدن مبارک کے کپڑے گل گئے تھے قریب تھا کہ بے ستری ہو اللہ عزوجل نے مکڑی کو حکم فرمایا کہ اُس نے جسم مبارک پر ایسا جالا تان دیا کہ بجائے تہ بند ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض صالحین نے دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی سے پشت اقدس لگائے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کچھ کیا جاتا ہے میرے بیٹوں کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے خلاف ایسے ظالم کی سنت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ ائمہ پر اُس کی تہمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کرلی کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے اللہ عزوجل پناہ دے اس کے بدعت حسنہ ہونے کا دعوے محض باطل و بے اصل ہے (۱) بدعت حسنہ سنت کو بدلا نہیں کرتی اور اس نے سنت کو بدل دیا (۲) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربار الٰہی کی گستاخی و بے ادبی ہے علمائے کرام فرماتے ہیں ادب میں طریقہ معہودہ فی الشاہد کا اعتبار ہوتا ہے فتح القدیر میں فرمایا یحال علی المعہود من وضعہا حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السرۃ یعنی قیام تعظیمی میں بادشاہوں وغیرہم کے سامنے ہاتھ زیر ناف باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیر ناف باندھیں گے اب دیکھ لیجئے کہ درباروں میں درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے کیا عین دربار میں کھڑے ہوکر چوبدار چلاتا ہے کہ دربار یو چلو ہرگز نہیں۔ بے شک ایسا کرے تو بے ادب گستاخ ہے جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ یہی کچہریاں دیکھ لے کیا ان میں مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضریاں کمرہ کے اندر پکاری جاتی ہیں یا کمرہ سے باہر جاکر کیا اگر چپراسی خاص کمرہ کچہری میں کھڑا ہوا حاضریاں پکارے چلائے بے ادب گستاخ بنا کر نکالا جائے گا افسوس جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچہری میں نہیں کرسکتے احکم الحاکمین

جل جلالہ کے دربار میں روا رکھو (۳) مسجد میں چلانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہاء نے یہ ممانعت ذکر الٰہی کو بھی عام رکھی جبتک شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہو درمختار میں ہے یحرم فیہ ای المسجد السؤال ویکرہ الاعطاء ورفع صوت بذکر الا للمتفقھۃ نہ کہ اذان کہ یہ تو خالص ذکر بھی نہیں کما فی البنایۃ شرح الھدایۃ للامام العینی۔ (۴) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا جس کیلئے مساجد کی بنا نہ ہو صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا جو گمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اُس سے کہو اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا درمختار وغیرہ ہیں کرہ انشاد ضالۃ تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لئے ڈھونڈتا اور مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں اگر اذان دینے کے لئے مسجد کی بنا ہوتی تو ضرور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے مسجد جس کے لئے بنی زمانہ اقدس میں اُسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول۔ تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے۔ اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا (۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرماتے کہ اُس کا وجوب نہ ثابت ہو ترک کا جواز معلوم ہوجائے ولہذا علماء نے سنت کی تعریف میں مع الترک احیانا ماخوذ کیا کہ ہمیشہ کیا مگر کبھی کبھی ترک بھی فرمایا اور یہاں اصلا ایک بار بھی ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو جو مدعی ہو ثبوت دے (۶) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا عبارتیں اصل فتوے میں گزریں اور حنفیہ کے یہاں مطلق کراہت سے غالبا مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جب تک اُس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور یہاں خلاف پر دلیل درکنار اُس کے موافق دلیل موجود ہے۔ کہ یہ گستاخی دربار معبود ہے (۷) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے بصیغہ نفی منع فرمایا کہ صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہے عبارات کثیرہ اصل فتوے میں گزریں اور فقہا کا یہ صیغہ غالبا اُس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں ظاھر قول المصنف ولا یزید علیھا شیئا یشیر الی عدم اباحۃ الزیادۃ علیھا ہدایہ میں قول امام محمد قرأ جھرا پر فرمایا یدل علی الوجوب عنایہ میں فرمایا لانہ بمنزلۃ الامر بل اکد فتح القدیر میں فرمایا ما ینال علی الوجوب وھو لفظ الخبر اِن وجوہ پر نظر انصاف کے بعد مجموع سے کم از کم اتنا ضرور ثابت کہ مسجد کے اندر

اذان بدعت سیئہ ہے ہرگز حسنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۲: مرسلہ جناب منشی فقیر محمد صاحب تاجر چرم کانپوری از مقام شہر ہمیر پور صوتی گنج صدر بازار ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۲۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں جس وقت مؤذن حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہے تو سامع کو اُس کے جواب میں کیا کہنا چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح دونوں کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا چاہیئے اور بعض اول کے جواب میں یہی لاحول اور دوم کے جواب میں ما شاء اللہ کان ومالم یشألم یکن کہتے ہیں اور افضل یہ ہے کہ حی علی الصلوٰۃ کے جواب میں کہے حی علی الصلوٰۃ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کہے حی علی الفلاح لاحول ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشألم یکن واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۳: از بمبئی بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمٰن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں حی علی الصلوٰۃ علی الفلاح کے وقت موذن دائیں بائیں رخ کرتا ہے آیا اقامت میں بھی دائیں بائیں رخ کرنا سنت ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب علماء نے اقامت میں بھی دہنے بائیں منہ پھیرنے کا حکم دیا ہے اور بعض نے اُسے اُس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے کہ کچھ لوگ اِدھر اُدھر منتظر اقامت ہوں درمختار میں ہے۔ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا قنیہ میں ہے۔ الاصح ان الصلوٰۃ عن یمینہ والفلاح عن شمالہ ثم قع ضیہ والاقامۃ کذٰلک اھ اعلی الائمۃ الترجمانی وشرف الائمۃ المکی والقاضی شہاب الجبار والایضاح اوضیاء الائمۃ الجحی اسی میں ملتقط سے ہے۔ لایحول راسہ فی الاقامۃ عند الصلوٰۃ والفلاح الالاناس ینتظرون الاقامۃ واللہ اعلم

مسئلہ ۳۶۴: از دومن خرد علداری پرتگال مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشھد ان محمدا رسول اللہ جو اذان واقامت میں واقع ہے اُس میں انگوٹھوں کا چومنا جو مستحب ہے اگر کوئی شخص باوجود قائل ہونے استحباب کے احیانا عمداً ترک کرے تو وہ شخص قابل ملامت ہے یا نہیں۔

الجواب جبکہ مستحب جانتا ہے اور فاعلوں پر اصلا ملامت روا نہیں جانتا فاعلوں پر ملامت کرنے والوں کو برا جانتا ہے تو خود اگر احیانا کرے احیانا نہ کرے ہرگز قابل ملامت نہیں فان المستحب ھذا شانہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۶) از مرادآباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود قادری برکاتی رضوی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ حضور پرنور کے نام مبارک سن کر ہاتھ چوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا ہے۔

الجواب جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو مثلاً حالت خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ایسی حالتوں میں اجازت نہیں باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے۔ جبکہ بہ نیت محبت و تعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۷) از اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے وقت انگوٹھے چومنا اس کا جو کچھ طریقہ ہو اور دعا وغیرہ اور جس جس موقع پر کیا جاوے مفصل اطلاع بخشیے۔

الجواب جب مؤذن پہلی بار اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے یہ کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ جب دوبارہ کہے یہ کہے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگالے آخر میں کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر والمختار عن جامع الرموز عن کنز العباد یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی ایسا ہی کرے تو کچھ حرج نہیں لما بیناہ فی رسالتنا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۶۸) از جیب والہ ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دستور ہے کہ قبل صلاۃ عیدین دو شخص کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں دے کر الصلاۃ یرحمکم اللہ الصلوۃ کئی مرتبہ پڑھتے ہیں آیا یہ فعل جائز ہے یا بدعت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ فعل منقول ہے یا نہیں۔

الجواب جائز ہے کہ منع نہیں اگرچہ منقول نہ ہو جیسے تثویب۔ نہیں نہیں بلکہ خود صاحب شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ پکارے روی الامام الشافعی عن الزھری قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یامر المؤذن فی العیدین فیقول الصلاۃ جامعۃ لاجرم علمائے کرام نے بالاتفاق عیدین میں صلاۃ پکارنا مستحب فرمایا شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے یقول اصحابنا وغیرھم انہ یستحب ان یقال الصلاۃ جامعۃ مرقاۃ علی قاری میں ہے یستحب ان ینادی لھا الصلاۃ جامعۃ وہ الفاظ کہ سائل نے ذکر کیے الصلاۃ یرحمکم اللہ انھیں کے معنی میں ہیں پس بدعت نہیں مستحب ہیں اقول وما روی مسلم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لا اذان للصلاۃ یوم الفطر ولا

اقامۃ ولانداء ولاشیئ فہی فتوٰی منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اما روایتہ ماذکر اوّلًا قال لم یکن یؤذن یوم الفطر ولایوم الاضحی ولیس فیہ الا نفی الاذان وزاد جابر بن سمرۃ وغیرہ نفی الاقامۃ وقد انعقد علی نفیھما الاجماع ولانظر لحدوث شاذ فلاحاجۃ الی ماذکر الامام النووی فی قول جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ یتاول علی ان المراد لااذان ولااقامۃ ولانداء فی معناھما ولاشیئ من ذٰلک اھ ومن العجب ماوقع فی الاشعۃ تحت حدیث جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العیدین غیر مرۃ ولامرتین بغیر اذان ولااقامۃ انہ زاد فی روایۃ ولاالصلوٰۃ جامعۃ اھ فلاثولہ فی صحیح مسلم ولوکان لم یدل الا علی عدم المواظبۃ ولم یعارض ماثبت فی مرسل الزہری ومرسل الثقۃ حجۃ عندنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بیکانیر مارواڑ محلہ دناں مرسلہ قاضی قمرالدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف ہم پڑھتے ہیں لیکن ہاتھوں کو چومتے نہیں ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ جو ہاتھ چومے وہ مردود وملعون ہے اب گزارش ہے کہ ہاتھ چومنا کیسا ہے اور چوما جائے تو کیا ہمارے ذمے گناہ ہوگا اگر چومنا منع ہے تو وہ شخص کہ جو نہیں چومنے والوں کو کلمات مندرجہ بالا کہتا ہے اُس کے لئے کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہوا یا اسلام میں رہا

الجواب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام اقدس اذان میں سن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے اچھا ہے ثواب ہے کما فی کنزالعباد وجامع الرموز ورد المحتار وغیرھا مگر فرض واجب نہیں کہ نہ کرنے سے گناہ ہو اور صرف اس قدر پر مردود وملعون کہنا سخت باطل ومردود ہے ہاں جو بربنائے وہابیت اُسے بُرا جان کر نہ چومے تو وہابی ضرور مردود وملعون ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(۱) الاقامۃ حق للمؤذن ولایقیم لغیرہ اذنہ سمعت من اساتذۃ مرویۃ وان قال الامام لغیرہ اقم فھو ایضا جائز بغیر الکراھۃ صحیح ام لا (۲) والمکبر فی یوم العید والجمعۃ ان کبر بغیر اذان الامام لایجوز الاخذ بقولہ ولا بطلت صلوٰۃ من کبر او مسجارہ بتکبیرہ صح ام لا

الجواب (۱) ان کان المؤذن حاضرا لایقیم غیرہ الا باذنہ ولاینبغی للامام ان یامر غیرہ بالاقامۃ الا بوجہ شرعی مثل ان تکون اقامۃ مشتملۃ علی لحن وذٰلک لانہ یوحش المؤذن بہ (۲) ھذا باطل لا

اصل لا یجوز التبلیغ عن الحاجۃ وان لم یاذن الامام بل وان نھی۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲۴: ۔ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں کو جب تکبیر نماز کہی جاوے تو تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہیئے یا جب حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح مکبر کہے تب کھڑے ہوں اور مقتدی وامام اس میں یعنی قیام وقعود میں مساوی ہیں یا ہر ایک کے واسطے جدا گانہ حکم ہے مثلاً جو کہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں لیکن امام فوراً جب تکبیر شروع ہو کھڑا ہو جائے اس کا فعل صحیح ہے یا غلط

الجواب حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں جس نے کہا امام فوراً کھڑا ہو جائے غلط کہا حوالہ وہ دے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از چھوڑ گڈھ میوار مرسلہ فتح محمد صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں امام ہو اور تکبیر مکبر شروع کردے اب امام حجرہ سے روانہ ہو ختم تکبیر سے سے پہلے حی علی الفلاح کے وقت یا بعد ختم تکبیر مصلے پر پہنچ جاوے اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے بصورت احیاناً و یا بصورت دوام ہر دو صورت کا کیا حکم ہے۔

الجواب اس صورت میں کوئی حرج نہیں نہ امام مکبر کا پابند ہو سکتا ہے بلکہ مکبر کو امام کی پابندی چاہیئے حدیث میں ہے۔ المؤذن املک بالاذان والامام املک بالاقامۃ اور اگر وہ تکبیر ہوتے میں چلا تو اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلے پر جائے اور حی علی الفلاح یا ختم تکبیر پر تکبیر تحریمہ کہے یو ہیں بعد خطبہ اسے اختیار ہے کہیں مشغول نہیں کہ خطبہ فرما کر ہوتے تک جلوس فرماتے ہیں حکم قوم کے لئے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جروده ضلع میرٹھ مسئولہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ ہجری۔ تکبیر سے پہلے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور کچھ لوگ کھڑے ہوں تو کیا تکبیر شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا ہو جانا چاہیئے یا بیٹھ جانا چاہیئے اگر بیٹھے رہیں تو کس لفظ پر کھڑا ہونا چاہیئے اگر تکبیر شروع ہوتے ہی فوراً کھڑے ہو جائیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

الجواب تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علما نے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آیا تو بیٹھ جائے۔ اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ محمد عبدالرشید از حصار مدرسہ انجمن محاسن اسلام احاطہ عبدالغفور خاں صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۶ھ مسجد میں بلا اذان نماز جماعت درست ہے یا نہیں اور تنگ وقت کی وجہ سے صرف تکبیر جماعت اذان کے لئے کافی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب بلا اذان جماعت اولٰی مکروہ وخلاف سنت ہے ہاں وقت ایسا تنگ ہو گیا ہو کہ اذان کی گنجائش نہ ہو تو مجبوراً نہ خود ہی چھوڑی جائے گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷۵ مسائل از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ نتھے خاں ۵ محرم ۱۳۳۹ھ (۱) اذان سنت ہے یا واجب (۲) اذان نابالغ دیوے تو جائز ہے یا ناجائز (۳) تکبیر واجب ہے یا سنت (۴) مصلے پر امام نہ ہو تو تکبیر جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب:۔ (۱) جمعہ و جماعت پنجگانہ کیلئے اذان سنت مؤکدہ و شعار اسلام و قریب الوجوب ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) نابالغ اگر عاقل ہے اور اُسکی اذان اذان سمجھی جائے تو جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم (۳) یونہیں تکبیر بھی واللہ تعالٰی اعلم (۴) جب امام مسجد میں بہ تہیہ نماز آئے تو تکبیر کہہ سکتے ہیں اگرچہ مصلے تک نہ پہنچے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷۶ از شہر مسئولہ وکیل الدین طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بہت ہی پکا سنی ہے اہلسنت کے طریقہ پر قدم بقدم چلتا ہے ایک ذرہ بھی وہابیت کا نقص نہیں پایا جاتا وہابیوں سے متنفر رہتا ہے الغرض عقائد میں کسی قسم کی خرابی نہیں ایسے شخص کو بکر وہابی دکافر کہتا ہے چونکہ بکر نے زید کو بوقت اذان کے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگشت کو بوسہ لیتے ہوئے اور درود شریف باآواز بلند پڑھتے ہوئے نہ دیکھا زید کہتا ہے کہ اذان کا جواب دینا اور درود شریف حضور کے نام مبارک پر اُس وقت پڑھنا دل میں چاہئے لہذا میں دل میں پڑھتا ہوں اور جواب اذان دیتا ہوں اور زید انگشت چومنے سے انکار بھی نہیں کرتا ہے اس وجہ سے بکر زید کو اسلام سے خارج کر کے کفر میں داخل کر دیا ہے اور زید کے عقائد کی حالت بھی مندرجہ بالا ذیل میں مذکور ہے اس صورت میں بکر کا یہ کلام زبان سے نکالنا صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں تو بکر پر شارع علیہ السلام کا کیا حکم جاری ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید کو وہابی کہنا جائز نہیں اور اُسے خارج از اسلام ٹھہرانا سخت اشد کبیرہ ہے بکر پر توبہ فرض ہے اور اُس وقت درود شریف دل میں پڑھنے سے اگر زید کی مراد یہ ہے کہ زبان سے نہ پڑھی جائے تو غلط ہے زبان سے پڑھنا لازم ہے اور باآواز ہونا مستحب ہے کہ اوروں کو بھی ترغیب و تذکیر ہو اور اُس پر درود شریف نہ پڑھنے کی بدگمانی نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷۷ از شہر محلہ ملوک پور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر اولی کے شروع ہونے کے وقت امام و مقتدی کو کھڑا رہنا چاہئے یا بیٹھ جانا چاہئے اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے۔

الجواب امام کے لئے اس میں کوئی خاص حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے یہانتک کہ عالمگیری وغیرہ میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر ہو رہی ہو فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو اور اس میں راز کبیر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلاۃ ادھر اُس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ مراد پانے کو جماعت کھڑی ہوئی اُس نے کہا

قد قامت الصلاۃ جماعت قائم ہوگئی واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ از شہر بازار شہامت گنج مسولہ سیت خان ۹ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلاۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھنا آواز بلند چاہیئے یا نہیں ایک شخص کہتا ہے کہ صلاۃ وسلام پڑھنے سے اذان کی حیثیت گھٹتی ہے کوئی ضرورت نہیں ہے جواب سے مشرف فرمایا جاوے۔

الجواب پڑھنا چاہیئے اور صلاۃ وسلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ اعلام کے لئے تھی اور یہ اُس کی ترقی ہے واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ از شہر محلہ صالح نگر مسئولہ کفایت درزی ساز ۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شخص وہابی ہے یا ان کا ہمخیال ہے اگر وہ اذان دے سنی کی مسجد میں تو اس کا جواب سُنی دے یا نہیں اور جب سُنی اس مسجد میں نماز کے لئے جائے تو اپنی اذان کہے یا اسی کی اذان پر اکتفا کرے اور دوسری اذان نہ کہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب اسم جلالت پر کلمہ تعظیم اور نام رسالت پر درود شریف پڑھیں گے اگرچہ یہ اسمائے طیبہ کسی کی زبان سے ادا ہوں مگر وہابی کی اذان اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں اور اہل سنت کو اُس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور دوبارہ اذان کہیں درمختار میں ہے۔ ویعاد اذان کافر وفاسق واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ موضع بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۷ صفر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ جو بعد اذان بلفظ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھی جاتی ہے مخالف کہتا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شارع اسلام کے خلاف ہے یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اس کو امام بنانا چاہیئے یا نہیں (۲) بر وقت جماعت کے قبل جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اُس کو زید کہتا ہے کہ امام ومقتدی بیٹھ کر سنیں عمرو کہتا ہے کہ کھڑے ہوکر سننا چاہیئے اور یہ رواج قدیم ہے اور یہ نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے ثبوت دے شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کہتا ہے ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلا فرد فرض ہے۔ قال اللہ تعالٰی ان اللہ وملئکۃ

یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ بیشک اللہ اور اُس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو درود بھیجو ان پر اور خوب اسلام عرض کرو صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثنا فرما دیا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجو جب پڑھا جائے گا اسی حکم الٰہی کا امتثال ہوگا فلہذا ہر بار درود پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اُسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھینگے فرض ہی میں شامل ہوگا نظیر اس کی تلاوت قرآن کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا۔ اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقرؤا ما تیسر من القرآن کے اطلاق میں ہے آج کل ایسا انکار کرنے والے کہاں نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۸۱) مسئلہ شرعیہ کو نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہنا اگر براہ جہالت نہ ہو کلمۂ کفر ہے کہ توہین شریعت ہے معتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر بیٹھکر سنیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اُس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے اس قول کی مطابقت ہو جو وہ اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلوٰۃ جماعت کھڑی ہوئی یہانتک کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور اُس وقت کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیال نہ کرے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا۔ بلکہ فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو۔ علمگیریہ میں ہے۔ اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ (۱۸۲) از ریاست رام پور محلہ مردان خان گلی مرچیاں مسئولہ محمد نور ۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں پنجگانہ اذان واسطے نماز کے کہاں کہی جائے اور باقی مسجد نے کوئی جگہ اذان کی مقرر نہیں کی اکثر لوگ صحن مسجد میں اذان کہدیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی داہنی طرف یعنی جنوب کو اذان ہو اور مسجد کی بائیں طرف یعنی شمال کو تکبیر کہی جائے اور جس مسجد کا کوٹھا نہ ہو صاف میدان حد بستہ ہو اُس مسجد کی کونسی داہنی اور بائیں پر عمل کیا جائے اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ جماعت پر رحمت سبحانہ تعالٰی کی رحمت اول امام پر اور بعد اُس کے صف اول کی داہنی جانب سے تمام پر شروع ہوتی ہے پھر دوسری تیسری صفوں پر آخر تک جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مسجد کی داہنی جانب جنوب ہے اسی جانب سے مصلیاں پر رحمت حق نازل ہوتی ہے۔ یا اس کے بالعکس اور منبر مسجد کو بائیں جانب کہتے ہیں اور پرانی مسجدوں میں داہنی جانب اور بائیں جانب برج بنے ہوتے ہیں اُس پر اذان ہوا کرتی ہے اس وقت کے موذنان نے اُس کو چھوڑ

دیا صحن مسجد میں جہاں چاہتے ہیں اذان کہہ دیتے ہیں آیا اذان پنجگانہ نماز سنت خارج مسجد مثل منارہ وغیرہ ہے یا صحن مسجد۔ بینوا توجروا۔

الجواب مسجد میں اذان کہنا مطلق منع ہے خلاصہ وہندیہ وبحرالرائق وغیرہا میں ہے لایؤذن فی المسجد نظم زندویسی وجامع الرموز میں ہے یکرہ الاذان فی المسجد اذان کے لئے کوئی دہنی بائیں جانب مقرر نہیں۔ منارہ پر ہو جس طرف ہو اور جہاں منارہ یا کوئی بلندی نہیں وہاں فصیل مسجد پر اُس طرف ہو جدھر مسلمانوں کی آبادی زائد ہے اور دونوں طرف آبادی برابر ہو تو اختیار ہے جدھر چاہیں دیں تکبیر میں مناسب یہ ہے کہ امام کے محاذی ورنہ امام کی دہنی جانب کہ مسجد کی بائیں جانب ہوگی ورنہ جہاں بھی جگہ ملے۔ رحمت الٰہی پہلے امام پر اترتی ہے پھر صف اول میں جو امام کے محاذی ہو پھر صف اول کے دہنے پر پھر بائیں پر پھر صف دوم میں امام کے محاذی پر پھر دوم کے دہنے پر پھر بائیں پر اسی طرح آخر صفوں تک۔ امام کا دہنا مسجد کا بایاں ہوتا ہے مسجد میں عمارت ہو یا نہ ہو کہ مسجد تابع کعبۂ معظمہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸۳ از درنگردا پہ مہ سانہ۔ گجرات گاڑیکے دروازہ متصل مکان چاندا رسول مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۲۔ رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجدوں کے دروازوں پر گھنٹا لگا کر پنجوقتہ نمازوں کے وقت پر بجانا مشابہت کفار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب یہ سخت حرام اور ناپاک وملعون فعل کفار ملعونین سے پورا پورا تشبہ ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸۴ از اکلتر ضلع بلاسپور سی۔ پی۔ مسئولہ عبدالغنی امام مسجد جامع ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مؤذن روزہ نہیں رکھتا کتنی ہی بار امام سے لڑنے پر آمادہ ہوا امام سے کہا زیادہ بات کرے گا۔ تو ٹیک کرنالی میں موڑ کر گڑ دونگا ایک ہی نمبر کا لالچی گانے والا بھانڈ بھی مسخرا چور بھی مسجد کی چار قفل چوری کیئے بتانا گننے پر کہا تم نے دو دیئے تھے ابھی تک وہ مسروق قفل اوس کے پاس ہیں امام پر بہتان لگاتا ہے کہ تم مسجد کی لالٹین کا تیل چوری کرتے ہو حالانکہ کبھی نہیں دیکھا امام کہتا ہے اگر ثبوت مل جائے تو میرا ہاتھ کاٹ لو بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پر بھی تو کبھی درود شریف پڑھتے نہیں سُنا اور ۱۵ رمضان کو عین جماعت فجر کے وقت جھاڑو دیتا تھا میں نے کہا ابھی جھاڑو نہ دو تو جماعت کے سامنے کہنے لگا کہ سوت مو تو آگ نہ مو تو۔ بے حیا لڑاکا فسادی ہے ایک روزہ دار مسافر کو بھی بھگاتا تھا لہذا اس موذن کے متعلق فتوے سے مطلع فرمائیں۔

الجواب اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو وہ موذن سخت فاسق فاجر ہے اوسے مؤذن بنانے کی ہرگز اجازت نہیں اوسے معزول کرنا لازم نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن امام ذمہ دار ہے۔ اور مؤذن امین ہے رواہ ابوداود والترمذی وابن حبان والبیھقی عن ابی ھریرۃ واحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا ولہذا مقصود اذان کہ اعلام یاوقات نماز وسحری وافطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہو سکتا تنویر میں ہے یجوز اذان صبی مراھق وعبد واعمی تبیین الحقائق میں ہے لان قولھم مقبول فی الامور الدینیۃ فیکون ملزما فیحصل بہ الاعلام بخلاف الفاسق رد المحتار میں ہے یؤخذ مماقدمناہ من انہ لایحصل الاعلام من غیر العدل ولا یقبل قولہ انہ لایجوز الاعتماد علی المبلغ الفاسق خلف الامام در مختار میں ہے وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لایعقل قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ تعالٰی فی الدیانات غنیہ میں ہے یجب اعادۃ اذان السکران والمجنون والصبی غیر العاقل لعدم حصول المقصود لعدم الاعتماد علی قولھم اھ وقد نقلہ فی رد المحتار واقرہ بل ایدہ ببحث البحر فلا وجہ لبحثہ فی الفاسق وقد سلم عدم حصول المقصود باذانہ کما تقدم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸۴ از سنیٹوریم ضلع نینی تال مسئولہ سراج علی خانصاحب قادری رضوی بریلوی ۱۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں نماز جماعت کے لئے اذان پنجوقت کیا اہمیت رکھتی ہے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ دو چار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب مسجد میں پانچوں وقت جماعت سے پہلے اذان سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے اور اس کا ترک بہت شنیع یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑدیں تو میں اُن پر جہاد کرونگا شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دوکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اذان الحی یکفینا محلہ کی اذان ہمیں کفایت کرتی ہے یوں ہیں مسافر کو ترک اذان کی اجازت ہے لیکن اگر اقامت بھی ترک کریگا تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸۵ از بریلی بازار مسئولہ عزیز الدین خاں دوکاندار ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز سے قبل صلاۃ پکارنا اور اذان ثانی باہر مسجد کے کہنا وہابیہ کا کام ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نماز سے پہلے صلاۃ پکارنا مستحسن ہے حرمین شریفین وتمام بلاد دارالاسلام میں رائج ہے اسے وہابیہ کا کام کہنا عجیب ہے وہابیہ ہی اسے بُرا کہتے ہیں اذان ثانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہونا ہی نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سنت ہے صدیق اکبر کی سنت ہے فاروق اعظم کی سنت ہے اسے وہابیہ کا کام کہنا محض جہالت وحماقت ہے اگر یہ شخص جاہل ہے کسی احمق سے سنی سنائی ایسی کہتا ہے اسکے مذہب میں کوئی فتور نہیں اور فاسق معلن بھی نہیں اور اس کی طہارت وقراءت صحیح ہے توان شرائط کے ساتھ اسکے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ سنکر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

فتوےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین والصلوٰۃ والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمد ن المرتفع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان والحبیب اسمہ عند اھل الایمان وعلی الہ وصحبہ المشبہ وجہ صدورھم لجداول اسرارہ والمفتوحۃ عیونھم بجمال انوارہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ بالھدی ودین الحق ارسلہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم وبھم ولھم یاارحم الراحمین امین قال العبد الذلیل للمولی الجلیل عبد المصطفےٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی نور اللہ عیونہ واصلح شئونہ مستعیذا برب الفلق من شر ماخلق و حامدا اللہ علی ما الھم ووفق

الجواب حضور پرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور خود اگر کوئی دلیل خاص ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہے جواز کے لیئے دلیل کافی تھا جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں پھر یہاں تو حدیث وفقہ ارشاد علماء وعمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر وحضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سیدنا

رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۱

امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابو العباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلاۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ و فتاوے صوفیہ و کنز العباد و ردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و عمائد مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارہ میں ان محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تجریح و توثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصۂ بحث و تنقیح یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجۂ صحت کو فائز نہ ہوئیں مقاصد میں فرمایا لایصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں کل مایروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں۔ لم یصح فی المرفوع من ھذا شیئ پھر خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح و تماسک و صلوح تمسک نہ کہ دعوے وضع و کذب تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں یونہی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء و قبول قدما حدیث کے لئے قوی دیگر اور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اس سے بھی گزرے تو بلاشبہہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر و روشنائی چشم کے لئے مجرب اور معمول ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلا نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل تو منع باطل بلکہ انصاف کیجئے۔ تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو صدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجۂ صحت تک مرفوع نہ ہو امام سخاوی المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنہ میں فرماتے ہیں۔ حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلہما عند سماع قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ مع قولہ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ قال ہذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ولا یصح یعنی مؤذن سے اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر انگشتان شہادت کی پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اُس جناب نے مؤذن کو اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتے سنا یہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہو جائے اور یہ حدیث اُس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت تام رکھتے ہیں) پھر فرمایا وکذا ما اوردہ ابو العباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ بسند فیہ مجاہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشہد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یقبل ابہامیہ ویجعلہما علی عینیہ لم یرمد ابدا یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں ، پھر فرمایا ثم روی بسند

فیہ من لا اعرف عن اخی الفقیہ محمد بن البابا فیما حکی عن نفسہ انہ ھبت ریح فوقعت منہ حصاۃ فی عینہ واعیاہ خروجھا والمتہ اشد الالم وانہ لما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ذلک فخرجت الحصاۃ من فورہ قال الرداد رحمہ اللہ تعالٰی وھذا یسیر فی جنب فضائل الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری اُن کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انہوں نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی رداد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے، پھر فرمایا وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامھا وخطیبھا فی تاریخہ عن المجد احد القدماء من المصریین انہ سمعہ یقول من صلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمع ذکرہ فی الاذان وجمع اصبعیہ المسبحۃ والابھام وقبلھما ومسح بھما عینیہ لم یرمد ابدا یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا جو شخص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور ان کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں، فرمایا قال ابن صالح وسمعت ذلک ایضا من الفقیہ محمد بن الزرندی عن بعض شیوخ العراق او العجم انہ یقول عندما یمسح عینیہ صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی وقال لی کل منھما منذ فعلتہ لم ترمد عینی یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور ان کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللہِ یَا حَبِیْبَ قَلْبِیْ وَیَا نُوْرَ بَصَرِیْ وَیَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دکھیں، پھر فرمایا قال ابن صالح وانا وللہ الحمد والشکر منذ سمعتہ منھما استعملتہ فلم ترمد عینی وارجو ان عافیتھما تدوم وانی اسلم من العمی ان شاء اللہ تعالٰی یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لئے حمد و شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل ان دونوں صاحبوں سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالٰی، پھر فرمایا قال روی عن الفقیہ محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیہ

العالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید الحسینی اخبرنی الفقیہ الزاھد البلالی عن الحسن علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ویقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد بن سعید خولانی سے مروی ہوا کہ انھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلاۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص موذن کو اشہدان محمدا رسول اللہ کہتے سنکر یہ دعا پڑھے۔ مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃِ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ط اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دکھیں) پھر فرمایا وقال الطاؤسی انہ سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ حدیث من قبل عند سماعہ من المؤذن کلمۃ الشھادۃ ظفری ابھامیہ و مسھما علی عینیہ وقال عند المس اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونورھما لم یعم یعنی طاؤسی فرماتے ہیں انھوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سنی کہ جو شخص موذن سے کلمہ شہادت سنکر انگوٹھوں کے ناخن چومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ احْفَظْ حَدَقَتَیَّ وَنُوْرَھُمَا بِبَرَکَۃِ حَدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنُوْرِھِمَا اندھا نہ ہو) شرح نقایہ میں ہے واعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادۃ الثانیۃ صلی اللہ تعالٰی عَلَیْکَ یارسول اللہ وعند الثانیۃ منھا قرۃ عینی بک یارسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین فانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون لہ قائدا الی الجنۃ کذا فی کنز العباد یعنی خبردار ہو بے شک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشہدان محمدا رسول اللہ سنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہے اور دوسری بار قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ط پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھکر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ ط کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لیجائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے) علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوی صوفیہ میں فرمایا) شیخ مشائخنا خاتم المحققین سید العلماء

الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولٰنا جمال بن عبداللہ عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوے میں فرماتے ہیں۔ سئلت عن تقبیل الابھامین ووضعھما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان ھل ھو جائز ام لا اجبت بما نصہ نعم تقبیل الابھامین ووضعھما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان جائز بل ھو مستحب صرح بہ مشا یخنا فی غیر ما کتاب یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ مذہب نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی) علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰے تکملہ مجمع بحار الانوار میں حدیث کو صرف لایصح فرما کر لکھتے ہیں وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں **فقیر مجیب غفر اللہ تعالٰی** کہتا ہے اب طالب تحقیق وصاحب تدقیق افادات چند نافع وسود مند پر لحاظ کرے تاکہ بحوالہ اللہ تعالٰی چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیئے ان کی قدرے تفصیل زیور گوش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل وشرح کافل کے لئے تو دفتر وسیط بلکہ مجلد بسیط درکار واللہ الموفق ونعم المعین فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (**افادہ اول**) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط وباطل ہے بلکہ صحیح ان کے اصطلاح میں ایک اعلٰے درجہ کی حدیث ہے جس کے شرائط سخت ودشوار اور موانع وعوائق کثیر وبسیار حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں اگر اس مبحث کی تفصیل کیجائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں حدیث صحیح نہیں یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی۔ اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں۔ یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبہ سے جھکا ہوتا ہے اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں یہ قسم بھی استناد واحتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علما جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال وحرام میں حجت بناتے ہیں امام محقق محمد محمد بن

حدیث صحیح نہ ہونے کے معنے محدثین کی اصطلاح میں۔

ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی حلیہ شرح منیہ[1] میں فرماتے ہیں قول الترمذی لایصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیئ انتہی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوتہ علی الصحیح بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضا ترمذی کا فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہیں حسن اور اُس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہیں حسن سے بھی اُسی[2] میں ہے علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں) امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ[3] میں فرماتے ہیں قول احمد انہ حدیث لایصح ای لذاتہ فلاینفی کونہ حسنا لغیرہ و الحسن لغیرہ یحتج بہ کما بین فی الحدیث یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کرے گا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہوچکا سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں من نفی الصحۃ لاینتفی الحسن اھ ملخصا یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا) یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں ھذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے) مولٰنا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں لا یصح لاینافی الحسن اھ ملخصا یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا) سیدی نور الدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں قد یکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج بہ اذ الحسن رتبۃ بین الصحیح والضعیف یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجیت ہے اس لئے کہ حسن کا رتبہ صحیح وضعیف کے درمیان ہے) حدیث کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان ینتعل الرجل قائما کو امام ترمذی نے جابر وانس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا کلا الحدیثین لایصح عند اھل الحدیث دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں

---

[1] ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمندیل بعد الوضوء منہ [2] آخر صفۃ الصلاۃ قبیل فیما کرہ فی الصلوٰۃ ۱۲ منہ [3] ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشوراء فی لفظ الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ [4] المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

نفیہ الصحۃ لاینافی انہ حسن کما علم صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے) شیخ مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلٰی ست دائرہ آں تنگ تر جمیع احادیث کہ در کتب مذکور ست حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم بہ اصطلاح ایشاں صحیح نیست بلکہ تسمیہ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول وقول من یقول فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیۃ لاتتوقف علی الصحۃ بل الحسن کاف یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے) تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح ولائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل وموضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتداؤ انتہا کے کناروں پر واقع ہیں سب سے اعلٰی صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ مرتب[1] صحیح کے بعد حسن[2] لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن[3] لذاتہ پھر حسن[4] لغیرہ پھر ضعیف[5] بضعف قریب اُس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا سوء حفظ یا تدلیس وغیرہا اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح بہ متابعات وشواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اُس وقت وہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقًا اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالٰی پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رو سے مطلقًا اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز۔

ہے حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول وافترا ہی والعیاذ باللہ تبارک وتعالی وسیرد علیک تفاصیل جل ذلک ان شاء اللہ العلی الاعلی طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں وللہ الحمد والمنۃ خیر بات دور . . . .

پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح وموضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکار صحت سے اثبات وضع باتنا زمین آسمان کے قلابے ملانا ہے بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت وحسن دونوں کو شامل تاہم اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح وحسن نہیں نہ کہ باطل وموضوع ہے کہ حسن وموضوع کے بیچ میں بھی دور و دراز میدان پڑے ہیں میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجئے کہ کام ان صاحبوں سے پڑا ہے جو نعوائے عوام کے لئے دیدہ و دانستہ محض امی عامی بنجاتے اور مہر منیر کو زیر دامن مکر و تزدیر چھپانا چاہتے ہیں لہذا کلمات علما سے اس روشن مقدمہ کی تصریحیں لیجئے امام سند الحفاظ و امام محقق علی الاطلاق و امام حلبی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمہودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص وفحوی الخطاب اس دعوے پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں تو اثبات وضع تو خیال محال سے ہمدوش و قرین تاہم عبارات النص سنئے امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں۔ بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاف وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت وفرق بین الامرین یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے) یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا وھذا یجیء فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی لایصح ونحوہ یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل و عاری ہے) امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا یعنی حدیث کے صحیح نہ

ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا، امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں الکثر ما حکم الذھبی علی ھذا الحدیث انہ قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفہ یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے) علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث عقل فرماتے ہیں لا یلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع کما لا یخفی یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا) اُسی میں روز عاشورہ سرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم لا یصح ھذا الحدیث نقل کرکے فرماتے ہیں قلت لا یلزم من عدم صحتہ ثبوت وضعہ نمانیہ انہ ضعیف یعنی میں کہتا ہوں اُس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں غایت یہ کہ ضعیف ہو) علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام مستند الحفاظ عسقلانی سے ناقل ان لفظ لا یثبت لا یثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط والضعیف دونہ یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اُس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اُس سے کم ہے) بلکہ مولٰنا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذھب بالداء اصلا کی نسبت قول امام ابن عساکر شاذ لا یصح نقل کرکے فرماتے ہیں۔ ھو یفید انہ غیر موضوع کما لا یخفی یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے) یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم **تنبیہ**: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع وزور فظیع بوضوح تمام طشت از بام ہوگیا جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ ومجمع البحار وتذکرۃ الموضوعات ومختصر للمقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی کرکے بے دھڑک دعوے کر دیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع وغیر مشروع ہے سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعدد ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائے مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اس کے معنی یہ ٹھہریں کہ نان شبینہ کو محتاج ہے یا متکلمین طائفہ کو کہیے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (**افادہ دوم** کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اسقدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل وموضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت ومانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں اول مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اسے بھی قسم ...

افادہ دوم جہالت راوی کسے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے

راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں دوم مجہول العین جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو وھذا علی نزاع فیہ فان من العلماء من نفی الجھالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا کان لایروی الا عن عدل عندہ کیحیٰی بن سعید القطان وعبد الرحمٰن بن مھدی والامام احمد فی مسندہ و ھناک اقوال اخر سوم مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں وقد یطلق علی ما یشمل المستور قسم اوّل یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے فتح المغیث میں ہے قبلہ ابو حنیفۃ خلافا للشافعی امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے قالہ فی شرح المھذب ذکرہ فی التدریب وکذلک مال الی اختیارہ الامام ابو عمرو بن الصلاح فی مقدمتہ حیث قال فی المسئلۃ الثامنۃ من النوع الثالث والعشرین یشبہ ان یکون العمل علی ھذا الرأی فی کثیر من کتب الحدیث المشھورۃ فی غیر واحد من الرواۃ الذین تقادم العھد بھم وتعذرت الخبرۃ الباطنۃ بھم اور دو قسم باقی کو بعض کا حجت جانتے جمہور سورش ضعف مانتے ہیں امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں۔

واختلفوا ھل یقبل المجھول	وھو علی ثلثۃ مجعول
مجھول عین من لہ راو فقط	ردہ الاکثر والقسم الوسط
مجھول حال باطن وظاھر	وحکمہ الرد لدی الجماھر
الثالث المجھول للعدالۃ	فی باطن فقط فقد رأی لہ
حجیۃ بعض من منع	ماقبلہ منھم سلیم فقطع

اسی طرح تقریب النواوی و تدریب الراوی وغیرہما میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں المجھول اقسام مجھول العدالۃ ظاھرا وباطنا ومجھولھا باطنا مع وجودھا ظاھرا وھو المستور ومجھول العین فاما الاول فالجمھور علی انہ لا یحتج بہ وامّا الاخران فاحتج بھما کثیرون من المحققین بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابو طالب مکی قدس سرہٗ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں بعض ما یضعف بہ رواۃ الحدیث وتعلل بہ احادیثھم لا یکون تعلیلا ولا جرحا عند الفقھاء ولا عند العلماء باللہ تعالٰی مثل

لعلہ سہا ازالامام ... التقی ابن ابی ... المقری الشافعی قطع بقولہ ۱۲ رضی اللہ تعالٰی

ان یکون الراوی مجھولا لایثارہ الخمول وقد ندب الیہ اولقلۃ الاتباع لہ اذالم یقع لھم الاثرۃ عنہ یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور اُن کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے فقہا و اولیا کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لئے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اُس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اُس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا) بہرحال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہ طعن سے بھی ہے یا نہیں یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نخواہی باطل و مجعول ہو بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علما نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان میں فرماتے ہیں۔ جھالۃ بعض الرواۃ لاتقتضی کون الحدیث موضوعا وکذا نکارۃ الالفاظ فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو ہاں ضعیف کہو پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا فیہ راو مجھول ولایضر لانہ من احادیث الفضائل[1] اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے) موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا انہ[2] لیس بموضوع وفی سندہ مجھول یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے) امام بدرالدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں[3] لوثبتت جھالتہ لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعا مالم یکن فی اسنادہ من یتھم بالوضع یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اُس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو) یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی و لآلی میں فرماتے ہیں[4] لایلزم من الجھل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعا راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا امام ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرأ قل ھو اللہ احد ... بعد العشاء الآخرۃ لم تقبل لہ صلاۃ تلک اللیلۃ کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا

---

[1] ذکرہ فی باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ [2] یرید حدیث عالم قریش یملا الارض علما ۱۲ منہ [3] قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی صلاۃ ... بین اعلم ابو الفرج بجہالۃ موسی بن عبد العزیز ۱۲ منہ [4] قالاہ فی حدیث و عید تارک الحج فلیمت ان شاء یہودیا او نصرانیا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

ہے اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لآلی وتعقبات میں فرمایا لیس فی شیئ مماذکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں) امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ عنہ فی تزویج فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت فرماتے ہیں کونہ کذبا فیہ نظر وانما ھو غریب فی سندہ مجہول اس کا کذب ہونا مسلم نہیں ہاں غریب ہے اور راوی مجہول علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں[۱] قال السہیلی فی اسنادہ[۲] مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط وقال ابن کثیر منکر جدا وسندہ مجہول وھو ایضا صریح فی انہ ضعیف فقط فالمنکر من قسم الضعیف ولذا قال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر منکر ھذا حجۃ لما قلتہ من انہ ضعیف لاموضوع لان المنکر من قسم الضعیف وبینہ وبین الموضوع فرق معروف فی الفن فالمنکر ما انفرد بہ الراوی الضعیف مخالفا لروایۃ الثقات فان انتفت کان ضعیفا فقط وھی مرتبۃ فوق المنکر اصلح حالا منہ اھ ملتقطا خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن واعلٰی ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ امام جلیل جلال سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالٰی اعلم (افادہ سوم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں بالانقطاع وھو عندنا کالارسال[۳] بعد عدالۃ الرواۃ وثقتھم لایضر امام ابن امیر الحاج حلیہ[۴] میں فرماتے ہیں لایضر ذلک فان المنقطع کالمرسل فی قبولہ من الثقات مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں قال ابوداؤد ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجۃ عندنا وعند الجمہور اور جو اُسے قادح جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول لایضر[۵] ذلک فی الاستدلال بہ ھھنا لان المنقطع یعمل بہ فی فضائل الاعمال اجماعا یعنی یہ امر

[۱] باب وفاۃ امہ ومایتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منہ [۲] یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی آمنا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ [۳] قولہ کالارسال ای علی تفسیرہ بسقوط علی آخرہ ہو ہو علی الاطلاق ۱۲ منہ [۴] اول صفۃ الصلاۃ فی الکلام علی زیادۃ وجلی تناؤک فی التشہد ۱۲ منہ [۵] تحت حدیث اذا رکع احدکم فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقد تم رکوعہ قال الترمذی لیس اسنادہ بمتصل فقال ابن حجر ہو لا یضر ذلک الخ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ [۶] تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقبل بعض نسائہ ثم یصلی ولا یتوضؤ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

افادہ چہارم حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں

افادہ پنجم مبہم راوی کی حدیث بھی موضوع نہیں

تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہو جاتا ہے

یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے **(افادہ چہارم)** انقطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا علما فرماتے ہیں حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ نہیں رکھتا یہاں تک کہ درباہ فضائل مقبول رہے گی بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے تعقبات[1] میں ہے المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع اُسی[2] میں ہے المنکر نوع اٰخر غیر الموضوع وھو من قسم الضعیف اُسی میں ہے صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع اسی[3] میں ہے المنکر من قسم الضعیف وھو محتمل فی الفضائل اسی[4] میں ہے رایت الذھبی قال فی تاریخہ ھذا حدیث منکر لا یعرف الا بنشر وھو ضعیف انتھی فعلم انہ ضعیف لا موضوع اسی[5] میں ہے حدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوۃ الایمان فی قلوبکم الحدیث بطولہ فیہ الکدیمی وضاع قلت قال البیہقی فی الشعب ھذہ الجملۃ من الحدیث معروفۃ من غیر ھذا الطریق وزاد الکدیمی فیہ زیادۃ منکرۃ ویشبہ ان یکون من کلام بعض الرواۃ فالحق بالحدیث انتھی والجملۃ المعروفۃ اخرجھا الحاکم فی المستدرک والحدیث المطول من قسم المدرج لا الموضوع

(افادہ پنجم) خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے مبہم میں تو اتنا بھی نہیں جیسے حدثنی رجل مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی یا بعض اصحابنا ایک رفیق نے خبر دی پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم ولہٰذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ھارون قال انباء نا شیخ من قریش عن الزھری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی فرمایا اوردہ (یعنی ابا الفرج) من حدیث عائشۃ من طرق فی الاول رجل لم یسم وفی الثانی عبد الرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروک وفی الثالث الحکم بن عبد اللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ قلت عبد الرحمٰن لم یتھم بکذب ثم انہ لم ینفرد بہ بل تابعہ

---

[1] ذکرہ فی آخر باب الجنائز ۱۲ منہ [2] اول باب الاطعمۃ ۱۲ منہ [3] اول باب البعث ۱۲ منہ [4] قالہ فی اواخر الکتاب تحت حدیث فضل قزوین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ [5] اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ [6] باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ ۱۲ منہ

اسمٰعیل بن عباس وکلاھما یجبران الابھام الذی فی الطریق الاول اھ مختصرا بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات میں فرماتے ہیں رجالہ ثقات الا ان فیہ مبھما لم یسم فان کان ثقۃ فھو علی شرط الصحیح وان کان ضعیفا فھو عاضد للمسند المذکور (**افادہ ششم**) بھلا جہالت وابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم عدم علم سے زائد مجہول ومبہم کا کیا معلوم شاید فی نفسہ ثقہ ہو کما اماانفاعن الامامین الحافظین اور جس پر جرح ثابت احتمال ساقط ولہذا محدثین دربارہ مجہول رد وقبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے امام نووی مقدمہ منہاج میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل الناقلون سبع طبقات ثلث مقبولۃ وثلث متروکۃ والسابعۃ مختلف فیھا (الی قولہ) السابعۃ قوم مجھول انفردوا بروایات لم یتابعوا علیھا فقبلھم قوم ووقفھم اٰخرون پھر علما کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہدینا ظلم وجزاف ہے حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات ولآلی وتدریب میں فرماتے ہیں صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب فی ذکر احادیث مخالفۃ للنقل والعقل وممالم یصب فیہ اطلاقہ الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی احد رواتھا کقولہ فلان ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلک الحدیث مما یشھد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفۃ ولا معارضۃ لکتاب ولا سنۃ ولا اجماع ولا حجۃ بانہ موضوع سوی کلام ذلک الرجل فی راویہ وھذا عدوان ومجازفۃ (**افادہ ہفتم**) پھر کسی ملکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جن کا ہر ایک جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم نہیں مثلاً راوی کی اپنے مرویات سے ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کرنے یعنی دوسرا جو بتادے کہ تونے یہ سُنا تھا وہی مان لے پر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں **کذب**[۱] کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کرے **تہمت**[۲] کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی مخالف قواعد دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔ **کثرت**[۳] **غلط**[۴] **غفلت**[۵] **فسق**[۶]۔ **وہم**[۷] **مخالفت**[۸] **ثقات**۔ **جہالت**[۹]۔ **بدعت**[۱۰]۔ **سوئے حفظ** اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت

۱۔ قالہ تحت حدیث من قرأ اٰیۃ الکرسی دبر کل صلٰوۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

تریب ہے حیث قال الطعن یکون بعشرۃ اشیاء بعضہا اشد فی القدح من بعض وترتیبہا علی الاشد فالاشد فی موجب الرد اھ ملخصا پھر علما فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں اواخر تعقبات میں ہے فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن قلت ھذا لا یقتضی الحکم بوضع حدیثہ (**افادہ ہشتم**) یوہیں منکر الحدیث اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں اوس سے روایت حلال نہیں میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے نقل ابن القطان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ اوسی میں ہے قد مرلنا ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا یحل روایۃ حدیثہ باینہمہ علما نے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں تعقبات میں ہے قال البخاری منکر الحدیث فغایتہ امرحدیثہ ان یکون ضعیفا (**افادہ نہم**) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف متہم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے میزان میں ہے اردی عبارات الجرح دجال کذاب اووضاع یضع الحدیث ثم متھم بالکذب ومتفق علی ترکہ ثم متروک الخ امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب رواۃ میں فرماتے ہیں العاشرۃ من لم یوثق البتۃ وضعف مع ذلک بقادح والیہ الاشارۃ بمتروک او متروک الحدیث او واھی الحدیث او ساقط الحادیۃ عشر من اتھم بالکذب الثانیۃ عشر من اطلق علیہ اسم الکذب والوضع اس پر بھی علما نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں امام ابن حجر اطراف العشرہ پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں۔ ابن حبان وتبعہ ابن الجوزی ان ھذا المتن موضوع ولیس کما قال فان الراوی وان کان متروکا عند الا کثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب للوضع اھ مختصرا امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر و سلیمٰن بن ارقم وان کان متروکا

---

[1] کانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یتورع عن اطلاق الفاظ شدیدۃ مخافۃ ان یکون بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی ھذا جمعا بین الامرین ۱۲ منہ [2] ذکرہ فی ابان بن جبلۃ الکوفی ۱۲ منہ [3] قالہ فی سلیمٰن بن داود الیمانی ۱۲ منہ [4] باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

[5] یکر مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک ومتہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا حیث قال قیل المرتبۃ الثالثۃ فلان متہم بالکذب اوالوضع او ساقط او ھالک او ذاھب الحدیث وفلان متروک او متروک الحدیث او ترکوہ **اقول** وکان ھذا القائل ایضا لا یقول باستواء جمیع ما ذکر فی المرتبۃ بل فیہا ایضا تشکیک عندہ وکان فی ذلک اشار باعادۃ فلان فی قولہ قول لہ متروک الا ان فیہ انہ ساقطا وما بعدہ لا یکون الا متروکا وما بعدہ فافھم ۱۲ منہ [6] فی التوحید تحت حدیث ان اللہ عزوجل قرأ طٰہٰ ویٰس قبل ان یخلق آدم الحدیث ۱۲ منہ [7] فیہ تحت حدیثہ ایضا والذی نفسی بیدہ ما انزل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ وبینہ الا بالعربیۃ الحدیث ۱۲ منہ

افادہ ہشتم: منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں
افادہ نہم: متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں

فلم یتھم بکذب ولاوضع اھ ملخصا ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ الفضل متروک لآلی[۱] میں فرمایا فی الحکم بوضعہ نظر فان الفضل لم یتھم بکذب تعقبات[۲] میں ہے اصبغ شیعی متروک عند النسائی فحاصل کلامہ انہ ضعیف لاموضوع وبذلک صرح البیہقی حدیث چلۂ صوفیۂ کرام قدست اسرارھم کہ من اخلص للہ تعالٰی اربعین یوما ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علٰی لسانہ ابن جوزی نے بطرق عدیدہ روایت کرکے اُس کے رواۃ میں کسی کے مجہول کسی کے کثیر الخطا کسی کے مجروح کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ ما فیھم متھم بکذب یعنی یہ سب کچھ سہی پھر اُن میں کوئی منھم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں یونہی[۳] ایک حدیث کی علت بیان کی لیث بن ثمیر عن القاسم متروکان تعقبات[۴] میں فرمایا لیث لم یتھم بکذب حدیث ابی ہریرہ اتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا الحدیث میں کہا تفرد بہ مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروک تعقبات میں فرمایا مسلمۃ وان ضعف فلم یجرح بکذب حدیث ابی ہریرہ ثلثۃ لا یعادون پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا تعقبات میں فرمایا لم یتھم بکذب والحدیث ضعیف لاموضوع سبحان اللہ جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل وعقل سے انقطاع کی حالت ہے ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون

تذییل یہ ارشادات تو ہمارے ائمۂ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کے تھے ایک قول وہابیہ کے امام **شوکانی** کا بھی لیجئے موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس[۵] برس کی ہوتی ہے اللہ تعالٰی جنون وجذام وبرص کو اُس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس[۶] سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں اسّی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف نوے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے بطرق عدیدہ روایت کرکے اُس کے راویوں پر طعن کیے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشیئ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملادیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزرمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک

---

[۴] فیہ ایضا تحت حدیث ابن شاہین لما کلم اللہ تعالٰی موسٰی یوم الطور کلمہ بغیر الکلام الذی کلمہ یوم ناداہ الحدیث ۱۲ منہ [۵] ذکرہ فی اول باب الصلٰوۃ ۱۲ [۶] الکنایۃ المنہی بہا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یعنی حدیث ابی امامہ من قال حین یمسی صلی اللہ تعالٰی علٰی نوح وعلیہ السلام لم تلدغہ عقرب تلک اللیلۃ ۱۲ رضی اللہ تعالٰی عنہ

اور عزرہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عائذ ضعیف ہے شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کرکے کہا هذا غاية ما ابداه ابن الجوزی من دلیل علی ما حکم به من الوضع وقد افرط وجازف فلیس مثل هذه المقالات توجب الحکم بالوضع بل اقل احوال الحدیث ان یکون حسنا لغیرہ یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو انتھٰی واللہ الهادی الی سبیل الهدایۃ۔ **افادہ دہم** غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اُس روایت کا مضمون قرآن[1] عظیم یا سنت[2] متواترہ یا اجماع[3] قطعی قطعیات الدلالۃ یا عقل[4] صریح یا حس[5] صحیح یا تاریخ[6] یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل وتطبیق نہ رہے (۷) یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول نہ ہو جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا (۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور اُن میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے کذب وبطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے (۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں (۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اُس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اُس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوح وضع کی ہیں (۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو (۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اُس کے غیر سے ثابت نہ ہوں جیسے حدیث لحمک لحمی ودمک دمی اقول انصافاً یوہیں وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد یوہیں نواصب نے مناقب امیر معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گڑھیں۔ کما ارشد الیہ الامام الذاب

---

[1] نزدتہ لان التواتر لا یعتبر الا فی الحسیات کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ

عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی (۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال (۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلۂ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم (۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو مثلاً ایک شیخ سے بلاواسطہ بدعوی سماع روایت کرے پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں ولو بسطنا المقال علی کل صورۃ لطال الکلام وتقاضی المرام ولسنا ھنالک بصدد ذلک ثم اقول رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں (۱) انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا فرماتے ہیں مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذٰلک بل لابد معہ من انضمام شیئ مما سیاتی یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور باایں ہمہ حدیث کا پتہ ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارۂ اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے ابن حبان نے کہا وہ حدیثیں وضع کرتا تھا پھر فرمایا والظاھر ان الحدیث ضعیف لا موضوع ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں (۲) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے ابن حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات روایت کرتا ولہذا ابن الجوزی نے اس پر حکم وضع کیا امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا ھذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط ولیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لا یتجہ وطریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے اس میں سرحد دار الحرب پر

گھو ڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہدینا نہیں بنتا امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں) یعنی تو اُسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا (۲) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہینگے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اُس سے ثابت نہیں تو اُس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو یہ مسلک امام الشان وجمہرہ علما کا ہے نخبہ ونزہہ میں فرماتے ہیں الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنہ مالم یقلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متعمدا لذلک اوتہمتہ بذلک الاول ہو الموضوع والحکم علیہ بالوضع انما ہو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذوب والثانی ہو المتروک اھ ملتقطا یہی امام کتاب الاصابۃ فی تمییز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرۃ فایاکم والحمرۃ وکل ثوب فیہ شہرۃ کی نسبت فرماتے ہیں قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل ہذا حدیث باطل واسنادہ منقطع کذا قال وقولہ باطل مردود فان ابا بکر الہذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقہ سعید بن بشیر وان زاد فی السند رجلا فغایتہ ان المتن ضعیف اما حکمہ بالوضع فمردود علی قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں الموضوع ہو الحدیث الذی فیہ الطعن بکذب الراوی علامہ عبد الباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں احادیث الدیک حکم ابن الجوزی بوضعہا ورد علیہ الحافظ بما حاصلہ انہ لم یتبین لہ الحکم بوضعہا اذ لیس فیہا وضاع ولا کذاب نعم ہو ضعیف من جمیع طرقہ اُسی میں حدیث کالا یعود الا بعد ثلث پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے فرمایا اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوا بانہ ضعیف فقط لا موضوع فان مسلمۃ لم یجرح بکذب کما قال الحافظ ولا التفات لمن غیر بزخرف القول فقال ہو موضوع کما قال الذہبی وغیرہ اُسی میں بعد کلام مذکور ہے المدار علی الاسناد فان تفرد بہ کذاب او وضاع فحدیثہ موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط الخمیس ابن علی ختنی نے حدیث ثلثۃ لیس لہم عیارۃ الرسن والدمل والنعاس کو مرفوعاً روایت کیا اور ہقل نے یحیٰی بن ابی کثیر پر موقوف رکھا تو شدت طعن کے ساتھ مخالف کو ہو الصحیح بتایا امام حافظ نے فرمایا تصحیحۃ وقفہ لا یوجب الحکم بوضعہ اذا مسلمۃ وان کان

ا ذکرہ فی ترجمۃ رافع بن یزید الثقفی ۱۲ منہ ۲ المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲ منہ ۳ المقصد الثامن الفصل الاول فی طبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

ضعیفا لم یجرح بکذب فجزم ابن الجوزی بوضعہ وھم اھ نقلہ الزرقانی قیل امام اجل امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا مونھ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں اُن کی طرف مونھ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالٰی اُن کی شفاعت قبول فرمائے گا جسے اکابر ائمہ نے باسانید مقبولہ روایت فرمایا ابن تیمیہ مشہور نے جزافاً لکھ دیا کہ ان ھذہ الحکایۃ کذب علی مالک[1] علامہ زرقانی نے اُس کے رد میں فرمایا ھذا تھور عجیب فان الحکایۃ رواھا ابوالحسن علی بن فھر فی کتابہ فضائل مالک باسناد لاباس بہ واخرجھا القاضی عیاض فی الشفاء من طریقہ عن شیوخ عدۃ من ثقات مشایخہ فمن این انھا کذب ولیس فی اسنادھا وضاع ولا کذاب افادہ نہم میں امام الشان والامام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا امام[1] آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں نیز تعقبات[2] میں فرمایا انہ لم یجرح بکذب فلا یلزم ان یکون حدیثہ موضوعا (۳) بہت علما جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں افادہ[1] دوم میں امام زرکشی و امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو افادہ[2] پنجم میں گزرا کہ ابوالفرج نے کہا ملیکی متروک ہے تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں افادہ[3] نہم میں انھیں دونوں ائمہ کا قول گذرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں دہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول مجروح کثیر الخطاء متروک ہونے سب کے یہی جواب دیئے نیز تعقبات[4] میں ہے حدیث فیہ حسن بن فرقد لیس بشیئ قلت لم یتھم بکذب والاکثر ماقیہ ان الحدیث ضعیف اسی میں ہے حدیث فیہ عطیۃ وبشر ضعیفان قلت فی الحکم بوضعہ نظر فلم یتھم واحد منھم بکذب اسی[5] میں[6] ہے حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین فیہ ابو عاتکۃ منکر الحدیث قلت لم یجرح بکذب ولا تھمۃ اسی[7] میں[8] ہے حدیث فیہ عمارۃ لایحتج بہ قال الحافظ ابن حجر تابعہ اغلب شبیہ لعمارۃ فی الضعف لکن لم ارمن اتھمہ بالکذب علامہ زرقانی نے شرح مواہب[9] میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما کی نسبت فرمایا کیف یتصور وضعہ ولا کذاب

موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب نہ متہم بالکذب تو کیا فرماتے ہیں

[1] المقصد العاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم ۱۲ منہ [2] باب فضائل القرآن ۱۲ منہ [3] آخر البعث منہ [4] آخر التوحید ۱۲ منہ [5] اول العلم ۱۲ منہ [6] اول البعث ۱۲ منہ [7] المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

فیہ ولا متہم اس کا موضوع ہونا کیونکر متصور ہو حالانکہ نہ اوس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب ان دلائل و قرائن قطعیہ و غالبہ سے خالی ہو اور اس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا متشدد مفرط ہے یا مخطئ غالط یا متعصب مغالط واللّٰہ الھادی وعلیہ اعتمادی (**افادہ بازدہم**) جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اس سند پر جو اس وقت اس کے پیش نظر ہے بلکہ بانہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہتے ہیں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل یا ضعیف ہے ناواقفوں کی فہم سخیف ہے میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے ابراھیم بن موسی المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما حدیث طلب العلم فریضۃ قال احمد بن حنبل ھذا کذب یعنی بھذا الاسناد والا فالمتن لہ طرق ضعیفۃ یعنی امام احمد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے امام شمس الدین ابو الخیر محمد ابن الجزری استاذ امام الشافعی امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللّٰہ تعالٰی نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا فلیعلم انی ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحا معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں حدیث حاکم وابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس کی شرح حرز ثمین میں لکھتے ہیں۔ صرح ابن الجوزی بان ھذا الحدیث موضوع قلت یمکن ان یکون بالنسبۃ الی اسنادہ المذکور عندہ لا موضوعا اسی طرح حرز ثمین میں ہے نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں ما اختلفوا فی انہ موضوع ترکت ذکرہ للحقیر من الخطر لاحتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجہ آخر الخ علامہ زرقانی حدیث احیای ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں قال السہیلی ان فی اسنادہ مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط وبہ صرح فی موضوع آخر من الروض وایدہ بحدیث ولا یلاقی ھذا توجیہ صحتہ لان مرادہ من غیر ھذا الطریق ان وجد اوفی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیرہ

ـــــــــــــــــــ

ـلہ اے کل من سالہا شیئا من طعام او مال اعطتہ ولم ترد ہذا ہو الراجح عندنا فی معنی الحدیث واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

(حاشیہ:) افادہ یازدہم: امام کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف فرمائے تو غالباً سند پر حکم ہوتا ہے نہ اصل حدیث پر

انما ھو فی الظاھر اور تنبیہ حدیث صلوۃ بسواک خیر من سبعین صلاۃ بغیر سواک مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستر نمازوں سے بہتر ہے، ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جید و صحیح سندوں سے روایت کی امام ضیاء نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے امام احمد وابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ وابویعلی وابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی وابونعیم وغیرہم اجلہ محدثین نے بطرق عدیدہ واسانید متنوعہ احادیث ام المومنین صدیقہ و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ وانس بن مالک وام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تخریج کی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال بااینہمہ ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اس کا بطلان نقل کیا علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں قول ابن عبدالبر فی التمہید عن ابن معین انہ حدیث باطل ھو بالنسبۃ لما وقع لہ من طرقہ امام ابن معین کا یہ فرمانا اس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی، اور نہ حدیث تو باطل کیا ضعیف بھی نہیں اقل درجہ حسن ثابت ہے اور تنبیہ حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد نسائی وصحیح مختارہ وغیرہا صحاح وسنن ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان مولای لاتدفع یدلامس قال طلقھا قال انی احبھا قال استمتع بھا کہ باسانید ثقات وموثقین احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آئی امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا اسنادہ صالح امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا رجال اسنادہ محتج بھم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا حسن صحیح اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ارشاد لیس لہ اصل ولایثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تبعیت سے لا اصل لہ کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں لایلتفت الی ماوقع من ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات ولم یذکر من طرقہ الا الطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر واعتمد فی بطلانہ علی مانقلہ الخلال عن احمد فابان ذلک عن قلۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ماجاء عن امامہ ولو عرضت ھذہ الطریق علی امامہ لاعترف ان للحدیث اصلا ولکنہ لم تقع لہ فلذلک لم ار لہ فی مسندہ ولا فیمایروی عنہ ذکرا اصلا لامن طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوی ما سالہ عنہ الخلال وھو معذور فی جوابہ بالنسبۃ لتلک الطریق بخصوصھا اھ ذکرہ فی اللآلی (تنبیہ الاقوام انتہیٰ) بحمداللہ تعالٰی فقیر آستان قادری غفراللہ تعالٰی لہ کے

ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں اُن پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اُس کا مدار کسی وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الدفع ولہٰذا علمائے کرام نے صرف لایصح فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا نہ اصل حدیث پر جس کے لئے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع بعونہ تعالٰی یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالاخوانیاں بالا بالا گئیں آگے چلیے وباللہ التوفیق (**افادہ دوازدہم**) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کرلیتے ہیں بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال و حرام میں حجت ہوجاتی ہے مرقاۃ میں ہے[1] تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن (متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچادیتا ہے) آخر موضوعات کبیر میں فرمایا[2] تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن (طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں) محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں[3] لو تم تضعیف کلہا کانت حسنۃ لتعدد الطرق وکثرتہا (اگر سب کا ضعف ثابت بھی ہوجائے تاہم حدیث حسن ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں) اسی میں فرمایا[4] جاز فی الحسن ان یرتفع الی الصحۃ اذا کثرت طرقہ والضعیف یصیر حجۃ بذلک لان تعددہ قرینۃ علی ثبوتہ فی نفس الامر (جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہوجاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے) امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبرٰی[5] فرماتے ہیں قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ وبالحسن اخرٰی وھذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبرٰی للبیہقی التی الفہا بقصد الاحتجاج لاقوال

افادۂ دوازدہم تعدد طرق سے ضعیف
حدیث کو قوت ملتی بلکہ حسن ہوجاتی ہے

[1] آخر الفصل الثانی باب مالایجوز من العمل فی الصلوٰۃ ۱۲ منہ [2] ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العمامہ ۱۲ منہ [3] قالہ فی مسئلۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ

[4] الفصل الثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

الائمۃ واقول مما یعم) بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا اور اسے کبھی صحیح
اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرٰی میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے
ائمہ مجتہدین واصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمائی امام ابن حجر مکی صواعق
محرقہ میں دوبارہ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل ھذہ الاسانید وان کانت ضعیفۃ
لکنہا اذا ضم بعضہا الی بعض احدثت قوۃ یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں ملکر قوت پیدا کرینگی)
بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات میں فرماتے ہیں المتروک اوالمنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی الی درجۃ
الضعیف الغریب بل ربما ارتقی الی الحسن یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی تعدد طرق
سے ضعیف غریب بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں (افادہ سیزدہم) جہالت راوی بلکہ ابہام
بھی ادنٰی کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہوجاتے ہیں اور حدیث کو رتبہ حسن تک
ترقی سے مانع نہیں آتے یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں۔ افادہ پنجم میں امام خاتم الحفاظ
کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہوگئی امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف
کا جبر نقصان کرے گی ابوالفرج نے حدیث لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ولد لہ ثلثۃ اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جہل پر طعن
کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا امام سیوطی نے اس کا شاہد بروایت
نضر بن شفی مرسلا مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا پھر فرمایا ھذا المرسل
یعضد حدیث ابن عباس ویدخلہا فی قسم المقبول یہ مرسل اُس حدیث کی مؤید ہوکر اُسے قسم مقبول
میں داخل کرے گی) علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں فی اسنادہ جہالۃ لکنۃ اعتضد فصار
حسنا اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہوگئی) (افادہ چہاردہم) حصول قوت کیلئے کچھ
بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی ملکر قوت پاجاتے ہیں اس کی ایک مثال ابھی گزری نیز تیسیر میں
فرمایا ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن
واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو سندوں سے آکر قوت پاگئی) اسی میں حدیث اکرموا المعزی
وامسحوا برغامہا فانہا من دواب الجنۃ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یزید نوفلی کے سبب

ملہ باب المناقب حدیث النظر الی علی عبادۃ ۱۲ منہ سلہ لآلی کتاب المبتدا ۱۲ منہ سلہ تحت حدیث ابنوا المساجد آخر جوا القمامۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اسنادہ ضعیف لکن یجبرہ ماقبلہ فیتعاضدان سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو ملکر قوی ہو جائینگے) جامع صغیر میں حدیث اکرموا العلماء فانہم ورثۃ الانبیاء دو طریقوں سے ایراد کی اول ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تیسیر و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا ضعیف لکن یقویہ مابعدہ ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا ضعیف لضعف الضحاک بن حجرۃ لکن یعضدہ ماقبلہ ضحاک بن حجرہ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے) متتبع کلمات علما اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

(افادہ پانزدہم) اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو مرقاۃ میں ہے رواہ الترمذی وقال غریب والعمل علی ھذا عند اھل العلم قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم والعلم عند اللہ تعالیٰ کما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا غفر اللہ تعالیٰ لہ ومن قیل لہ غفر لہ ایضا فکنت ذکرت التہلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیہم شاب مشہور بالکشف فاذا ھو فی اثناء الاکل اظہر البکاء فسألتہ عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذکورۃ لہا فضحک وقال انی اراھا الاٰن فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اسکی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو میں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اتنے بار پڑھا تھا اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخشدیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں نے

(حاشیہ: [illegible] الفصل الثانی [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(حاشیہ: اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے)

حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اُس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔ امام سیوطی تعقبات میں امام بیہقی سے ناقل تداولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذٰلک تقویۃ للحدیث المرفوع اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔ اسی میں فرمایا قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ متعدد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ علم کی موافقت صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو)[1] یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں) (افادہ شانزدہم) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے چاہا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے آحاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں۔ خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔ مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد احادیث آحاد دربارہ اعتقاد ناقابل اعتماد) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لئے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے جمہور علما یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے یہاں باتفاق علما ضعیف حدیث بھی کافی ہے مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا۔ اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا یہ فضل عطا کیا تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں یہ اُن

---

[1] ای واعتبرہ بمن شئت ۱۲ منہ [2] الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ [3] مسئلہ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلہ من تحف آجلہ و رسالہ الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معٰویہ و رسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الاھواء الواھیہ فی باب الامیر معٰویہ وغیرہا میں ہے و نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکتہم من لم یسمعھا و تبینھا و نفع بہا و بہ ارضہا ینفی امۃ الاسلام لبغضہا تبغیضہا آمین بالعظیم القدرۃ واسع الرحمۃ آمین وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لیجاتے ہیں عزیزو مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے رسالہ قاری و مرقاۃ و شرح حجر مکی و تعقبات و لآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں عبارت تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے ہاں نکہ اس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے امام اجل شیخ العلماء والعرفا سیدی ابو طالب محمد بن علی مکی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلۃ محتملۃ علی کل حال مقاطیعھا ومراسیلھا لاتعارض ولاترد کذلک کان السلف یفعلون فضائل اعمال وتفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کیجائے نہ انھیں رد کریں ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا، امام ابو ذکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ولفظ الحرز لجواز العمل بہ فی فضائل الاعمال بالاتفاق یعنی بے شک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے فتح المبین شرح الاربعین میں ہے لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل بہ والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ اوکما قال واشار المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بحکایۃ الاجماع علی ما ذکرہ الی الرد علی من نازع فیہ الخ یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیئے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے ادا ہوگیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرلے اس کا اجر اسے حاصل ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو لفظ حدیث کے یوں ہیں یا جس طرح حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱؎ فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ ۲؎ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی مرادفۃ کلھا ضعیفۃ ۱۲ منہ ۳؎ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ انی ارجوا لکن جمیع مافیہ صحیحا ۱۲ منہ ۴؎ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے اُس پر نقل اجماع علماء سے اشارہ فرمایا کہ جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے) مقاصدِ حسنہ[۱] میں ہے قد قال ابن عبد البر انہم یتساہلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال بے شک ابوعمر ابن عبد البر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو امام[۲] محقق علی الاطلاق فتح القدیر[۳] میں فرماتے ہیں الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہیئے کہ موضوع نہ ہو) مقدمہ امام[۴] ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ[۵] جرجانیہ و شرح[۶] الالفیۃ للمصنف و تقریب[۷] النواوی اور اُس کی شرح تدریب[۸] الراوی میں ہے واللفظ لہما یجوز عند اہل الحدیث وغیرہم التساہل فی الاسانید الضعیفۃ ورِوایۃ ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل بہ من غیر بیان ضعفہ فی فضائل الاعمال وغیرہا مما لا تعلق لہ بالعقائد والاحکام وممن نقل عنہ ذلک ابن حنبل وابن مہدی وابن المبارک قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوہا تساہلنا اھ ملخصا محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں امام احمد بن حنبل و امام عبد الرحمٰن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے جب ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی) امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیر واحد یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح[۹] نے فتح المغیث میں امام احمد[۱۰] و امام ابن[۱۱] معین و امام[۱۲] ابن المبارک و امام[۱۳] سفیٰن ثوری و امام[۱۴] ابن عیینہ و امام ابوزکریا[۱۵] عنبری و حاکم و ابن عبد البر[۱۶] کے اسماء و اقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب[۱۷] نے کفایہ میں اس کے لئے ایک مستقل باب وضع کیا) غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور (تنبیہ جلیل) کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں مولوی خرم[۱۸] علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں ضعاف در فضائل اعمال وفیما کن فیہ باتفاق علماء معمول بہا است الخ مظاہر حق[۱۹] میں راوی حدیث صلاۃ الاوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کرکے لکھا اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کیا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ اسی[۲۰] میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کرکے کہا یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق

جائز ہے "الخ (افادہ ہفدہم) فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لئے بس ہے امام شیخ الاسلام ابو زکریا نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہ کتاب[۱] الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا محدثین وفقہاء وغیرہم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو) بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد[۲] النفید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبد الغنی[۳] نابلسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمائے امام[۴] فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح[۵] القدیر میں فرماتے ہیں۔ الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے) علامہ[۶] ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی[۷] فی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں (یستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل لما روت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرقۃ ینشف بہا بعد الوضوء رواہ الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضائے مبارک صاف فرماتے یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا) مولانا علی قاری[۸] موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقا ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبۃ مستحب او سنۃ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے) امام جلیل جلال[۹] سیوطی طلوع[۱۰] الثریا باظہار ما کان خفیا میں فرماتے ہیں استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظرا الی ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل الاعمال تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے) علامہ محقق[۱۱] جلال دوانی رحمۃ اللہ تعالٰی انموذج العلوم میں فرماتے ہیں الذی یصلح للتعویل علیہ

---

[۱] نقل ہذہ العبارات الثمینۃ محقق العصار نادرۃ الدہر تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبد القادر البدایونی ادام اللہ تعالٰی فیوضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد، و انتہی ہم منہ [۲] اول الکتاب [۳] ثالث فصول المقدمۃ منہ [۴] اواخر الفصل الثانی من الباب الاول منہ [۵] قبیل فصل فی حمل الجنازۃ منہ [۶] فی سنن الغسل منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ [۷] نقلہ بعض العصریین وہو نیازی ثقۃ فی النقل منہ [۸] نقلہ الامام شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض [۹] [illegible] [۱۰] [illegible] حدیث ابی داؤد [illegible] علم الحدیث [illegible] نقلہ الشارح المحقق

ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلۃ عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمۃ والکراھیۃ یجوز العمل بہ ویستحب لانہ مامون
الخطر ومرجو النفع اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت
وکراہت کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید، اندیشہ سے امان
یوں کہ حرمت وکراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف ہی سہی **اقول**
باللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے ورنہ نفس جواز
تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت اس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا تو لاجرم ورود حدیث
کے سبب جانب فعل کو مترجح ماننا ہے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اوس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی
استحباب ہے آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا
اور امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اس سے تمسک کو درجہ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب
اس پر عمل ہوتا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولٰی اس سے کھل گیا کہ اس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے
ایک زائد وبالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب حلیہ[1] شرح منیہ میں فرماتے ہیں
الجمہور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی البقاء علی الاباحۃ التی لم یتم
دلیل علی انتفائہا اولٰی فیما نحن فیہ اجدر جمہور علما کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر
عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی
جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے) امام[2] ابو طالب مکی قوت[3] القلوب میں فرماتے ہیں الحدیث اذا لم ینافہ کتاب
اوسنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت
میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے تو بشرطیکہ اس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور
اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا
تو گیا) یعنی جب ایک راوی جس کا کذب متعین نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر
دیتا ہے اور اس امر میں کتاب وسنت واجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے **اقول**
اما قولہ قدس سرہ یوجب فکاقد یرید التاکد کما تقول البغض اصحابک حقک واجب علی وقال فی الدر

---

[1] سنن الغسل مسألۃ المندیل ۲ [2] منہ فی الفصل الحادی والثلثین ۱ [3] منہ آخر باب ... رضی اللہ تعالٰی عنہ

المختار ان المسلمين ثواب ثوبه فوجب اتباعهم او ان ملحمة الحاعليه السادات المجاهدون من الائمة الصوفية قدسنا الله تعالٰى باسرارهم الصفية من شدة تعاهدهم للمستحبات كما من الواجبات وتوقيهم عن المكروهات بل وكثير من المباحات كما عن المحرمات او ان هذا هو المذهب عنده فانه قدس سره فيما نرى من المجتهدين وحق له ان يكون منهم كما هو شان جميع الواصلين الى عين الشريعة الكبرى وان انتسبوا ظاهرا الى احد من ائمة الفتوى كما بينه[1] العارف بالله سيدی[2] عبد الوهاب الشعرانی فی الميزان والله تعالٰی اعلم بمراد اهل العرفان۔

افادہ بستم (۲۰) جان برادر اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہو تو تصریحات علماء درکنار خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق وتدقیق راہ نہ پائے ولکن الوهابية قوم لا يعقلون۔ بگوش ہوش سنیے اور الفاظ احادیث پر غور کرتے جائیے حسن بن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا **جابر بن عبداللہ** انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما اور قطعی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا **عبداللہ بن عمر** رضی اللہ تعالٰی عنہما اور رکامل حجدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی ان کے طریق سے اور ابن حبان اور ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیدنا **انس بن مالک** رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله عزوجل شیئ فیه فضیلة فاخذ به ایمانا به ورجاء ثوابه اعطاه الله تعالٰی ذلك وان لم یکن کذلك

جسے اللہ تبارک وتعالٰی سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اس ثواب کی امید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالٰی اسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔ یہ لفظ حسن کے ہیں اور دارقطنی کی حدیث میں یوں ہے: اعطاه الله ذلك الثواب وان لم یکن ما بلغه حقا اللہ تعالٰی اسے وہ ثواب عطا کرے اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔ ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں: کان منی اولم یکن۔ چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو۔ ابن عبداللہ کے لفظ یوں ہیں: وان کان الذی حدثه کاذبا۔ اگرچہ اس حدیث کا راوی جھوٹا ہو۔ امام احمد وابن ماجہ وعقیلی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ما جاءکم عنی من خیر قلته اولم اقله فانی اقوله وما جاءکم عنی من شر فانی لا اقول الشر۔ تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بری بات کی خبر پہنچے تو میں

---

[1] فی فصل فان قال قائل فهل یجب عندکم علی المقلد الخ، و فی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعة المطهرة الخ وفی غیرهما منه رضی اللہ تعالٰی عنہ

حاشیہ: افادہ بستم (۲۰) حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثیں کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا چاہیے

بری بات نہیں فرماتا تھا ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں ماقیل من قول حسن فانا قلتہ جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں وفی الباب عن ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالی سے راوی رایت رسول اللہ تعالی علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ انہ قد بلغنا عنک انک قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذلک الحدیث رجاء ذلک الثواب اعطاہ اللہ ذلک الثواب وان کان الحدیث باطلا فقال ای ورب ھذہ البلدۃ انہ لمنی وانا قلتہ میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اس حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے اگرچہ حدیث باطل ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب کی بیشک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) ابو یعلی اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا **ابی حمزہ انس** رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من بلغہ عن اللہ تعالی فضیلۃ فلم یصدق بھا لم ینلھا جسے اللہ تعالی سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اس فضل سے محروم رہے) ابو عمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کرکے فرمایا اھل الحدیث بجماعتھم یتساھلون فی الفضائل فیروونھا عن کل وانما یتشددون فی احادیث الاحکام تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں انھیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اسے چاہیے نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیق صحت حدیث و نظافت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ تعالی اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائے گا۔ **اقول** یعنی جب تک اس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجا وامید کے کوئی معنی نہیں فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا ونحوہ انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ وھذا واضح جدا فتثبت ولا تزل اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولی سبحانہ وتعالی فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والحاکم بمعناہ عن انس بن مالک

دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے فلیظن بی ماشاء اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے ان ظن خیرا فلہ وان ظن شرا فلہ اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لئے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لئے رواہ الامام احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط و ابونعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب اُس نے اپنی صدقِ نیت سے اُس پر عمل کیا اور رب عزجلالہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولٰی تبارک وتعالٰی اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو وللہ الحمد فی الاولٰی والاٰخرۃ (افادہ نور دہم) **اقول** وباللہ التوفیق عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذوب قد یصدق بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو مقدمہ امام ابوعمر تقی الدین شہرزوری میں ہے اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد بہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اُس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اُس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اُس کی سند اُس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی تقریب وتدریب میں ہے اذا قیل حدیث ضعیف فمعناہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصا جب کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اُس کی اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹا سچ بولا ہو، محقق حیث اطلق فتح میں فرماتے ہیں ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعیف حدیث کو حسن صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو) اذکار میں ہے لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحا فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلک وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں

؎۱ رسالۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ　؎۲ رسالۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے (اس وقت باوصف ضعف راوی اُس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا) موضوعات کبیر میں ہے المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر المکی (محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح) **اقول** یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنھیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم الجلیلۃ ونور قلوبنا بانوارھم الجمیلۃ انھیں مقبول و معتمد بناتے اور بصیغ جزم و قطع حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنھیں علما اپنے زبر و دفاتر میں کہیں نہ پاتے اُن کے یہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن و وقیعت و جرح و اہانت ہوجاتے حالانکہ العظمۃ للہ وہ عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھے ولکن کل حزب بما لدیہم فرحون وربک اعلم بالمھتدین میزان مبارک میں حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کی نسبت فرماتے ہیں ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین فھو صحیح عند اھل الکشف[1] (اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے) کشف الغمہ[2] عن جمیع الامہ میں ارشاد فرمایا کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی علی طھر قلبہ من النفاق کما یطھر الثوب بالماء وکان صلی اللہ تعالٰی یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق قال شیخنا رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذا الحدیث والذی قبلہ رویناھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلٰوۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلٰی درجات الصحۃ وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحھم (حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اُس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجائے جیسے کپڑا پانی سے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو کہے صلی اللہ علٰی محمد اس نے ستر دروازے

---

[1] فی فصل فان ادعی احد من العلماء ذوق ہذا المیزان ۱۲ منہ [2] آخر الجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے اللہ عزوجل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا
مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیا
سے روایت کی ہیں انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام انھوں نے حضور پرنور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ
واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلٰی درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں
ثابت نہ کہیں) نیز میزان الشریعۃ میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں کما یقال عن
جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتھی سندہ الی حضرۃ الحق جل وعلا فکذلك یقال فیما نقلہ
اھل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا
اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا اس کے
حق میں بھی یہی کہا جائے گا (یعنی اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع واعلٰی ہے ولہذا حضرت
سیدی ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے قد اخذتم علمکم
میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم
نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابہ المبارک الیواقیت والجواھر
اٰخر المبحث السابع والاربعین حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ
نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں۔ کما ذکرہ فی الباب الثالث والسبعین من الفتوحات
المکیۃ الشریفۃ الالٰھیۃ الملکیۃ ونقلہ فی الیواقیت ھنا اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال
الملۃ والدین سیوطی قدس اللہ سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں زیارت جمال جہاں آرائے حضور پرنور سید
الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے
تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان
عارف ربانی امام العلامہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ہے من شاء فلیتشرف
بمطالعتہ یہ نفیس وجلیل فائدہ کہ بمناسب مقام بحمد اللہ تعالٰی نفع رسانی برادران دین کے لیے حوالہ قلم ہوا الحرح
ثلثی یہ نقش کرلینا چاہیے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزشگاہ میں پھسلنے والے بہت وقدیم سے
تجلی قطاع القیافی الی الحمی کثیر وارباب الوصول قلائل بات دور پہنچی کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن

؎۱ فصل فی بیان استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتھدین عن الشریعۃ مطبعہ ؎۲ فی الفصل المذکور قبل ما مر بنحو صفحۃ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

وجرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام امید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر یکدست اُس سے دستکش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم وتثبت ولاتکن من المتعصبین انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت عزیزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اُس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لئے سونے کے ورق سونے کی موسلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں ملحق بلیغ کرکے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کرلے اُس کا استعمال طباً حرام جانے بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصول طبیہ میں بہرے لئے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈھتا اور حال رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد ومنافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا بعینہ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے کہیں منع نہ کیا تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا ہل تربصون بنا الا احدی الحسنیین واللہ تعالیٰ الموفق۔

(**افادۂ بستم**) مقاصد شرع کا عارف اور کلمات علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورۂ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی وانموذج العلوم محقق دوانی وقوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ ونیز تقریر فقیر مذکور افادۂ سابقہ پر نظر صحیح کریگا انوار متجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط ونفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اُس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزیہ وتورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا کیف وقد قیل کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ **اقول** وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دع مایریبک الی مالایریبک جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آجس میں کچھ دغدغہ نہیں رواہ الامام احمد وابوداود والطیالسی والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن حبان والحاکم وصححاہ وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا

الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند قوی وابو نعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو مورث شبہہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق ہے۔ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں ازانجملہ حدیث اجل واعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ جو شبہات سے بچے اس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑجائے گا۔ جیسے رمنے کی گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے سن لو ہر بادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے سن لو اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا مرجعھما الی شیئ واحد وھو النھی التنزیھی عن الوقوع فی الشبہات یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلاف اولٰی ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ) اللہ عزوجل فرماتا ہے ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے) بحمد اللہ تعالٰی یہ معنی ہیں ارشاد امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے کہ قوت القلوب شریف میں فرمایا ان الاخبار الضعاف غیر مخالفۃ الکتاب والسنۃ لایلزمنا ردھا بل فیھا ما یدل علیھا (ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب وسنت نہ ہوں ان کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن وحدیث ان کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں) لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی حدیث ضعیف مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط میں ہو امام نووی نے اذکار میں بعد عبارت مذکورہ پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیھا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لایجب یعنی محدثین وفقہاء وغیرہم علماء فرماتے ہیں کہ حلال حرام بیع نکاح طلاق وغیرہا احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف

---

[1] فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ [2] فی شرح الخطبۃ حیث استدل الامام المصنف بحدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث ۱۲ منہ

آ جائے تو مستحب ہے کہ اُس سے بچیں ہاں واجب نہیں، امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جبکہ اُسی میں احتیاط ہو علامہ حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجتہ وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہدینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کرو اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھو کہ کھانے والا کھانے اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے (تفلیسہ) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ برص فلا یلومن الا نفسہ جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سپید داغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے (ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہو گئی خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کی حضور نے فرمایا ایاک والاستہانۃ بحدیثی خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا انہوں نے توبہ کی آنکھ کھلی تو اچھے تھے امام سیوطی لآلی وتعقبات میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیساپوری قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستہانۃ بحدیثی فقلت تبت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانتبھت وقد عافانی اللہ تعالٰی وذھب ذلک عنی (تطفیلہ) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام

بدھ کے دن پچھنے لگوانے کا بیان

ہفتہ کے دن پچھنے لگانے کا بیان

سے فی فصل الصلوٰۃ ... قوله ... حلبی کبیر ... غنیۃ المستملی ... [illegible]

مراقی الفلاح ... [illegible] ... اللآلی المصنوعۃ ... کتاب ... [illegible]

کہ بلاء جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے غرض لگالیئے برص ہوگئی خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کی فرمایا ایاک والاستھانۃ بحدیثی دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان سمجھنا انھوں نے منت مانی اللہ تعالٰی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کرونگا صحیح ہو یا ضعیف اللہ عزوجل نے شفا بخشی لالی میں ہے۔ اخرج ابن عساکر فی تاریخہ من طریق ابی علی مھران بن ھارون الحافظ الرازی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامۃ یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاصابہ وضح فلا یلومن الا نفسہ قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت ھذا حدیث فی اسنادہ بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاہ فحجمت فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فنذرت للہ نذرا ان اذھب اللہ مابی من البرص لم اتھاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحیحا کان او سقیما فاذھب اللہ عنی ذلک البرص (مضیدہ) یوہیں ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کترنے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے بعض علما نے کترواے کسی نے بربناے حدیث منع کیا فرمایا حدیث صحیح نہیں فوراً مبتلا ہوگئے خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے شافی کافی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی ارشاد ہوا تمھیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی یہ فرماکر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان و دستگیر بیکسان ہے ان کے بدن پر لگادیا فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سنکر مخالفت نہ کرونگا علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں قص الاظفار وتقلیمھا سنۃ وورد النھی عنہ فی یوم الاربعاء وانہ یورث البرص وحکی عن بعض العلماء انہ فعلہ فنھی عنہ فقال لم یثبت ھذا فلحقہ البرص من ساعتہ فرأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی منامہ فشکی الیہ فقال لہ الم تسمع نھیی عنہ فقال لم یصح عندی فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکفیک انہ سمع ثم مسح بدنہ بیدہ الشریفۃ فذھب مابہ فتاب عن مخالفۃ ما [illegible] بعض علما امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ المدخل پھر علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں

فرماتے ہیں ورد فی بعض الآثار النھی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانہ یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انہ ھم بقص اظفارہ یوم الاربعاء فتذکر ذلک فترک ثم رای ان قص الاظفار سنۃ حاضرۃ ولم یصح عندہ النھی فقصھا فلحقہ ای اصابہ البرص فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نھیی عن ذلک فقال یارسول اللہ لم یصح عندی ذلک فقال یکفیک ان تسمع ثم مسح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی بدنہ فزال البرص جمیعا قال ابن الحاج رحمہ اللہ تعالٰی فجددت مع اللہ توبۃ انی لااخالف ماسمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابدا سبحان اللہ جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول ومعمول تو فضائل تو فضائل ہیں اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالٰی عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعیف حدیث اس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں ان کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیق ظاہر ہوئیں کاش منکران فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور آسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے آمین۔

افادہ بست ودوم (۲۲) بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لئے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لئے زنہار زنہار اصلا اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب وتنزہ کے لئے ذریعہ کافیہ ہے افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے اس پر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح وروشن مگر ازانجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاح حق کے لئے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن اولاً کلمات علمائے کرام میں بالکل طبقہ اس جوش وکثرت سے آئے اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کرلینا کیونکر قابل قبول ثانیا بلکہ ارشادات علما صراحۃً اس کے خلاف مثلاً عبارت اذکار وغیرہ خصوصاً عبارت امام ابن الہمام کہ نص صریح ہے کہ ثبوت استحباب کو حدیث ضعیف کافی **اقول** بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں اس استحباب وانکار وجوب کا منشاء یہی ہے کہ اس باب میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلٰی واجلی کلام امام ابوطالب مکی اس میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ وان لم یشھد اللہ اگرچہ

حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اس باب میں کسی حدیث صحیح کا آنا ضروری نہیں

کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں تاہم علمائے فقہ وحدیث کا عملدرآمد قدیم وحدیث اس قید
کے بطلان پر شاہد عدل، جا بجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث
صحیح اصلاً مروی نہیں۔ اقول مثلاً (۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری (۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت برتقدیر
تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے (۳) نماز میں امامت اتقی
کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ ششم میں گزرا وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث
ضعیف پر عمل کو نفی صحت سے مشروط فرمایا ہے حیث قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلاۃ والسلام
ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانہم وفدکم والضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل
الاعمال (۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریب کافر کے بارے میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابوطالب مرے
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انہیں نہلا کر
دفن کرا آئیں پھر خود غسل کرلیں بعد غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں پھر فرمایا فی ھذا اولافی شیئ من
طرق حدیث علی حدیث صحیح لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع
ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر
موضوع سے ثابت ہوجاتا ہے (۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی (۶) تائید
اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج (۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی مکی (۸) استحباب تلقین کی
نسبت امام ابن الصلاح وامام نووی وامام سیوطی کے ارشادات افادہ ہفدہم (۹) کراہت وصل بین الاذان
والاقامۃ کی نسبت علامہ حلبی کا کلام (۱۰) بدھ کو ناخن ترشنے کی نسبت خود نسیم الریاض وطحاوی کے اقوال
افادہ بستم میں زیور گوش سامعین ہوئے یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطالت نہ ہو تو شو دو سو
ایک ادنٰی نظر میں جمع ہوسکتے ہیں مگر ایضاح واضح میں اختصار تام کے لئے رابعاً اقول نصوص واحادیث
مذکورہ افادات ہفدہم وبستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں حاشا بلکہ باعلٰی
ندا اس کی نفی بتاتے ہیں کما لایخفی علی اولی النہی (خامساً) اقول وباللہ التوفیق اس شرط
زائد کا اشد اعضال مسائل اجماعیہ کو محض لغو ومہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں
تو متفقاً حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر
میں بحالت وجود صحیح حجیت صحیح ہوئی نہ ضعیف (اقول) اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف

ہوتا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح
ثابتہ کو بھی رد کر دیتا ہے ھذا لایقول بہ عاقل اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہو کر
مدفوع کہ جب مصحح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر (ثانیاً) اگر صحیح نہ آتی ضعیف
بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہرحال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں (ثالثاً)
لعبارۃ اخری اظہر واجلی حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اُس سے ماخوذ اور اس کی طرف مضاف ہو
کہ اگر یہ اُس سے لیجیے نہ اُس کی طرف اسناد کیجیے تو اُس پر عمل کیا ہوا اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے
ضعیف سے اخذ اور اُس کی طرف اضافت یعنی چہ مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے
مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو سبحان اللہ جب مہر نیر وز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت
اور اس کی طرف کب اضافت اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہینگے یا نور شمس میں ع آفتاب اندر جہاں
آنگہ کہ میجوید سہا لاجرم معنے مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل
کافی و وافی ثم اقول تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصرف الاوہام ان
للمسئلۃ قد دارت بین العلماء بعبارتین العمل والقبول اما العمل بحدیث فلا یعنی بہ الا امتثال ما
فیہ تعویلا علیہ والجری علی مقتضاہ نظرا الیہ لا بد من ھذا القید الا یری ان لو توافق
بہ حدیثان صحیح وموضوع علی فعل ففعل للامر بہ فی الصحیح لا یکون ھذا عملا علی الموضوع و
اما القبول فھو دائر احتمل معنی الروایۃ من دون بیان الضعف فیکون الحاصل ان الضعیف
یجوز روایتہ فی الفضائل مع السکوت عما فیہ دون الاحکام لکن ھذا المعنی علی تقدیر صحتہ
انما یرجع الی معنی العمل کیف ولا منشأ لایجاب اظہار الضعف فی الاحکام الا التحذیر عن
العمل بہ حیث لایسوغ فلو لم یسغ فی غیرھا ایضا لکان ساواھا فی الایجاب فقد ال الامر فی
کلتا العبارتین الی تجویز المشی علی مقتضی الضعاف فیما دون الاحکام فانھم ما استثنوا النائیۃ
شیئا منھا الا نکتۃ [illegible] الخلوم ھذا ھو التحقیق بید ان ھھنا رجلین من اھل العلم زلت
اقدامہما فاولا منہما حملا العمل والقبول علی ما لیس بمراد ولا حقیقا بالقبول احدھما العلامۃ
الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالی حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوھم بظاہر
کلامہ ان محلہ ما اذا اوردی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الاعمال الثابتۃ استحبابھا

والترغیب فیہ او فی فضائل بعض الصحابۃ او الاذکار المأثورۃ قال ولاحاجۃ الی تخصیص الاحکام والا
عمال کما توہم للفرق الظاہر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ **اقول** لولا ان الفاضل المقدقی خالف
المحقق لکان لکلامہ معنی صحیح فان الثبوت اعم من الثبوت عینا او باندراج تحت اصل عام ولو
اصالۃ الاباحۃ فان للمباح یصیر بالنیۃ مستحبا ونحن لاننکر ان قبول الضعاف مشروط بذلک
کیف ولولاہ لکان فیہ ترجیح الضعیف علی الصحیح وھو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل ھذا المعنی لا
صاب ولسلم من التکرار فی قولہ او الاذکار المأثورۃ لکنہ رحمہ اللہ تعالٰی بصدد مخالفۃ المحقق المرحوم
وقد کان المحقق انما عول علی ھذا المعنی الصحیح حیث قال المباحات تصیر بالنیۃ عبادۃ فکیف مافیہ
شبہۃ الاستحباب لاجل الحدیث الضعیف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب
ایضا معلوم من القواعد الشرعیۃ الدالۃ علی استحباب الاحتیاط فی امر الدین فلم یثبت شیئ
من الاحکام بالحدیث الضعیف بل اوقع الحدیث شبہۃ الاستحباب فصار الاحتیاط ان یعمل
بہ فاستحباب الاحتیاط معلوم من قواعد الشرع اھ ملخصا فالظاہر من کلام الفاضل انہ
یرید الثبوت عینا بخصوصہ ویؤیدہ تشبثہ بالفرق بین الاعمال وفضائلہا فان ارادہ فھذہ
جنود براھین لاقبل لاحد بہا وقد اتاک بعضہا علی انی **اقول** اذن یرجع معنی العمل بعد الا
ستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص علی عمل منصوص اسمہ یجوز العمل بشیئ مستحب معلوم الاستحباب
مترجیا فیہ بعض خصوص الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب فالآن نسألکم عن ھذا الرجاء
اھو کمثلہ بحدیث صحیح ان لو ورد ام دونہ الاول باطل فان صحۃ الحدیث بفعل او یجبر صنعہ
ماورد فی الثواب المخصوص علیہ وعلی الثانی ھذا القدر من الرجاء یکفی فیہ الحدیث الضعیف
فای حاجۃ الی ورود صحیح بخصوص الفعل نعم لابد ان یکون مما یجیز الشرع رجاء الثواب
علیہ وھذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب او مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان
الوجہ مع المحقق الدوانی واللہ تعالٰی اعلم **ثانیہما** یعنی من تقدم الدوانی زعم ان مراد النووی
ای بما مر من کلامہ فی الاربعین والاذکار انہ اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی فضیلۃ عمل من

۱؎ ویکدرہ ایضا علی ماقیل مغایرۃ العلماء بین فضائل الاعمال والترغیب علی ما ھو الظاہر نعم کذا ھہنا فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترھیب
وسائر مالاتعلق لہ بالاحکام والعقائد ھذا توضیح ماقیل اقول بل المراد بہ فضائل الاعمال الاعمال التی ھی فضائل وتسمیتہا بذلک کما نات العلماء والمبارۃ فی الافادۃ السابعۃ عشر کقول

الاعمال تجوز روایۃ الحدیث الضعیف فی ھذا الباب قال المحقق بعد نقله فی الانموذج لا یخفی ان ھذا لا
یرتبط بکلام النووی فضلا من ان یکون مرادہ ذلک فکم بین جواز العمل واستحبابه وبین مجرد نقل
الحدیث فرق علی انه لولم یثبت الحدیث الصحیح والحسن فی فضیلۃ عمل من الاعمال یجوز نقل الحدیث
الضعیف فیھا لا سیما مع التنبیه علی ضعفه ومثل ذلک فی کتب الحدیث وغیرہ شائع یشھد به
من تتبع ادنی تتبع اھ اقول لا اری احدا ممن ینتمی الی العلم ینتھی فی الغباوۃ الی حد یحیل روایۃ
الضعاف مطلقا حتی مع بیان الضعف فان فیه خرقا لاجماع المسلمین وتاثیما بینا لجمیع المحدثین
وانما المراد الروایۃ مع السکوت عن بیان الوھن فقول المحقق لاسیما مع التنبیه علی ضعفه لیس فی
محله والآن نعود الی تزییف مقالته فنقول اولا ھذا الذی ابدی ان سلم وسلّم لم یمش الا فی
لفظ القبول کما اشرنا الیه سابقا فمجرد روایۃ حدیث لوکان عملا به لزم ان یکون من روی
حدیثا فی الصلاۃ فقد صلی او فی الصوم فقد صام وھکذا اما ان الواقع فی کلام الامام فی کلا
الکتابین انما ھو لفظ العمل وھذا ما اشار الیه الد وانی بقوله ان ھذا لا یرتبط الخ وثانیا
اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحی یکفی فی ابطاله دلیلنا المذکور ثمامسلم
ما تقدم وثالثا اذن یکون حاصل التفرقۃ ان الاحکام لا یجوز فیھا روایۃ الضعاف اصلا ولو وجد
فی خصوص الباب حدیث صحیح اللھم الا مقرونا ببیان الضعف اما ما دونھا کالفضائل فیجوز اذا صح
حدیث مضعفۃ رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترھیب وسائر ما
لا تعلق له بالعقد والحکم مع فقدان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببیان الوھن وھذا
ما اشار الیه الد وانی بالعلاوۃ اقول دع عنک توسع المسانید التی تسند کل ما جاء عن صحابی
والمعاجیم التی توعی کل ما وعی عن شیخ بل والجوامع التی تجمع اشتل ما فی الباب ورد وان لم یکن
صحیح السند ھذا الجبل الشامخ البخاری یقول فی صحیحه حدثنا علی بن عبد اللہ بن جعفر ثنا معن بن
عیسی ثنا ابی بن عباس بن سھل عن ابیه عن جدہ قال کان للنبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم فی
حائطنا فرس یقال له اللحیف اھ فی تذھیب التھذیب للذھبی ابی بن عباس بن سھل بن سعد
الساعدی المدنی عن ابیه وابی بکر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابی فدیک وزید بن الحباب
وجماعۃ قال الدولابی لیس بالقوی قلت وضعفه ابن معین وقال احمد منکر الحدیث اھ وکقول

الدولابی قال النسائی کما فی المیزان ولم ینقل فی کتابین توثیقہ عن احد وبہ ضعف الدار قطنی هذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فیه ضعف قال ماله فی البخاری غیر حدیث واحد اھ قلت فانما الظن بابی عبد الله انه انما تساهل لان الحدیث لیس من باب الاحکام والله تعالٰی اعلم **ورابعا اقول** قد شاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواهد فالقول بمنعه فی الاحکام مطلقا ان وجد فی الصحیح باطل صریح وحدیرتفع الفرق وینهدم اساس المسئلة اجمع علیها بین علماء الغرب و الشرق لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذین الجبلین الشامخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطهما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمة شرحه لصحیح مسلم عاب عائبون مسلما رحمه الله تعالٰی بروایته فی صحیحه عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقة الثانیة الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیه فی ذلك بل جوابه من اوجه ذکرها الشیخ الامام ابو عمرو بن الصلاح (الٰی ان قال) الثانی ان یکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواهد لا فی الاصول و ذلك بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف رجاله ثقات ویجعله اصلا ثم یتبعه باسناد اخر او اسانید فیها بعض الضعفاء علی وجه التاکید بالمتابعة او لزیادة فیه تنبیه علی فائدة فیما قدمه وقد اعتذر الحاکم ابو عبد الله بالمتابعة والاستشهاد فی اخراجه من جماعة لیسوا من شرط الصحیح منهم مطر الوراق وبقیة بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یسار وعبد الله بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم فی الشواهد فی اشباه لهم کثیرین انتهی وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاری شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والاستشهاد روایة بعض الضعفاء وفی الصحیح جماعة منهم ذکروا فی المتابعات والشواهد اھ **وخامسا اقول** ما الی تخصیص الکلام بغیر الاصول هذه قناطیر مقنطرة من السقام مرویة فی الاصول والاحکام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وکم منهم التزموا بیان ماهنا اما الرواة فلم یعهد منهم الروایة للفقه وتنقیة عن الضعفاء والمجاهیل ولم یعد ذلك قدحا فیهم ولا رتکاب ماثم وهذا سلیمٰن بن عبد الرحمٰن الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحه قال فیه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من اروی الناس عن الضعفاء والمجهولین اھ ولو سردت اسماء الثقات الرواة عن المجروحین لکثر وطال فلیس منهم من التزم ان لایحدث الا عن ثقة عنده الا نزر قلیل کشعبة ومالك واحمد فی المسند

ومن شاء اللّٰہ تعالٰی واحدا بعد واحد ثم ھذا ان کان ففی شیوخھم خاصۃ لا من فوقھم والا لما التی من طریقھم ضعیف اصلا ولکان مجرد وقوعھم فی السند دلیل الصحۃ عندھم اذا صح السند الیھم ولم یثبت ھذا لاحد وھذا الامام الھمام یقول لابنہ عبداللّٰہ لو اردت ان اقتصر علی ما صح عندی لم ارو من ھذا المسند الا الشیئ بعد الشیئ ولکنک یا بنی تعرف طریقتی فی الحدیث انی لا اخالف ما یضعف الا اذا کان فی الباب شیئ یدفعہ ذکرہ[1] فی فتح المغیث واما المصنفون فاذا عددت امثال الکتب الثلثۃ للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحۃ والبیان الفیت عامۃ المسانید

والمعاجیم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوی فی کل باب علی کل نوع من انواع الحدیث من دون بیان وھذا مما لا ینکرہ الا جاھل او متجاھل فان ادعی مدع انھم لا یستحلون ذلک فقد نسبھم الی افتخام مالک یبیعون وان زعم زاعم انھم لا یفعلون ذلک فھم بصنیعھم علی خلقہ شاھدون وھذا ابوداود الذی الین لہ الحدیث کما الین لداؤد علیہ الصلاۃ والسلام الحدید قال فی رسالتہ الی اھل مکۃ شرفھا اللّٰہ تعالٰی ان ما کان فی کتابی من حدیث فیہ وھن شدید فقد بینتہ ومنہ ما لا یصح سندہ وما لم اذکر فیہ شیئا فھو صالح وبعضھا اصح من بعض اھ والصحیح ما افادہ الامام الحافظ ان لفظ صالح فی کلامہ اعم من ان یکون للاحتجاج او للاعتبار فما ارتقی الی الصحۃ ثم الی الحسن فھو بالمعنی الاول وما عداھما فھو بالمعنی الثانی وما قصر عن ذلک فھو الذی فیہ وھن شدید اھ وھذا الذی یشھد بہ الواقع فعلیک بہ وان قیل وقیل[1] وقد نقل عن اعلام سیر النبلاء للذھبی ان ما ضعف اسنادہ لنقص حفظ راویہ فمثل ھذا یسکت عنہ ابوداؤد غالبا الخ ومعلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعہ الاحکام وقد قال فی رسالۃ انما لم اصنف کتاب السنن

[1] ای قیل حسن عندہ واختارہ الامام المنذری وبہ جزم ابن الصلاح فی مقدمتہ وتبعہ الامام النووی فی التقریب ای وقد لا یکون حسنا عند غیرہ قالہ ابن الصلاح وقیل صحیح عندہ ومشی علیہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ عند ذکر حدیث القلتین وتبعہ العلامۃ الحلبی فی الغنیۃ فی فصل فی النوافل وکذلک یقال ھھنا انہ قد لا یصح عند غیرہ بل لا یحسن والامام ابن الھمام ابن الھمام فی الفتح اول الکتاب ثم تلمیذہ فی الحلیۃ قبیل صفۃ الصلاۃ فاقتصر علی الحجیۃ وھی تشملھما فیقرب من قول من قال حسن ثم ھذا الذی ذکرہ الحافظ تبعہ فیہ العلامۃ القسطلانی فی مقدمۃ الارشاد وخاتم الحفاظ فی التدریب فی فروع فی الحسن قال لکن ذکر ابن کثیر انہ یروی عنہ ما سکت عنہ فھو حسن فان صح ذلک فلا اشکال اھ اقول لقائل ان یقول ان الحسن اطلاقات وان القدر ما قد ذکرہ وانما الترمذی ھو الذی شھرہ وامرہ فاید بانہ ان صح عنہ ذلک لم یرد بہ الا ھذا الذی استقر علیہ الاصطلاح فافھم واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

سلہ (اداء الاقسام الثانی الحسن) ۱۲ منہ

الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزهد وفضائل الاعمال وغیرها الخ وقال الشمس محمد بن السخاوی فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحه للترمذی قول السلفی علی مالم یقع التصریح فیه من مخرجها وغیره بالضعف فیقتضی کما قال الشارح فی الکبیر ان ماکان فی الکتب الخمسة مسکوتا عنه ولم یصرح بضعفه انیکون صحیحا ولیس هذا الاطلاق صحیحا بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیها الترمذی وابوداود ولم یجز لغیرهم فیها کلاما ومع ذلک فهی ضعیفة اه وقال فی المرقاة الحق ان فیه ای فی مسند الامام احمد رضی الله تعالی عنه احادیث کثیرة ضعیفة وبعضها اشد فی الضعف من بعض الخ ونقل بعیده عن شیخ الاسلام الحافظ انه قال لیست الاحادیث الزائدة فیه علی ما فی الصحیحین باکثر ضعفا من الاحادیث التی اتدة فی سنن ابی داؤد والترمذی علیها وبالجملة فالسبیل واحد لمن اراد الاحتجاج بحدیث من السنن لاسیما سنن ابن ماجة ومصنف ابن ابی شیبة وعبد الرزاق مما الامر فیه اشد او بحدیث من المسانید لان هذه کلها لم یشترط جامعوها الصحة والحسن وتلک السبیل ان المحتج انکان اهلا للنقد والتصحیح فلیس له ان یحتج بشیء من القسمین حتی یحیط به وان لم یکن اهلا لذلک فان وجد اهلا لتصحیح او تحسین قلده والا فلا یقدم علی الاحتجاج فیکون کحاطب لیل فلعله یحتج بالباطل وهو لا یشعر اه وقال الامام عثمن الشهرزوری فی علوم الحدیث حکی ابو عبد الله بن مندة الحافظ انه سمع محمد بن سعد الباوردی بمصر یقول کان من مذهب ابی عبد الرحمن النسائی ان یخرج عن کل من لم یجمع علی ترکه وقال ابن مندة وکذلک ابوداؤد السجستانی یاخذ ماخذه ویخرج الاسناد الضعیف اذا لم یجد فی الباب غیره لانه اقوی عنده من رأی الرجال اه وفیها بعیده ثم فی التقریب والتدریب وهذا لفظهما ممتزجا اما مسند الامام احمد بن حنبل وابی داؤد الطیالسی وغیرهما من المسانید کمسند عبید الله بن موسی واسحق بن راهویه والدارمی وعبد بن حمید وابی یعلی الموصلی والحسن بن سفین وابی بکر البزار فهؤلاء عادتهم ان یخرجوا فی مسند کل صحابی ما رووه من حدیثه غیر مقیدین بانیکون محتجا به اولا الخ وفیه اعنی التدریب قیل ومسند البزار یبین فیه الصحیح من غیره قال العراقی ولم یفعل ذلک الا قلیلا وفی البنایة شرح الهدایة للعلامة الامام البدر العینی للدارقطنی کتاب مملو من الاحادیث الضعیفة والشاذة والمعللة وکم فیه من حدیث لا یوجد فی غیره اه وذکر اشد منه للخطیب ونحوه للبیهقی وفی فتح المغیث لقد اعلوا فی صحیح ابی عوانة

ص۱ فی رسالة الهجر فی الصلوة ۱۲ منه ص۲ فیما الصحیح الزائد علی الصحیحین ۱۲ منه

الذی عمله مستخرجا علی مسلم احادیث کثیرة زائدة علی اصله وفیها الصحیح والحسن بل والضعیف ایضا فینبغی التحرز فی الحکم علیها ایضا اھ نصوص العلماء فی ھذا الباب کثیرة جدا وما اوردنا کان فی ابانة ما قصدنا وبالجملة فروایتهم الضعاف من دون بیان فی کل باب وان لم یوجد الصحیح معلوم مقرر لا یرد ولا ینکر وانما اطنبنا ھھنا لما شممنا خلافه من کلمات بعض الجهلة والحمد لله علی کشف الغمة وتثبیت القدم فی المزلة فاستبان ان لو کان المراد ما زعم ھذا الذی نقلنا قوله لکانت التفرقة بین الاحکام والفضائل قد انتقضت والمسألة الاجماعیة من اساسها قد انھدمت **ھذا وجه** ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان **وتقول علی وجه التشقیق** ان الحکم الذی رویت فیه الضعاف مطلقة ھل یوجد فیه صحیح ام لا فان وجد فقد رووا الضعیف ساکتین فی الاحکام ایضا عند وجود الصحیح فاین الفرق وان لم یوجد فالامر اشد **فان** الالتجاء ملجئ الی الضعاف بعد دون سوق الاسانید من البیان ای فلم یوجد منهم روایة الضعاف فی الاحکام الا مقرونة **قلت اولا** ھذا شیئ قد یبدیه بعض العلماء عذرا عمن روی الموضوعات ساکتا علیها انهم لا یقبلون قال الذھبی[1] فی المیزان کلام ابن منده فی ابی نعیم فظیع لا احب حکایته ولا اقبل قول کل منهما فی الآخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها اھ وقد قال العراقی[2] فی شرح الفیته ان من ابرز اسناده منهم فهو ابسط لعذره اذ احال ناظره علی الکشف عن سنده وان کان لا یجوز له السکوت علیه اھ وثانیا لم یعهد منهم ایراد الاحادیث من ای باب کانت الا مسندة فهذا البیان لم تنفك عنه احادیث الفضائل ایضا فبماذا تساهلوا فیها دون ذلك وثالثا لو کان الاسناد ھو البیان المراد لاستحال روایة شیئ من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایة لا تکون الا بالاسناد قال فی التدریب حقیقة الروایة نقل السنة و نحوها واسناد ذلك الی من عزی الیه بتحدیث واخبار وغیر ذلك اھ وقال الزرقانی تحت قول المواھب[3] روی عبد الرزاق بسنده الخ بسنده ایضاح والا فهو مدلول روی اھ وقال ایضا تحت قوله روی الخطیب بسنده ایضاح فهو متقدم مدلول روی اھ اذا انتهی الکلام بنا الی ھنا فاستقر عرش التحقیق بتوفیق الله تعالی علی ما ھو مرادنا فلنعد الی ما کنا فیه حامدین لله تعالی علی

[1] فی محمد بن عبداللہ ۱۲ منه [2] نقله فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیهات ۱۲ رضی الله تعالی عنه [3] اوائل الکتاب عند ذکر خلق نوره صلی الله تعالی علیه وسلم ۱۲ منه

منتہ الجزیلۃ الی کل نبیہ ومصلین علی نبیہ الکریم وآلہ وصحبہ وسائر محبیہ (**افادہ بست و دوم**) جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر وعیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید واحتیاط پر باعث ہوئی آگے حکم استحباب وکراہت اُن قواعد وصحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نمانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے **اقول** تاہم ازانجا کہ ورود ضعیف وہ بھی نہ لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجی واحتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کردیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع وغروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور صالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادائے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال وحرام معمول بہ نہیں **ثم اقول** اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اُسی اصل سے ثابت ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا ولہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء وفروج ومضار وخبائث تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے ھذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ

السابقۃ عن المحقق الدوانی وھذا ھو معنی ما نص علیہ الامام ابن دقیق العید وسلطان العلماء عزالدین
بن عبدالسلام وتبعہما شیخ الاسلام الحافظ ونقلہ تلمیذہ السخاوی فی فتح المغیث وفی القول البدیع
والسیوطی فی التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح المنہاج النووی ستتھم من الشافعیۃ ثم
اثرہ عن الرملی العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی الدر المختار
واقراہ ھما ومحشوہما الحلبی والطحطاوی والشامی فیہا وفی منحۃ الخالق خمستھم من الحنفیۃ
من اشتراط العمل بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام وھو اذا حققت لیس بتقیید زائد بل
لم یجیٔ بمضمون ما نصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراء العقائد والاحکام کما اوضحناہ لک وبہ ازداد
انزھاقا وابعد انزھاقا ما ظن الظانات من ان الکلام فی الاعمال الثابتۃ بالصحاح کیف ولوکان کذلک
لما احتیج الی ھذا الاشتراط کما لا یخفی واللہ الھادی الی سوی الصراط بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بعض
متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال وحرام
میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائز محض مغالطہ وفریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے
اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال وحرام میں حجت نہیں مانتے صدہا جگہ احادیث ضعیفہ
سے افعال کے جواز واستحباب پر دلیل لاتے ہیں جسکی چند مثالیں افادۂ سابقہ میں گزریں کیا معاذ اللہ
علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفدہم میں
امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علما کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے
تو کسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجہ اولٰی ولکن الوھابیۃ لا یسمعون واذا سمعوا لا یعقلون ربنا
انی اسالک العفو والعافیۃ امین

(افادہ بست وسوم)

اقول اوّلاً جمہور علما کے عامہ
کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواضع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لئے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے
صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر[1] والفیہ عراقی[2] وشرح الالفیۃ للمصنف[3] میں تھا غیر الموضوع
مقدمہ ابن الصلاح[4] وتقریب[5] میں ماسوی الموضوع مقدمہ سید شریف[6] میں دون الموضوع حلیہ[7]
میں الذی لیس بموضوع اذکار[8] میں انہی الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ ما لم یکن موضوعا یوں ہی[9]
امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یرودنھا عن کل یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات
سابقہ میں گزریں زرقانی شرح مواہب[10] میں ہے عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد

مالم یکن موضوعا محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام وعقائد میں تساہل کرتے ہیں جب تک موضوع نہ ہو) یونہی[۱] علامہ حلبی سیرۃ[۲] الانسان العیون میں فرماتے ہیں لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا شیخ[۳] محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں۔ گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوء حفظ بعض رواۃ یا اختلاط بود با وجود صدق و دیانت منجبر میگردد بتعدد طرق واگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا شذوذ بمخالفت احفظ واضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول بہ ثانیًا کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اُس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے ائمہ شان نے اُسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری ترکہ یحیی وابن مھدی وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متھم بالکذب ورمی بالرفض بااینہمہ عامہ کتب سیر وتفاسیر اُس کی اور اُس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں اونہیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں میزان میں ہے قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفیٰن وشعبۃ وجماعۃ ورضوہ بالتفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں غالب ما یروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرھم وما یجری مجری ذلک مما سمح کثیر من الناس فی حملہ عمن لایحمل عنہ الاحکام وممن حکی عنہ الترخیص فی ذلک الامام احمد ثالثًا امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے ضعیف وجنان کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور لاجرم تقریب میں کہا متروک مع سعۃ علمہ اگرچہ ہمارے علما کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح[۴] القدیر بااینہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انھیں سیر ومغازی واخبار کا امام مانتے اور سلفا وخلفا اُن کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالایخفی علی من طالع کتب القوم میزان میں ہے کان الی حفظہ المنتھی فی الاخبار والسیر والمغازی

[۴] حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعۃ طریقا للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا لتضعیفہ ایاہ ۱ھ وقال فی فصل الاسآر قال شیخ الاسلام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ ومن وثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبۃ عما قیل فیہ ۱۲ منہ

نقل بخاری امام یحیی عن بعض عیون الاثر ۱۲ منہ ... یعنی از اللہ تعالٰی ... نہ

والحوادث وایام الناس والفتن وغیر ذالک رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا
روی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اشیاء موضوعۃ حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک باوصف
اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ
ابوالفرج نے بعلت مذکورہ درج موضوعات کیا اس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ وہم دیا کہ
حدیث فضائل اعمال کی ہے سوا اسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم
ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں اور یہ بھی افادہ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا
کہ متروک الیسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع وہ متہم ہی کا درجہ ہے اب یہ بات خوب
محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف بتایا خود ہی
ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف
کیسا ہی شدید ہو جب تک بحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی
و گوارائی ہے و للہ الحجۃ السامیۃ **خامساً** اور سنیے وضو کے بعد اِنَّآ اَنْزَلْنَا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف
نہایت قوت پر ہے سخاوی نے مقاصد حسنہ میں آسے بے اصل محض کہا امام جلیل ابواللیث سمرقندی
نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ
کہ فضائل اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں قد سئل شیخنا حافظ
عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین الشہیر بابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی من ھذہ الجملۃ فاجاب بان فی
الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابواللیث نفع اللہ تعالٰی ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتساھلون فی ذکر الحدیث
الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال ولم یثبت منھا شیئ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا
من قولہ ولا من فعلہ اھ **سادساً** یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باتیں کرتا حضور کو بہلاتا انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک
جاتا اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ امام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن صابونی نے کتاب المائتین خطیب
نے تاریخ بغداد ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت
کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے میزان میں ہے امام ابوحاتم نے کہا احادیثہ باطلۃ
تدل علی کذبہ باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا ھذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن

اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب بانیہمہ معجزات میں حسن ہے) ان کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا سابعًا حدیث الدیك الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدو اللہ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ اللہ تعالٰی کے دشمن کا دشمن ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی شب کو مکان خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا باسناد فیہ کذاب اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا فیندب لنا فعل ذلك تأسیا بہ جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنے خوابگاہ میں اپنے ساتھ رکھنا مستحب ہے مثالیں اس کی اگر تتبع کیجیے بکثرت لیجیے وھذا الاخیر قد بلغ الغایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ ثامنًا احادیث و دلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کی شاہد عدل ہیں خصوصًا لفظ حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذبًا ظاہر ہے کہ احتمال صدق ونفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام وعمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعیف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعتہ مرارًا یقول ذلك اقول یہاں شدت ضعف سے مراد ہیں حافظ سے نقل متعلق آئی شامی نے فرمایا طحطاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا شدید الضعف ھو الذی لا یخلو طریق من طرقہ عن کذاب او متھم بالکذب شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو) یہاں صرف انھیں دو کو شدت[1] ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ یوں لفظ نقل کیا ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطہ یہاں کاف نے زیادت توسیع کا پتا

[1] فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ [2] وھکذا اعترض العصری وھو المولوی عبدالحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشیوط للعمل بالحدیث الضعیف ثلثۃ شروط علی ماذکرہ السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع وغیرھما الاول عدم شدۃ ضعفہ بحیث لایخلو طریق من طرقہ من کذاب او متھم بالکذب الخ اقول لکن سلمک نشئ التدریب والقول البدیع فیظھر لک ان وقع ھھنا فی النقل عنھما تقصیر شنیع فلیتنبہ ۱۲ رضی اللہ تعالٰی عنہ

دیا، تحدید اول پر امر سہل وقریب ہے کہ ایک جماعت علمائے حدیث کذابین ومتہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کرسکتے ہیں مگر ثانی تصریحات ومعاملات جمہور علما وخود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ البعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کرچکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالٰی ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کرآئے ہیں کہ تفضیل ابہامین کی حدیثیں ہرگونہ ضعف شدید سے پاک ومنزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید والحمد للہ العلی المجید ھذا ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش فتح المغیث کلاما یتعلق بالمقام احببت ایرادہ اتماما للمرام فذکرت اولا ما عن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلماء ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصہ **اقول** وھذا کما تری مخالف لاطلاق ما مر عن النووی عن العلماء قاطبۃ ولتحدید ما مر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسہ لکن یظھر لی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بان مرادہ ھھنا ذکر التفرد فیما سبق قال لا یخلو طریق من طرقہ فیکون الحاصل ان شدید الضعف لغیر الکذب والتھمۃ لا یقبل عندہ فی الفضائل حین التفرد اما اذا کثرت طرقہ فیبلغ درجۃ یسیر الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل بخلاف شدید الضعف بالکذب والتھمۃ فانہ وان کثرت طرقہ التی لا تتقوی بان لا یخلو شیئ منھا عن کذاب او متھم لا یبلغ تلک الدرجۃ ولا یعمل بہ فی الفضائل وھذا ھو الذی یعطیہ کلام السخاوی فیما مر حیث جعل قبول ما فیہ ضعف شدید مطلقا ولو لغیر کذب فی باب الفضائل موقوفا علی کثرۃ الطرق لکنہ یخالف فی خصلۃ واحدۃ وھو حکمہ بالقبول بکثرۃ الطرق فی الضعف بالکذب ایضا کما تقدم وھو کما تری مخالف لصریح ما نقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلم یرتفع تخالف نقل شیخ الاسلام عن العلماء جمیعا لنقل الامام النووی عنھم کافۃ فانھم لم یشترطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرۃ الطرق ولا غیرھا سوی ان لا یکون موضوعا فصریح ما یعطیہ کلامھم قبول ما اشتد ضعفہ لفسق او فحش غلط مثلا وان تفرد ولم یتقو بطرق فافھم وتأمل فان المقام مقام خفۃ وزلل واللہ المسئول لکشف الحجاب وارائۃ الصواب الیہ المرجع والیہ المآب اھ ما اردت نقلہ مما علقتہ علی الھامش

فان قلت ھذا قید زائد افادہ امام فلیحمل اطلاقاتھم علیہ دفعا للتخالف بین النقلین

تحقیق قول الشدید الضعف

قلت نعم لولا ان ماذکروا من الدلیل علیه لایلائم سریان التخصیص الیه وکیف نصنع بما نشاهدهم یفعلون یرون شدة الضعف ثم یقبلون وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدلیل والالصق بقواعد الشرع الجمیل فهو ان یکون علیه التعویل والعلم بالحق عند الملك الجلیل (**فائدة جلیلة**) هذا الذی اشرت الیه من کلام السخاوی تمامه المتقدم هو قوله مع متنه فی بیان الحسن ان یکن ضعف الحدیث لکذب او شذوذ بان خالف من هو احفظ واکثر اوقوی الضعف بغیرهما فلم یجبر ولو کثرت طرقه لکن بکثرة طرقه یرتقی عن مرتبة المردود المنکر الی مرتبة الضعف الذی یجوز العمل به فی الفضائل وربما تکون تلك الطرق الواهیة بمنزلة الطریق التی فیها ضعف یسیر بحیث لوفرض مجیئ ذلك الحدیث باسناد فیه ضعف یسیر کان مرتقیا بها الی مرتبة الحسن لغیره اه ملخصا و**رأیتنی** علقت علیه ههنا ما نصه **اقول** حاصل ماتقرر وتحرر ههنا مع زیادات نفیسة منا ان الموضوع لا یصلح لشیئ اصلا ولا یلتئم جرحه ابدا ولو کثرت طرقه ماکثرت فان زیادة الشر لاتزید الشر الاشرا وایضا الموضوع کالمعدوم والمعدوم لایتقوی ولا یتقوی ومنه عند جمع منهم شیخ الاسلام ماجاء بروایة الکذابین وعند آخرین منهم خاتم الحفاظ ما اتی من طریق المتهمین وسوّاهما السخاوی بشدید الضعف الآتی لذهابه الی ان الوضع لایثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به کذاب او وضاع کما نص علیه فی هذا الکتاب وهو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب اما الضعف لغیر الکذب والتهمة من ضعف شدید فخرج له عن حیز الاعتبار کفحش غلط الراوی فیه ان یعمل به فی الفضائل علی مایعطیه کلام عامة العلماء وهو الاوفق لقضیة الدلیل والقواعد لاسند شیخ الاسلام علی احدی الروایات عنه ومن تبعه کالسخاوی الا اذا کثرت طرقه الساقطة عن درجة الاعتبار فیکون مجموعها کطریق واحد صالح له فیعمل بها فی الفضائل ولکن لایجتج بها فی الاحکام ولاتبلغ بذلك درجة الحسن لغیره الا اذا انجبرت مع ذلك بطریق اخری صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك یکون کحدیثین ضعیفین صالحین متساندین فحینئذ ترتقی الی الحسن لغیره فتصیر حجة فی الاحکام امامطلقا علی ماهو ظاهر کلام المصنف اعنی العراقی او لیشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق القاصرة المنکثرة القائمة مقام صالح واحد حد الکثرة فی الصوالح علی مافهمه السخاوی

فائدہ جلیلہ فی احکام انواع الضعیف وتحقیق ان کثرۃ الضعاف۔

من کلام النووی وغیرہ الواقع فیہ لفظ الکثرۃ مع تنوع لنا فیہ نؤید بکلام شیخ الاسلام فی النزھۃ و النخبۃ المکتفیتین[1] بوحدۃ الجابر مع جواز ان تکون الکثرۃ فی کلام النووی بمعنی مطلق التعدد وھو الاوفق بما اٰتینا من صنیعھم فی غیر مقام والضعیف بالضعف یسیرا حتی مالم ینزلہ عن محل الاعتبار یعمل بہ فی الفضائل وحدہ وان لم ینجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغیرہ واحتج بہ فی الاحکام علی تفصیل ومعنا لک فی الجابر فھذہ ھی انواع الضعیف اما الذی لانقص فیہ عن درجۃ الصحیح الا القصور فی ضبط الراوی غیر بالغ الحد درجۃ الغفلۃ فھو الحسن لذاتہ المحتج بہ وحدہ حتی فی الاحکام وھذا اذا کان معہ مثلہ ولو واحد اصار صحیحا لغیرہ اودونہ ھما یلیہ فلا الا بالکثرۃ انتھی ماکتبت بتلخیص یہ چند جملے لوح دل پر نقش کرلینے کے ہیں کہ بعونہ تعالٰی اس تحریر نفیس کیساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں وباللہ التوفیق ولہ الحمد الحمد للہ القادر القوی علم اما علم وصلی اللہ تعالٰی علی ناصر الضعیف وآلہ وسلم قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودۂ فقیر میں صرف دو افادۂ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالٰی بمبئی میں چھپنا شروع ہوگیا اثنائے تبییض میں بارگاہ مفیض علوم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالٰی نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل وتفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور بلحاظ تاریخ الھاد الکاف[1313] فی حکم الضعاف لقب پائیں وباللہ التوفیق ولہ المنۃ علی مارزق من نعم تحقیق ماکنا لنعثر معشار عشرھا تلیق والصلاۃ والسلام علی الحبیب الکریم وآلہ وصحبہ ھداۃ الطریق اٰمین۔

---

[1] حیث قال امتی توبع بمثلہ من الحفظ تبرۃ کان یکون فوقہ اومثلہ لادونہ وکذا المختلط الذی لایتمیز والمستور والمرسل الذوب صار حدیثھم حسنا لا لذاتہ بل باعتبار المجموع لان کل واحد منھم (ای من ذکر سی الحفظ والمختلط الخ) احتمل کون روایتہ صوابا او غیر صواب علی حد سواء فاذا جاءت من المعتبرین روایۃ موافقۃ لاحدھم رجح احد الجانبین من الاحتمال بین المذکورین ودل ذلک علی ان الحدیث محفوظ فارتقی من درجۃ التوقف الی درجۃ القبول واللہ اعلم اھ والظریف اعتزائہ فی المتن تمحیصہ معتبر وفی الشرح بافراد روایۃ وحکم بالارتقاء الی درجۃ القبول وما المراد بہ ھھنا القبول فی الاحکام فانہ مبذول الضعیف الا الاعتبار من الرد ومع مقبول فی الفضائل الاجماع ولیظھر ان الوجہ اعنی العرب یشیع الاسلام) لما بین فی النزہۃ من الدلیل انما منقولا ما علقنا علی فتح المغیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ[2] منقوص محلی بالام سے بھی حسن یا فصیح کلام میں شایع وذائع ہے یوم التلاق یوم التناد الکبیر المتعال الی غیر ذلک امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ

(افادۂ بست وچہارم) **اقول** وباللہ التوفیق کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں اُن میں حسن صحیح صالح ضعیف باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں ہاں بوجہ اختلاط عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہٰذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین اُن سے عقائد واحکام میں احتجاج نہیں پہنچتا قول شاہ عبدالعزیز صاحب ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع وباطل اور اصلاً دربارۂ فضائل بھی ایراد واستناد کے ناقابل کوئی ادنٰی ذی فہم وتمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل ہاں متکلمان طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھر دیں **اوّلاً** خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ وعمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ دربارۂ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق **ثانیاً** تصانیف خطیب وابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ اسی میں ہے کتاب اقتضاء العلم العمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابی است دباب خود اسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین وعروتھم فی فنھم فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت ومحل تمسک ہیں پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل وناقابل استناد **ثالثاً** جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغۃ میں اس تقریر طبقات کے موجد اسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں اصلح ھذہ الطبقۃ ماکان ضعیفا محتملا یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنٰی انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول وکافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث صحیح وحسان ملیں گے اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے ورنہ فی الواقع اُن میں صحاح وحسان سب کچھ ہیں کما ستسمع بتوفیقہ تعالٰی **رابعاً** یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی وخطیب وابن عساکر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح وحسان را متقدمین منضبط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ ومقلوبہ کہ

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ... مطبوعہ ... [illegible]

سلف آنرا دیدہ و دانستہ گذاشتہ بودند و غرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث
تامل کنند و موضوعات را از حسان لغیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح
و حسان و ضعیف از یکدیگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمییز
احادیث و حکم بصحت و حسن و متاخران در احادیث خطیب و طبقہ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را
مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف و مناکیر ممیز نمود خطیب و طبقہ او در متفرقات
کتب خود باین مقاصد تصریح نمودہ اند جزاھم اللہ تعالیٰ عن امۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا
اھ ملتقطاً دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقۂ رابعہ میں نہ صرف ضعیف مشتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ
لغیرہا کہ وہ بھی بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل خصوصاً انھیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن
ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد طیالسی و بیہقی
و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقہ رابعہ میں گنا امام جلیل جلال سیوطی خطبۂ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں
رموزت للبخاری **خ** ولمسلم **م** ولابن حبان **حب** وللحاکم فی المستدرک **ك** وللضیاء فی المختارۃ
ض وجمیع ما فی ھذہ الکتب الخمسۃ صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ ورمزت
لابی داود **د** فما سکت علیہ فھو صالح وما بین ضعفہ نقلتہ عنہ وللترمذی **ت** وانقل کلامہ
علی الحدیث وللنسائی **ن** ولابن ماجۃ **ہ** ولابی داود الطیالسی **ط** ولاحمد **حم** ولعبد الرزاق
عب ولابن ابی شیبۃ **ش** ولابی یعلی **ع** وللطبرانی فی الکبیر **طب** وفی الاوسط **طس**
وفی الصغیر **طص** ولابی نعیم فی الحلیۃ **حل** وللبیہقی **ق** ولہ فی شعب الایمان **ھب**
وھذہ فیھا الصحیح والحسن والضعیف فابینہ غالبا اھ مختصرا دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات
ثانیہ و ثالثہ و رابعہ سب کو ایک ہی نسق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح حسن ضعیف سب
کچھ ہے سادسا خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہما میں
جابجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اُتر کر استناد موجود اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود
کلام اپنا نہ سمجھتے یا یہ سفہا ناحق تحریف معنوی کرکے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل ٹھہرانا اُن کے
سر کیے دیتے ہیں تمثیلاً چند بقول حاضر عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے ابونعیم و دیلمی از ابوالدرداء روایت
کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحۃ الکتاب کفایت میکند از انچہ ہیچ چیز از قرآن

کفایت نمیکند الحدیث یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوالشیخ و ابن مردویہ وغیرہم سے مذکور ہیں تنبیہ[1]
ہے ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد و شکایت درد گردہ کرد شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس
القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحۃ الکتاب عزیزی سورۂ بقرہ
ذکر بعض خواص سور و آیات میں ہے۔ ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ کہ حدیثی از عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما شنیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی و سہ آیت بخواند او را
آں شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصرا اسی میں ہے[2] ساوی ابن جریر عن مجاہد قال قال سائل
سلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن اولئک النصاری الحدیث عزیزی آخر وائل میں ہے
حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالی عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے می آید کہ حق تعالی بعد از من کسے را بہتر از و پیدا نکردہ است
و شفاعت او روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد جابر گوید کہ ملتے نہ گذشتہ بود کہ حضرت ابو بکر تشریف
آوردند تحفہ میں ہے[3] در روایات شیعہ و سنی صحیح و ثابت است کہ ایں امر خیلے بر ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ شاق
آمد و خود را بر در سرائے زہرا رضی اللہ تعالی عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہ را شفیع خود
ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالی عنہا از و خوشنود شد اما روایات اہل سنت پس در مدارج النبوۃ و
کتاب الوفا بیہقی و شروح مشکوۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوۃ شیخ عبد الحق نوشتہ است کہ ابو بکر
صدیق بعد ازیں قصہ بخانہ فاطمہ رفت و در گرمی آفتاب بر در ایستاد و عذر خواہی کرد و حضرت زہرا از و راضی
شد و در ریاض النضرہ ایں قصہ بہ تفصیل مذکور است و در فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ
مروی ست و ابن السمان در کتاب الموافقۃ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابو بکر رضی اللہ تعالی
عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا در روز گرم الخ سابعاً طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ
رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کے اکثر احادیث اعلی درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اس میں صدہا
حدیثیں برشرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس سے کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے استناد
ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تو وہ تو وہ احادیث نہ صرف

---

[1] زیر آیۃ ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصاری ۱۲ منہ [2] شاہ صاحب بحالہ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمین طبقہ رابعہ شمردہ است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من اکفر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ [3] در طعن دوازدہم از مطاعن ملاعنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالی عنہ۔

فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعہا الطیف تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین
میں امام الشان ابو عبد اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار شرط
این ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے از ینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب از این قبیل
باشد و بقدر ربع کتاب از آں جنس است کہ بظاہر[1] اسنادا و صحیح ست لیکن بشرط این ہر دو نیست
و بقدر ربع و اہیات و مناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور
بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام انتہی (تنبیہ) بحمد اللہ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ
والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کی ایراد سے انہوں
نے احتراز کیا انہوں نے درج کیں نہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے مجرد عدم
ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم
ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام
سلف کی متروک مانی جائے مصنفین میں کسی کو دعوے استیعاب نہ تھا امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث
صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری
شرح صحیح البخاری ثامناً شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کرکے فرماتے ہیں و لہذا علمائے
حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی اور اس سے
پہلے لکھا ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے راکہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات و
تلخیصات مرا نہ بیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار است در مستدرک کہ شرط صحت نیست
بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ ان عبارات سے ظاہر ہوا
کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح وضعیف ہے اگرچہ اکثر[2] صحیح ہی ہوں جیسے مستدرک جس میں تین ربع

---

[1] لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آورد نیست لفظش ہمیں است کہ فیہ جملۃ موافرۃ علی شرطہما و جملۃ کثیرۃ علی شرط احدہما
لعل مجموع ذلک نحو نصف الکتاب فیہ نحو الربع مما صح سندہ وفیہ بعض الشیئ او علۃ وما بقی وہو

[2] اسی طرح عدم اعتبار کثرت وقلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے قال شیخ الاسلام غالب ما فی کتاب ابن الجوزی
موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی ما لا ینتقد قلیل جدا قال وفیہ من الضرر ان یظن ما لیس بموضوع موضوعا عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن ما لیس
بصحیح صحیحا قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساہلہما اعدم الانتفاع بہما الا العالم بالفن لانہ ما من حدیث الا ویمکن ان یکون
قد وقع فیہ تساہل احد ۱۲ منہ

کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی
اس کا ادعا نہ کریگا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی
طرف رجوع کرے بے اس کے حجت نہ سمجھے۔ اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پہ
ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھا کہ ائمہ
دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داود وجامع ترمذی ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ ومصنف
ابوبکر بن ابی شیبہ ومصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقہ ثانیہ وثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جسکی
نقل امام السنان وعلامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری نیز ہیں امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و
امام سخاوی نے تنصیص کی امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں
منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داود وترمذی ونسائی وابن ماجہ
کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل وبیکار واصلا ناقابل استناد واعتبار ہیں
ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **بالجملہ** حق یہ کہ مدار اسناد ونظر وانتقاد یا تحقیق نقاد
پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر۔ **قلم فراغت رقم** جب اس محل پر آیا فیض کرم
وکرم قدم نے نوازش فرمایا اس مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولی الجلیل
پر فائض ہوئی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اطناب کلام دائرہ مرام سے نکلتا لہذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالہ
مفردہ کیا اور بلحاظ تاریخ **مدارج طبقات الحدیث** لقب دیا وللہ الحمد
فیما الہم ولہ الحمد علی ما علم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

ف۔ الحمدللہ یہ عزیز رسالہ بحمدہ تعالیٰ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام
نقل کیا ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ
موافقہ ذائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع رابعاً اپنی طرف سے ایک
عام شامل تام وکامل نفیس لطیف وضع کیا جس سے ہرگونہ ناقد وغیر ناقد منتسب وعامی ہر قسم کے آدمی کو حاجت استناد وطریق احتجاج واضح ہو گیا خامساً
میں اس کی کلمات علماء سے مؤید کیا اس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح
کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ وعلماء میں کس کس کو در بارہ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں در باب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح
رجال میں تعنت تھا بیان کیا جو کچھ دعوی کیا ہے اس کا روشن ثبوت دیا ہے والحمدللہ ۱۲ منہ

(افادہ بست وپنجم) اقول کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی واباطیل جوزقانی وموضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلا شبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے نہ نظر واقع عدم عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان وصحاح بھری ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین ونقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کردیا جس کا بیان مقدمہ امام ابن الصلاح وتقریب امام نووی والفیۂ امام عراقی وفتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علما سے اجمالا اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلا اور انہیں کی تعقبات، ولآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن وامام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح ودرخشاں مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے مسند امام احمد ۔ صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر صحیح مسلم شریف سنن ابی داؤد ۔ جامع ترمذی ۔ سنن نسائی ۔ سنن ابن ماجہ دوم وہ جن کا صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا تنقید کے لئے اُن احادیث کا جمع کردینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ موضوعات کبرے میں فرماتے ہیں ۔ ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نبہ علی ذالک الائمۃ الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقادہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقبہ بکلامہ ثم انکان منتقبا بحثت علیہ اھ ملخصا ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اوس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پر کہوں تو باب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اُس پر جو اعتراض ہوگا

بتاؤں گا، اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں۔ و اذ قد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فلنشرع الآن فی الزیادات علیہ فمنها ما یقطع بوضعہ ومنها ما نص حافظ علی وضعہ ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کرچکے تو اب اس پر زیادتیں شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اُس میں کلام ہے تو میں اُسے نظر غور کے لئے ذکر کروں گا، پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اُس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اُسے دیکھا جاوے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً لا یصح یا لم یثبت یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا وجہ ضعف معلوم ہوا اور اگر رفعہ کی قید بڑھا دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہے وعلی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کما لا یخفی مشکانی کی کتاب موضوعات مسمی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کے ہے خود اس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن تا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہوجائے عبارت اُس کی یہ ہے و قد اذکر ما لا یصح اطلاق الموضوع علیہ بل غایۃ ما فیہ انہ ضعیف بمرۃ و قد یکون ضعیفا ضعفا و قد یکون اعلیٰ من ذلک والحامل علی ذکر ما کان ہکذا التنبیہ علی انہ قد عد ذلک بعض المصنفین موضوعا کابن الجوزی فانہ تساہل فی موضوعات حتی ذکر فیہا ما ہو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف و قد تعقبہ السیوطی بما فیہ کفایۃ و قد اشرت الی تعقباتہ[1] تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا کیسی جہالت فاحشہ ہے (تنبیہ) ہرچند یہ افادہ اُن گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا مگر ازانجا کہ ایسی لچر بے معنی بات سے توہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہٰذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کر ذکرہ فی الموضوعات ضعفا شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول

فی الفضائل میں محتمل ہو بلکہ خفیفہ نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم ہیں صحاح وحسان تک موجود ہیں کما تبین (لطیفہ) اقوال حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کا موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص اور کافی تھی یہیں خطبۂ موضوعات ہیں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفا وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما وقسم جعلوا مصنفاتہم مختصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسری وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف مختصہ بموضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے بھلے مانس نے اوس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اُس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلث متفق علیہ وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدا بنفسک مسلم فی الزکوٰۃ من صحیحہ طرفہ تر یہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات اسی فہم پر ابوحنیفہ و شافعی سے دعوے مساوات ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ط (نتیجۃ الافادات) الحمد للہ کلام اپنے ذروۂ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حیدا قصے کو ان چودہ افادوں نے ماہ شب چاردہ کی طرح روشن کر دیا کہ فضیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق وعمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف لضعف خفیف اور فضائل اعمال میں باجماع علما محدثین وفقہا مقبول وکافی اور ثبوت استحباب عمل کے لئے مفید ووافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ

---

[1] افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات وابجد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا الضعاف ومناکیر ممیز نمودیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ موضوع کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ

آن کے ابطال و اہمال کے لئے تھیں بعونہ تعالٰی اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین
اب پھر دست استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی
علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام اور آخر میں ازالہ
وازہاق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجئے وباللہ التوفیق (افادۂ بست وششم) قول بالغرض اگر ایسی
جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلا قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علما و صلحا
کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر ضعف سند کذب واقعی کو
مستلزم نہ تھا حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے قضائے
حاجت کے لئے ایک ترکیب عجیب مرفوعا روایت کی جس کے آخر میں ہے ولا تعلموھا السفھاء
فانه یدعون بها فیستجابون بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے
مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی) ائمہ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ
متہم بالکذب تک کہا امام احمد و امام نسائی و امام ابو علی نیشاپوری نے فرمایا متروک الحدیث ہے امام
علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا سخت ضعیف ہے صالح جزرہ نے کہا کذاب ہے امام یحیی بن معین
نے فرمایا خبیث لاشئی کذاب خبیث ہے کل ذلک فی المیزان لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں
فرمایا متروک وکان حافظا ذہبی نے میزان میں کہا کان من اوعیۃ العلم علی ضعفه وکثرۃ مناکیرہ
وما اظنه ممن یتعمد الباطل تذکرۃ الحفاظ میں آخر یہ کہا لاریب فی ضعفه امام اجل ثقہ
حافظ عبد العظیم زکی منذری نے کتاب[1] الترغیب میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن
ہارون کے متروک و متہم ہونے سے اسے معلول کیا حیث قال قد تفرد به عمر بن ہارون البلخی وھو
متروک متہم اثنی علیه ابن مھدی وحدہ[2] فیما اعلمه اھ قلت بل اختلف الروایة

---

[1] فی الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ۱۲ منہ [2] اقول لا ہذا عجیب من مثل الحافظ مع قول نفسه فی خاتمۃ الکتاب ضعفه الجمہور و
وثقه قتیبۃ وغیرہ فی تذکرۃ الحفاظ عن الابار عن ابی غسان عن بہز بن اسد انه قال اری یحیی بن سعید حدۃ قال وساق الخطیب
باسنادہ عن ابی عاصم انه ذکر عمر بن ہارون فقال عمر عندنا احسن اخذا للحدیث من ابن المبارک وقال المروزی سئل ابو عبد اللہ عن عمر بن ہارون
فقال ما ادری انا تعلقت عليه بشئی کتبت عنه کثیرا فقیل له قد کانت له قصة مع ابن مھدی فقال بمعنی انه کان یحمل علیه وقال احمد بن سیار کان
کثیر السماع کان قتیبۃ یطریه ویوثقه الخ ثم ذکر تکذیب من ترکه وجرحه عن ابن معین وآخرین ثم قال قلت لا ریب فی ضعفه وکان
ماہرا فقیہا فی حروف القراءۃ مات سنۃ اربع وتسعین ومائۃ اھ ۱۲ منہ

عن ابن مهدی ایضا نقال فی المیزان قال ابن مهدی واحمد والنسائی متروک الحدیث
ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مهدی حسن الرأی فی عمر بن هارون اھ فالله تعالٰی اعلم باثبہم
ازانجا کہ مستدرک میں تھا قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقا وقال ابراھیم بن علی الدیبلی
قد جربتہ فوجدتہ حقا وقال الحاکم قال لنا ابو زکریا قد جربتہ فوجدتہ حقا قال الحاکم قد
جربتہ فوجدتہ حقا احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا ابراہیم بن علی دیبلی نے
کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا۔ حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا
حق پایا[1]، لہٰذا امام حافظ منذری نے فرمایا الاعتماد فی مثل ھذا علی التجربۃ لاعلی الاسناد ایسی جگہ
اعتماد تجربہ پر ہے نہ اسناد پر، امام ابن امیر الحاج[2] حلیہ میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا
اسے بالیقین موضوع کہنا ذکر کرکے فرماتے ہیں ومشی علی ھذا فی الحادی القدسی فانہ ذکر ھذہ الصلٰوۃ
للحاجۃ علی ھذا الوجہ من الصلوات المستحبۃ حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت
کے لئے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین
ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس سے جانا کہ خود اپنے کشف
سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اترا معلوم ہوا کہ
حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجئے کہ اس قبیل ابہامین کے کتنے تجربے
علما و صلحا سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا (روی تجربۃ ذلک عن کثیرین اس کا
تجربہ بہت لوگوں سے روایت کیا گیا ہے) تو عزیزو اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربہ علما کو سند
کافی جانو (افادہ بست وہشتم) **اقول** بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود
علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلاسند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ

---

[1] نسبۃ الی دیبل بفتح الدال المہملۃ وسکون المثناۃ من تحت وضم الموحدۃ ودال آخرہ اسم لقصبۃ بلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منہ

[2] **اقول** بحمد اللہ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا بعض قریب تر اعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغول نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیزہ مذکورہ بیٹھا باتیں کرتا پایا والحمد للہ میں کمال ہونے آئے جب سے بحمد اللہ فضل الٰہی ہے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۱۲ منہ

[3] آخر الکتاب فی الفصائل الثالث عشر فی صلاۃ الحاجۃ من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منہ

[4] ہو آخر حدیث من باب الصلاۃ فی الموضوعات قال المخرج موضوع عمر بن ابی ابن کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی لہ الترمذی وابن ماجۃ وقال فی المیزان کان من اوعیۃ العلم الی آخر ما نقلنا قال وللحدیث طریق آخر فذکرہ ما اسندہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بنحوہ وسکت علیہ خاتم الحفاظ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام ونشان نہ ہو حضور اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے
وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو ندا کرکے بابی انت
وامی یا رسول اللہ[۱] میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ وشمائل
جمیلہ عرض کرنا یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے پانچویں صدی کے علما سے تھے ۵۴۶ھ
میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی
مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلا سے تھے ۷۳۰ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں
نے محض بلا سند ائمۂ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتا نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً
نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا ان نادانوں کندجواسوں فرق مراتب
ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر وقبول سے مانع
نہ آیا بلکہ اُس سے اُستناد فرمایا علامہ ابو العباس قصار نے اسی شرح قصیدۂ بردہ شریف میں ذکر کیا
اور انہیں رشاطی کا حوالہ دیا پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغۂ جزم ذکر کی اسی
شرح قصار ومدخل کی سند دی اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری ومدارج النبوۃ
شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیۃ کریمہ لا اقسم
بہذا البلد ہ وانت حل بہذا البلد ہ جس میں رب العزت جل وعلا نے شہر مصطفیٰ صلے اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سید المحبوبین صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرک انہم لفی سکرتہم یعمہون تیری جان کی قسم یہ کافر
اپنے نشے میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بہذا البلد ہ مگر
اس قسم میں اُس سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق
اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا
رسول اللہ اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی
لا اقسم بہذا البلد ہ نسیم[۲] کی دلکشا عبارت یہ ہے قد قالوا ان ہذا القسم ادخل فی تعظیمہ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم من القسم بذاتہ وبحیاتہ کما اشار الیہ عمر رضی اللہ تعالےٰ

---

[۱] الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲

عنه لقوله بابي انت وامي يا رسول الله قد بلغت من الفضيلة عنده ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اُقسم بهذا البلد ہ مواہب میں ہے على كل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من زيادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه قال للنبى صلى الله تعالى عليه وسلم بابي انت وامي يا رسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان اقسم بحياتك دون سائر الانبياء ولقد بلغ من فضيلتك عنده ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اُقسم بهذا البلد ہ مدارج میں اسے نقل کرکے فرمایا یعنی سوگند میخورم بایں بلد کہ عبارت است از زمینے کہ پے سپر میکند آنرا سوگند بخاک پائے تو خوردن استاد این لفظ در ظاہر نظر سخت می نماید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورم بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف وپاک ست کہ غبارے بر آں نہ و تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیز ست نزد مردم ونسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرے عظیم وشریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوے تعالیٰ الخ میں ایک ایسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی توصد ہا نظیریں کتب علما میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے پر پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ ان میں سند کا نام ونشان قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی و روضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود مثلاً لکھا امام انصاف شیخین بصبغات کاملہ تلبیہ بطریق اتم بود وظہور خرق عوائد وتربیت الٰہی ایشاں را بر دیا و مانند آں آمر ایشاں لبیار مردی شدہ حدیثی چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم در شواہد النبوۃ از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است کہ اسلام ابوبکر شبیہ بوحی ست زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبی پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود آمد و بر بام کعبہ افتاد الخ و نیز در شواہد مذکور است کہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میلے بمن کرد آوازے ازاں درخت بگوش من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیروں خواہد آمد

می باید کہ تو سعادت مند ترین مردمان باشی بوئے الخ و نیز در شواہد از ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منقول است کہ در مرض آخر خود گفت کہ امشب در تفویض امر خلافت بتکرار استخارہ کردم الخ ملتقطاً اُسی میں ہے چوں نوبت خلافت بفاروق رسید سیاسی بر دست او واقع شد کہ غیر نبی بر آں قادر نباشد و اگر عقل سلیم را اعمال نمائیم در امورے کہ خلافت انبیا را شاید بہتر از حال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تفحص کرد و ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد مداخل تحریف نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے علم زمان نہ دو است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہے نمود کہ خوب تر از آں صورت انگیزد قال الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق الخ در روضۃ الاحباب مذکور است کہ در زمان خلافت وے ہزار وسی و شش شہر با توابع و لواحق آن فتح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند اھ بالالتقاط یوہیں تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا گننا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی یا الی انت وامی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یوہیں بلا سند ذکر فرمایا اُس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر اُن کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکرا لا فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل میں اُسے ذکر کیا ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔ (افادہ بست و ہشتم) **اقوال** اچھا سب جانے دیجیے اپنی خاطر پورا تنزل لیجیے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہوتا ہم موضوعات حدیث عدم حدیث ہے نہ حدیث عدم اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ ان کا ردّ منع وارد ہوا اب اصل مسئلہ کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلیہ پر رہیگا اور بہ نیت حسن حسن و مستحسن ہو جائیگا کما ھو

له رسالہ احادیث الفضل ... ربع من الباب الاذان

شان المباحات جیسا کہ نص علیہ فی الاشباہ ورد المحتار وانموذج العلوم وغیرھا من
معتمدات الاسفار حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل ومہمل
وبے اثر ہے یا نہی وممانعت کا پروانہ لاجرم علامہ سید احمد طحطاوی مصری حاشیہ در مختار میں زیر قول
رملی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال فرماتے ہیں ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعۃ
واما اذا کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منہ لا لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل
العام یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود
وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث
موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی نہ اس لئے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لئے
کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے **اقول** فقد افاد رحمہ اللہ تعالٰی بتحلیلہ ان المراد جواز العمل
بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع وسلفنا علیک تحقیق المقام بتوفیق الملک العلام
فانتظر یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی یا علٰی ندا شہادت جواز دے رہے
ہیں جس نے کلمات علمائے کرام حشرنا اللہ تعالٰی فی زمرتہم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ ورود
موضوعات واباطیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع وبطلان حدیث
اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار (۱) امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالٰی
مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ وکون الحسن البصری لبسھا من
علی قال ابن دحیۃ وابن الصلاح انہ باطل وکذا قال شیخنا انہ لیس فی شیئ من طرقھا
ما یثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البس
الخرقۃ علی الصورۃ المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ ولا امر احدا من
اصحابہ بفعل ذلک وکل ما یروی صریحا فی ذلک فباطل ثم ان ائمۃ الحدیث لم یثبتوا
للحسن من علی سماعا فضلا عن ان یلبسہ الخرقۃ ولم ینفرد شیخنا بھذا بل سبقہ
الیہ جماعۃ حتی من لبسھا والبسھا کالدمیاطی والذھبی والھکاری وابی حیان
والعلائی ومغلطای والعراقی وابن الملقن والابناسی والبرھان الحلبی وابن ناصر الدین
ھذا مع الباسی ایاھا لجماعۃ من اعیان المتصوفۃ امتثالا لالزامھم لی بذلک

خرقۂ صوفیہ کرام اور سماع حسن بصری (۱)

حتی تجاہ الکعبۃ المشرفۃ تبرکا بذکر المصلحین واقتفاءً لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدین اھ بتلخیص خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن دحیہ وامام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے ایسا ہی ہمارے استاذ امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معہودہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر آئمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہننا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت آئمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام[۱] دمیاطی امام[۲] ذہبی امام[۳] شیخ الاسلام سید ناہکاری امام[۴] ابو حیان امام[۵] علاء الدین علائی امام[۶] مغلطائی امام[۷] عراقی امام[۸] ابن الملقن امام[۹] ابناسی امام[۱۰] برہان حلبی امام[۱۱] ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ میں نے خود ایک جماعت عمدۂ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دیکھو یہ جماعت کثیرہ آئمہ دین وحملۂ شرع مبین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اُسے باعث برکات مانتے (تنبیہ) یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُس میں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقۃ تالیف فرمایا اُس میں فرماتے ہیں اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارۃ حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین نے فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں اُن کی تبعیت کی) پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں امام ابن حجر نے فرمایا مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصہباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل امتی مثل

المطر للحدیث ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا انتہی **اقول** یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیۂ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع ولبس خرقہ میں اصلا محل سخن نہیں وللہ الحمد (۲)

علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی ھو باطل وکذب وکذا من شم الورد الاحمر الخ ثم قال کتبت فی شان الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند شم الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ ھل لہ اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ وغیرہ بما نصہ اما الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذلک ونحوہ فلا اصل مع ذلک فلا کراھۃ عندنا اہ ملخصا یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اس نے مجھ پر ظلم کیا باطل وکذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی میں نے اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پڑھنے کی کچھ اصل ہے انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہیے ارشاد فرماتے ہیں اما من استیقظ عند اخذنا الطیب او شمہ الی ما کان علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من محبتہ للطیب واکثارہ منہ فتذکر ذلک الخلق العظیم فصلی علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حینئذ لما وقر فی قلبہ من جلالتہ واستحقاقہ علی کل امتہ ان یلحظوہ بعین نھایۃ الاجلال عند رؤیۃ شیئ من آثارہ او ما یدل علیھا فھذا لا کراھۃ فی حقہ فضلا عن الحرمۃ بل ھو آت بما فیہ اکمل الثواب الجزیل والفضل الجلیل وقد استحبہ العلماء من رای شیئا من آثارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا شک ان من استحضر ما ذکرتہ عند شمہ الطیب یکون کالرای لشیئ من آثارہ الشریفۃ فی المعنی فلیسن لہ الاکثار من الصلاۃ والسلام علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حینئذ اھ مختصرا ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور

بکثرت استعمال فرمانے تھے اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والے کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر وفضل جلیل پائیگا کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنیً بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اسے تو اس وقت حضور پر نور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت سنت ہے) دیکھو یا آنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم وفضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح وشام ہے یشبہ ھما مایفعلہ السادۃ الصوفیۃ من قول لا الٰہ الا اللہ سبعین الف مرۃ یذکرون ان اللہ تعالٰی یعتق بھا رقبۃ من قالھا اشتری بھا نفسہ من النار ویحافظون علیھا لانفسھم ولمن مات من اھالیھم واخوانھم وقد ذکرھا الامام الیافعی والعارف الکبیر المحی ابن العربی واوصی بالمحافظۃ علیھا وذکروا انہ قد ورد فیھا خبر نبوی لکن قال بعض المشائخ لم ترد بہ السنۃ فیما اعلم وقد وقفت علی صورۃ سؤال للحافظ ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ھذا الحدیث وھو من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا فقد اشتری نفسہ من اللہ وصورتہ جوابہ الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل ھو باطل موضوع اھ ھکذا انال النجم الغیطی وتعقبہ لقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلک اقتداء بالسادۃ وامتثالا لقول من اوصی بھا وتبرکا بافعالھم اھ ملخصا انہیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہیگا اللہ عزوجل اسے آزاد فرمائیگا اس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اس کو اپنی اور اپنے اموات اقارب واحباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیہ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتوے دیکھا کہ امام

ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اُس کی وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور ان کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو) یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ سیدی زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحب کے استاذ و سلسلۂ حدیث ہیں دیکھو انہوں نے امام ابن حجر کا وہ فتوےٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا امتثال اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو و باللہ التوفیق اسیطرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں بیاران و دوستان فرمایند کہ هفتاد هزار بار کلمۂ طیبۂ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ او ام کلثوم بخوانند و ثواب هفتاد بار را بروحانیت یکے بخشند و هفتاد هزار بار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ مسئول است باقی اس باب میں دیکھو شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمۂ حضرات اولیائے کرام کے تحقیق افادۂ ۱۹ میں دیکھیے (۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں نقل فرمایا احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ یہ دعا پڑھے سب موضوع ہیں) با اینہمہ فرمایا ثم اعلم انہ لا یلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتۃ عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تکون مکروھۃ او بدعۃ مذمومۃ بل انہا مستحبۃ استحسنہا العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبۃ کل عضو بدعاء یلیق فی المقام پھر یہ جان رکھ کہ ادعیۂ وضو کا حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو کچھ اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے) اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ جس کے ارتفاع سے اس کا انتفا لازم آئے کما لا یخفےٰ (تنبیہ) اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا

ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا مگر عند التحقیق اس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی انصافاً نہایت اس کی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل لا جرم الحلیۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج[1] بجعلہا نیر یشدلک الی الحق لہ ام وحہا جہنی لیل داجۃ (۵) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بلا منافاۃ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابو طاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں باایں ہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کیے ہیں ان کے اسمائے کرام سلسلۂ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں ھذا مما تفرد بہ عبد اللہ بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانہ متھم بالکذب والوضع قال السخاوی لا یباح ذکرہ الامع ذکر وضعہ لکن المحدثین مع کثرۃ کلامھم فیہ ومبالغتھم فیہ ورمیہ بالوضع لا یزالون یذکرونہ یتبرکون بالتسلسل اھ یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اس کے متہم بکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی امام سخاوی فرماتے ہیں اس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین باآنکہ بہ نہایت شدت قداح میں قدح کرنے اور اس پر وضع حدیث کا طعن فرماتے ہیں ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اور تسلسل کی برکت چاہتے رہے ہیں اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو طریق سے پہنچی اول الطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الی ابی الحسن الصفلی بطریقہ

[1] شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گذری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰے عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا دہنی سوم کی چنوں سے لگا ہو تحذیر الناس میں لکھتے ہیں حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اسقدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہا اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے ملی ہے اور حدیث کی تصحیح اس کی مکاشفہ ہو گئی اور بتلخیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰے عنہ۔

الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائہ الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجوہہم
عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی بسندہ الی ابی الحسن
الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قداح رجال جامع ترمذی سے ہے
متروک شیعی حد وضع تک منتہی نہیں متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں اُس پر حکم بطلان بعید نہیں
شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی سب ہے اور اُسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ من
اضاف مؤمنا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلثۃ فکانما
اضاف جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اُس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت
دے ولہذا امام ابن الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بھذا الوجہ الا بھذا الاسناد
ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں کما بیناہ فی الافادۃ التاسعۃ اما ما اعلہ الشیخ ابو محمد
بن الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازہر بعد ایرادہ فی ثبتہ بالمتن الثانی المذکور
فیہ الاضافۃ الی تمام العشرۃ بذکر الملئکۃ فی الضیافۃ وھم لا یاکلون ولا یشربون قال فان صح فھو
خارج مخرج الفرض والتقدیر اھ کما انبأنا بہ فی جملۃ مرویاتہ شیخنا العلامۃ زین الحرم
السید احمد بن زینی بن دحلان المکی عن الشیخ عثمٰن بن حسن الدمیاطی عن مؤلفہ الشیخ
الامیر المالکی فاقول لیس بعجیب انبأنا السید حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد
عابد السندی المدنی بسندہ المشہور الی صحیح مسلم بسندہ المعلوم الی ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل یقول یوم القیٰمۃ یا ابن اٰدم مرضت
فلم تعدنی الحدیث وفیہ یا ابن اٰدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمک وانت رب
العالمین قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ اما علمت انک لو اطعمتہ لوجدت
ذلک عندی یا ابن اٰدم استسقیتک فلم تسقنی الحدیث المعروف ثم اقول تحقیق مقام یہ ہے
کہ عمل موضوع وعمل بحائی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما یظہر مما قدمناہ فی الافادۃ الحادیۃ
والعشرین ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب وتحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہوجائے
لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین اُن میں سے جس کی ترغیب میں حدیث
وضع کردیں حرام ہوجائے جس سے ترہیب میں گڑھ لیں وہ واجب ہوجائے کہ بتقدیر اول بر فعل ثانی پر ترک

مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں ہیں بنادیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پہ بنادیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافہم انکنت تفہم اور اول میں بھی حقیقۃً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امتثال و اعتقاد ثبوت میں تو لغرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے کہ تھوڑے و اغبیا ہمیشہ ذات وعارض میں فرق نہیں کرتے ماعلی مثلہم یعد الخطاء (افادہ لیست وفہم)

بالفرض کچھ نہ سہی تو اتنی وجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھیے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت ضیعۂ اعمال میں تصرف واستخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزارہا عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے اُن کی سند خاص نہیں مانگتا کتب ائمہ وعلماء ومشائخ واساتذۂ شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالامال ہیں اونہیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں[1] اجتہاد را در اختراع اعمال تصرفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین را ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را بآں نور دوختن و یا نور را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد واحادیث نفس می نشاند اھ ملخصا اُس میں[2] ہے چند نوع کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ وکشف واشراف برخواطر و از انجملہ ظہور تاثیر در دعا ورقیہ واعمال تصرفیہ او تا عالم بعضیے نفس از منتفع شود اھ ملتقطا عزیزو خدارا انصاف ذرا شاہ ولی اللہ کے قول الجمیل کو دیکھو اور آپ کے والد ومشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو دو درد سر کے لئے تختہ بچھانا کیل سے ابجد ہوز لکھنا چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا پھونک پھونک کر گرہیں لگانا اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا اونہیں آگ لوٹ چوری سے امان سمجھنا دیوار و در پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا عقیمہ کے لئے گلاب وزعفران سے ہرن کی کھال لکھنا یہ کھال اُس کے گلے کا ہار کرنا اسقاط حمل کو کسم کا رنگا گنڈا اٹکانا عورت کے قد سے ناپا گنڈا نو گرہیں لگانا دردزہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا فرزند نرینہ کے لئے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لیا اُن پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا،

---

[1] ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ

[2] ہامعہ خاصہ تحت قول الشیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ وہب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لڑکا انہوں نے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا ستر سے کم شمار نہ ہوتا دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا کنڈل کے اندر چھری رکھنا عائن وساحر کا نام لیکر پکارنا ناپ کرتین گنڈورا لینا اس پر شہرت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنے پڑھنا قنطاع الغجا خدا جانے کون ہے اس سے ندا کرنا چور کی پہچان کا عمل نکالنا آیتیں پڑھ کر لوٹا گھمانا بخار کو عیسی وموسی ومحمد صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی قسمیں دینا مصرع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا بہیر تسبین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو اس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کونسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے آئے قرون ثلاثہ میں کب تھیں اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں شاہ صاحب اوران کے والد ماجد وفرزندار جمندوا ساتذہ ومشائخ معاذاللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے یہ سبب تو بے سند عقال وانفاس اشعال مگر اذان میں حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علما وصلحا کا دستور کتب فقہ میں مسطور یہ معاذاللہ حرام ووبال وموجب ضلال تو کیا بات ہے یہاں نام پاک حضور سید المحبوبین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کے دبی آگ بھبکہ بدعت شعلہ فشاں ہے سے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش   من انداز قدت را می شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اوران کے اسلاف واخلاف یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک لے امر اعظم دین تقرب رب العالمین یعنی راہ سلوک میں صد ہانئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد واختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ انکا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک وخوب وخوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جاننا باعث ثواب وتقرب رب الارباب ماننا اس پر حضرات کو نہ کل بدعۃ ضلالۃ کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امرنا مالیس منہ یہاں فہو رد کا خلعت پاتا ہے مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ ع من کنم آنچہ من خواستم تو مکن آنچہ خواستے ان امور کی قدرے تفصیل اوران صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ اعلیحضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین سیدی ووالدی ومولائی ومقصدی حضرت مولانا مولوی

محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل قربہ منہ اور لقد رحاجت باجا
وو جازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ وغیرہا رسائل و مسائل فقیر میں مسطور

والحمد للہ العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علی المنیر النور وعلی الہ وصحبہ الی یوم النشور امین

(افادہ سیزدہم) اقوال ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عزوجل
باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر و مکین ہوا وللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصی مگر
حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں اُن کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ
ملعون و باطل ہے اور اُس کا منکر سنت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے
کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی مگر نجانا کہ تو ہب و اضطراب و تقلب و انقلاب
دونوں ایک پستان سے دودھ پیتے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں ؎

گر براند نرود ور برود باز آید ناگزیر است تناقض سخن نجدی را !

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبول ضعاف فیما
دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وہ عجیب و غریب معنے تراشے کہ جدت کی لہریں
حدت کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار سکابرے اپنی جانیں وار یں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے عدم
ملکہ کو صدقے اتاریں خادمان شریعت چاکران ملت ما لم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم پکاریں حضرت کی تمام
سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشادات علماء کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف
قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اُس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اُس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے
روزہ ماہ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو

ف اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی منشا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے جیسا لیلۃ الجمعہ شب برات عیدین کے صدقہ میں کوئی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے
جس پر من ... میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط صرح کا آنا اور وحشتناک بات کرنا اور منشب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کسی طرح ہوئے اہل اسلام اُن کے آنے کا ہے یہ
باب علم کا ہے نہ فضائل عمل کا کیونکہ ان حدیثات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بپاس خاطر مؤلفہ اعلٰی تسلیم بھی کر لے تو فقط عمل ہے یہ فضل عمل ہاں حدیث صوم رجب و صلاۃ
الاوابین میں فضل عمل ہے ١٢ ملتقطا منہ ٢ انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانکہ صلاۃ الاوابین کو روزہ ماہ رجب
کا روزہ اس پر کہا یہ سراپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاد نامعواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے معاف کر ان امور میں اس تعدد طرق سے حسن بغیرہ ہو گئے
ہیں قال فی الدر حکاہ عن ابن حبان وغیرہ من طرق فی رد المحتار نقلا عن الحسن طاقوال لکن ہذا اذا کان منعقہ بسوء ضبط او غیرت او تدلیس اما ما کان لکذب او نحو فلا انتہی ملخص

مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث میں عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل بآں وصف قبول تا
وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہوجائے حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب جیسا اجماع
وخلاف اجماع ہے علما نے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے دلیل
یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک
ہی چاول دیکھتے ہیں۔ یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ سیر
ہوں خواہ مواعظ خواہ معجزات خواہ فضائل صحابہ واہلبیت ومآثر رجال جن میں قبول ضعاف کی علما برابر تصریحیں فرماتے چلے
آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو اگرچہ وہ نفیا و اثباتا عقائد میں اصلا داخل نہ ہو یہ
سب کا سب باب عقائد سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری ومسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر قطعی
الدلالۃ نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور
بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں یا
اس میں صحاح احادیث بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار ہاں ثواب بھی مذکور
ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علما مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹
تک ان محدث محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ان خرافات بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع
کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہ تعالیٰ نیم جنبش نظر
میں تار تار کرسکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع
مواخذات پر منہ سے لگادیئے خیر یہ تو ان کا نہیں ان کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں
یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اسکی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے
فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بفعل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو
احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کرینگے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی
جاری ماننا ہوگا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد انیے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس
میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علما سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم وحدیث صحیح لیعث وتدقیل و

۵؎ شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہاں روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا
اس میں مشہور متواتر صحاح کی حاجت ہے یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیت کا اعتبار ہے نہ ظنیات صرف کا

حدیث صحیح از نقائے شبہات واحادیث مذکورہ افادہ ۸۱ وغیرہا سے کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریف محمدیہ علی افضل الصلوٰۃ والتحیہ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی طرح دال ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے۔ مولف اپنی خوبیٔ فہم سے معنی قرون ثلثہ میں نہ موجود ہونے کی یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کورعلمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہے وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آ گئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی اُن قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ اُن قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مؤلف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور قلم لکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو۔ الخ ملخصاً **اقول** ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی نجدیت بیچاری کے دور کن ہیں شرک و بدعت دکن پسپا ہن پر قیامت گزر گئی کیرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جپے جیتی جس کا لقب بحمد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کورعلمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انھوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہی ترک میں کیوں نہیں کرتے تیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً دلالۃً جزئیۃً کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں

سے طائفہ کبیرہ کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں کہ ولله الحمد اسے اہلبیت حق کہتے ہیں (طرفہ) یہ کہ اب قرون ثلثہ
کی وہ ہٹ نئے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہی ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجیے معنی کی نیا آس پار
بہہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم کیا درمیان خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں
اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ و تابعین پہ کوئی نئی شریعت اُترے گی کہ اُن کے قرون میں وجود
تو کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرون میں بوجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد
وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا محض ارشاد اقدس میں کلام رہا
یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو تو اعد شرعیہ پر عرض کرینگے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں
داخل ہو وہی فرض کرینگے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے صاف نہ کہہ دو شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق
سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانینگے تم جنم کے ایسے ہی تھے پہ چلو سے نہ ہم سمجھے نہ تم آئے
کہیں سے تو پسینہ پوچھیے اپنی جبیں سے طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت جس کا
معدوم وہ سب بدعت ضلالت اب تیسری شق کی کونسی صورت تمام افعال انھیں دو حکموں میں محصور ہو
گئے خصوصًا اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ[1] یہ تین حکم شرع تو کافور ہو گئے اساتذہ جہابذہ نے سوجھائی
تو اچھی کہ دونی اُلجھ گئی سلجھانی الجھی ایکا ہستی پر یہ ناز و غرور کر لوگ تو اس کی ہوا سے دور حضرت یہ
اپنی ہوا خود آپ ہی ہو نکسیں۔ اہل حق کو معاف ہی رکھیں اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین خوشے اساتذہ
سے گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا ہو کار طفلاں تمام خواہد شد۔ خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نامعتقد عقیدہ کہ تقبیل
ابہامین سنت محبیہ پرانوں کی سنیئے تو وہ ادھر ہی ہوا کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا و تہمت محصنہ و قتل ناحق
نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذًا باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آخر باجماع طائفہ بدعت
ایضاح الحق اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ فوائفہ شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں تو اصل ایمان میں
ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں اب خدارا جانے انھوں نے سنت
کو کفر سے ملایا یا انھوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویلے کے لنیاؤ میں ہمیں کیا مقال کفی اللہ اہل الحق
القتال والحمد للہ المہیمن المتعال والصلاۃ والسلام علی اذکی الافضال وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین

حکم اخیر فذ خلاصہ تحریر (یہ) بالجملہ حق مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب علما و عمل قدما و ترغیب وارد پر نظر رکھ کر

[1] ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریمیہ ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لاباس بہ ۱۲ منہ

اُسے عمل میں لائے اس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مرجو کی اُمید اور حسن ظن و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ و ممنوع و بدعت بتائے مبطل و خاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور یہی کریں کہ بد مذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل ہے معتزلی منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرہا فی غیرہ[1] جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل والحمد للہ ولی الانعام وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید الختام قمر التمام وآلہ وصحبہ الغر الکرام امین

(خاتمہ فوائد منثورہ میں)

ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاد نزدیک و دور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچکر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں و بریلی و رامپور وقیت عن الشرور ولقیت بالسرور سے مہریں کرائیں تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اُسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسنین صاحب جونا گڈھی ثم بمبئی حفظہ اللہ عن شر کل شانی واہتمام تام برادر مولانا المکرم مولوی محمد شمس الدین صاحب سلمہ اللہ کاسمہ شمس الدین وجعلہ شمس الدین المتین وعالی ہمت سیٹھ حاجی محمود بن حاجی محمد عبد اللطیف لطف بہما المولی اللطیف ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا ادھر کار منتفیض سے مضامین کثیرہ کا القاء و افاضہ دمبدم ہوا ادھر کاپیوں کی تیاری ادھر تصنیف جاری جز جز لکھا دیا گیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جدا کر لیا ادھر تعجیل ادھر دورہ دو تقاضے سے فرصت قلیل نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی بعض جگہ تنقیح حاضرہ کی تحریر رہ گئی بعض نے نظر باخواطرہین وقعت غایہ میں تجلی کی ہنوز کہ سیارہ طبع بذریعہ حرکت بسیطہ الفسیح مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ امکان باقی مواقع حاشیہ سے میسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا ادب شریف ہے کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انہیں مسائل شتی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتدائے ہم یہ فوائد منثورہ بعونہ تعالٰی سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

[1] یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ استنجا حوض کو ترک کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ

[2] وآخرین کلمہم فی المیاہ ۱۲ منہ

(فائدہ ۱) تفقیہ جلیلہ فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود و نامقبول **اقول** جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کر لیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں ان کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعت حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔ ان کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح وصوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ ان کا فضل تو خود صحاح سے ثابت یہ ضعیف آسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید و سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عنداللہ بہتر و افضل ماننا یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عنداللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا یہ صریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام و تضییع حق غیر دونوں حدیثیں کہ افضل کہنا اس کا حق تھا یا اس کو یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو پھر وہاں کا تو کہنا ہی کیا ہے جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث سقام و ضعاف سے استناد کیا جائے جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میں کرتے ہیں یہ تفصیل صریح مضادت شریعت و معاندت سنت ہے ولہذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا الملذکور اور متواتر و اجماع کے مقابل آحاد ہرگز نہ سنے جائیں گے ولہذا امام علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرضوا علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالوا فما اولت ذلک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الدین فرماتے ہیں معارض بالاحادیث الکثیرۃ البالغۃ

فائدہ: تفقیہ جلیلہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے
دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں

درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فلا تعارضہا الاحاد ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ والجماعۃ علی الافضلیۃ وھو قطعی فلا یعارضہ ظنی بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف وشرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں آحاد صحاح بھی مسموع نہیں حیث قالا لیست ھذہ المسألۃ متعلقۃ بالعمل فیکتفی فیھا بالظن الذی ھو کاف فی الاحکام العملیۃ بل ھی مسألۃ علمیۃ یطلب فیھا الیقین

(**فائدہ ۳** جزء عشرۂ ششم) افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہوچکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں، وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اس کی غالب روایات سیر و تواریخ ہیں جنہیں علما ایسوں سے روایت کرلیتے ہیں، وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں کما لایخفی بہرحال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اس حد سے تجاوز نہیں کرسکتے اس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کے نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات ومعضلات وبے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق مبین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر وخرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب روافض اور بہت الحاقات ملعونہ روافض خبائث لاتے اور ان سے قرآن عظیم وارشادات مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجماع امت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ انہیں سنکر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنٰی مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کیلئے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ ان محبوبان خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی

احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں لا تجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذلک ثبت متواترا کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ تواتر ثابت ہے حاش للہ اگر مورخین وامثالہم کے ایسے حکایات ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملئکہ مقربین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سادات اتنا وموالینا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کے شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحان امت نے تصریحیں فرما دیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ از جملہ توقیر وبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مر ایشاں را وحق است مر کسے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ بر وے وراضی ست از وی کہ ثنا کردہ شود بر وے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است کفر ست والا بدعت وفسق وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگذشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلۂ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافترا است وطلب کردن در آنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات احسن تاویلات واصوب مخارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وحمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیقینی ست وماورائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزیدہ ایشاں را برائے صحبت حبیب خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت وجماعت دریں باب ایں است در عقائد نوشتہ اند لا تذکر احدا منہم الا بخیر وآیات واحادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است

در ایں باب کافی است اھ مختصرا امام محقق سنوسی و علامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں
مانقله المورخون قلة حیاء وادب مورخین کی نقلیں قلت حیا و ادب سے ہیں امام اجل ثقہ مثبت حافظ
متقن قدوہ یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں عبداللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے
ہو کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو فرمایا تکتب کذبا کثیرا بہت سا جھوٹ لکھو گے ذکرہ فی المیزان[۱]
تفصیل اس بحث کی آن رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف
کیے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں جملہ لعن اللہ من تخلف
عنها ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان ھذہ الجملۃ موضوعۃ مفتراۃ
و بعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمردہ اند در سیر خود ایں جملہ را آوردہ برائے الزام اہل سنت
کفایت نمیکند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحۃ و
حدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلا گوش بآں نمی نہند[۲] (فائدہ ۳۱) افادہ دہم دیکھیے جو
حدیث ان پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو ہم نے اس کے بارہ میں کلمات علماء تین طرز پر نقل کیے اصلا موضوع
نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۲ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک
مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اس کی تصریح اور کلام علی قاری سے
نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف وسفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری
وہیں دلیل ثانی میں بشہادت حدیث وحکم عقل اس کے تقویت کا ایما کیا والآن اقول یہی مذہب
فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج سے استنباط کیا فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم
کھاکر کہا ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی اس پر پوچھا گیا فرمایا
اس حدیث سے کون صبر کرسکتا ہے معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس

۱؎ فی ترجمۃ محمد بن اسحاق حیث نقل عن العبدی ذہب الامام ... فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ والاشعار المکذوبۃ قال الناس یکتب
السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا ۱۲ منہ ۲؎ قولہ یعنی در امثال باب تا باب احکام فاما دون او کہ باب تساہل است نقل معتمدی
بس است اگرچہ بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در ہمچو مقام بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ
است کما لا یخفی علی من طالع کتبہ مراد انکار است کہ کمال تحقیق امر مبتنی در ثانی ... اخیرہ کردہ ایم ۱۲ منہ

کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے بعید ہے۔ ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذوب
قد یصدق میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک غریب
فرد میں صحیح حسن ضعیف بضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں پائی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ
کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم لاجرم یہی
مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر
ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جوڑی گھڑت اور افتراءً نبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے الموضوع ھو المختلق المصنوع
الفیہ میں ہے: شر الضعیف الخبر الموضوع ؎ الکذب المختلق المصنوع۔ ارشاد الساری میں ہے الموضوع
ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسمی المختلق۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی
ہوتا ہے کبھی ظنی جیسا کہ ہم نے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث
حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اُس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰی نہیں فرماتے بلکہ وضع
ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزھۃ۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات
التنقیح میں فرماتے ہیں حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا ومن ثبت عنہ تعمد الکذب فی
الحدیث وان کان وقوعہ مرۃ لم یقبل حدیثہ ابدا فالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثین ھذا
لا انہ ثبت لذیہ وعلم ذلک فی ھذا الحدیث بخصوصہ والمسألۃ ظنیۃ والحکم بالوضع والافتراء بحکم
الظن الغالب اھ ملخصا۔ اقول مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی
طمع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب و رنجش وغیرہا کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے گا کہ اب جتنی حدیثوں
میں یہ متفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو شاہد زور اگر کسی
طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ
جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس
ہے اور اگر سند ہی چاہیے تو امام ائمۃ الشان محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ اللہ کا ارشاد سنیے محمد بن اسحاق صاحب

؎ بناءً علی ان الوضع علی غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقال لہ الموضوع علی فلان ومطلقہ لایراد بہ الا الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہ یبتنی ما فی الارشاد وان حققت فانت فی سعۃ منہ کما ھو ظاہر کلام آخرین ۱۲ منہ

سیرت و مغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہیب پھر یحییٰ قطان نے کذاب کہا[1] اخرجہ ابن عدی عن ابی بشر الدولابی ومحمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابۃ الرقاشی ثنا ابوداؤد سلیمٰن بن داؤد قال قال یحیی القطان اشھد ان محمد بن اسحٰق کذاب قلت وما یدریک قال قال لی وھیب فقلت لوھیب ما یدریک قال قال لی مالک بن انس فقلت لمالک وما یدریک قال قال لی ھشام بن عروۃ قلت لھشام بن عروۃ وما یدریک قال حدث عن امرأتی فاطمۃ بنت المنذر وادخلت علی وھی بنت تسع وما راٰھا رجل حتی لقیت اللہ تعالٰی۔ امام بخاری[2] جزء القراءۃ خلف الامام میں توثیق[3] ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اس سے

---

[1] قال الذھبی عقبہ فی المیزان لقولہ قلت وما یدری ھشام بن عروۃ فلعلہ سمع منھا فی المسجد او سمع منھا وھو صبی او دخل علیھا فحدثتہ من وراء حجاب فای شیئ فی ھذا وقد کانت امرأۃ وکبرت واسنت اھ ثم قال فیستبق الی المعتمد علی تکذیب رجل من اھل العلم ھذا مردود ثم قد روی عنھا محمد بن سوقۃ الخ اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ الناقدین ربما یعرفون کذب الرجل بقرائن تلوح لھم ولقد نرٰی کثیرا من الائمۃ یکذبون رجلا ولا یذکرون من السبب الا ما ھو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتقییدہ باحتمالات شتی لعل الامر کذا عسی ان کذا لیس یجیئ حسنا مندفعا عندھم نص علی ذلک الامام النووی فی مواضع من شرحہ صحیح مسلم فقال ھنا قاعدۃ ننبہ علیھا فیما بعد ان شاء اللہ تعالٰی وھی ان عفان رحمہ اللہ تعالٰی قال انما ابتلی ھشام (ای ھو ابن زیاد الاموی) یعنی ضعفوہ من قبل ھذا الحدیث کان یقول حدثنی یحیٰی عن محمد ثم ادعی بعد انہ سمعہ من محمد وھذا القدر وحدہ لا یقتضی ضعفا لانہ لیس فیہ تصریح بکذب لاحتمال انہ سمعہ من محمد ثم نسیہ فحدث عن یحیٰی عنہ ثم ذکر سماعہ من محمد فرواہ عنہ ولکن انضم الی ھذا قرائن وامور اقتضت عند العلماء بھذا الفن الحذاق فیہ المبرزین من اھلہ العارفین بدقائق احوال رواتہ انہ لم یسمعہ من محمد فحکموا بذلک لما قامت الدلائل الظاھرۃ عندھم بذلک وسیاتی بعد ھذا اشیاء کثیرۃ من اقوال الائمۃ فی الجرح بنحو ھذا وکلھا یقال فیھا ما قلنا ھنا واللہ تعالٰی اعلم اھ وقال بعد ذلک معنی ھذا الکلام ان الحسن بن عمارۃ کذب فروی ھذا الحدیث عن الحکم عن یحیٰی عن علی وانما ھو عن الحسن البصری من قولہ وقد قدمنا ان مثل ھذا وان کان یحتمل کونہ جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلک بدلائل قطعیۃ یعرفھا اھل ھذا الفن فقولھم مقبول فی کل ھذا اھ اما قولک افیستبق ھذا المعتمد الخ فالقول اشتراک ھؤلاء الائمۃ الجلۃ الاعاظم یشھدون بہ من دون ثبت ثم ھذا کلام انما ذکرناہ لا لیعرف ان الذھبی کیف یحتال للذب عن قد رمی امرہ قد ظھر واذا وقع بستر عشری او ولی لنقد صحیح حاول تجنبہ ولا یذر کما بینہ تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ تعالٰی فی الطبقات والا فالراجح عند علمائنا ایضا ھو توثیق ابن اسحاق کما ستذکرہ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ

[2] تعلقہ زیلعی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منہ

[3] ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحٰق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ مستحب تعجیل المغرب فرماتے ہیں توثیق ابن اسحاق ھو الحق الابلج وما نقل عن کلام مالک فیہ لا یثبت ولو صح لم یقبلہ اھل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ھو امیر المؤمنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیۃ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ اھل الحدیث غفر اللہ تعالٰی لھم وقد اطال البخاری فی توثیقہ فی کتاب القراءۃ خلف الامام لہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معہ وبعث الیہ ھدیۃ ذکرہ اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

جواب دیتے ہیں رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینہ ما رأیت احدا
یتہم محمد بن اسحاق (الٰی ان قال) ولو صح عن مالک تناولہ عن ابن اسحٰق فلربما تکلم الانسان فیرمی صاحبہ
بشیئ واحد ولا یتہمہ فی الامور کلھا الخ دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا
لازم نہیں لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعۃ میں فرماتے ہیں قال الزرکشی فی نکتہ علی ابن الصلاح بین قولنا
موضوع وقولنا لا یصح بون کبیر فان الاول اثبات الکذب والاختلاف والثانی اخبار عن عدم الثبوت
ولا یلزم منہ اثبات العدم ھذا یجیئ فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی لا یصح ونحوہ قلت وکان
نکتۃ تعبیرہ بذلک حیث عبر بہ انہ لم یلح لہ فی الحدیث قرینۃ تدل علی انہ موضوع غایۃ الامر انہ احتمل
عندہ انیکون موضوعا لانہ من طریق متروک او کذاب وھذا انما یتم عند تفرد الکذاب والمتھم علی ان الحافظ
ابن حجر خص ھذا فی النخبۃ باسم المتروک ولم ینظمہ فی مسلک الموضوع دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال
وضع احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے لا یصح وغیرہ کی طرف عدول
کیا اُس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر
تصحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے **اقول** والاشارۃ فی قولہ خص
ھذا انما تلیح الی الاقرب وھو المتھم فھو الذی خصہ الحافظ باسم المتروک اما ما تفرد بہ الکذاب فھو
عین الموضوع عندہ فانما اراد بما فیہ الطعن بکذب الراوی فلیتنبہ ھذا کلہ ما ظھر لی والحمد للہ الواحد
العلی فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا ھذا ما یظھر لنا والمحل محل تامل
فلینامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا الحمد للہ کہ اب بوجوہ کثیرہ اوس سے تاکد و تائید حاصل ہوا کلام امام
سخاوی کی تصریح کلام علامہ قاری وعلامہ مناوی میں اُس کے نظائر صریح کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج
سے استنباط صحیح تعریف امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی کا اقتضائے تصحیح حدیث سے
تائید دلیل عقل سے تشئید کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد للہ مرا وحجۃ انقدحقق سبحانہ
ولحدث امرا (**تنبیہ**) اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات
قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہیے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہدیا تو مولف کے نزدیک وضع ثابت ہو گی
اور اگر لا یصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے چیزے نبیت ظاہر اخود مولف کو اس پر حکم
وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافھم فلعلہ حسن وجیہ ولم ار نحوہ فلیحفظ۔

افائدہ ۵۴) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابو طالب مکی نے اسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین مسلم الثبوت و فواتح الرحمۃ میں ہے (لا جرح بان لہ راویا واحدا فقط) دون غیرہ (وھو مجھول العین باصطلاح) کسمعان لیس لہ راو غیر الشعبی فان المناط العدالۃ والحفظ لاالعدد (قال) وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم اھ مختصرا پس دربارہ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجہول العین دونوں حجت ہاں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول (**تنبیہ**) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اس سے مراد مجہول العین ہے امام سبکی شفاء الاسقام میں فرماتے ہیں جھالۃ العین ھو غالب اصطلاح اھل ھذا الشان فی ھذا الاطلاق۔

(افادہ ۵۵) ہم نے افادہ ۱۲ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثالث میں اس کے دس نظائر کے بھی پتے دیئے سب سے اجلی نظیر یہ کہ اکابر ائمہ کرام و اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابوبکر خطیب بغدادی و امام محب الدین طبری و امام سہیلی و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن الزمان و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر ان کا ناسخ مانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اس کے مقابل کے صحاح اس سے منسوخ ٹھہرائیں شرح مواہب لدنیہ میں ہے قال السیوطی فی سبیل النجاۃ مال الی ان اللہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف لا موضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسھیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین بن المنیر وابن سید الناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی والحافظ ابن ناصر وقد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بما یخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنہا فلا تعارض بینہ وبینہا اھ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا الجھبذ وھو فی غایۃ التحریر اھ ملخصا (**تنبیہ ضروری**) **اقول** جب کسی اصل کا کلمات علما سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مبنٰی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل ان کے نزدیک متاصل ہے ان کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں

فائدہ ۵۴ … مجہول العین … (margin note, partly legible)

مراد مجہول العین ہوتا ہے (margin note, partly legible)

فائدہ ۵۵ متعلق افادہ ۱۲ … (margin note, partly legible)

اس امر کے اثبات کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہوگیا اگرچہ جہاں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو یونہیں یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا دعوٰئے مّا مؤید و مشید ہوگیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہابیہ دھوکے دیتے اور خارج از مبحث اس فرع کے ترجیح وتزییف کی طرف اکثر آجاتے ہیں خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے فائدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں ان سفہا کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہیں فقیر نے آخر تکملہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب **حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات** میں اس کی نظیر پر تنبیہ کیا فلیحفظ۔

(فائدہ ۶۵) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط ونفع بے ضرر رہے اس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول حیث قال ینبغی ان یجعلہا حیال احد حاجبیہ لما روی ابوداؤد من حدیث ضباعۃ بنت المقداد بن الاسود عن ابیہا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعلہ علی حاجبہ الایمن او الایسر ولا یصمد لہ صمدا وقد اعل بالولید بن کامل وبجہالۃ ضباعۃ لکن ھذا الحکم مما یجوز العمل فیہ بمثل ھذا لانہ من الفضائل اھ باختصار ایک اور اعلٰی واجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد وابن ماجہ میں بطریق ابی عمرو یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دربارہ سترہ نماز مروی ہوا فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے) امام ابوداؤد نے کہا امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا نجد شیئا نشد بہ ھذا الحدیث ولم یجئ الا من ھذا الوجہ ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی) یونہیں امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف[1] فرمائی

[1] حاشیہ صفحہ ۵۱۸ پر ہے

فائدہ ۶۵: متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام [illegible] ۱۲ منہ غفرلہ

باانیہمہ ائمہ و علمائے مذکورین نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے مرقاۃ میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول قال البیہقی لاباس بالعمل بہ وان اضطرب اسنادہ فی مثل ھذا الحکم ان شاء اللّٰہ تعالٰی حلیہ میں فرمایا یظھر ان الاشبہ قول البیہقی ولاباس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم ان شاء اللّٰہ تعالٰی وجزم بہ شیخنا رحمہ اللّٰہ تعالٰی فقال والسنۃ اولی بالاتباع غنیہ میں ہے من جوزہ استدل بحدیث ابی داؤد وتقدم ما فیہ لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کما مرا نفا ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولی بالاتباع اھ ملخصا نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے ان سلم انہ یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیہ مع ما فیہ من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ رد المحتار میں ہے لیس الخط کما ھو السنۃ وایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داؤد فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطا وھو ضعیف لکنہ یجوز العمل بہ فی الفضائل ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولی بالاتباع الخ (تنبیہ) ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو برابر رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُسی معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲ میں ذکر کیا تھا کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے وللّٰہ الحمد (فائدہ) کے عبارت رد المحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یونہیں افادہ ۷ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علما نے مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا **اقول** لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ بعد ما ذکر حدیث ابن ماجۃ عن الفاکہ وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم فی اغتسال النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید ھذہ ضعفا اھ ما نصہ و استنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الوارد ۃ فیہ یبلغ درجۃ الحسن والا فالندب وفی ذلک تأمل اھ فقد اشار رحمہ اللّٰہ تعالٰی ان الضعیف لا یفید الاستنان ولک ان تقول ان السنۃ ربما تطلق علی المستحب کعکسہ

امورِ خیر و فضائلِ اعمال سے مراد وہ اعمال ہیں جو خیر و ثواب ہوں

فائدہ: حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں

---

[1] قد فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار رد قد یعارض تصحیح احمد وابن حبان وغیرہما لہ اھ وعقبہ فی الحلیۃ بما یأتی عنہا من قولہ ویظھر ان الاشبہ الخ وقال فی المرقاۃ قد اشار الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ احمد وابن المدینی وابن حبان وغیرہم وجزم بضعفہ النووی اھ ملخصا قلت وہو ان فرض صحتہ لم یضر نا فیما نحن بصددہ لما قدمنا انفا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

کما صرح بہما فیتجہ کلام الشامی والقاری وبہ یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألۃ اعنی مسألۃ الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان مما یؤید ابہامی فی الحلیۃ ہل ینوب الخط بین یدیہ منابہا فعن ابی حنیفۃ وھو احدی الروایتین عن محمد انہ لیس بشیئ ای لیس بشیئ مسنون اھ لولا انہ زاد بعدہ لابل فعلہ وترکہ سواء انتہی ففیہ بعد بعد فافہم (**فائدہ ۸**) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بعض محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ اصل حدیث کے اور سنیے حدیث صحیح زکوۃ حلی مروی سنن ابی داؤد ونسائی امرأۃ اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومعہا ابنۃ لہا وفی ید ابنتہا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال تعطین زکوۃ ھذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بہما یوم القیمۃ سوارین من نار قال فخلعتہما فالقتہما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت ہما للہ ورسولہ یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اُن کی بیٹی اُن کے ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوۃ دی گئی عرض کی نہ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے اُن بی بی نے اتار کر ڈال دیئے اور عرض کی یا اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جیسا امام ابوالحسن ابن القطان وامام ابن الملقن وعلامہ سید میرک نے کہا اسنادہ صحیح اس کی سند صحیح ہے، امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا اسنادہ لا مقال فیہ اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں، محقق علی الاطلاق نے فرمایا لاشبھۃ فی صحتہ اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں، امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا لایصح فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہ ہوا، امام منذری نے فرمایا لعل الترمذی قصد الطریقین اللذین ذکرھما والافطریق ابی داؤد لا مقال فیہ شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً جائے گفتگو نہیں، ابن القطان نے فرمایا انما ضعف ھذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفین ابن لھیعۃ والمثنی بن الصباح انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ اُن کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامۃ القاری فی المرقاۃ اور سنیے حدیث ردشمس کہ حضور پرنور سید الانوار ماہ عرب مہر عجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہوگیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے نماز عصر ادا کی جیسے امام طحاوی وامام قاضی

عیاض و امام مغلطای و امام قطب خیضری و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلۂ کرام نے حسن وصحیح کہا کما ھو مفصل فی الشفاء وشروحہ والمواھب وشرحھا علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں اما قول الامام احمد وجماعۃ من الحفاظ بوضعہ فالظاھر انہ وقع لھم من طریق بعض الکذابین والا فطرقہ السابقۃ یتعذر معھا الحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع عام ترشیحے امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام علیہ وعلی آلہ افضل الصلاۃ والسلام میں فرماتے ہیں[1] مما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالاجمال اُس متن پر حکم ہے) (**لطیفہ جلیلہ منیفہ**) ابوداؤد ونسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں اُن بی بی نے کپڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہٖ یہی مضمون صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یارسول اللہ میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے صدقہ کردوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس وجلیل وموجز رسالہ مسمی بنام تاریخی **الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء** ملقب بلقب تاریخی **اکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامۃ** تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر وعظیم باتوں کا آیات واحادیث سے صاف وصریح ثبوت دیا مثلاً قرآن وحدیث ناطق ہیں کہ اللہ ورسول[2] نے دولتمند کردیا اللہ ورسول[3] نگہبان ہیں اللہ ورسول[4] بے والیوں کے والی ہیں اللہ ورسول[5] مالوں کے مالک ہیں اللہ ورسول[6] زمین کے مالک ہیں اللہ ورسول[7] کی طرف توبہ اللہ ورسول[8] کی دوہائی اللہ ورسول[9] دینے والے ہیں اللہ ورسول[10] سے دینے کی توقع اللہ ورسول[11]

---

[1] فی الباب الثالث تحت الحدیث الخامس من حج البیت [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible]

نے نعمت دی اللہ ورسول نے عزت بخشی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ ونگہبان ہیں حضور
کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں حضور ساری زمین کے مالک ہیں حضور سب آدمیوں
کے مالک ہیں حضور تمام امتوں کے مالک ہیں ساری ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے مدد کی کنجیاں حضور کے
ہاتھ ہیں نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں آخرت
میں عزت دنیا حضور کے ہاتھ ہے قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہے حضور مصیبتوں کے دور فرمانے
والے حضور سختیوں کے ٹالنے والے ابوبکر صدیق عمر فاروق حضور کے بندے حضور کے خادم نے بیٹا دیا حضور کے
خادم رزق آسان کرتے ہیں حضور کے غلام بلائیں دفع کرتے ہیں حضور کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں حضور کے خادم
تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں اولیا کے سبب بلا دور ہوتی ہے اولیا کے سبب رزق ملتا ہے اولیا کے سبب مدد ملتی
ہے اولیا کے سبب مینہ اترتا ہے اولیا کے سبب زمین قائم ہے یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن وحدیث سے
لکھی ہیں وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ ورسول کی جناب میں بکیں یا خدا ورسول سے لڑیں اگر
لڑسکیں اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلاۃ والسلام
عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ
خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ
وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب ومرزا جان جاناں صاحب وشاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبدالعزیز
صاحب اور ان کے اساتذہ ومشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے غرض وہابی
مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملئکہ سے لیکر رسولوں بندوں سے لیکر رب جلیل تک شاہ ولی
اللہ سے ان کے پیروں استادوں شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں وہابیت کا
پھاگ نجدیت کی ہوئی شرک کا رنگ تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے زور گھنگھور شراٹوں کا شور سارا جہاں شرابور
بلو کی قید نہ اماوس پہ چھوڑ یہ انوکھا پھاگن بارہ ماوس جاری ہے ع اشراک بمذہبی کہ تا حق برسد کو مذہب معلوم
واہل مذہب معلوم ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ مختصر رسالہ کہ چار جزسے بھی کم ہے ایک سو تیس سے
زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملینگے بحمد اللہ
تعالیٰ اس کی نفاست اس کی جلالت اس کی صولت اس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ذلک من فضل
اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ہ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی

والدی وان اعمل صالحا ترضیہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین ہ والحمد للہ رب العالمین

فائدہ ۹) ہم نے افادہ ۱۲ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج وامام مالک وامام احمد اور افادہ دوم میں یحییٰ ابن سعید قطان وعبد الرحمن بن مہدی کو گنا اور انھیں سے ہیں امام شعبی وبقی بن مخلد وحریز بن عثمٰن وسلیمن بن حرب ومنظفر بن مدرک خراسانی وامام بخاری مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے حدثنی ابو جعفر الدارمی ثنا بشر بن عمر قال سألت مالک بن انس (فذکر الحدیث قال) وسألتہ عن رجل اخر نسیت اسمہ فقال ھل رأیتہ فی کتبی قلت لا قال لو کان من ادخلہ فی کتبی (خ-ل) ذکرتہ فی کتبی نخ لنا بہ فھو ثقۃ فمن وجدناہ فی کتبنا بہ حکمنا بانہ ثقۃ عند مالک وقد لا یکون ثقۃ عند غیرہ میزان میں ہے ابراھیم بن العلاء ابو ھارون الغنوی وثقہ جماعۃ ووھاہ شعبۃ فیما قیل ولم یصح بل صح انہ حدث عنہ اوسی میں ہے عبد الاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ وعنہ شعبۃ لا یعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد اھ **اقول** لکن قال یزید بن ھارون قال شعبۃ داری وحماری فی المساکین صدقۃ ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت لم فلم سمعت منہ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث یعنی حدیثہ عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ عن امہ انھا قالت رأیت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کما فی المیزان ولک التفصی عنہ بان السماع شیئ والحدیث شیئ والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجھین وسنذکر اخر الفائدۃ ان الامام ربما حمل عمن شاء فاذا حدث تثبت **نعم** لعل الصواب التقیید بمن حدث عنہ فی الاحکام دون ما یتساھل فیہ لما تقدم فی الافادۃ الثالثۃ والعشرین من قول ابن عدی ان شعبۃ حدث عن الکلبی ورضیہ بالتفسیر کما نقلہ فی المیزان وفیہ الیمانی محمد بن عبد الجبار قال العقیلی مجھول بالنقل قلت شیوخ شعبۃ نقادۃ الا النادر منھم ھذا الرجل قال ابو حاتم شیخ اھ **قلت** وھذا الاخیر تقدیکون الرجل ثقۃ عندہ وعند غیرہ مجروحا او مجھولا حتی ان من شیوخہم الذین وثقھم وصرح بحسن الثناء علیھم جابر بن یزید الجعفی ذاک الضعیف الرافضی المتھم قال الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ما رأیت فیمن رأیت افضل من عطاء ولا اکذب من جابر الجعفی وکذلک کذبہ ایوب وزائدۃ ویحیی والجوزجانی وترکہ القطان وابن مھدی والنسائی واخرون شفاء الاستقام شریف میں ہے احمد رحمہ اللہ تعالٰی لم یکن یروی الا عن ثقۃ وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیۃ) بذلک فی الکتاب الذی صنفہ فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منہ قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان

منھم من لم یروالاعن ثقۃ عندہ کمالک وشعبۃ ویحیی ابن سعید وعبدالرحمن بن مہدی واحمد بن حنبل وکذلک البخاری وامثالہم اھ تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے خارجۃ بن الصلت البرجمی الکوفی روی عنہ الشعبی وقد قال ابن ابی خثیمۃ اذا روی الشعبی عن رجل وسماہ فھو ثقۃ یحتج بحدیثہ تدریب میں ہے من لایروی الاعن عدل کابن مہدی ویحیی بن سعید اھ **اقول** ولایعکر علیہ بما فی المیزان عن عباس الدوری عن یحیی بن معین یحیی بن سعید لو لم ارو الاعن ارضی مارویت الاعن خمسۃ اھ فان رضی یحیی غایۃ لاتدرک وکیف یظن بہ ان الخلق کلھم عندہ ضعفاء الاخمسۃ وانما المرضی لہ جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یتزلزل ولافی حرف ولامرۃ تہذیب التہذیب میں ہے سلیمن بن حرب بن بجیل الازدی الواشجی قال ابو حاتم امام من الائمۃ کان لایدلس وقال ابو حاتم ایضا کان سلیمن بن حرب قل من یرضی من المشائخ فاذا رأیتہ قد روی عن شیخ فاعلم انہ ثقۃ اھ ملتقطا تقریب التہذیب میں ہے مظفر بن مدرک الخراسانی ابو کامل ثقۃ متقن کان لایحدث الاعن ثقۃ **نافعہ جامعہ** امام سخاوی فتح المغیث[۱] میں فرماتے ہیں تتمۃ من کان لایروی الاعن ثقۃ الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد وحریز بن عثمٰن وسلیمن بن حرب وشعبۃ والشعبی وعبدالرحمٰن بن مہدی ومالک ویحیی بن سعید القطان وذلک فی شعبۃ علی المشھور فانہ کان یتعنت فی الرجال ولایروی الاعن ثبت والا فقد قال عاصم بن علی سمعت شعبۃ یقول لو لم احدثکم الاعن ثقۃ لم احدثکم الاعن ثلثۃ وفی نسخۃ ثلثین وذلک اعتراف منہ بانہ یروی عن الثقۃ وغیرہ فینظر وعلی کل حال فھو لایروی عن متروک ولاعمن اجمع علی ضعفہ واما سفین الثوری فکان یترخص مع سعۃ علمہ وورعہ ویروی عن الضعفاء حتی قال فیہ صاحبہ شعبۃ لاتحملوا عن الثوری الاعمن تعرفون فانہ لایبالی عمن حمل وقال الفلاس قال لی یحیی بن سعید لاتکتب عن معتمر الاعمن تعرف فانہ یحدث عن کل اھ **اقول** ماذکر عن عاصم فیجوز بل یجب حملہ علی مثل ماقدمنا فی کلام یحیی کیف وان للثقۃ اطلاقا اخر اخص واضیق کما قال فی التدریب ان ابن مہدی قال حدثنا ابو خلدۃ فقیل لہ اکان ثقۃ فقال کان صدوقا وکان مامونا وکان خیرا الثقۃ شعبۃ وسفین قال وحکی المروزی قال سألت ابن حنبل عبدالوھاب بن عطاء ثقۃ قال تدری ماالثقۃ انما الثقۃ یحیی بن سعید القطان اھ فعلیک بالتثبت فان الامر جلی واضح **ثم اقول** اخیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم

۱؎ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ ۲؎ فی ترجمہ اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ

اعلم امام اعظم سیدنا ابوحنیفۃ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونعمہ بانعم نعم الجنان یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الاٰثار اخبرنا ابوحنیفۃ ثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اٰخر عمرہ ومعلوم ان اباحنیفۃ لم یکن لیذھب فیاخذ عنہ فی حال اختلاطہ ویرویہ وھو الذی شدد فی امر الروایۃ مالم یشددہ غیرہ علی ما عرف اھ (تنبیہ) قلت ھذا التوسع وقلۃ للمبالاۃ فی الاخذ قد حدث فی العلماء من لدن التابعین الاعلام اخرج الدار قطنی عن ابن عون قال قال محمد بن سیرین اربعۃ یصدقون من حدثھم فلا یبالون ممن یسمعون الحسن وابوالعالیۃ وحمید بن ھلال ولم یذکر الرابع ذکرہ غیرہ فسماہ انس بن سیرین ذکرہ الامام الزیلعی فی نصب الروایۃ وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ عن کل ضرب مرسلات مجاھد احب الی من مرسلات بکثیر وقال احمد بن حنبل مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات ومرسلات ابراھیم النخعی لاباس بھا ولیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابی رباح فانھما کانا یاخذان عن کل احد وقال الشافعی فی مراسیل الزھری لیس بشیئ لانا نجدہ یروی عن سلیمن بن الارقم ذکرھا فی التدریب قلت ومراسیل الائمۃ الثقات مقبولۃ عندنا وعند الجماھیر ولاشک ان عطاء والحسن والزھری منھم وقلۃ المبالاۃ عند التحمل لایقتضیھا عند الاداء فقد یاخذ الامام عمن شاء ولا یرسلہ الا اذا استوثق وقد وافقنا علی قبول مراسیل الحسن ذالک الورع السدید عظیم التشدید قدوۃ الشان یحیی بن سعید القطان وذاک الجبل العلی علی بن مدینی الذی کان البخاری یقول ما استصغرت نفسی الا عندہ وذلک الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعۃ الرازی وناھیک بھم قدوۃ اما القطان فقال ما قال الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا وجدنا لہ اصلا الا حدیثا او حدیثین و اما علی فقال مرسلات الحسن البصری التی رواھا عنہ الثقات صحاح ما اقل ما یسقط منھا واما ابوزرعۃ فقال کل شیئ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجدت لہ اصلا ثابتا ما خلا اربعۃ احادیث نقلھا فی التدریب قلت وعدم الوجدان لایقتضی عدم الوجود فلم یفت یحیٰی الا واحد او اثنان ولعل غیرہ یحیٰی وجد مالم یجدہ وفوق کل ذی علم علیم ونقل فی مسلم الثبوت عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال متی قلت لکم حدثنی فلان فھو حدیثہ ومتی قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعن سبعین اھ وفی التدریب

(حاشیہ) یعنی قلۃ المبالاۃ فی الاخذ قد حدثت عن زمن التابعین

مرسل الحسن عن غیرنا حسن

بعض نے دو۔ بعض نے تین

قال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم وانک لم تدرکہ فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیئ ما سألنی عنہ احد قبلک ولو لا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری وکان فی زمن الحجاج کل شیئ سمعتنی اقولہ قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم فھو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیاً اھ والله تعالٰی اعلم (**فائدہ ۱۰**) سفہائے زمانہ نے احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل وبے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال مبین بامبین وجوہ افادہ ۲۴ میں گزرا یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الله الباری نے اونکی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے موضوعات کبیر میں زیر حدیث من طاف بالبیت اسبوعاً ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ الله من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (جو سات پھیرے طواف کرکے مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جاکر اس کا پانی پیئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا) فرماتے ہیں حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ[1] والدیلمی فی مسندہ لا یقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف (جبکہ اُسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اُسے موضوع نہ کہا جائے گا نہایت یہ کہ ضعیف ہے) **اقول** وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ غلط صحاح وسقام وثابت وموضوع جس طرح وضع ممکن یونہی صحت محتمل توجب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم وجزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تبیین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف وسقوط احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی یونہی بوجہ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہرے گی لاجرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی یہاں بھی کما لا یخفی علی احد العقلاء فواتح الرحموت میں ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے الراوی ان کان غیر معروف بالفقاھۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ او سکتوا عند ظھور الروایۃ او اختلفوا کان کالمعروف وان لم یظھر منھم غیر الطعن کان مردوداً وان لم یظھر شیئ منہ لم یجب العمل بل یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتوارایخ (**فائدہ ۱۱**) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ...... تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ

[1] [illegible]

[illegible]

تعالٰی کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری مشکلیں منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے رہی یا دیدہ دانستہ مغالطہ دہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اوس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لا باس بہ کسی کو صححہ فلان کسی کو صحیح فرماتے ہیں حدیث تقبیل ابہامین اونہیں میں ہے جنھیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربۂ کثیرین سے استظہار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہورۃ علی الالسن والصواب خلافہا علی نمط ذکر تذکرۃ التذکرۃ فیہ من عرف نفسہ عرف ربہ لیس بثابت حدیث رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی رؤیۃ المنام او مؤول[۳] حدیث المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع[۱] حدیث ماشہد رجل علی رجل بکفر الا باء بہ احدھما ضعیف[۲] فیہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم طرقہا واھیۃ[۴] حدیث من ادی الفریضۃ وعلم الناس الخیر کان فضلہ علی العابد الحدیث ضعیف الاسناد لکنہم یتساھلون فی الفضائل[۵] حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نور لم یوجد[۱] فیہ مسح العینین بباطن السبابتین بعد تقبیلہما لا یصح وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین فیہ الصلاۃ عماد الدین ضعیف وصلاۃ التسبیح ضعیف[۲] الدارقطنی اصح شیئ فی فضل الصلٰوۃ صلاۃ التسبیح فیہ طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء فی المقاصد[۳] رجالہ ثقات وفی المختصر منکر فی المقاصد ماء زمزم لما شرب لہ ضعیف[۴] لکن لہ شاہد فی مسلم حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینہا صححہ[۵] الحاکم حدیث مثل امتی کالمطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ موضوع[۶] فی العجیزا نا وابوبکر وعمر خلقنا من تربۃ واحدۃ فیہ جاھیر قلت لہ طرق منکر ولہ شاھد فی ابو نعیم حدیث فی ورقتین قال ابن حبان باطل قلت الوقف انزل اللہ طرد الحدیدۃ لا باس بہ صباح من اخلص للہ اربعین یوما ولہ شاہد حدیث یکون فی اخر الزمان خلیفۃ لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول الی ہنا

---

[۲] اقول ہذا عجیب فقد اخرجہ ابو داؤد والترمذی والحاکم عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ۱۲ منہ[۳] اقول بل صحیح بمعنی الصحاح فلمالک والصحیحین وغیرھم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما رفعہ اذا قال الرجل لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما وللبخاری عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رفعہ من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما ولابن حبان عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح مرفوعا ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بہا احدھما وفی الباب غیر ذلک فان اراد خصوص اللفظ فقلیل الجدوی ۱۲ منہ[۴] اقول والصحیح انہ لا ینزل عن الحسن کما تبینتہ فی النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ[۱] بل اخرجہ رزین وان قال المنذری ثم العراقی لم نقف علیہ ۱۲ منہ[۲] الحق انہ حدیث حسن صحیح لا شک حسن لذاتہ صحیح لغیرہ ان لم یکن لذاتہ والتفصیل فی اللآلی ۱۲ منہ[۳] اقول کذا قال المناوی وبالغ الذہبی کعادتہ فقال کذب ۱۲ منہ[۴] اقول بل نص الحافظ انہ حجۃ بطرقہ وحسنہ المناوی وصححہ الامام سفین بن عیینۃ والدمیاطی والمنذری وابن الجزری ۱۲ منہ[۵] ورواہ ابو داؤد وقال المناوی باسناد صحیح ۱۲ منہ[۶] ہذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ اخرجہ البزار قال

ما ذکرنا ۃ اھ ملتقطا۔ **فائدہ ۱۲۵:** اقول وباللہ التوفیق اذا ان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام اثرمین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمۂ معتمدین میں بصیغۂ جزم مذکور ہوں مطلقا باطل و مردود و عاطل کہ احکام مغازی سیر فضائل کسی باب میں اصلا نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین وجماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہا واصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق واعضال یا اصطلاح فقہ واصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل ومرسل ہے امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں المعضل عبارۃ عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعدا ومثالہ ما یرویہ تابعی التابعی قائلا فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکذلک ما یرویہ من دون تابعی التابعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او عن ابی بکر وعمر وغیرھما غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینہم وذکر ابو نصر السجزی الحافظ قول الراوی بلغنی نحو قول مالک بلغنی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال للمملوک طعامہ وکسوتہ الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المعضل قلت وقول المصنفین من الفقہاء وغیرھم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا ونحو ذلک کلہ من قبیل المعضل لما تقدم وسماہ الخطیب ابوبکر الحافظ بعض کلامہ مرسلا وذلک علی مذھب من یسمی کل ما لا یتصل مرسلا کما سبق اھ باختصار۔ توضیح میں ہے الارسال عدم الاسناد وھو ان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یذکر الاسناد علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب درمختار افاضۃ الانوار علی اصول المنار میں فرماتے ہیں ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے (المرسل قول العدل قال علیہ) وعلی الہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام کذا وعند اھل الحدیث المرسل قول التابعی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ واصحابہ وسلم کذا والمعلق ما رواہ من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول اھ مختصرا پھر باجماع علمائے محدثین وفقہا یہ سب انواع نوع موضوع سے بیگانہ ہیں اور باور دن انواع کام شرن فضائل اعمال ومناقب رجال وسیر واحوال میں بالاتفاق ماخوذ ومقبول بلکہ مصنفین علوم حدیث جو موضوع کو شمار انواع بتاتے اور ان انواع میں اس سے جداگانہ شمار فرماتے آئے اور تمام مولفین سیر

[illegible]

بلانکیر منکر مراسیل ومفصلات کا ذکر واثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گذرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض
ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مساہلت فرمائی ہے یہ عبارت دونوں
یہ عبارات دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا موطا صحیح بخاری وصحیح مسلم صحیح موطا میں معضلات
وبلاغات موجود ہیں وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصًا بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلانہ ملی تہذیب
میں امام ابو الفضل زین الدین عراقی سے ہے ان مالکالم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات
ومن بلاغاتہ احادیث لاتعرف کما ذکرہ ابن عبد البر وہیں امام مغلطائی سے ہے مثل ذلک فی کتاب البخاری
وہیں امام حافظ الشان سے ہے مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج
بالمرسل والمنقطع وغیرھما اسناد کے سنت مطلوبہ وفضیلت مرغوبہ وخاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسی کلام
ہے محققین قابلین مراسیل ومعاضیل بھی مسانید کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے
ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ تاکید اثر ہیں بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید
باحادیث فقال ما اجود ھا لوکان لھا اجنحۃ یعنی الاسناد قطع نظر اس سے کہ واقعۃ عین لاعموم لھا
ممکن کہ وہ احادیث در بارہ احکام ہوں یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقا مسلم کہ معضل
ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح للمومن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای
شیئ یقاتل صراحۃً در بارۂ عقائد واحکام ہے فان الحاجۃ الی القتال انما ھی فیما یجری فیہ التشدید و
التماکس ودون ما احمعوا علی التساھل فیہ یوہیں ارشاد امام مبارک عبد اللہ بن مبارک لولا الاسناد لقال
من شاء ما شاء کہ جب قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور عمل قواعد مقررہ
شرعیہ مثل احتیاط واختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نکرے گی اور من شاء ما شاء صادق
نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین پر ظاہر کہ یہ اور اُن کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام
سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسام اُن کے نزدیک
ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح وصالح قتال یوہیں ایک راوی بھی ساقط تو اُن کے طور پر وہی من
شاء ما شاء کا احتمال فی الاحتمال ولہذا وہ بالاتفاق منقطع ومعضل اور معضل دون معضل میں اصلا فرق حکم نہیں
کرتے اسی لئے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل ومعضل ومنقطع ومعلق بیان کرکے فرمایا لم یظہر التکثیر
الاصطلاح والاسناد فی فائدۃ بالجملۃ بسبب اتصال نہ ہونے کے سند کا ذکر ہونا نہ ہونا سب یکساں آخر نہ دیکھا کہ

المنیفین امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالٰی نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت کہا فرمایا اخرج مسلم فی مقدمۃ صحیحہ قال قال محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قہزاد سمعت ابا اسحٰق ابراھیم بن عیسٰی الطالقانی قال قلت لعبد اللہ بن المبارک یا ابا عبد الرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البر ان تصلی لابویک مع صلاتک وتصوم لھما مع صومک قال قال عبد اللہ یا ابا اسحٰق عن من ھذا قال قلت لہ ھذا من حدیث شھاب بن خراش فقال ثقۃ عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقۃ عمن قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال یا ابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مفاوز تنقطع فیھا اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقۃ اختلاف

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں معنی ھذہ الحکایۃ انہ لایقبل الحدیث الا باسناد صحیح اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھیے مرسل منقطع معلق معضل پر نا متصل باطل وملتحق بالموضوع ہوئی جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادۂ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعا لاجرم واجب کہ یہ سب عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر الاطلاق وارسال ہو نہ کہ حسب نفس کلام تخصیص پر دال ہو تا قرینا فی الکلمات المذکورۃ اور واقعی دربارۂ رد وقبول غالب محاورات علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار نخبہ وشرح وغیرہما میں دیکھیے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں مقبول ومردود مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق یہ سب کلام بطور محدثین تھا اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلیل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے علیہ فی المسلم وشرحہ وغیرھا اقول انصافاً غیرنا قد کے لئے مراسیل مذکورہ سے

۱؎ المرسل ان کان من الصحابی نقبل مطلقا اتفاقا وان من غیرہ فالاکثر ومنھم الامام ابو حنیفۃ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنھم قالوا یحصل التلبا مطلقا اذا کان الراوی ثقۃ وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی من مشایخنا الکرام یقبل من القرون الثلثۃ مطلقا ومن ائمۃ النقل بعد تلک القرون وقال طائفۃ من المتاخرین منھم الشیخ ابن حاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الہمام مایقبل من ائمۃ النقل مطلقا من ای قرن کان المعتمد لشیئ ام لا وتیوقف فی المرسل من غیرھا وھو المراد بالائمۃ الثقۃ والجواد اذ لایقول احد بتوقف من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط الائمۃ فی القرون الثلثۃ لزعمہ

احتجاج فی الاحکام اثر ہین پر سہی لازم آخر اُس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالایطاق ہے تو اُس کیلئے ذکر عدم سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں رہا اور جو احتمالات مساہلت وتحسین ظن وخطائی النظر یہاں ہیں وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب ومشاہد باینہمہ امام ابن الصلاح وامام کیا طبری وامام نووی وامام زرکشی وامام عراق وامام عسقلانی وسخاوی وامام زکریا انصاری وامام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لئے بس ہے اور احتجاج روا کما ذکرنا نصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث و قدتقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین تو کیا وجہ کہ یہاں اُس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیا کا صحاح میں لانا یوں ہیں منذری کا مختصر میں ساکت رہنا یوں ہیں ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا یوں ہیں امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیٰ غیر ذلک من احکامہ واحوالہ ونعوت جمالہ وشیون جلالہ وصفات کمالہ صلوۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ الہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم وبارک وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم آمین الحمد للہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضور اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود ودرود مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم وصلاۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور اِنارت عیون وتنویر قلوب وتکفیر ذنوب وسلامت ایمان وامن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما وکان ذلک للیلۃ الثالثۃ یوم الاثنین لعلھا الثامنۃ عشر من الشھر الفاخر شھر ربیع الاخر من شھور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ھجرۃ الحبیب سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ واولیایہ اجمعین واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین سبحنک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۳۸۲ از ایہ بہرایچ شہر محلہ سے بورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۳۳ھ ہجری منقول از فتاوی امدادیہ معروف بہ فتاوی اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت موذن اقامت میں اشہد ان محمدا رسول اللہ بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے اور جو شخص اس کا مانع ہووے اُس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہووے اُس کا اور جو حکم کرے اُس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا جدید یہ کہ اذان پر قیاس کر کے تحریر نہ فرمادیں بلکہ درصورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کر کے تحریر فرمادیں۔

الجواب اوّل تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارہ میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ انتھی جلد اوّل ص۲۶۷ مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے اسی واسطے فقہا نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے ونص بعضھم ان القھستانی کتب علی ھامش نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع ۱۲ جلد اول ص۲۶۷ یہی مفتی صاحب لم یصح فی الموضوع پر حاشیہ منہیہ لکھتے ہیں قلت واما الموقوف فانہ وان کان متقویا لکن مع ضعف اسنادہ لیس فیہ کون ھذا العمل طاعۃ بل ھو رقیۃ للتحفظ عن رمد والعوام یفعلونہ باعتقاد کونہ طاعۃ ۱۲ منہ حاشیہ صاحب فتاوی اشرفیہ بر عبارت شامی۔ گزارش و موجب تکلیف دہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ در بارہ استفتائے تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاوائے امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بغرض ملاحظہ عالی میں پیش کر کے رفع شک کہ

کا خواستگار ہوں وھو ھذا (۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرکے لم یصح فی المرفوع یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کیے ہیں اُن سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۃً تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بہ تعلیم سیدنا خضر علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں اثبات استحباب ہے مجموعہ فتاوے جلد سوم ص۲۱ طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح مصری ص۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کے علیٰ ہذا سادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔

اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصری ص۲۴۷ (فقہ شافعی) وفی الشنوانی ما نصہ من قال حین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبًا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا انتھی کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصری جلد ا ص۱۶۹ (فائدہ) نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ذلک وقبل باطن انملۃ السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فعل مثل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی قال الحافظ السخاوی ولم یصح ثم نقل من الخضر انہ علیہ الصلاۃ والسلام قال من قال حین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدًا ونقل غیر ذلک ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ واللہ تعالیٰ اعلم علامۃ الشیخ علی الصعیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ ص۱۶۷ میں فرماتے ہیں (قولہ ثم یقبل الخ) لم یبین موضع التقبیل من الابہامین الا انہ نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضھم لقیتہ وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ قبل ابہامی نفسہ ومسح بالظفرین اجفان عینیہ من المآقی الی ناحیۃ الصدغ ثم فعل ذلک عند کل تشھد مرۃ مرۃ فسألتہ عن ذلک فقال کنت افعلہ ثم ترکتہ فمرضت عینای فرأیتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منامًا فقال لم ترکت مسح عینیک عند الاذان ان اردت ان تبرأ عیناک فعد الی المسح فاستیقظت ومسحت فبرئت ولم یعاودنی مرضھما الی الان انتھی فھذا یدل

علی ان الاولی التکریر والظاھر انہ حیث کان المسح بالظفرین ان التقبیل لھا واللہ تعالٰی اعلم ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتہ الفاظ صریحہ میں ملتا ہے۔ برخلاف اس کے صاحب فتاوائے اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح ص ۲ ملاحظہ ہو) مان رہے ہیں پھر اس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس کا تضاد و اشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔

صاحب فتاوائے اشرفیہ عمل ما نحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعوے کرتے ہیں والعلوم یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے اس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہوئی درصورتیکہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلاۃ والسلام بھی باوصف لعلام علام مافی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامۂ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں ایران میں ہوں یا عرب شریف میں غرض شرق میں ہوں یا غرب میں حیث یقول والعلوم یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے مترصد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں۔ اجرکم اللہ تعالٰی بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔ مختار صدیقی

الجواب: اس مسئلہ کی تحقیق بالغ وتنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ مرسل ایک نسخہ بھی اور ہوتا تو ہدیۃً حاضر کر دیتا بعد ملاحظہ بیرنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہ تعالٰی دربارۂ حدیث و فقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی وصفر اشکنی کو بس ہے لہٰذا اس سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امور جہالت فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش و باللہ التوفیق (۱) دعوٰی یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہہ معتبر ہے اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے فان مفاھیم الکتب حجۃ ولو مفھوم لقب علی ما صرح بہ الاصولیون نیز جلد اول ص ۱۶ یفتی بہ عند السوال لان مفاھیم الکتب معتبرۃ کما تقدم در مختار بیان سنن وضو میں نہر الفائق

سے ہے مفاہیم الکتب جیتنر بخلاف مفاہیم النزالنصوص احادیث موقوفہ کی روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل مایروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ لکھ کر فرمایا قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین یعنی اگرچہ اس بارہ میں کوئی حدیث مرفوع صحیح نہیں مگر جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت ہے تو اُس پر عمل کے لئے کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ (۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فن حدیث سے جہالت پر مبنی کتب رجال میں ہزار جگہ ملے گا یعتبر بہ ولا یحتج بہ اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔ (۳) فقہ میں روایت روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبر مطلقاً منفی تو اُس سے روایت معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہو یا نری غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی (۴) یہیں یہیں اسی شامی میں قہستانی و تتارخانیہ صوفیہ و کنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول اور بصیغۂ جزم بلا تعقب مذکور و مقبول تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اوسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑنا صریح خیانت ہے (۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالبہ کلیہ کہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف اغوائے عوام ہے کیا کتب فقہ میں ہزار سے کم اس سے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اُس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج (۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ در بارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انھیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول اور نقل مجہول محض نامقبول جلد دوم ص ۵۱۲ قول المعراج ورأیت فی موضوع الخ (ای معزوا الی المبسوط) لایکفی فی النقل لجہالتہ وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قہستانی ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی کیا ہستی مگر کیا کیجئے کہ ع عقل بازار میں نہیں بکتی (۷) لم یوجد اور موجود نہیں میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں مگر عقل بھی ہو یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادۃ علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی آگے الفاظ فتوے سے فتوٰی منقول ہوا اور بوجہ جہالت نامقبول ہوا انھیں علامہ شامی کا کلام سنیئے عقود الدریہ ص ۱۰۹ ج ۲

نقل الزیلعی ان الفتوی علی قولھما قال الشیخ قاسم فی تصحیحہ مانقلہ الزیلعی شاذ لمجہول القائل درمختار میں ہے علیہ الفتوی الزیلعی و بحر معزیا للمغنی لکن رد العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ لمجہول القائل فلا یعول علیہ شامی نے اسے مقرر رکھا (۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہا نے اس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے (۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے شامی میں قہستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدم وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفی روایت نفی نہیں ہذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانب حکم فقہائے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے (۱۰) انہیں یہ علم تو غایت درجہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قہستانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ ان کا اپنا قول بلا نقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی ادنکی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ جلد ۲ صـ<u>۲۹۷</u> میں بتاتے ہیں کہ القہستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واستنادہ الی کتب الزاھدی المعتزلی اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائنی کا قول نہ دیکھا کہ اس ادعائے باطل کی گلی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کر دے گا ہم نے پتا بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ (۱۱) یہ بھی سہی تو کیا ظلم شدید و تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں قہستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اسے انھیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استحباب بتا رہے ہیں وہ مردود نامعتبر قرار پائے غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے دلیس (۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر ان کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود (۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماع امت کا رد اور غیر سبیل المومنین کا اتباع بدیہی جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جہنم وساءت مصیرا کی وعید مؤکد ہے احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت ان کا ضعف جس کا بیان قطعی منیر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پرنور اور باطل کی ظلمتیں دور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اس میں صرف لم یصح کہا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ تو اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر ضعیف تعدد طرق سے حسن ہو جاتی اور فضائل حلال وحرام میں

بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی ہوتی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور مخالف اجماع مردود ومخذول اربعین امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال (۱۴) اجماع امت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت با حادیث مرفوعہ نے صحت بتائی ملا علی قاری کی عبارت گزری تو فرد ثلثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت وبے اصل کہنا اصول وہابیت پر بھی چھری پھیرنا ہے (۱۵) وہابیت بجہنم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بری طرح کہ ان کی سنت ان کی بدعت اون کی ہدایت ان کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں پھر یہ کیا انھیں چھوڑے دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتاکر سخت گمراہ بے دین ہوئے کفی اللہ المومنین القتال اس کا مفصل منیر العین افادہ ۲۰ میں ملاحظہ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیث تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب وثواب ان میں مذکور ہے مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سنکر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دیکر آنکھوں پر پھیرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے جامع الرموز وکنز العباد وغیرہما میں ہے فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون لہ قائدا الی الجنۃ جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھا نہ ہوگا نہ اس کی آنکھیں دکھیں یہ کیا فضیلت وترغیب نہیں بہرحال یہ حدیثیں فضائل اعمال کی ہیں اور گنگوہی صاحب براہین قاطعہ طبع دوم ص ۹۶ میں فرماتے ہیں سب کا مدعا یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارت علی قاری میں گزرا جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا حدیث خلفا کلام قاری میں گزری دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی امت ہوں گے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والرویانی والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ عن

حذیفۃ والترمذی والحاکم عن ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ تقلید عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید بلکہ منصب تشریع جدید ہے کما بیناہ فی کتبنا فی الرد علیہم بہرحال اس عمل کی دلیل جواز قرون ثلثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص۲۸ میں کہتے ہیں جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو وہ سب سنت ہے اھ تو روشن ہوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت ہے۔ اور حدیث سے ثابت کہ منکر سنت پر لعنت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ستۃ لعنتہم لعنہم اللہ وکل نبی مجاب (الی قولہ) والتارک لسنتی رواہ الترمذی عن ام المومنین والحاکم عنہا وعن علی والطبرانی بلفظ سبعۃ لعنتہم وکل نبی مجاب عن عمرو بن شغوی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسند حسن کچھ لوگ ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے ازانجملہ ایک وہ کہ میری سنت کا منکر ہو۔ اب صاحب فتاوی اشرفیہ اپنا حکم گنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں (۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قہستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس سے یہ نتیجہ کہ فقہا نے اس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ص۱۰۱ میں فرمایا، عدم النقل لا ینفی الوجود (۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جابجا موجود ازانجملہ جلد اوّل ص۶ میں بعد ذکر احادیث فرمایا قال العلماء ہذہ الاحادیث من قواعد الاسلام وھو ان کل من ابتدع شیأ من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیمۃ یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں ان سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اس ایجاد کرنے والے کو ہو (۱۸) بدعت وبے اصل کی بھی حقیقت سن لیجئے فتح اللہ المعین جلد ۳ ص۴۰۲ لا اصل لھا لا یقتضی الکراھۃ لذا قال فی الدر ما قیل انہا بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا اسی لئے درمختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا جائز اچھی بات ہے (۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہا جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح دتوفیق وتوجیہ وتحقیق کر ہمارے رسائل دوہابیہ

میں ہے اُس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم کردی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین صـ۱۳۷ میں فرماتے ہیں اُس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلاضرورت جائز ہو جاتا ہے یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقلدی بلکہ بہ ہوائے نفس اتباع رخص حلال کردینے کی وادی ہے جہاں ہمارے علما اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کی قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ بلاضرورت مطلقاً جائز رہیگا اور منکر کہ قول خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہریگا (۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقت اقامت بھی تقبیل مذکور سنت اور تھانوی صاحب کا اُس پر انکار گمراہی وضلالت اور بحکم حدیث موجب لعنت ہے علما فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے بلکہ ہدایہ میں ہے یؤذی انہ لا تکرہ الاقامۃ ایضا لانہا احدی الاذانین اور عند التحقیق تنقیح مناط انتفائے خصوص کرے گی تو اُس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنت ٹھہری گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لیئے اثر فعلی کی جنس بھی قرون ثلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اُس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے گنگوہی صـ۲۸ میں ہے جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اُس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے یہ اس چار سطری تحریر پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں وہ بھی بنہایت اختصار۔ اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلیے وباللہ التوفیق (۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اُس کا مطلب یہ گڑھا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے کیا علما نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع ہے انھیں تین صورتوں میں اُس اختراعی مطلب پر مرفوع وموقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علما پر افترا ہے علما نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجۂ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس بیچارے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا صراحۃً تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون ذبے عقلی ہے (۲۲) الفرض باطل یہی مطلب سہی مگر یوں بھی کام نہ کہا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لاچکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ

ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی تثلیث پھر حدیث موقوف وضعیف موجود مان کر بدعت وبے اصل
کہنا کیسا قول خبیث (۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ یہ بد
سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا وایمان متلازم ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف وضعیف بلکہ خود رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اُڑا دیتا حدیثوں میں تو یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لیجائینگے اور منہیہ
کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر یہ عظیم وجلیل ثواب موعود ہوں وہ سرے
سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے (۲۴) حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یوں پڑھے رضیت
باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیا حدیث خضر علیہ الصلاۃ والسلام میں ہے
یوں کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح حدیث سیدنا
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے چوتھی روایت میں ہے یوں کہے صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ قرۃ
عینی بک یا رسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر پانچویں میں ہے درود پڑھے چھٹی میں ہے یوں کہے صلی اللہ تعالیٰ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ
عینی ساتویں میں ہے یوں کہے اللھم احفظ حدقتی ونورھا ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ونورھا منہیہ کے نزدیک یہ اللہ ورسول کے ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود۔
اللہ عزوجل سے دعا کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روح طاعت ہے اور دعا مغز عبادت اور درود کو مسلمان
ایمان کا چین جان کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہیہ منتر مانے (۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو
یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو اس جرم پر وہ ذکر الٰہی ودرود ودعا سب
طاعت سے خارج ہو کر ردکا منتر رہ گئے نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد
ہے صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم وتسبیح وتہلیل وحمد وتکبیر ولاحول وغیرہا اذکار جلیلہ پر منافع جسمانیہ
ودنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ وترغیب وترہیب امام منذری وجوامع امام جلیل سیوطی و
حصن حصین امام جزری وغیرہا کتب حدیث مطالعہ کرے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم
سب منتر ہیں جنھیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم
(۲۶) اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں
ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ ورسول کے لیے یاد کریں اپنی کوئی منفعت

دنیوی تو دنیوی اخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جنکی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لئے وصل ذات ہے جن کو فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا اور فرمایا قل ھو للذین امنوا ھدی وشفاء اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا وفی حدیث حجوا تستغنوا جہاد کرو غنیمت پاؤگے اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤگے اور حج کرو غنی ہو جاؤگے رواہ الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والاخر عبد الرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصلہ فی مسند الفردوس چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطنا فھو لہ قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون حتی اذا جاءنا قال یلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من لم یدع اللہ غضب علیہ رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابی ھریرۃ وبلفظ من لم یسأل اللہ یغضب علیہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجۃ والبزار وابن حبان والحاکم وصححاہ وللعسکری عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اللہ تعالٰی من لا یدعونی اغضب علیہ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ابدا امین صاحب شبہہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اول میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث وقرآن کے تمام اذکار جنت ونار ترغیب وترہیب کو لغو وفضول بلکہ اغواء واضلال بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دور کرکے منتر جنتر میں ڈالا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعتقاد طاعت کرتے ہیں الحمد للہ مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل وفہم وفضل وعلم میں بدرجہا زائد ہیں وہ اپنے رب عزوجل کے ذکر ودعا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر ومحبت وتعظیم وتوسل کو طاعت

نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہر حیلۂ ممکنہ باطل کرتے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ رمد چشم کا عمل ہی سہی۔ فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی واسم الٰہی نور وصلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں۔ طاعت نہ یہ نہ وہ مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس وابن سینا پر بھروسہ اور کہاں کلام اللہ نور و ہدی و شفا و اسمائے الٰہیہ سے توسل والتجا یہ ضرور طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے ولکن النجدیۃ لایعلمون بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدوں سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ان وعیدوں سے بچنا یا ان کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع و عکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے توراۃ مقدس سے منقول اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا مستحق عبادت نہ ہوتا۔ بلکہ اس سے مراد صرف ابھارنا ہے کہ اس طمع وخوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دینوی خواہ اخروی کا ملنا مقصود بالعرض ہو جیسے حج میں تجارت جہاد میں غنیمت روزے میں صحت نماز میں کسرت بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی ان کا مقصود ہوا کہ اپنے رب جل وعلا اپنے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس پر براہ محبت و تعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت و مراد شریعت ہے اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دکھیں گی اندھے نہ ہونگے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر خائب و خاسر احمق و نجادرہ کہ ایسے وعدوں پر بھول کر اصل مقصود خدا اور رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم و محبت کو نرا منتر بتاتے نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم والعیاذ باللہ رب العٰلمین (۲۸) غنیمت ہے کہ رمد کا منتر مان کر منتر کے نام سے وہ محض بوجہ عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اترا اور یہ عمل مباح ٹھہرا اور نہ عدم ورود پر بدعت و بے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں ان کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا اگرچہ اعتقاد طاعت نہ ہو (۲۹) یہ تو اوپر گزرا کہ اسی جل

کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمہیں بدعتی بدمذہب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المراق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ع ماعلی مثلہ یعد الخطاء۔ مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو۔ لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل کہ نہ محمود نہ مذموم۔ آپ نے اوسے رمد چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور بہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں ادسی ص۲۲ پر بولتے ہیں جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالت ہے ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اُس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہوگی یا نہیں تیسری شق ناممکن ہے کہ یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کونسا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولی و مستحب یہ سب احکام شرعیہ یکسر اڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر ص۲۹ میں ناز ہیں کہ اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے اس عاجز کو اپنے اساتذۂ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آدھے احکام اڑ گئے ادھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان منیر العین افادہ مذکور میں ہے منیر العین نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی تنبہ نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ماکان وما یکون صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں ثم لایعودون

(۵۰) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں متساوی آسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اوسے بدعت کر دیتا ہے تو منہیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جہۃ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہل منہیہ ہوگا جو ہمارے رسائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا آسے بدعت کر دیتا ہے تو شریعت مطہرہ پر محض افترا ہے بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا آسے قربت کر دیتا ہے اور ہر قربت طاعت ہے تو اُس میں اعتقاد طاعت ضرور حق

اور اُسے بدعت بتانا جہل مطلق اشباہ والنظائر ودرالمختار میں ہے اما المباحات فتختلف صفتہا باعتبار ما قصدت
لاجلہ فاذا قصد بہ التقوی علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ غمز العیون میں ہے کل فرد طاعۃ ولا
تنعکس یہ اُس ڈیڑھ سطری منہیہ پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے
بے دلیل سے بدتر کوئی شیٔ ذلیل نہیں دربارۂ اذان تو احادیث وارد اور اُس کا استحباب کتب فقہ میں مصرح تو
انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارۂ اقامت اگر ورود نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم نہیں
ادنیٰ درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع
شریعت پر افترا و تہمت ہے۔ ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۶۸۳ لا یلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنہی خاص لان الکراھۃ
حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل بحرالرائق جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لہا
من دلیل خاص وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لئے ورود خاص مانگیں اور منع کے لئے دلیل خاص کی کچھ حاجت
نہ جانیں اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افترا اٹھکانا ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۲۵۵ لیس
الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لا بد لھما من دلیل بل فی القول بالا
باحۃ التی ھی الاصل ظاہر ہے کہ نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیل تعظیم و محبت ہے
اور امور ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں یحال علی المعہود
حال قصد التعظیم اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ قال اللہ تعالیٰ لتؤمنوا باللہ و
رسولہ وتعزروہ وتوقروہ اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی
نہ ثابت ہو جیسے سجدہ زیادات امام عتابی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۳۷۹ میں ہے ان المطلق
یجری علی اطلاقہ الا اذا قام دلیل التقیید نصاً او دلالۃ فلتحفظ فانہ للفقیہ ضروری مگر ہے یہ کہ
اشقیا کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً شرک و ظلم ہے شریعت نے برخلاف
قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے لہٰذا مورد پر مقتصر رہے گی باقی
اُسی اصل حکم پر شرک و بدعت و حرام ٹھہرے گی فلہٰذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھرا سر پر قہر درویش بجان درویش
ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہرانہ دل سے جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہو گیا تھا کہ عین نماز
میں یہ غیر خدا کی تعظیم اور اُس پر دور و نزدیک سے پکار نا رکھدیا خیر قہراً جبراً التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر

انشاء نے معنیٰ کا ارادہ نہ کرتا دہ دیکھو امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں حکم لگاتے ہیں کہ صرف ہمت در نماز بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق در خیال گاؤ خر خود ملعون آخر الکلمۃ الملعونۃ لعن اللہ قائلہا وقابلہا سو لہذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے حکایت لفظ کا ارادہ کرے قصد معنیٰ نہ کرے تصریح کرتے ہیں کہ دور سے یا رسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم اقدس کے لئے بجا لائے خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز ومندوب ومستحب ومرغوب ومطلوب وپسندیدہ وخوب ہے جب تک اوس خاص سے نہی نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرج شرعی نہ ہو وہ سب اوس اطلاق ارشاد الٰہی وتعزروہ وتوقروہ میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اُسے شامل ہے ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب وتعظیم حبیب رب العٰلمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق ومنسک متوسط وفتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے کل ما کان ادخل من الادب والاجلال کان حسنا امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوہیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارہم تو مسلمان اگر وقت اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں اور اسے شرعًا ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پر افترا کرنا یا نام واکرام سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز واستماع قرآن مجید واستماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور اُن کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم ومحبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے بہر حال محبوب ومحمود ہے واللہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعًا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ الذی جعل الاذان علم الایمان وسبب الامان وسکینة الجنان ومنفاة الاحزان ومرضاة الرحمٰن والصلوٰة والسلام الاتمان الاکملان علی من رفع اللہ ذکرہ واعظم قدرہ فیذکر حیث کان فی کل خطبة واذان وعلی اٰله وصحبه الذاکرین ایاہ مع ذکر مولاہ فی الحیوٰة والموت بل وجدان والفوت وکل حین واٰن واشھد ان لا الٰه الا اللہ الحنان المنان وان محمدًا عبدہ ورسوله سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وعلٰی اٰله وصحبه المرضیین لدیه ما اُذِنَ اُذُنٌ لصوت اذان قال الفقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی سقاہ الحبیب من کاس الحبیب عذبًا فراتا وجعله من الذین ھم اھل الایمان والصلوٰة والاذان احیاءً وامواتا اٰمین اله الحق اٰمین

الجواب بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا امام ابن حجر مکی وعلامہ الملة والدین رملی استاذ صاحب درمختار علیہم رحمة الغفار نے اُن کا یہ قول نقل کیا، اما المکی ففی فتاواہ وفی شرح العباب وعارض واما الرملی ففی حاشیة البحر الرائق ومرضی حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا قائلانِ جواز کے لئے اسی قدر کافی جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعوٰی ثابت کرے پھر بھی مقام تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنھیں بقانون مناظرہ اسانید سوال تصور کیجئے فاقول وباللہ التوفیق وبه الوصول الٰی ذری التحقیق **دلیل اوّل** وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم (کہ اللہ عزوجل صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰة والتسلیم کا ہر مسلمان مرد وزن کو حیات وممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا اور جواب میں بہکاتا ہے والعیاذ بوجه العزیز الکریم ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفیٰن ثوری رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں ان المیت اذا سئل من ربک تراءٰی له الشیطان فیشیر الٰی نفسه انی انا ربک فلھذا ورد سوال التثبیت له حین یسئل یعنی جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے شیطان اس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں اس لیے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں امام

ترمذی) فرماتے ہیں دیوبندی من الاحیاء قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند دفن المیت اللھم اجرہ من الشیطان فلو لم یکن الشیطان ھناک سبیل ما دعا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بذلک یعنی وہ حدیثیں اُس کی موید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے الٰہی اُسے شیطان سے بچا اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دعا کیوں فرماتے) اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں بھاگتا ہے صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا اخرجہ الامام ابو القاسم سلیمن بن احمد الطبرانی فی اوسط معاجیمہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا میں اس مطلب پر بہت احادیث نقل کیں اور جب ثابت ہو لیا کہ وہ وقت عیاذاً باللہ مداخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم آیا کہ اُس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ میں ارشاد شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالا مال **دلیل دوم** امام احمد و طبرانی وبیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال لما دفن سعد بن معاذ (زاد فی روایۃ) وسوی علیہ سبح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسبح الناس معہ طویلا ثم کبر وکبر الناس ثم قالوا یا رسول اللہ لم سبحت (زاد فی روایۃ) ثم کبرت قال لقد تضایق علی ھذا الرجل الصالح قبرہ حتی فرجہ اللہ تعالٰی عنہ یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیر تک سبحن اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہا ہے پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے ارشاد فرمایا اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے وہ تکلیف اُس سے دور کی اور قبر کشادہ فرما دی علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ای ما زلت اکبر وتکبرون واسبح وتسبحون حتی فرجہ اللہ یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحن اللہ سبحن اللہ کہتے رہے یہاں تک

کہ اللہ تعالٰی نے اُس تنگی سے اُنھیں نجات بخشی **اقول** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور خود اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا غایت یہ کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں سو اُن کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر، نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الٰہی اتارنے کے لئے ذکر خدا کرنا تھا دیکھو یہ بعینہٖ وہ مسلک نفیس ہے جو در بارہ تلبیہ اجلّہ صحابہ عظام مثل حضرت امیر المومنین عمر و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبٰی وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کو ملحوظ ہوا اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا ہدایہ میں ہے لاینبغی ان یخل بشیئ من ھذہ الکلمات لانہ ھو المنقول فلا ینقص عنہ ولو زاد فیھا جاز لان المقصود الثناء واظھار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ اھ ملخصا یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہیئے کہ یہی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہیں تو اُن سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالٰی کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین وغیرہا رسائل میں اس مطلب کی قدرے تفصیل کی **دلیل سوم** بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سُن کر یاد ہو۔ حدیث متواتر میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی سعید الخدری وابن ماجۃ کمسلم عن ابی ھریرۃ وکالنسائی عن ام المومنین عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالٰی خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہوچکا حقیقۃً مردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالٰی جواب یاد ہوجائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اُس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں اُن کے سوال تین ہیں من ربک تیرا رب کون ہے مادینک تیرا دین کیا ہے ماکنت تقول فی ھذا الرجل تو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد

ان لا الہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربک کا جواب سکھائینگے ان کے سننے سے یاد آئے گا کہ میرا رب اللہ ہے اور اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ سوال ما کنت تقول فی ھذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انھیں اللہ کا رسول جانتا تھا اور حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح جواب ما دینک کی طرف اشارہ کرینگے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز رکن وستون ہے کہ الصلوٰۃ عماد الدین تو بعد دفن اذان دینا میں ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث صحیح متواتر مذکور میں فرمایا اب یہ کلام سماع موتیٰ وتلقین اموات کی طرف منجر ہوگا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ خاص اس مسئلہ میں کتاب مبسوط مسمی بحیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات تحریر کر چکا جس میں پچھتر حدیثوں اور پونے چار سو اقوال ائمہ دین وعلمائے کاملین وخود بزرگان منکرین سے ثابت کیا کہ مردوں کا سننا دیکھنا سمجھنا قطعاً حق ہے اور اس پر اہل سنت وجماعت کا اجماع قائم اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر غبی جاہل یا معاند مبطل اور اسی کی چند فصول میں بحث تلقین بھی صاف کر دی یہاں اس کے اعادہ کی حاجت نہیں دلیل چہارم ابو یعلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اطفئوا الحریق بالتکبیر آگ کو تکبیر سے بجھاؤ ابن عدی حضرت عبد اللہ بن عباس اور وہ اور ابن السنی وابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور سید نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا رأیتم الحریق فکبروا فانہ یطفئ النار جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو وہ آگ کو بجھا دیتا ہے علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں فکبروا ای قولوا اللہ اکبر اللہ اکبر وکرروہ کثیرا مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے لکھتے ہیں التکبیر علی ھذا لاطفاء الغضب الالٰہی ولذا ورد استحباب التکبیر عند رؤیۃ الحریق اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الٰہی کے بجھانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری (حسبلۃ النجاۃ میں تیرۃ الفقہ سے منقول حکمت در تکبیر آنست بر اہل گورستان کہ رسول علیہ السلام فرمودہ است اذا رأیتم الحریق فکبروا چوں آتش در جائے افتد واز دست شما بر نیاید کہ بنشانید تکبیر بگوئید کہ آتش بہ برکت آں تکبیر فرو نشنید چوں عذاب قبر با آتش ست ودست شما بآں نمی رسد تکبیر میباید گفت تا مرگان از آتش دوزخ خلاص یابند یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے تو یہ اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا مانع سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر دلیل پنجم

ابن ماجہ و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی قال حضرت ابن عمر فی جنازۃ فلما وضعہا فی اللحد قال بسم اللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر ثم قال سمعتہ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا مختصرا یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ و فی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی اُسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا) امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد ان یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت لحد میں رکھا جائے تو دعا کریں الٰہی اسے شیطان رجیم سے پناہ دے) ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں خثیمہ سے راوی کانوا یستحبون اذا دفنوا المیت ان یقولوا بسم اللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ اللھم اجرہ من عذاب القبر و عذاب النار ومن شر الشیطان الرجیم مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ملت پر الٰہی اسے عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش) ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اُس وقت عیاذاً باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یوں ہی یہ بھی واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اول سے واضح کہ اذان دفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی۔ **دلیل ششم** ابوداؤد و حاکم و بیہقی امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ قال استغفروا لاخیکم وسلوا لہ بالتثبیت فانہ الان یسئل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد کرتے اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کیلئے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اُس سے سوال ہوگا) سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یقف علی القبر بعد ما سوی علیہ فیقول اللھم نزل بک صاحبنا وخلف الدنیا خلف ظہرہ

اللھم ثبت عند المسئلۃ نطقہ ولا تبتلہ فی قبرہ بما لا طاقۃ لہ بہ یعنی جب مردہ دفن ہوکر قبر درست ہو جاتی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہوکر دعا کرتے الٰہی ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا الٰہی سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اسے طاقت نہ ہو۔ ان حدیثوں اور احادیث دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت کہ دفن کے بعد دعا سنت ہے امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ الشریف دعا بعد دفن کی حکمت میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ بجماعت مسلمین ایک لشکر تھا کہ آستانہ شاہی پر میت کی شفاعت و عذر خواہی کیلئے حاضر ہوا اور اب قبر پر کھڑے ہوکر دعا یہ اس لشکر کی مدد ہے کہ یہ وقت میت کی مشغولی کا ہے کہ اُسے اس نئی جگہ کا ہول اور نکیرین کا سوال پیش آنے والا ہے نقلہ المولیٰ جلال الملۃ والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الصدور اور میں گمان نہیں کرتا کہ یہاں استحباب دعا کا عالم میں کوئی عالم منکر ہو امام آجری فرماتے ہیں یستحب الوقوف بعد الدفن قلیلاً والدعاء للمیت مستحب ہے کہ دفن کے بعد کچھ دیر کھڑے رہیں اور میت کے لئے دعا کریں اسی طرح اذکار امام نووی و جوہرہ نیرہ و در مختار و فتاوی علمگیری وغیرہا اسفار میں ہے طرفہ یہ کہ امام ثانی منکرین یعنی مولوی اسحٰق صاحب دہلوی نے مائۃ مسائل میں اسی سوال کے جواب میں کہ بعد دفن قبر پر اذان کیسی ہے فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و فتاوی عالمگیریہ سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہوکر دعا سنت سے ثابت ہے اور براہ بزرگی اتنا نہ جانا کہ اذان خود دعا بلکہ بہترین دعا سے ہے کہ وہ ذکر الٰہی ہے اور ہر ذکر الٰہی دعا تو وہ بھی اُسی سنت ثابتہ کی ایک فرد ہوئی پھر سنیت مطلق سے کراہت فرد پر استدلال عجب تماشا ہے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کل دعاء ذکر و کل ذکر دعاء ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل الدعاء الحمد للہ سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد للہ ہے اخرجہ الترمذی وحسنہ والنسائی وابن حبان والحاکم وصححہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیحین میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے بآواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا تم کسی بہرے یا غائب سے دعا نہیں کرتے سمیع بصیر سے دعا کرتے ہو دیکھو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور خاص کلمہ اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے بھی ایک دعا اور فرد مسنون ہونے میں کیا شک رہا دلیل ہفتم یہ تو واضح ہولیا کہ بعد دفن میت کے لئے دعا سنت ہے اور علما

فرماتے ہیں آداب دعا سے ہے کہ اُس سے پہلے کوئی عمل صالح کرے امام شمس الدین محمد بن الجزری کی حصن حصین شریف میں ہے اداب الدعاء منہا تقدیم عمل صالح وذکرہ عند الشدۃ مت د علامہ قاری حرز ثمین میں فرماتے ہیں یہ ادب حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ابو داؤد ترمذی ونسائی وابن حبان نے روایت کی ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی عمل صالح ہے تو دعا پر اُس کی تقدیم مطابق مقصود وسنت ہوئی **دلیل ہشتم** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثنتان لا تردان الدعاء عند النداء وعند البأس دو دعائیں رد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفار سے لڑائی شروع ہو اخرجہ ابو داود وابن حبان والحاکم بسند صحیح عن سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نادی المنادی فتحت ابواب السماء واستجیب الدعاء جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے اخرجہ ابو یعلی والحاکم عن ابی امامۃ الباھلی وابو داود والطیالسی وابو یعلی والضیاء فی المختارۃ بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اذان اسباب اجابت دعا سے ہے اور یہاں دعا شارع جل وعلا کو مقصود تو اُس کے اسباب اجابت کی تحصیل قطعاً محمود **دلیل نہم** حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیغفر للمؤذن منتہی اذانہ ویستغفر لہ کل رطب ویابس سمعہ اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے مؤذن کے لئے اتنی ہی وسیع مغفرت آتی ہے اور جس تر وخشک چیز کو اس کی آواز پہنچتی ہے اذان دینے والے کیلئے استغفار کرتی ہے اخرجہ الامام احمد بسند صحیح واللفظ لہ والبزار والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونحوہ عند احمد وابی داؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصدرہ عند احمد والنسائی بسند حسن جید عن البراء بن عازب والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ ولہ فی الاوسط عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ پانچ حدیثیں ارشاد فرماتی ہیں کہ اذان باعث مغفرت ہے اور بے شک مغفور کی دعا زیادہ قابل قبول واقرب باجابت ہے اور خود حدیث میں وارد کہ مغفور سے دعا منگوانی چاہیے امام احمد مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لک قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ جب تو حاجی سے ملے اُسے سلام کر اور مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اُس سے اپنے لئے استغفار

کرا کہ وہ مغفور ہے) پس اگر اہل اسلام بعد دفن میت اپنے میں کسی بندہ صالح سے اذان کہلوائیں تاکہ بحکم احادیث صحیحہ انشاء اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کی مغفرت ہو پھر میت کیلئے دعا کرے کہ مغفور کی دعا میں زیادہ رجائے اجابت ہو تو کیا گناہ ہوا بلکہ عین مقاصد شرع سے مطابق ہوا **دلیل دہم** اذان ذکر الٰہی اور ذکر الٰہی دافع عذاب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مامن شئ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات بخشنے والی نہیں رواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل وابن ابی الدنیا والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خود اذان کی نسبت وارد جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دن عذاب سے مامون ہو جاتی ہے طبرانی معاجیم ثلٰثہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اذن فی قریۃ امنہا اللہ من عذابہ فی ذلک الیوم وشاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بے شک اپنی بھائی مسلمان کیلئے ایسا عمل کرنا جو عذاب سے منجی ہو شارع جل وعلا کو محبوب ومرغوب مولٰنا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قبر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح ودعائے رحمت ومغفرت کرنے کی وصیت فرما کر لکھتے ہیں فان الاذکار کلہا نافعۃ لہ فی تلک الدار کہ ذکر جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشتے ہیں) امام بدرالدین محمود عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر فرماتے ہیں مصلحۃ المیت ان یجتمعوا عندہ لقراءۃ القراٰن والذکر فان المیت ینتفع بہ میت کیلئے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اُس کی قبر کے پاس جمع ہو قرآن پڑھیں ذکر کریں کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے) یارب مگر اذان ذکر محبوب نہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں **دلیل یازدہم** اذان ذکر مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت **اولاً** حضور کا ذکر عین ذکر خدا ہے امام ابن عطا پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قولہ تعالیٰ ورفعنا لک ذکرک میں فرماتے ہیں جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے) اور ذکر الٰہی بلاشبہ رحمت اترنے کا باعث سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں حفتہم الملئکۃ وغشیتہم الرحمۃ ونزلت علیہم السکینۃ انہیں ملئکہ گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے اور اُن پر سکینہ اور چین اترتا ہے رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ وابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما **ثانیاً** ہر محبوب خدا کا ذکر محل نزول رحمت ہے امام سفین بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں عند

ذکر الصلحین تنزل الرحمۃ نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی اترتی ہے) ابو جعفر بن حمدان نے ابو عمرو بن نجید سے اسے بیان کر کے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأس الصلحین تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں، پس بلاشبہہ جہاں اذان ہوگی رحمت الٰہی اترے گی اور بھائی مسلمان کیلئے وہ فعل جو باعث نزول رحمت ہو شرع کو پسند ہے نہ کہ ممنوع **دلیل دوازدہم** خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مردے کو اس نئے مکان تنگ و تار میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم اور اذان دافع وحشت و باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکر خدا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل، ابو نعیم و ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں نزل ادم بالھند واستوحش فنزل جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام فنادی بالاذان الحدیث جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام جنت سے ہندوستان میں اترے انھیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اتر کر اذان دی، پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر و دفع توحش کو اذان دیں تو کیا برا کریں حاشا بلکہ مسلمان خصوصا ایسے بیکس کی اعانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے رواہ مسلم و ابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بھا کربۃ من کرب یوم القیمۃ جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اسکی حاجت روائی میں ہو اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں سے ایک مصیبت اس پر سے دور فرمائی رواہ الشیخان وابو داؤد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما **دلیل سیزدہم** مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی قال رانی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا فمر بعض اھلک یؤذن فی اذنک فانہ درء للھم یعنی مجھے حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا اے علی میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے اذان غم و پریشانی کی دافع ہے) مولیٰ علی اور مولی علی تک جس قدر

اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا فجربناہ فوجدناہ کذلک ہم نے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا ذکرہ ابن حجر کما فی المرقاۃ اور خود معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں ہوتا ہے مگر وہ عباد اللہ اکابر اولیاء اللہ جو مرگ کو دیکھ کر مرحبا بحبیب جاء علی فاقۃ فرماتے ہیں تو انکے دفع غم والم کیلئے اگر اذان سنائی جائے کیا محذور شرعی لازم آئے حاشا للہ بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کی برابر اللہ عزوجل کو فرائض کے بعد کوئی عمل محبوب نہیں طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان احب الاعمال الی اللہ تعالٰی بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ مسلمان کا خوش کرنا ہے (انہیں دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیدنا حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان من موجبات المغفرۃ ادخالک السرور علی اخیک المسلم بے شک موجبات مغفرت سے ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرنا **دلیل چہاردہم** قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اے ایمان والو اللہ کا ذکر کرو بکثرت ذکر کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون اللہ کا ذکر اس درجہ بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں اخرجہ احمد وابو یعلی وابن حبان والحاکم والبیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ صححہ الحاکم وحسنہ الحافظ ابن حجر اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذکر اللہ عند کل حجر وشجر ہر سنگ و شجر کے پاس اللہ کا ذکر کر اخرجہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذر اھلھا فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا ینتھی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علی عقلہ وامرھم بہ فی الاحوال کلھا اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اس کیلئے ایک حد معین کردی پھر عذر کی حالت میں لوگوں کو اس سے معذور رکھا سوا ذکر کے کہ اللہ تعالٰی نے اس کیلئے کوئی حد نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلامت نہ رہے اور بندوں کو تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا) ان کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں الذکر الکثیر ان لا یتناھی ابدا ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو ذکرہما فی المعالم وغیرہا تو ذکر الٰہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب و مرغوب و مطلوب و مندوب ہے جس سے ہرگز ممانعت نہیں ہوسکتی جب تک کسی خصوصیت خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آئی ہو اور اذان بھی قطعاً ذکر خدا

ہے پھر خدا جانے کہ ذکر خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ و درخت کے پاس ذکر الٰہی کریں قبر
مومن کسے پتھر لیا اسکے حکم سے خارج ہیں خصوصاً بعد دفن ذکر خدا کرنا تو خود حدیثوں سے ثابت اور تصریح ائمۂ دین
مستحب ولہذا امام اجل ابو سلیمان خطابی دربارۂ تلقین فرماتے ہیں لانجد له حديثا مشهورا ولا باس به اذ ليس فيه
الا ذكر اللّٰه تعالٰى الٰى قوله وكل ذلك حسن ہم اس میں کوئی حدیث مشہور نہیں پاتے اور اس میں کچھ مضائقہ
نہیں کہ اس میں نہیں ہے مگر خدا کا ذکر اور یہ سب کچھ محمود ہے **دلیل پانزدہم** امام اجل ابو زکریا نووی شارح
صحیح مسلم کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں يستحب ان يقعد عند القبر بعد الفراغ ساعة قدر ما ينحر جزور و يقسم
لحمه ويشتغل القاعدون بتلاوة القرآن والدعاء للميت والوعظ والحكايات لاهل الخير والصالحين مستحب ہے
کہ دفن سے فارغ ہو کر ایک ساعت قبر کے پاس بیٹھیں اتنی دیر کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم
ہو اور بیٹھنے والے قرآن مجید کی تلاوت اور میت کیلئے دعا اور وعظ و نصیحت اور نیک بندوں کے ذکر و حکایت
میں مشغول رہیں) شیخ محقق مولٰنا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث امیر المومنین
عثمٰن غنی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کہ فقیر نے دلیل ششم میں ذکر کی فرماتے ہیں قد سمعت عن بعض العلماء انه يستحب
ذكر مسئلة من المسائل الفقهية یعنی تحقیق میں نے بعض علما سے سنا کہ دفن کے بعد قبر کے پاس کسی مسئلہ فقہ
کا ذکر مستحب ہے) اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ میں اسکی وجہ فرماتے ہیں کہ باعث نزول رحمت ست اور فرماتے
ہیں مناسب حال ذکر مسئلۂ فرائض ست اور فرماتے ہیں اگر ختم قرآن کنند اولٰی و افضل باشد جب علمائے کرام
نے حکایات اہل خیر و تذکرۂ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں
بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ صرف وہی کہ میت کو نزول رحمت کی حاجت اور ان امور میں نزول رحمت
تو اذان کہ بشہادت احادیث موجب نزول رحمت و دفع عذاب ہے کیونکر جائز و مستحب نہ ہوگی بحمد اللّٰہ
یہ پندرہ دلیلیں ہیں کہ چند ساعت میں فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئیں ناظر منصف جانے گا کہ ان
میں اکثر تو محض استخراج فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگرچہ بعض اجلۂ اہل سنت و جماعت رحمہم
اللّٰہ تعالٰی کے کلام میں مذکور مگر فقیر غفر اللّٰہ تعالٰی نے تکمیل ترتیب و تسجیل تقریب سے ہر مقدمہ منفردہ کو

لہ بحمد اللّٰہ تعالٰی ان دلائل جلائل نے کالشمس فی وسط السماء واضح کر دیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بنظر عمومات شرع بوجوہ کثیرہ دنی سنت
ہے شاید وہ بعض علما جنھوں نے اسکے سنت ہونیکی تصریح فرمائی جن کا قول امام ابن حجر مکی و علامہ خیر رملی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہم نے نقل کیا یہی معنے مراد لیتے ہیں کہ
فرداً سنت ہے اتنا مناسب کہ کبھی کبھی ترک بھی کر دیا کہ اوہام عوام سنتی شانی طرف جاتے سمجھیں واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی

دلیل کامل اور ہر مذکور ضمنی کو مقصود مستقل کر دیا والحمد للہ رب العلمین بانیہم ع لا شک ان الفضل للمتقدم ۔ ہم پر اُن اکابر کا شکر واجب جنھوں نے اپنی تلاش و کوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس دشوار کام کو ہم پر آسان کر دیا جزاہم اللہ عنا وعن الاسلام والسنۃ خیر جزاء وشکر مساعیہم الجمیلۃ فی حمایۃ الملۃ الغراء ونکایۃ الفتنۃ العوراء وھنأ ھم بفضل رسول نفی علی حمید رضی یوم القضاء وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ الاطائب الکرماء امین

تنبیہات جلیلہ

تنبیہ اول) ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا عظمت رحمت الٰہی پر نظر کرے کہ اذان میں ان شاء اللہ الرحمٰن اس میت اور ان احیا کیلئے کتنے منافع ہیں سات فائدہ میت کیلئے (۱) بحولہٖ تعالٰی شیطان رجیم کے شر سے پناہ (۲) بدولت تکبیر عذاب نار سے امان (۳) جواب سوالات کا یاد آجانا (۴) ذکر اذان کے باعث عذاب قبر سے نجات پانا (۵) بہ برکت ذکر مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نزول رحمت (۶) بدولت اذان دفع وحشت (۷) زوال غم و حصول سرور وفرحت اور پندرہ احیا کیلئے سات تو یہی سات منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفع رسانی جدا حسنہ ہے اور ہر حسنہ کم سے کم دس نیکیاں پھر نفع رسانی مسلم کی منفعتیں جدا ہی جاتا ہے (۸) میت کیلئے تدبیر دفع شیطان سے اتباع سنت (۹) تدبیر آسانی جواب سے اتباع سنت (۱۰) دعا عند القبر سے اتباع سنت (۱۱) بقصد نفع میت قبر کے پاس تکبیریں کہکر اتباع سنت (۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن وحدیث مالا مال (۱۳) ذکر مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا (۱۴) مطلق دعا کے فضائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغز عبادت فرمایا (۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنھیں منتہائے آواز تک مغفرت اور ہر تر و خشک کی استغفار وشہادت اور دلوں کو صبر وسکون وراحت ہے اور لطف یہ کہ اذان میں اصل کلمے سات ہی ہیں اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اور مکررات کو گنیئے تو پندرہ ہوتے ہیں میت کیلئے وہ سات فائدے اور احیا کیلئے پندرہ انھیں سات اور پندرہ کے برکات ہیں والحمد للہ رب العلمین تعجب کرتا ہوں کہ حضرات مانعین نے میت واحیاکو ان فوائد جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے ہمیں تو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے تو لازم ومناسب ہے کہ پہنچائے رواہ احمد ومسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما پھر ندا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہی نہ ہو ممانعت کہاں سے

کی جاتی ہے واللہ الموافق **تنبیہ دوم** حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں نیۃ المؤمن عملہ
مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سہل بن سعد رضی
اللہ تعالٰی عنہما اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کرسکتا ہے مثلاً جب
نماز کیلئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھونگا تو بیشک اس کا یہ چلنا محمود ہر قدم پر ایک نیکی لکھینگے
اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کرسکتا ہے (۱) اصل مقصود یعنی
نماز کو جاتا ہوں (۲) خانہ خدا کی زیارت کرونگا (۳) شعار اسلام ظاہر کرتا ہوں (۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا
ہوں (۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں (۶) مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دور کرونگا (۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں
کہ مذہب مفتٰی بہ پر اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے
تک اعتکاف کی نیت کرلے انتظار نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا (۸) امر الٰہی خذوا
زینتکم عند کل مسجد کے امتثال کو جاتا ہوں (۹) جو وہاں علم والا ملے گا اوس سے مسائل پوچھونگا دین
کی باتیں سیکھونگا (۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاونگا دین سکھاؤنگا (۱۱) جو علم میں میری برابر ہوگا اس سے علم کی تکرار
کرونگا (۱۲) علماء کی زیارت (۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار (۱۴) دوستوں سے ملاقات (۱۵) مسلمانوں سے میل
(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے ان سے بکشادہ پیشانی ملکر صلۂ رحم (۱۷) اہل اسلام کو سلام (۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ
کرونگا (۱۹) ان کے سلام کا جواب دونگا (۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کرونگا (۲۱و۲۲)
مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا۔ بسم اللہ الحمد
للہ والسلام علٰی رسول اللہ (۲۳و۲۴) دخول وخروج میں حضور وآل حضور وازواج حضور
پر درود بھیجونگا کہ اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰل سیدنا محمد وعلٰی ازواج سیدنا محمد (۲۵)
بیمار کی مزاج پرسی کرونگا (۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کرونگا (۲۷) جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے
الحمد للہ کہا اوسے یرحمک اللہ کہونگا (۲۸و۲۹) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرونگا (۳۰) نمازیوں کے
وضو کو پانی دونگا (۳۱و۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان واقامت کہونگا
اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان واقامت کا ثواب پاچکا فقد وقع اجرہ علی
اللہ (۳۳) جو راہ بھولا ہوگا راستہ بتاونگا (۳۴) اندھے کی دستگیری کرونگا (۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھونگا
(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاونگا (۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کرادونگا (۳۸و۳۹)

مسجد میں جاتے وقت دہنا اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباعِ سنت کرونگا (۴۰) راہ میں جو لکھا ہوا[1] کاغذ پاؤنگا اٹھا کر ادب سے رکھ دونگا الیٰ غیر ذلک من نیاتٍ کثیرۃ تو دیکھئے کہ جو ان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کیلئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس حسنات کے لئے جاتا ہے تو گویا اوسکا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس نیکیاں ہوگا اسیطرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہیئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جدا گانہ ثواب پائے اور انکے ساتھ یہ بھی ارادہ ہو کہ مجھے میت کیلئے دعا کا حکم ہے اُس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہیئے یہ ادب دعا بجالاتا ہوں الیٰ غیر ذلک مما یستخرجہ العارف النبیل واللہ الھادی الیٰ سواء السبیل بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع و نیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسیقدر پائیں گے فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی **تنبیہ سوم** جہال منکرین یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلام نماز کیلئے ہے یہاں کونسی نماز ہوگی جسکے لئے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ اُن کی جہالت انھیں کو زیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض و منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں اذان مستحب فرمائی ہے از انجملہ گوش مغموم میں اور دفع وحشت کو کہنا تو یہیں گزرا اور بچے کے کان[2] میں اذان دینا ستا ہی ہوگا اونکے سوا اور بہت مواقع ہیں جنکی تفصیل ہمنے اپنے رسالہ نسیم الصبا میں ذکر کی **تنبیہ چہارم** شرع مطہر کی اصل کلی ہے کہ جو امر مقاصد شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود اور حکم مطلق اس کے تمام افراد میں جاری و ساری جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہی شرعی وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہے اُسپر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثبات ممانعت ذمہ مانع معہذا اصل اشیا میں اباحت تو قائل جواز مستمسک باصل ہے کہ اصلاً دلیل کی حاجت نہیں رکھتا اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جاننا اور منع خصوصیت کے لئے منع خاص وارد ہونیکی ضرورت ماننا صرف تحکم و زبردستی

[1] یہ چالیس تیس ہیں جن میں چھبیس علما نے ارشاد فرمائیں اور چودہ فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خط کھینچے ہیں ۱۲ منہ

[2] بعض احمق جاہل گوش مولود کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز تو بعد موت مولود ہوتی ہے یعنی نماز جنازہ یہ اذان جو قبر پر کہو گے اس کی نماز کہاں ہے اذان گوش مولود کو نماز جنازہ کی اذان بتانا جیسی جہالت نا تراشیدہ ہے خود ظاہر ہے مگر اونکا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے کہ نماز جنازہ جسطرح صرف قیام سے ہوتی ہے جو ادنیٰ افعال نماز ہے ایک نماز مدد مختصر رب کو دیتے ہوگی جو بعد انتقال نماز ہے جس دن کشت رانی ہوگا اور مسلمان سجدہ میں گر جائینگے منافق سجدہ نہ کر سکینگے جس کا بیان قرآن عظیم سورہ ق شریف میں ہے قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے ۱۲ منہ دامت برکاتہ اللہ تعالیٰ

ہی نہیں بلکہ دائرہ عقل ونقل سے خروج اور معمورہ سفر وجہل میں کامل ولوج ہے علمائے سنت شکر اللہ تعالٰی مساعیہم الجمیلہ ان سب مباحث کو اعلٰی درجہ پر طے فرماچکے۔ ان تمام اصول جلیلہ رضیہ ودیگر قواعد نافعہ بدیعہ کی تنقیح بالغ وتحقیق بازغ حضرت ختام المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین سید العلماء سند الکملاء تاج الافاضل سراج الاماثل حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورزقنا برہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہا میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامہ ورسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ورسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا وغیرہا تصانیف میں ذکر کی یہاں ان مباحث کے ایراد سے تطویل کی ضرورت نہیں حضرات مخالفین باآنکہ ہزارہا بار گھر تک پہنچ چکے اگر بہ ہمت فرمائیں گے انشاء اللہ العزیز وہ جواب باصواب پائیں گے جس انوار باہرہ ولمعات قاہرہ کے حضور باطل کی آنکھیں جھپکیں اور اس کی سہانی روشنیوں دلکشا تجلیوں سے حق وصواب کے نورانی چہرے دیکھیں وباللہ التوفیق وہو المعین۔

والحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

دار أهل السنة
لتحقيق الكتب والطباعة والنشر